كشف الباري
عما في صحيح البخاري
كتاب الجهاد والسير
جلد دوم
شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی
مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دار العلوم، کراچی

''کشف الباری عمانی صحیح البخاری'' اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ وثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ ''کشف الباری'' عوام وخواص، علما وطلبہ ہر طبقے میں الحمد للہ یکساں مقبول ہو رہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دار العلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے ''کشف الباری'' سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جا رہے ہیں۔

کشف الباری

صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللہ بقاء ہ بالعافیۃ) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمد للہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروحِ حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا اور اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

جب پہلی بار ''کشف الباری'' کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف ومتداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے ''کشف الباری'' کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ''فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ''کشف الباری'' کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یک جا ہو گئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی **نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق** ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالیٰ لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تا دیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرت والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیل حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحب تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

تاثرات

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

حدیثِ رسول قرآن کریم کی شرح ہے

﴿لقد من اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة﴾۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضی من أهل العلم بالقرآن یقول: الحکمة سنة رسول اللّٰه ﷺ" (ص:۲۴)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج ۴ ص:۱۰) پر لکھا ہے " فکانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعاني أحکام الکتاب" "یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت " ربنا وابعث فیهم رسولا ....." کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا فی الحکمة أن العلم بأحکام اللّٰه التی لا یدرك علمها إلا ببیان الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم، والمعرفة بها ومادل علیه فی نظائره، وهو عندی مأخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے.....''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إنی أوتیت القرآن ومثله معه "یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کر کے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا.....: ﴿ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللّٰه والحکمة.....﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمال دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہو سکتی، کیونکہ آپ مراد الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أنزلنا إلیكَ الذِّکرَ لِتُبیِّنَ لِلنّاسِ ما نُزِّلَ إلیهِم" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت ..... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر وتشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن یطع الرسول فقداطاع اللہ ......"

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت وخصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت وتدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب "الفِصَل" میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

"خطبات مدراس" میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع ونقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علمِ حدیث کے سوفنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع وترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقینِ یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ وقلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب وتدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد وعادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ" ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کردیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور...... "إن كتاب البخاري أصح الكتابين صحيحا، وأكثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں " أجود هذه الكتب كتاب البخاري" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب " حجة الله البالغه "(ص: ۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے'' پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا''۔

اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے ''لامع الدراری'' کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص: ۷ ج ۱)''

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کر دیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی ''أعلام الحديث'' ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ ''مهلب بن احمد بن ابی صفرة'' المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد ''ابو عبد اللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف ''خطابی'' کی شرح مطبوع ہے، اور اب ''ابن بطال'' کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۹ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح ''الکواکب الدراری'' شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی 'شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی ''فتح الباری'' امام بدر الدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی ''عمدة القاری'' علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی ''التوشیح'' امام قسطلانیؒ کی ''ارشاد الساری'' علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبد الحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی 'تیسیر القاری'' شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی ''تیسیر القاری'' کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اوران کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اوران کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھر ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوران کے خاندان کی خدمات بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھر ان کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اوراحادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی خدماتِ تدریسِ حدیث اوران کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمتِ حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر ''لامع الدراری'' اور سنن ترمذی پر ''الکوکب الدری'' جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح ''بذل المجہود''، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انورشاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور " الابواب والتراجم" "موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح ''اوجز المسالک'' موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ''تکملة فتح الملهم'' اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخر الدینؒ کی '' ایضاح البخاری" اور " الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر " الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی ''امداد الباری''، شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غور غشتوی کا '' حاشیہ مشکوۃ'' حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی ''معارف ترمذی'' اوراس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرفِ نظر نہیں کرسکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظرانداز کرسکتا ہے۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصا صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر " كشف البارى عما فى صحيح البخارى" ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آ کر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا ''مشکوۃ المصابیح'' میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصری طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کردینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ و متداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ...... "لایغنی کتاب عن کتاب" لیکن ...... "مامن عام إلا وقد خص عنه البعض" کے قاعدے کے مطابق "کشف الباری" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقتۃً و واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

"کشف الباری عما فی صحیح البخاری" کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆☆☆☆

كتاب الجهاد والسير (جلد دوم)

کشف الباری (کتاب الجہاد، دوم)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

حبیب حسین

۱۴۳۴ھ 2013

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

حرفِ آغاز

کشف الباری، کتاب الجہاد کا پہلا حصہ ۱۴۲۶ھ میں منظر عام پر آیا، تین سال کے بعد اب اس کا دوسرا حصہ حلیۂ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس عرصہ میں اہلِ ذوق چشم براہ تھے اور سراپا اشتیاق بن کر اسے جلد از جلد منظر عام پر لانے کا تقاضا کرتے رہے۔ خصوصاً جو احباب فنِ تحقیق کے مزاج شناس نہیں، وہ اس راہ کی مشکلات اور نزاکتوں کا ادراک نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی اس آرزو کا بے تابی سے اظہار کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور تحقیقی کام کی تألیف وتسوید کے لئے جس جانکاہی، ناقابل شکست استقامت اور تلاش وجستجو کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا اندازہ شناورانِ فن ہی کو ہوسکتا ہے۔ بسا اوقات ایک نکتہ، ایک جزئیہ کی تلاش وجستجو کے لئے ہزاروں صفحات کھنگالنے پڑتے ہیں، کئی ضخیم جلدوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ یوں ایک طویل دورانیے کی جانکاہی کے بعد گوہر مراد تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ کشف الباری کی جو بارہ جلدیں منظر عام پر آئی ہیں، ان میں سے ہر جلد پر تقریباً چار سال کے طویل دورانیے کی عرق ریزی ہوئی ہے۔ راقم الحروف نے اپنی بساط کے مطابق زیرِ نظر جلد کی تسوید وتدوین کا کام جس قدر شتابی سے لیا، اگر امراض سدِ راہ نہ بنتے تو یہ جلد دو سال کے اندر منصۂ شہود پر آجاتی اور قارئین کو اس سے زیادہ انتظار کی کوفت نہ اُٹھانی پڑتی۔

حدیث پر کام کے اس روح آگیں سفر میں علالت کے باعث آٹھ ماہ کا طویل وقفہ ہوا، بظاہر اُمید نہیں تھی کہ بقیہ کام کی تکمیل کا مجھے موقع میسر ہوسکے گا، مگر ایسے حالات میں بھی اپنے ذہن میں آرزو کی قندیل کو روشن رکھا اور فرہاد کا جگر نہ رکھتے ہوئے بھی اس سفر کے حوصلہ شکن مراحل عبور کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سیہ کار سے کام لینے کا فیصلہ کیا تھا، سو یہ توفیق کی ارزانی اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی شفقتوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود راقم نے یہ جلد محض ڈھائی سال کے عرصے میں مرتب کی۔

زیرِ نظر جلد کا ابتدائی حصہ مولانا سلیم زکریا سے متعلق تھا، اس میں بیشتر مقامات پر اصلاح وترمیم اور اضافہ وتنسیخ کی ضرورت تھی۔ کشف الباری کے مقررہ اسلوب میں ڈھالنے نیز ان کے اور اپنے حصے میں یکسانیت وانسجام پیدا کرنے کے لئے اصلاح وترمیم کا یہ عمل ناگزیر تھا۔ "باب فضل من حمل علی فرس فرآها تباع" سے انتہائے کتاب تک ۱۰۳/ ابواب پر تحقیق وتدوین اور تبویب وتخریج کا کام راقم نے کیا

جلدوں میں جن خطوط پر کام ہوا ہے، راقم نے اس جلد کی ترتیب و تدوین بھی انہی خطوط پر اُستوار رکھی۔ چنانچہ تراجم ابواب میں امام بخاری رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی، فقہی مسائل میں ائمہ اربعہ کی آراء کو تفصیلی دلائل کے ساتھ منقح کیا۔ مآخذ کے حوالوں کا بھرپور اہتمام کیا کہ جہاں ایک حوالہ بھی کافی ہوسکتا تھا، وہاں دیگر مراجع کی بھی نشاندہی کی گئی۔ حدیث کی شرح میں عربی عبارتیں بکثرت آتی ہیں، ان کا اُردو ترجمہ کیا گیا، تاکہ اُردو خواں طبقہ بھی استفادہ کرسکے۔ یوں اپنی بساط کے مطابق حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے درسی افادات (جو کیسٹوں سے کاپیوں میں منتقل کئے گئے) کی ترتیب وتدوین اور تحقیق ومراجعت میں کوئی دقیقۂ سعی نہیں اُٹھا رکھا۔ بہرکیف غور وفکر کی بنیاد تحقیق وتفحص پر رکھی جاتی ہے، جس میں غلطی کا امکان بے پناہ حزم واحتیاط کے باوجود مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ جہاں جہاں لغزش وکوتاہی، خامی وافتادگی نظر آئے، اسے مرتب کی کم فہمی پر محمول فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے عدیم الفرصتی کے باوجود مسوّدے پر نظرِ ثانی فرمائی، حضرت کے کلماتِ تشجیع نے میرے حوصلے اور ہمت کے لئے مہمیز کا کام دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر قدم قدم پر ان کی سرپرستی اور رہنمائی نہ ہوتی تو اس کام کی تکمیل کبھی شرمندۂ عمل نہ ہوتی۔ حضرت مولانا عبید اللہ خالد زید مجدہ دل پذیر شخصیت کے مالک ہیں اور سراپا لطف وکرم ہیں، انہوں نے مسؤول کی حیثیت سے وہ سارے لوازمات جو شعبۂ تصنیف وتالیف میں یکسوئی کی فضا قائم کرنے کے لئے ضروری تھے، فراہم کئے۔ ان کے ذوقِ عمل اور عالمانہ رکھ رکھاؤ نے اس شعبے کو چار چاند لگادیئے۔ والدِ گرامی زید مجدہ نے خانگی ذمہ داریوں سے بے نیاز کرکے، اس وقیع علمی کام میں میری بھرپور مساعدت کی، اس کے لئے وہ رسمی الفاظِ تشکر سے بالاتر ہیں۔ برادرم عرفان انور مغل کا ممنون ہوں، انہوں نے بڑی محنت اور ہنرکاری سے کتاب کی کمپوزنگ کی۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه صفوة البرية، سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه وأتباعه أجمعين.

۸ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ

حبیب اللہ حسین

(رفیق شعبۂ تصنیف وتالیف واستاد جامعہ فاروقیہ)

کتاب ایک نظر میں

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

بابُ دعاءِ النبيِّ ﷺ إلى الإسلام والنُبوَّة، وأن لا يَتَّخِذَ بعضهم بعضا أربابا من دون الله

بابُ من أرادَ غَزوةً فورَّى بغيرِها، ومن أحبَّ الخُروجَ يوم الخميس

بابُ الخُروج بعد الظُّهر

باب الخُروج آخِرَ الشَّهْرِ

باب الخُروج في رمضان

باب التَّودِيع

باب السَّمْعِ والطاعة للإمام

باب: يُقَاتَلُ مِن وَراء الإمام ويُتَّقىٰ به

باب البَيعَةِ في الحرب أن لايَفِرُّوا

بابُ عَزمِ الإمامِ عَلى النّاسِ فيما يُطِيقُون

باب: كان النبي إذا لم يُقاتِل أوّل النهار أخّر القتالَ حتى تزولَ الشمسُ

باب استئذان الرَّجُلِ الإمامَ

باب من غزا وهو حديثُ عهْد بعُرسِه

باب من اختار الغَزْوَ بعد البناء

باب مُبادَرةِ الإمام عند الفَزْع

باب السُّرعةِ والرَّكْضِ في الفَزْع

باب الخروج في الفزْع وحده

باب الجَعَائلِ والحُمْلانِ في السبيل

باب ماقِيلَ في لِواءِ النبي صلى الله عليه وسلم

باب الأجير

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: نُصِرتُ بالرُّعْبِ مَسِيرةَ شَهْرٍ

باب حَمْلِ الزَّادِ في الغَزْوِ

باب حَمل الزّاد على الرِّقَاب

بابُ إرداف المرء ة خَلْفَ أخِيها

باب الارتدافِ في الغَزْوِ والحَج

باب الرِّدفِ على الحِمار

بابُ مَن أخذ بالرِّكابِ وَنَحوِهِ

باب كَراهِيَةِ السفر بالمصَاحفِ إلى أرض العَدُوّ

باب التكبير عِند الحَرْبِ

باب مايُكره من رَفْعِ الصوت في التكبير

باب التسبيح إذا هَبَطَ وادِياً

باب التكبير إذا عَلَا شَرَفاً

باب مايُكتب للمسافر مِثلُ ماكان يَعْمَلُ في الإقامة

باب السَّيْرِ وَحْدَهُ

باب السُّرْعَةِ في السَّيْرِ

باب إذا حَمَلَ على فَرَسٍ فَرَآها تُباعُ

بابُ الجهادِ بإذن الأَبَوَيْن ۲۵۳

باب ماقِيلَ في الجَرَسِ وَنحوه في أعناقِ الإبِلِ

باب من اكْتُتِبَ في جَيْش فَخَرجَتْ امْرَأتُهُ حاجَّة، وكان له عُذرٌ، هل يُؤْذَنُ له

بابُ الجاسُوس

باب الكِسْوَة لِلأسَارَى

بابُ فَضلِ من أسْلَمَ على يَدَيْه رَجلٌ

بابُ الأُسارى في السَّلاسِل

بابُ فَضلِ مَن أسْلَمَ من أهلِ الكتابَين

بابُ أهْلِ الدارِ يُبَيَّتُون، فيُصاب الوِلْدانُ والذَّرارِي

باب قتل الصّبيان في الحَرْب

بابُ قتلِ النِساء في الحَرْبِ

باب لایُعذب بعذاب الله

باب ((فإما منًّا بعد وإما فداء))

باب هَلْ للأسير أن يَقْتُلَ ويخدع الذين أسَرُوه حتى ينجُوَ من الكَفَرَة

باب إذا حرّق المشركُ المسلم هَلْ يُحرَّق

باب ـ بلا ترجمہ ـ

بابُ حَرْقِ الدورو النخیل

بابُ قتلِ النائمِ المشرکِ

باب: لا تَمَنّوا لِقاءَ العَدُوّ

بابٌ : الحربُ خَدْعَةٌ

باب الكذب في الحرب

باب الفَتْک بأهْلِ الحَرْب

باب مایجوز من الاحتیال والحذَرِ، مع من تُخْشٰی مَعَرَّتُهٗ

باب الرَّجَزِ في الحَرب ورَفعِ الصَوتِ في حَفْرِ الخندق

بابٌ من لا يَثْبُتُ على الخَيل

بابُ دَواء الجُرح بإحْراقِ الحَصِير وغَسْلِ المرأة عن أبيها الدَّمَ عن وَجْهِه، وحمل الماء في التُّرس

باب مایُکرہ من التنازُعِ والاختلافِ في الحَرْبِ، وعُقُوبَةِ من عَصَى إمامَهُ

باب:إذا فزِعوا بالليل

باب: من رأى العَدُوَّ فنادىٰ بأعلى صَوتِهِ: ياصباحاه، حتى يُسْمِعَ الناس

بابُ مَن قال: خُذْها وأنا ابنُ فُلان

باب إذا نَزَلَ العَدُوّ على حُكمِ رَجُلٍ

بابُ قتلِ الأسير، وقَتْلِ الصَّبر

بابُ هل يَسْتَأسِرُ الرَّجُلُ ومن لم يستأسِر، ومن ركع ركعتين عِند القتل

بابُ فَكاكِ الأسِير

بابُ فداءِ المشركين

بابُ الحَرْبي إذا دَخَلَ دَارَ الإسلامِ بغَيرِ أمانٍ

باب: يُقاتَلُ عَنْ أهلِ الذِّمّةِ وَلا يُسْتَرقُّونَ

بابُ جَوائزِ الوَفْد. هل يُسْتَشْفَعُ إلى أهلِ الذِّمَّة ومُعامَلَتِهم

بابُ التجمُّلِ لِلوُفُوْد

باب: کیف یُعْرَضُ الإسلامُ عَلَى الصَّبِيْ

بابُ قَوْلِ النبي صلى الله عليه وسلم: أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوا

باب إذا أَسْلَمَ قَوْمٌ في دارِ الحرب، ولَهُمْ مالٌ وأرضُون، فهِي لَهُمْ

بابُ کِتابة الإمامِ الناسَ

باب إنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ الدين بالرَّجُلِ الفاجِر

بابُ من تأمَّرَ في الحَرْبِ من غَيْرِ إمْرَةٍ إذا خافَ العَدُوَّ

بابُ العَوْنِ بالمَدَدْ

بابُ مَنْ غَلَبَ العَدُوَّ فأقام على عَرَصَتِهِمْ ثَلاثاً

بابُ مَنْ قَسَمَ الغَنِيمةَ في غَزْوِهِ وسَفَرِهِ

باب: إذا غَنِمَ المشركون مالَ المسلِم ثُمَّ وَجَدَهُ المسلمُ

بابُ من تكلَّمَ بالفارسِيَّة و الرَّطانةِ

بَابُ الغُلُولِ

باب القَليلِ مِنَ الغُلُول

بابُ مايُكره من ذَبحِ الإبل وَالغَنَمِ في المغانِم

باب البِشارَة في الفُتُوحْ

بابُ ما يُعطى البَشير

بابٌ لا هِجْرةَ بَعْدَ الفَتْح

باب: إذا اضطُرَّ الرَّجُلُ إلى النَّظَرِ في شُعُورِ أهلِ الذمة والمؤمنات إذا عَصَيْنَ الله وتجرِيدِ هِنَّ

بابُ استقبالِ الغُزاة

بابُ ما يقولُ إذا رَجَعَ من الغَزْو

باب الصَّلاة إذا قَدِمَ من سَفَرٍ

بابُ الطَّعامِ عند القُدُوم من السَّفر

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے، اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبروں سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر حدیث آرہی ہے، اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے [ر] لگا دیتے ہیں، یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

۹۸ – باب : هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ .

۲۷۷۸ : حدَّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ : أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ وَقالَ : «فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ» . [ر : ۷]

باب سابق سے مناسبت

باب سابق میں کافروں کے لئے دعائے بد کا ذکر تھا، یہاں دعائے خیر یعنی اسلام کی طرف رہنمائی اور تعلیم قرآن، جو کہ رُشد وہدایت کا اصل اور منبع ہے، اس کا تذکرہ ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمہ کے دواجزاء ہیں: ۱...... إرشاد المسلم أهلَ الكتاب. ۲...... تعليم القرآن لأهل الكتاب.

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں پر بتلانا چاہتے ہیں کہ کیا مسلمان اہلِ کتاب کی حق کی طرف رہنمائی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اوران کو قرآن کریم کی تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟

پہلے جزء کے بارے میں ابن بطال رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی رہنمائی اور انہیں دینِ اسلام کی دعوت دینا، مسلمان حاکموں پر واجب ہے اور یہ ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے (۱)۔

(۲۷۷۸) قد مرّ تخريجه في بدء الوحي، انظر كشف الباري: ۱/۴۷۷.

(۱) شرح ابن بطال: ۵/۱۱۲، وعمدة القاری: ۱۴/۲۰۷

کافروں کو قرآن کی تعلیم دینے کا حکم

البتہ دوسرے جزء میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک کافر چاہے حربی ہو یا ذمی، اسے قرآن، فقہ اور عام علوم سکھانے میں کوئی حرج نہیں، ممکن ہے وہ اس علم کی بدولت اسلام کی طرف راغب ہو جائے (۲)۔

امام مالک رحمہ اللہ اسے مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں (۳)۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں (۴)۔

امام احمد رحمہ اللہ اسلام قبول کرنے کی شرط پر جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر اسلام قبول کرنے کی امید نہ ہو تو کفار کو قرآن کی تعلیم دینا جائز نہیں (۵)۔

حنفیہ کے دلائل

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حنفیہ کی جانب سے مختلف دلائل دیئے ہیں:

❶ ہرقل کو جو نامہ مبارک بھیجا گیا تھا، اس میں قرآن کریم کی پوری ایک آیت موجود ہے، جو یقیناً قرآن کی تعلیم ہے، بلکہ انہیں ایک طرح سے سیکھنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ قرآن کی آیت کو سمجھنے کی کوشش کریں، کیونکہ رومی عربی سے ناواقف تھے، آیت بغیر ترجمے کے نہیں سمجھ سکتے تھے، معنی سمجھنے کے لئے قرآن کا جاننا اور سیکھنا ضروری ہے (۶)۔

❷ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام

---

(۲) ردالمحتار: ۱/۱۰۲۰

(۳) إكمال إكمال المعلم وشرحه على صحيح مسلم: ۰/ ۲۱.

(٤) حواله بالا

(٥) المغني لابن قدامة: ۹/۲۸۹

(٦) فتح الباري: ۶/۱۰۷، وعمدة القارى: ۱٤/۲۰۷، وشرح ابن بطال: ۵/۱۳۱

اللّٰہ......﴾(۷).

وقال ابن أبي بخيح عن مجاهد في تفسير هذه الآية قال: إنسان يأتيك يسمع ماتقول وما أنزل عليك فهو آمن حتى يأتيك فتسمعه كلام اللّٰه.......... إلى آخرما قال(۸)۔

یعنی اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ اور امان طلب کرے تو آپ اسے پناہ دیں تا کہ وہ اللہ کا کلام سنے، یہ قرآن کی تعلیم ہی ہے۔

❸ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشرکین اور یہود کی مجلسوں پر گزرنے اور انہیں قرآن پڑھ کر سنانے کا ذکر ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"مرَّ النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم على عبداللّٰه ابن أبي قبل أن يُسلم، وفي المجلس أخلاط من المسلمين والمشركين واليهود؛ فقرأ عليهم القرآن"(۹)۔

"رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی کے قریب سے گزرے، جب وہ اسلام نہیں لائے تھے، مجلس میں مسلمان، مشرک اور یہودی، مختلف لوگ شریک تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی"۔

❹ حماد بن سلمۃ، حبیب المعلم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے دریافت کیا: "کیا میں ذمیوں کو قرآن پڑھاؤں؟" انہوں نے فرمایا: "کیا وہ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے، وہ بھی تو اللہ کی کتابیں ہیں"(۱۰)۔

مالکیہ کے دلائل

❶ ان کی پہلی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ﴿إنما المشركون نجس......﴾(۱۱) یعنی مشرکین تو

(۷) سورة التوبة: ٦

(۸) تفسير ابن كثير: ٢/٣٣٧

(۹) عمدة القارى: ١٤/٢٠٧، وشرح ابن بطال: ٥/١١٣

(۱۰) شرح ابن بطال: ٥/١١٣

(۱۱) سورة التوبة: ٢٨

نجس ہی ہیں۔

❷ مالکیہ کا استدلال ان احادیث سے بھی ہے، جن میں قرآن کریم کے ساتھ کفار کے ملکوں کی طرف سفر کرنے سے نہی وممانعت وارد ہوئی ہے کہ کہیں قرآن مجید کفار کے ہاتھ نہ لگ جائے، ظاہر ہے کہ اس میں بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے: "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يُسافر بالقرآن إلىٰ أرض العدو" (١٢) "رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ملک کی طرف قرآن مجید ساتھ لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا"۔

اسی طرح صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے: "مخافة أن يناله العدو". یعنی قرآن کو ساتھ لے کر سفر کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کہیں قرآن دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

البتہ بعض مالکیہ جن میں علامہ اُبی نمایاں ہیں، دعوتِ اسلام کے لئے بطورِ وعظ ایک دو آیت کے جواز کے قائل ہیں (١٣)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا محاکمہ

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ صاف ستھری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے:

جس شخص کے بارے میں یہ امید ہو کہ وہ اسلام قبول کرلے گا یا کم از کم نقصان کا خطرہ اس سے نہ ہو، تو ایسے شخص کو قرآن کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن ایسا شخص جس کے بارے میں یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ قرآن کا سیکھنا اس کے لئے مفید نہیں بلکہ وہ قرآن کو سیکھ کر دین کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے گا تو اسے قرآن کی تعلیم دینا جائز نہیں (١٤)۔

---

(١٢) صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار إذا خيف وقوعه بأيديهم، (رقم الحديث: ٤٨٤٩)

(١٣) إكمال إكمال المعلم: ٢١٦/٥

(١٤) فتح الباري: ١٠٧/٦

امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف مائل ہیں کہ کافروں کی رہنمائی کی جاسکتی ہے اور انہیں قرآن کریم کی تعلیم بھی دی جاسکتی ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کو جو خط ارسال فرمایا، اس میں یہ دونوں باتیں پیشِ نظر ہیں۔

حدیثِ باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کو جو خط لکھا ہے، اس میں قرآن کریم کی ایک پوری آیت بھی موجود تھی:

﴿قل ياأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواءٍ بيننا وبينكم......﴾ (١٥)۔

ترجمہ کے دو جزء ہیں، پہلے جزء سے مناسبت تو "فإن توليت" سے معلوم ہورہی ہے، کیونکہ اس جملے کے اندر راہِ ہدایت اور حق کی طرف رہنمائی ہورہی ہے۔ "أسلم تسلم يؤتك الله أجرك مرتين" میں ترغیب ہے، فإن توليت میں زجر اور فإن عليك إثم اليريسيين میں وعید ہے۔

دوسرے جزء سے انطباق نامۂ مبارک بھیجنے سے ماخوذ ہے(١٦) اور یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں قرآن کریم کی آیت مذکورہ موجود تھی، یقیناً یہ تعلیمِ قرآن ہی ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی تشریح پہلے تفصیل سے گذر چکی ہے(١٧)۔

٩٩ — باب: اَلدُّعاءِ لِلْمُشْرِكِينَ بِالْهُدَى لِيَتَأَلَّفَهُمْ.

٢٧٧٩: حدَّثنا أَبُو الْيَمانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قالَ:

---

(١٥) سورة آل عمران: ٦٤

(١٦) عمدة القاري: ٢٠٧/١٤

(١٧) كشف الباري: ٥٥٦/١-٥٥٦

(٢٧٧٩) أخرجه البخاري في كتاب المغازي: ٦٣٠/٢، باب قصة دوس والطفيل بن عمرو الدوسي (رقم. ٤٣٩٢)،=

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : قَدِمَ طُفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو ٱلدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ ، عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ ، فَٱدْعُ ٱللّٰهَ عَلَيْهَا ، فَقِيلَ : هَلَكَتْ دَوْسٌ ، قَالَ : (اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ) . [٤١٣١ ، ٦٠٣٤]

ماقبل سے ربط

باب سابق سے پہلے باب ذکر ہوا: "باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة" اور یہاں "باب الدعاء للمشركين بالهدى ليتألفهم" گویا یہاں مناسبت تضاد ہے، چنانچہ ماقبل میں مشرکین کے لئے بددعا کا ذکر ہوا، اب یہاں اُن کے لئے دعاءِ ہدایت کا ذکر ہو رہا ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو قائم کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مشرکین کے لئے ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے، جب کہ ان سے قبولِ اسلام کی توقع ہو(۱)۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین پر بددعا فرمائی اور بعض دفعہ ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی ہے، یہ حالات کی تبدیلی اور تغیر کا نتیجہ ہے، جب مشرکین کی طاقت میں اضافہ ہوتا، ان کی طرف سے مسلمانوں کی ایذاء رسانی کا سلسلہ دراز ہو جاتا اور مسلمان ان کے شر سے غیر محفوظ ہو جاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکین پر بددعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش کے لئے بددعا فرمائی تھی، جس کے نتیجے میں ان کے اکثر افراد غزوۂ بدر میں مارے گئے۔

اور جب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے شر سے اطمینان محسوس فرماتے اور اسلام کی طرف ان کی توجہ کو دیکھتے، تو ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں کے مسلمان ہونے اور ان کے ایمان لانے کی زیادہ تڑپ تھی، چنانچہ بددعا کرنے میں آپ جلد بازی سے کام

= وفي كتاب الدعوات: ۲/۹٤٦، باب الدعاء للمشركين، (رقم الحديث: ٦٣٩٧)، ومسلم: ۲/۳۰٦، في فضائل الصحابة، باب من فضائل غفار وجهينة، (رقم الحديث: ٢٥٢٤).

(۱) فتح الباري: ٦/۱۰۸، وعمدة القاري: ١٤/٢٠٧

نہیں لیتے تھے، بلکہ حد درجہ احتیاط فرماتے تھے(۲)۔

ذرا دیکھئے! حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بددعا کی درخواست کررہے ہیں اور آپ ان کے لئے ہدایت اور خیر کی دعا فرمارہے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کے عظیم اخلاق کا پَرتو اور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''رحمۃ للعالمین'' ہونے کی بڑی نشانی ہے(۳)۔

حدیث باب کی مختصر تشریح

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں آکر اسلام قبول کیا، پھر آپ اپنے قبیلے میں تبلیغ کی غرض سے واپس لوٹے، لیکن ان کے والد اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے اسلام قبول نہیں کیا(۴)۔

چنانچہ آپ نے واپس آکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبیلۂ دوس کی نافرمانی اور سرکشی کی شکایت کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ قبیلۂ دوس کے لئے بددعا فرمادیجئے، تو حاضرین نے کہا: ''دوس برباد ہو''۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت طفیل نے ''دوس'' میں سود اور زنا جیسی خبیث وبا اور اخلاقی بیماریوں کے پھیل جانے کی شکایت کی(۵) لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ''۔

طفیل رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق نے مغازی میں صالح بن کیسان کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلۂ دوس کے بت ''ذوالکفین'' کو توڑنے کی مہم پر روانہ فرمایا تھا۔

---

(۲) فتح الباري: ۱۰۸/٦، وعمدة القاري: ۲۰۷/۱٤، والقسطلاني: ۱۱۰/٥، وشرح ابن بطال: ۱۱٤/٥.

(۳) شرح الكرماني: ۱۸٤/۱۲، والقسطلاني: ۱۱۰/٥

(٤) الإصابة: ۲۰۲/٤-۲۱۰

(٥) عمدة القاري: ۲۰۸/۱٤

آپ نے اس بت کو آگ سے جلا کر راکھ کر ڈالا، اس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یاذا الکفین لسنا من عبادکا

میلادنا أکبر من میلادکا

وقد حشوت النار في فؤادکا(٦)

''اے ذوالکفین! ہم تیرے بندے نہیں ہیں، ہماری تخلیق کا مقصد تمہارے مقصدِ تخلیق سے اعلیٰ اور افضل ہے، اور میں نے تمہارے دل میں آگ بھر دی ہے''۔

حضرت طفیل بن عمرو کا لقب ''ذوالنور'' تھا، اس کی تفصیل آگے کتاب المغازی کے تحت آرہی ہے(۷)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات "اللھم اھدِ دوسا وائت بھم" سے ترجمۃ الباب کا انطباق بالکل واضح ہے(۸)۔ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلۂ دوس کی دلجوئی کی خاطر اُن کی ہدایت کی دعا فرمائی ہے۔

۱۰۰ – باب : دَعْوَةِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، وَعَلَى ما يُقَاتِلُونَ عَلَيْهِ ، وَما كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ ، وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ .

۲۷۸۰ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الجَعْدِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ ، قِيلَ لَهُ : إِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُونَ كِتَابًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَخْتُومًا ، فَاتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ ، وَنَقَشَ فِيهِ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ ٱللّٰهِ . [ر : ٦٥]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جو ترجمہ قائم کیا ہے، اس کے چار اجزاء ہیں:

---

(٦) السيرة النبوية لابن هشام: ١/٣٨٥، والإصابة: ٢/٢٢٥

(٧) دیکھئے: كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٦١٣-٦١٤.

(٨) عمدة القاري: ١٤/٢٠٨، وفتح الباري: ٦/١٠٨

(٢٧٨٠) قد مر تخريجه في كتاب العلم، انظر كشف الباري: ٣/١٧٦

❶ دعوة اليهود والنصارىٰ یعنی اہل کتاب کو دعوت دی جائے یا نہیں؟

❷ على مايقاتلون عليه یعنی کس بنیاد پراُن سے قتال کیا جائے گا، جب کہ وہ توحید کے منکر نہیں؟

❸ وماكتب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى كسرىٰ وقيصر یعنی ان دونوں کو لکھے گئے خطوط کا مضمون کیا تھا؟

❹ الدعوة قبل القتال یعنی قتال سے پہلے دعوت دینے کا حکم کیا ہے(۹)؟

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں ان موضوعات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

کافروں کو جہاد سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور تین مذاہب ہیں:

❶ دعوت مطلقاً واجب نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے(۱۰)۔ جب کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس مذہب کو کسی کی طرف منسوب کئے بغیر انتہائی ضعیف یا باطل قرار دیا ہے(۱۱)۔

❷ دعوت مطلقاً واجب ہے، اور اس وقت تک کافروں سے قتال جائز نہیں ہے جب تک کہ انہیں اسلام کی دعوت نہ دی جائے، چاہے ان کو اس سے قبل اسلام کی دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو(۱۲)۔

البتہ جو یہود ونصاریٰ اور غیر مسلم لوگ دارالاسلام کے قریب رہتے ہیں، ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے، بلکہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ یہ پڑوس میں رہتے ہیں اور اسلام کے بارے میں علم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ لگی ہوئی ہے، اور وہ مسلسل

---

(۹) عمدة القاري: ١٤/٢٠٨، وإرشاد الساري: ٥/١١٠

(١٠) فتح الباري: ٧/٤٧٨

(١١) شرح النووي على صحيح مسلم: ٢/٨١، كتاب الجهاد، باب جواز الإغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام من غير تقدم إعلام بالإغارة.

(١٢) المدونة الكبرى: ٢/٣، وفيه "قلت: أكان مالك يرى أن يُدعوا قبل القتال ولا يرى الدعوة قد بلغتهم؟ قال: نعم".

مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں اور شر انگیزی پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کو غفلت کی حالت میں جالینا چاہیے۔

لیکن وہ لوگ جو کہ دارالاسلام سے دور ہیں، انہیں دعوت دی جائے گی اور ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی، پھر بھی اگر وہ نہیں انتے تو ان سے جنگ کی جائے گی۔ یہ مالکیہ کا مذہب ہے (۱۳)۔

۳ اگر کسی قوم کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ایسی صورت میں دعوت واجب ہے، اور بغیر دعوت ان سے قتال ناجائز ہے، اور اگر اس قوم کو دعوت پہنچ چکی ہو، تو ایسی صورت میں قتال سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے۔ یہی راجح اور جمہور ائمہ کا مذہب ہے۔

وهذا قول الحسن البصري والنخعي وربيعة والليث وأبي حنيفة والثوري والشافعي وأحمد وإسحاق وأبي ثور (١٤)۔

دلائل مالکیہ

پہلی دلیل: ابن المنذر، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ وہ امراءِ لشکر کو قتال سے قبل دعوت دینے کا حکم دیا کرتے تھے (۱۵)۔

دوسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حملہ نہیں کیا کرتے تھے، جب تک کہ وہ دشمن کو تین دفعہ دعوتِ اسلام نہ دے چکے ہوتے (۱۶)۔

تیسری دلیل: حدیثِ باب جو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ واضح طور پر دعوت قبل القتال کے مطلقاً واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ خیبر کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت پہلے پہنچ چکی تھی، اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(١٣) المدونة: ٢/٢

(١٤) الهداية: ٢/٥٥٨-٥٥٩، كتاب الجهاد، وشرح النووي على صحيح مسلم: ٢/٨١، كتاب الجهاد: باب جواز الإغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام من غير تقدم إعلام بالإغارة، والمغني: ٩/١٧٢، مسألة (٧٤٣٦)، وشرح ابن بطال: ٥/١١٧، والشامي: ٣/٢٤٣

(١٥) المدونة الكبرىٰ: ٢/٣، وشرح ابن بطال: ٥/١١٧

(١٦) المدونة الكبرىٰ: ٢/٣

"على رسلك! حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام......".

''ابھی ٹھہرو، یہاں تک کہ تم مشرکین کے علاقہ میں داخل ہو جاؤ۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو''۔

جمہور کے دلائل

پہلی دلیل: ابورافع ابن ابی الحقیق اور کعب بن اشرف کا قتل جو کہ دھوکے سے کیا گیا (۱۷)۔

دوسری دلیل: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی المطلق پر اچانک حملہ کیا تھا، جب کہ ان کے جانور پانی پی رہے تھے، وہ لوگ آپ کے اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے اور یوں انہوں نے شکست کھائی، آپ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور جو زندہ بچے، انہیں قید کر دیا (۱۸)۔

تیسری دلیل: سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ "اُبْنیٰ" (۱۹) پر صبح کے وقت حملہ کرو اور بستی کو آگ لگا دو (۲۰)۔

چوتھی دلیل: صعب بن جثامۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ''شب خون'' مارنے کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والے بچوں اور عورتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "هم منهم" یعنی ان کے اس وقت مارے جانے میں کوئی حرج نہیں، وہ بھی مشرکین کے حکم میں ہیں (۲۱)۔

چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ شب خون اچانک بے خبری میں مارا جاتا ہے، اس وقت دعوت دی جا سکتی ہے نہ ہی انہیں خبردار کیا جا سکتا ہے، ورنہ حملہ بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔

ان تمام روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس قوم کو دعوت پہنچ چکی ہو، اسے قتال سے پہلے

---

(۱۷) صحيح البخاري: ۲/۵۷۶–۵۷۷، كتاب المغازي، باب قتل كعب بن الأشرف، (رقم: ۴۰۳۷)، وباب قتل أبي رافع عبدالله بن أبي الحقيق، رقم: ۴۰۳۸–۴۰۴۰

(۱۸) صحيح البخاري: ۲/۵۹۳، كتاب المغازي، باب غزوة بني المصطلق من خزاعة رقم: ۴۰۳۸، ۴۰۳۹

(۱۹) "أبنىٰ: بضم الهمزة وسكون الموحدة وبعدها نون وآخرها ألف مقصورة، موضع من بلاد فلسطين بين عسقلان والرملة و "يبنى" أيضا كما في الحديث الآتي بعده، (رقم: ۲۶۱۷)

(۲۰) أبوداود، كتاب الجهاد، باب في الحرق في بلاد العدو (رقم: ۲۶۱۶)

(۲۱) البخاري: ۱/۴۲۳، كتاب الجهاد، باب أهل الدار يبيتون فيصاب الولدان والذراري، (رقم: ۳۰۱۲)

دعوت دینا واجب یا ضروری نہیں۔

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں دعوت دینے کا ذکر ہے، سو ان کا محمل جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی ایسی قوم کے ساتھ قتال کیا جارہا ہو جس کو دعوت پہلے پہنچ چکی ہو تو دوبارہ اس کو دعوت دینا مستحب ہے(۲۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیثِ صعب بن جثامۃ سے بے خبری میں حملہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث باب میں صبح تک انتظار کرنے اور پھر اذان کی آواز پر فیصلہ کرنے کا ذکر ہے، یعنی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی علاقہ میں اذان سنتے یا اسلام کی کسی ظاہری علامت کو دیکھ لیتے تو حملہ نہیں کیا کرتے تھے، بصورتِ دیگر حملہ کردیا کرتے تھے۔

گویا حدیثِ صعب بن جثامۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ حالتِ غفلت میں شب خون کو مباح قرار دیا جارہا ہے۔ جب کہ حدیثِ انس اس کے برعکس ہے۔

جواب

ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ صعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہیں دعوت پہلے پہنچ چکی ہو۔ ایسے لوگوں پر غفلت کی حالت میں حملہ کیا جاسکتا ہے۔

اور حدیثِ انس رضی اللہ عنہ کا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جن تک دعوت ابھی تک نہ پہنچی ہو، یا ان کے حالات سے مسلمانوں کو پوری واقفیت نہ ہو(۲۳)۔

دورِ حاضر کے کفار کا حکم

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔

---

(۲۲) المغني: ۱۷۲/۹، مسألة (۷۴۳۶) وشرح ابن بطال: ۱۱۸/۵

(۲۳) شرح ابن بطال: ۱۱۹/۵، ۱۲۰

دعوت کے بغیر بھی ان سے قتال کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ وہ اسلام کی سچائی اور پیغام سے بخوبی واقف ہیں۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا أعلم أحداً من المشركين لم تبلغهم الدعوة اليوم" (٢٤)۔

امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے (۲۵)۔

حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ دعوتِ اسلام شرقاً غرباً پھیل چکی ہے اور آج کے جدید دور میں جب کہ ذرائع ابلاغ نے خوب ترقی کی ہے، یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ کسی قوم یا فرد کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں ایسی قومیں آباد ہوں جن تک تاہنوز دعوت نہ پہنچی ہو، ایسی صورت میں ان کو دعوت دینا واجب ہے۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ ایسی قومیں جن کو دعوت تو پہنچی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مسلمان جزیہ بھی قبول کرتے ہیں، اس صورت میں ان سے اس وقت تک لڑنا جائز نہیں جب تک انہیں جزیہ کے بارے میں آگاہ نہ کیا جائے (۲۶)۔ واللہ اعلم وأتم وأحکم۔

لفظِ "قیصر" کے معنی

"قیصر" رومی زبان میں اسے کہا جاتا ہے جس کا پیٹ کاٹا گیا ہو۔ ہرقل کی ماں کا حالتِ حمل میں انتقال ہوگیا تھا، تو ہرقل کو والدہ کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا، چنانچہ وہ اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ وہ شرم گاہ کے راستے سے نہیں آیا (۲۷)۔

خطوط پر مہر لگانے کی حیثیت

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے نامۂ مبارک کو "کتاب کریم" کہا گیا ہے، حافظ سیوطی

---

(٢٤) شرح ابن بطال: ٥/١١٧

(٢٥) المغني: ٩/١٧٢، مسألة (٧٤٣٦)

(٢٦) البحر الرائق: ٥/٧٥، وفتح القدير: ٥/١٩٦، وردالمحتار: ٣/٢٤٤، والفتاوى التتارخانيه: ٥/٢٢٦-٢٢٧، كتاب السير، الفصل الثاني في بيان شرائط جواز قتال الكفرة

(٢٧) عمدة القاري: ١٤/٢٠٨، وإرشاد الساري: ٥/١١٠

رحمہ اللہ نے درمنثور (۲۸) اور امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس کے معنی ''مہر لگے ہوئے'' کے کئے ہیں (۲۹)۔

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت منقول ہے: "کرامة الکتاب ختمه". یعنی خط کی عزت تو اس کی مہر ہے (۳۰)۔

یہ حدیث ''کتاب العلم'' میں تفصیلات کے ساتھ گزر چکی ہے (۳۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ترجمۃ الباب کے چار اجزاء ہیں، جزء اول سے مطابقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط میں ہرقل کو اسلام کی دعوت دی ہے وہ نصرانی تھا، چنانچہ یہود بھی اسی حکم میں داخل ہیں، کیونکہ وہ بھی اہلِ کتاب ہی تھے۔

معلوم ہوا کہ اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی جائے گی (۳۲)۔

جزء ثانی سے انطباق اس طرح ہے کہ اس والا نامہ کا مقصد جہاں واضح طور پر ہرقل اور رومیوں کو دعوتِ اسلام پیش کرنا ہے وہاں اس سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ اگر تم اس دعوت کو ٹھکرا کر اسلام قبول نہیں کرو گے تو تمہارے ساتھ قتال کیا جائے گا۔

اس بات کی تصریح اگلے باب کی حضرت علیؓ کی روایت میں آرہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام قبول نہ کرنے کی بنیاد پر ان سے قتال کیا جائے گا۔

جزء ثالث سے مطابقت بالکل ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام پر مشتمل مضمون

---

(۲۸) درمنثور: ١٠٦/٥

(۲۹) تفسیر الطبري، النمل، ص: ٩٥، نیز دیکھئے: شرح ابن بطال: ١١٥/٥

(۳۰) الجامع الصغیر: ٨٩/٢، وشرحه فیض القدیر: ٥٥٠/٤

(۳۱) کشف الباري: ١٧١/٣ - ١٧٥

(۳۲) عمدة القاري: ٢٠٩/١٤

نامۂ مبارک میں لکھوایا۔

جزء رابع سے مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے رومیوں کو توحید اور نبوتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کی تصدیق کی دعوت دی، یہ دعوت قبل القتال ہے کیونکہ اس سے پہلے مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی (۳۳)۔

۲۷۸۱ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ ، يَدْفَعُهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى ، فَلَمَّا قَرَأَهُ كِسْرَى حرَّقَهُ ، فَحَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قالَ : فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ ﷺ : (أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ) . [ر : ٦٤]

بددعا کرنے کی وجہ

کسریٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو پھاڑ ڈالا تھا، یہ شانِ نبوت کی توہین ہے، لہٰذا نبی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اللہ رب العزت اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے۔

واضح رہے کہ دین کا مذاق اڑانا اور اس کی توہین کرنا کفر ہے، اور دین کے معاملات میں بے جا مداخلت اور گستاخی کرنے والے کو سیاستاً قتل بھی کیا جاسکتا ہے، اللہ جل شانہ نے اس کبیرہ گناہ کو کفر قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب، قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن لاتعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم﴾ (٣٤)۔

"اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی گپ شپ اور دل لگی کررہے تھے، آپ (ان سے) کہہ دیجئے، کیا تمہیں اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول ہی سے دل لگی کرنی تھی؟ عذرمت بناؤ، بے

---

(٣٣) عمدة القاري: ٢٠٩/١٤

(٢٧٨١) قد مرّ تخريجه في كتاب العلم، ديكهئے: كشف الباري: ١٧١/٣

(٣٤) التوبة: ٦٥

شک تم لوگ کفر کا ارتکاب کر چکے ہو، اپنے ایمان کے بعد"۔

معلوم ہوا کہ خط کا پھاڑنا دین کی توہین اور شانِ رسالت کی گستاخی تھی، جس کی وجہ سے کسری بددعا کا موجب ہوا(۳۵)۔

تنبیه: یہاں دوسری روایتوں میں بجائے "خَرَّقَه" کے "مَزَّقَهٗ" وارد ہوا ہے(۳۶) دونوں کے معنی "ریزہ ریزہ کرنا، چاک کرنا، پھاڑنا" ہیں(۳۷)۔

بددعا کا اثر

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بددعا کا اثر تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں ایرانیوں میں چودہ بادشاہ تخت نشین ہوئے اور مارے گئے یا مر گئے، یہاں تک بوران نامی ایک عورت کو زمامِ حکومت سونپ دی گئی، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "لن یفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة"(۳۸) یعنی ایسی قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے امورِ حکومت کسی عورت کے حوالے کر دیا ہو۔

اس کے بعد مجوسیوں کی حکومت دوبارہ قائم نہ ہوسکی(۳۹)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ روایت کی مطابقت

اس روایت میں آیا ہے: "بعث بکتابه إلی کسریٰ" مطابقت اس جملے کے اندر ہے(۴۰)۔

---

(۳۵) شرح ابن بطال: ۱۱۵/۵

(۳٦) البخاري، كتاب العلم، باب مايذكر في المناولة وكتاب أهل العلم بالعلم إلى البلدان، (رقم ٦٤)، وكتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى كسرىٰ وقيصر رقم (٤٤٢٤)، وكتاب أخبار الآحاد، باب ماكان يبعث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الأمراء والرسل واحداً بعد واحد، رقم(٧٢٦٤)

(۳۷) المعجم الوسيط، مادة: خرق/مزق

(۳۸) تقدم تخريجه، كشف الباري، كتاب العلم، ص: ١٧٥

(۳۹) حواله بالا، نیز دیکھئے: عمدة القاري: ٢١٠/١٤

(٤٠) حوالهٔ بالا

اس حدیث سے متعلق مزید تفصیل کتاب العلم کے تحت پہلے گذر چکی ہے(۴۱)۔

۱۰۱ - باب : دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ ، وَأَنْ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «ما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللهُ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ /آل عمران : ۷۹/ .

ترجمة الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ گذشتہ ابواب جو کہ دعوت سے متعلق ہیں، ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعوتِ اسلام کے ساتھ ساتھ نبوت کا اقرار اور شرک سے براءت کی دعوت بھی دیا کرتے تھے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ باوجود اہل کتاب ہونے کے، حضرت عُزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارىٰ المسيح ابن الله﴾(۱) ''یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں''۔حالانکہ یہ دونوں بشر ہیں اور بشر خدائی کا اہل نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت وہ روایات نقل کی ہیں جن میں اہل روم جو کہ نصرانی تھے اور اہل خیبر جو کہ یہود تھے، ان کو توحید، نبوتِ محمدی اور شرک سے براءت کی دعوت دیئے جانے کا ذکر ہے۔

آیت ذکر کرنے کا مقصد

اس آیت مبارکہ کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو لوگوں کو اللہ کے بجائے اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، جیسا کہ اہل کتاب کی روش کا ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿کونوا

---

(٤١) كشف الباري، كتاب العلم، ص: ١٧٦

(١) توبة: ٣٠

عبادالّي من دون الله﴾(٣) ''تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ''۔ اور فرمایا: ﴿یا عیسی بن مریم أأنت قلت للناس اتخذوني وأمي إلٰهين من دون الله﴾(٤) ''اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ، اللہ تعالیٰ کے سوا؟'' اور فرمایا: ﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله﴾(٥) ''انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے پیروں کو اپنا رب بنا دیا اللہ کے سوا''۔ یعنی کسی ایسے شخص کو جسے اللہ جل شانہ نے کتاب، حکمت اور نبوت کی دولت سے نوازا ہو، اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ کرنے کے بجائے اپنی ذات کی طرف توجہ دلائے۔

چنانچہ جب کسی رسول یا نبی کو یہ بات زیبا نہیں جب کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ترین اور برگزیدہ بندے ہیں تو دوسروں کے لئے چاہے وہ ولی یا عالم کیوں نہ ہو، غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی، لیکن اہل کتاب اپنے علماء اور راہبوں کی خدا جیسی عبادت کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله والمسيح ابن مريم، وما أمروا إلا ليعبدوا إلٰها واحدا﴾(٦)۔

''انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا دیا، اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو صرف اسی بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی خدا کی بندگی کریں''۔

٢٧٨٢ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ يَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ، وَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى لِيَدْفَعَهُ إِلَى قَيْصَرَ ، وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُودَ فَارِسَ ، مَشَى مِنْ حِمْصَ إِلَى إِيلِيَاءَ شُكْرًا لِمَا أَبْلَاهُ اللّٰهُ ، فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ حِينَ قَرَأَهُ : الْتَمِسُوا لِي هَا هُنَا أَحَدًا مِنْ قَوْمِهِ ، لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ

---

(٣) آل عمران: ٧٩

(٤) المائدة: ١١٦

(٥) التوبة: ٣١

(٦) التوبة: ٣١

(٢٧٨٢) أخرج البخاري طرفه في كتاب الجهاد، باب هل يرشد المسلم أهل الكتاب أو يعلمهم الكتاب؟ رقم(٢٩٣٦)

رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَأَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ : أَنَّهُ كانَ بِالشَّأْمِ فِي رِجالٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوا تِجارًا ، فِي المُدَّةِ الَّتِي كانَتْ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ ، قالَ أَبُو سُفْيَانَ : فَوَجَدَنَا رَسُولُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّأْمِ ، فَانْطُلِقَ بِي وَبِأَصْحَابِي ، حَتَّى قَدِمْنَا إِيلِيَاءَ فَأُدْخِلْنَا عَلَيْهِ ، فَإِذَا هُوَ جالِسٌ فِي مَجْلِسِ مُلْكِهِ ، وَعَلَيْهِ التَّاجُ ، وَإِذَا حَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ ، فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهِ : سَلْهُمْ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، قالَ أَبُو سُفْيَانَ : فَقُلْتُ : أَنَا أَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ نَسَبًا ، قالَ : ما قَرَابَةُ ما بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ ؟ فَقُلْتُ : هُوَ ابْنُ عَمِّي ، وَلَيْسَ فِي الرَّكْبِ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ غَيْرِي ، فَقَالَ قَيْصَرُ : أَدْنُوهُ ، وَأَمَرَ أَصْحَابِي فَجُعِلُوا خَلْفَ ظَهْرِي عِنْدَ كَتِفِي ، ثُمَّ قالَ لِتَرْجُمَانِهِ : قُلْ لِأَصْحَابِهِ : إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، فَإِنْ كَذَبَ فَكَذِّبُوهُ ، قالَ أَبُو سُفْيَانَ : وَاللّٰهِ لَوْلَا الحَيَاءُ يَوْمَئِذٍ ، مِنْ أَنْ يَأْثُرَ أَصْحَابِي عَنِّي الْكَذِبَ ، لَكَذَبْتُهُ حِينَ سَأَلَنِي عَنْهُ ، وَلٰكِنِّي اسْتَحْيَيْتُ أَنْ يَأْثُرُوا الْكَذِبَ عَنِّي فَصَدَقْتُهُ ، ثُمَّ قالَ لِتَرْجُمَانِهِ : قُلْ لَهُ كَيْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِيكُمْ ؟ قُلْتُ : هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ ، قالَ : فَهَلْ قالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَبْلَهُ ؟ قُلْتُ : لَا ، فَقَالَ : كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ عَلَى الْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ ما قالَ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : فَهَلْ كانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ؟ قُلْتُ : بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ ، قالَ : فَيَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ ؟ قُلْتُ : بَلْ يَزِيدُونَ ، قالَ : فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : فَهَلْ يَغْدِرُ ؟ قُلْتُ : لَا ، وَنَحْنُ الْآنَ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ نَحْنُ نَخَافُ أَنْ يَغْدِرَ – قالَ أَبُو سُفْيَانَ : وَلَمْ يُمْكِنِّي كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا أَنْتَقِصُهُ بِهِ لَا أَخَافُ أَنْ تُؤْثَرَ عَنِّي غَيْرُهَا – قالَ : فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ أَوْ قَاتَلَكُمْ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : فَكَيْفَ كانَتْ حَرْبُهُ وَحَرْبُكُمْ ؟ قُلْتُ : كانَتْ دُوَلًا وَسِجَالًا ، يُدَالُ عَلَيْنَا المَرَّةَ وَنُدَالُ عَلَيْهِ الْأُخْرَى ، قالَ : فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ ؟ قالَ : يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ، وَيَنْهَانَا عَمَّا كانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ ، وَالصَّدَقَةِ ، وَالْعَفَافِ ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ . فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهِ حِينَ قُلْتُ ذٰلِكَ لَهُ : قُلْ لَهُ : إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فِيكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ ذُو نَسَبٍ ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ قالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَقُلْتُ : لَوْ كانَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ ، قُلْتُ رَجُلٌ يَأْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيلَ قَبْلَهُ ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ

وَسَأَلْتُكَ : هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ ، قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ ، وَسَأَلْتُكَ : أَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ، فَزَعَمْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمُ اتَّبَعُوهُ ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ ، وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخْلِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُونَ ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ ، فَزَعَمْتَ أَنْ قَدْ فَعَلَ ، وَأَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُونُ دُوَلاً ، وَيُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُونَ عَلَيْهِ الْأُخْرَى ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى وَتَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ ، وَسَأَلْتُكَ : بِمَاذَا يَأْمُرُكُمْ ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ، وَيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ ، وَالصِّدْقِ ، وَالْعَفَافِ ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ ، قَالَ : وَهٰذِهِ صِفَةُ النَّبِيِّ ، قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ ، وَلٰكِنْ لَمْ أَظُنَّ أَنَّهُ مِنْكُمْ ، وَإِنْ يَكُ مَا قُلْتَ حَقًّا ، فَيُوشِكُ أَنْ يَمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ ، وَلَوْ أَرْجُو أَنْ أَخْلُصَ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ .

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُرِئَ فَإِذَا فِيهِ : (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ، إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ، أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْأَرِيسِيِّينَ ، وَ : «يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ») .

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : فَلَمَّا أَنْ قَضَى مَقَالَتَهُ عَلَتْ أَصْوَاتُ الَّذِينَ حَوْلَهُ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّومِ ، وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ ، فَلَا أَدْرِي مَاذَا قَالُوا ، وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا ، فَلَمَّا أَنْ خَرَجْتُ مَعَ أَصْحَابِي وَخَلَوْتُ بِهِمْ ، قُلْتُ لَهُمْ : لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ ، هٰذَا مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ يَخَافُهُ ، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ ذَلِيلاً مُسْتَيْقِنًا بِأَنَّ أَمْرَهُ سَيَظْهَرُ ، حَتَّى أَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِي الْإِسْلَامَ وَأَنَا كَارِهٌ . [ر : ٧]

اس حدیث کی تخریج وتشریح مفصلاً گذر چکی ہے(۷)۔

تاہم چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(۷) کشف الباری: ۱/۴۷۷-۴۵۷

❶ یہ روایت بدء الوحي میں گذر چکی ہے، ہرقل نے گیارہ سوالات کئے ہیں اور ترتیب کے ساتھ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ان گیارہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں، پھر ہرقل نے ترتیب کے ساتھ ان جوابات پر تبصرہ کیا ہے، لیکن بدءالوحی کی ترتیب میں کچھ اختلال واقع ہوا ہے۔

البتہ کتاب الجہاد کی ترتیب اولیٰ ہے(۸)۔

❷ لمّا أبلاه الله: أبليته، أبليه، إبلاء، باب افعال سے ہوتو اس کے معنی "خیر" کے ہوتے ہیں اور بلوته بلاء از باب نصر کے معنی "شر" کے ہوتے ہیں۔ قال الله تعالیٰ: ﴿ونبلوكم بالشر والخير فتنة﴾(۹)۔ نیز حدیث میں آتا ہے:"من أُبْلِيَ فذكر فقد شكر"(۱۰) یعنی جسے کوئی نعمت دی گئی اور اس نے اللہ کو یاد کیا تو اس نے شکر ادا کر دیا اور حدیثِ کعب بن مالک میں ہے:"ما علمت أحدا أبلاه الله أحسن مما أبلاني"(۱۱) یعنی میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا جسے (سچ کی بدولت سے) اللہ نے اتنا نوازا ہو جتنا اچھا مجھے نوازا ہے۔

اور ابتلاء خیر وشر دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اس کے اصل معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔

اب اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ جل شانہ نے قیصر کو ایرانیوں پر فتح کی نعمت عطا فرمائی تو وہ شکرانے کے طور پر "حمص" شام سے "ایلیاء" بیت المقدس گیا تھا(۱۲)۔

❸ ببعض الشام: اس سے مراد مشہور شہر "غزّة" ہے(۱۳) جو اَب فلسطین میں واقع ہے۔

---

(۸) تفصیل کے لئے دیکھئے: كشف الباري: ۱/۵۱۵

(۹) الأنبياء: ۳۵

(۱۰) أبوداود: ۱/۳۰۷، كتاب الأدب، باب شكر المعروف، رقم (۴۸۱۴)، وفيه "فذكره"

(۱۱) البخاري: ۱/۳۸۶، كتاب الوصايا، باب إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو رقيقه أو دوابه، فهو جائز، رقم(۲۷۵۷)؛ والإبلاء بمعنى الإحسان والإنعام كما في قوله تعالیٰ: ﴿وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى وليبلي المؤمنين منه بلاء حسنا﴾ الأنفال: ۱۷

(۱۲) النهاية لابن الأثير: ۱/۱۵۵، وعمدة القاري: ۱۴/۲۱۳.

(۱۳) عمدة القاري: ۱۴/۲۱۳

④ فتكون لها العاقبة: صحیح بخاری کے بعض طرق میں بجائے "لھا" کے "لھم" آیا ہے(۱۴) دونوں صورتوں میں ضمیر "الرسل" کی طرف راجع ہے۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے، جو کہ الفاظِ حدیث سے سمجھ میں آرہی ہے(۱۵)۔

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے الفاظ ہیں:"من محمد عبداللہ ورسوله" یہ نبوت کی طرف دعوت ہے، پھر آگے ہے:"فإني أدعوك بدعاية الإسلام" یہ اسلام کی دعوت ہے۔

والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

٢٧٨٣ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ القَعْنَبِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ : (لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يَفْتَحُ ٱللهُ عَلَى يَدَيْهِ) . فَقَامُوا يَرْجُونَ لِذٰلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطَى ، فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى ، فَقَالَ : (أَيْنَ عَلِيٌّ) . فَقِيلَ : يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ ، فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ ، فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ ، فَقَالَ : نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا ؟ فَقَالَ : (عَلَى رِسْلِكَ ، حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ ، فَوَٱللهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ) . [٢٨٤٧ ، ٣٤٩٨ ، ٣٩٧٣]

---

(١٤) انظر صحيح البخاري: ٣٩٣/١، كتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل: ﴿قل هل تربصون بنا إلا إحدى الحسنيين﴾ رقم(٢٨٠٤)، والحرب سجال وكتاب التفسير، باب: "قل ياأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة": ٦٥٣/٢، (رقم: ٤٥٥٣)

(١٥) عمدة القاري: ٢١٢/١

(٢٧٨٣) أخرجه البخاري: ٤٢٢/١، في كتاب الجهاد، باب فضل من أسلم علي يديه رجل رقم(٣٠٠٩)، وفي: ٥٦٥/١، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم(٣٧٠١)، وفي المغازي: ٦٠٣/٢، باب غزوة خيبر، رقم(٤٢٠٩/٤٢١٠)، ومسلم: ٢٧٨/٢، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم(٢٤٠٦) والترمذي: ٢١٣/٢، كتاب المناقب، باب ماجاء في مناقب علي رضي الله عنه، (رقم: ٣٧٢٤)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر والے دن فرمایا: بخدا کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کے حوالے کردوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا فرمائیں گے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سعادت کو حاصل کرنے کے منتظر تھے۔

صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پوچھا، بتایا گیا کہ ان کو آشوبِ چشم ہے، ان کو طلب فرمایا اور ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا تو ان کی تکلیف ایسے ختم ہوگئی، جیسے تھی ہی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم ان سے اس وقت تک لڑیں گے، جب تک وہ ہماری طرح نہ ہوجائیں، یعنی مسلمان ہوجائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذرا ٹھہرو! جب تم ان کے علاقے میں اترو تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں بتاؤ، واللہ اگر ایک آدمی کو بھی اللہ تمہاری وجہ سے ہدایت عطا فرمادے تو یہ تمہارے لئے بہت سارے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔

فائدہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب یعنی تھوک سے وہ ٹھیک ہوگئیں، یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

يشتكي عينيه: ایک دوسری روایت میں ''وكان به رمد'' کے الفاظ وارد ہیں، اس میں آشوبِ چشم کی تصریح ہے (۱۶)۔

حُمُرُ النَّعَمِ: سرخ اونٹ جو عرب کے یہاں اعلیٰ اور بہترین خیال کیے جاتے ہیں (۱۷)۔

على رسلك: رسل بكسر الراء وسكون السين: نرمی اور توقف کو کہا جاتا ہے، یہاں محاورتاً استعمال ہوا ہے، یعنی ذرا ٹھہر، آہستہ اور باوقار رہ (۱۸)۔

---

(۱٦) صحيح البخاري: ١/٢٢٥، كتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب علي بن أبي طالب رقم(٣٧٠٢)

(١٧) القسطلاني: ٥/١١٤

(١٨) مختار الصحاح للرازي: على رسلك بالكسر أي اتئد فيه كما يقال على هِينَتِكَ.

ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے میں ہے: "ثم ادعهم إلى الإسلام" (١٩)۔ چونکہ یہاں یہود کے لئے دعوتِ اسلام کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت میں اقرارِ نبوت کا ذکر لازمی ہوگا۔

٢٧٨٤/٢٧٨٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغارَ بَعْدَ ما يُصْبِحُ ، فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلاً .

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو صبح ہونے تک حملہ نہیں کیا کرتے تھے، صبح کے وقت اگر اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے ورنہ حملہ کردیا کرتے۔

حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إِذَا غَزَا بِنَا .

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں حدیثِ انس کے دوسرے طریق کو ذکر فرما رہے ہیں (٢٠)۔

یہاں روایت میں اختصار ہے، مکمل روایت كتاب الصلوة ، باب مايحصن بالأذان من الدماء میں گزر چکی ہے (٢١)۔

(٢٧٨٥) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى خَيْبَرَ ، فَجَاءَهَا لَيْلاً ، وَكانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيرُ عَلَيْهِمْ

(١٩) عمدة القاري: ١٤/٢١٣

(٢٧٨٤-٢٧٨٥) قد مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب مايذكر في الفخذ، رقم (٣٧١)

(٢٠) عمدة القاري: ١٤/٢١٤

(٢١) صحيح البخاري: ١/٨٦، رقم (٦١٠)

(٢٧٨٥) مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب مايذكر في الفخذ، رقم (٣٧١)

حَتَّى يُصْبِحَ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا : مُحَمَّدٌ وَاللهِ ، مُحَمَّدٌ وَالخَمِيسُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اللهُ أَكْبَرُ ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) . [ر : ٣٦٤]

یہ حدیثِ انس کا تیسرا طریق ہے۔

"لَمْ يُغِرْ" از باب افعال إغارة: حملہ کرنا۔

"بمساحيهم" مَسَاحي، مِسْحَاة کی جمع ہے، کدال کو کہا جاتا ہے، سحوت الطين عن وجه الأرض وسحيته: زمین سے مٹی نکالنا۔

"مَكاتِلُ" مِكْتَلٌ کی جمع ہے، ٹوکری کو کہتے ہیں (۲۲)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توقف وانتظار کا سبب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتظار کرنے کا مقصد حقیقتِ حال کو جاننا ہوتا تھا، کہ اس قوم کو دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہے یا نہیں؟ چنانچہ آپ صبح تک انتظار فرمایا کرتے تھے، تاکہ اذان یا کسی اور شعارِ اسلام سے ان کی صحیح حالت کا علم ہوسکے (۲۳)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

پھر یہاں "حتى يصبح" کے الفاظ ہیں اور اس سے طلوعِ فجر مراد ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی اس روایت میں خیبر میں آنے کا وقت طلوعِ فجر بتایا جارہا ہے، جب کہ صحیح مسلم کی روایت جو "حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس" کے طریق سے نقل ہوئی ہے، اس میں ہے: "فأتيناهم حين بزغت الشمس" (٢٤)۔ یعنی وقتِ آمد طلوعِ شمس تھا۔

---

(٢٢) عمدة القاري: ١٤/٢١٥، وفتح الباري: ٦/١١٢

(٢٣) عمدة القاري: ١٤/٢١٤

(٢٤) صحيح مسلم: ٢/١١١، كتاب الجهاد، باب غزوة خيبر

درحقیقت دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ آپ لشکر سمیت شہر کے مضافات میں جس وقت داخل ہوئے ہیں، وہ طلوعِ فجر کا وقت تھا، وہاں آپ نے "غلس" یعنی تاریکی میں نمازِ فجر ادا کی اور دوبارہ آگے کو چل پڑے اور جس وقت لشکر آبادی کے اندر داخل ہوا وہ طلوعِ شمس کا وقت تھا، اس وقت خیبر کی گلیوں میں آپ نے گھوڑا دوڑایا (۲۵)۔

الله أكبر، خربت خيبر: یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ مقفّٰی عبارت آپ نے کیسے کہی، یہ تو عموماً شعر کی خصوصیت ہوتی ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وما علمنه الشعر وما ينبغي له﴾۔ یہ اشکال اس لئے درست نہیں کہ یہ عبارت شعر نہیں ہے، بلکہ محض ایک مقفّٰی عبارت ہے۔ اور اگر شعر یا موزوں عبارت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا تکلف صادر ہو، تو بھی اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں (۲۶)۔

یہاں ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ خیبر پر تو ابھی تک قبضہ نہیں ہوا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "خربت" ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

❶ ہوسکتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کے غالب آنے اور خیبر کے تباہ ہونے کی خبر پہلے سے دے دی ہو، آپ کی پیشین گوئیاں اسی قبیل سے ہیں۔

❷ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک شگونی کے طور پر فرمائی ہو، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ہاتھوں میں کھدائی اور توڑ پھوڑ کے آلات کدال پھاوڑے وغیرہ دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا۔

نیز یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ عربوں کی عام عادت ہے کہ جس واقعے کا پیش آنا مستقبل میں یقینی ہو، وہ ماضی کے صیغے سے بیان کرتے ہیں (۲۷)، جیسا کہ قرآن کریم میں قیامت کے واقعات کو ماضی کے

---

(٢٥) عمدة القاري: ١٤/٢١٥، وفتح الباري: ٦/١١٢

(٢٦) حوالة بالا

(٢٧) عمدة القاري: ١٤/٢١٥

صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے (۲۸)۔

قاعدۂ فقہیہ

حکم ظاہر کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ فقہی قاعدہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ حکم ظاہر پر لگایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف اذان کی آواز سننے پر قتال سے رُک جایا کرتے تھے اور اذان تو محض ایک ظاہری علامت ہے، معلوم نہیں وہ حقیقتاً مسلمان ہوئے ہیں یا جان بچانے کی خاطر اذان دے رہے ہیں (۲۹)۔

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت زیادہ واضح نہیں ہے، البتہ علامہ عینی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی مطابقت "إن سمع أذانا أمسك" سے سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ ترجمہ دعوتِ اسلام کا ہے اور اذان سے ان کے اسلام پر دلالت ہوجاتی ہے (۳۰)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مطابقت اسی جملہ "فإن سمع أذانا أمسك" سے ہے، ظاہر ہے کہ اذان دعوت ہی کی ایک صورت ہے، یہ اور بات ہے کہ داعی خود ان میں سے ہے جن کے ساتھ قتال مقصود ہے۔ لہٰذا فی الجملہ اس روایت کو یہاں ذکر کرنے میں کوئی قباحت نہیں (۳۱)۔

لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اس روایت کا یہاں ذکر کرنا تکلف سے خالی نہیں (۳۲)۔

---

(۲۸) كقوله تعالىٰ: ﴿أتى أمر الله فلا تستعجلوه﴾

(۲۹) فتح الباري: ۶/۱۱۲، وعمدة القاري: ۱۴/۲۱۵

(۳۰) عمدة القاري: ۱۴/۲۱۴

(۳۱) لامع الداري: ۷/۲۴۸

(۳۲) حاشية لامع الداري: ۷/۲۴۹

٢٧٨٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَمَنْ قالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ) .
رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٥ ، ١٣٣٥]

یہ حدیث مختلف طُرق کے ساتھ مروی ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں اضافہ ہے اور بعض میں اختصار ہے۔

یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف اقرارِ توحید کو جان و مال کی حفاظت کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے۔

جب کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت میں توحید کے ساتھ ساتھ رسالت کا اقرار بھی شرائطِ حفظ جان و مال میں شامل ہے، روایت کے الفاظ ہیں:

"حتی یشھدوا أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله"(٣٣)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کتاب الإیمان میں گزری ہے، اس میں "اقامتِ صلوۃ اور ایتاء زکوۃ" کا اضافہ ہے، روایت کے الفاظ ہیں: "أمرتُ أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكوة؛ فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماء هم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم على الله"(٣٤)۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کرتا رہوں تا آنکہ وہ اس بات

(٢٧٨٦) أخرجه البخاري: (١/١٨٧)، في كتاب الزكوة، باب وجوب الزكوة، (رقم: ١٣٩٩)، و: (٢/١٠٢٣) في كتاب استتابة المرتدين، باب قتل من أبىٰ قبول الفرائض، رقم(٦٩٢٤)، ومسلم (١/٣٧) في كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله، رقم (٢١). والترمذي (٢/٨٨)، في كتاب الإيمان، الباب الأول، رقم (٢٦٠٦)، والنسائي (١/٣٣٥) في كتاب الزكوة، باب مانع الزكوة، (رقم: ٢٤٤٥) وفي أبي داود: (١/٣٥٥) كتاب الجهاد، باب على مايقاتل المشركون، رقم (٢٦٤٠).

(٣٣) صحيح مسلم: ١/٣٧، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس .... رقم (٢١)

(٣٤) البخاري: ١/٥، كتاب الإيمان، باب "فإن تابوا وأقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم". (رقم: ٢٥)

کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، جب یہ تینوں کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کریں گے مگر اسلام کے حق سے اور ان کا حساب اللہ پر رہے گا"۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں، "استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ" کا اضافہ ہے، روایت کے الفاظ ہیں: "أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله ، فإذا قالوها وصلّوا صلاتنا واستقبلوا قبلتنا وأكلوا ذبيحتنا؛ فقد حرمت علينا دماؤهم وأموالهم إلا بحقها، وحسابهم على الله" (٣٥)۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کرتا رہوں تا آنکہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جب یہ کہہ دیں اور ہماری طرح نماز قائم کریں، ہمارے قبلہ کی طرف (نماز میں) منہ پھیریں اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھالیں، تو ہم پر ان کے جان و مال حرام ہو گئے، مگر کسی حق کے بدلہ (یعنی خون کا قصاص) اور ان کا حساب اللہ پر ہے"۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت کے الفاظ میں کافی فرق ہے، ان مختلف الفاظ میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ طبری رحمہ اللہ نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ جن روایتوں میں صرف "اقرارِ توحید" کا ذکر ہے ان کا تعلق بت پرست اور منکرینِ توحید سے ہے، جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إنهم كانوا إذا قيل لهم لا إله إلا الله يستكبرون﴾ (٣٦)۔ اور جن روایتوں میں "تصدیقِ رسالت" کا اضافہ ہے، اس کا ذکر آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب اہل کتاب سے قتال ہو رہا تھا کیونکہ وہ توحید کے قائل تھے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے کلی یا جزئی طور پر منکر تھے، چنانچہ جب تک اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے، ان سے قتال ہوگا اور وہ محقون الدم والمال تصور نہیں کئے جائیں گے (٣٧)۔

---

(٣٥) صحيح البخاري: ٥٦/١، كتاب الصلوة، باب فضل استقبال القبلة، رقم (٣٩١-٩٣)

(٣٦) الصافات: ٣٥

(٣٧) عمدة القاري: ٢١٥/١٤، وفتح الباري: ١١٢/٦، وشرح ابن بطال: ١٢٢/٥.

اور جن روایتوں میں مزید عبادات ومعاملات کا اضافہ ہے، ان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص مسلمان ہو، توحید ونبوت کا معترف ہو، لیکن طاعات بجانہیں لاتا ہو، اس سے بھی قتال کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ وہ شریعت پر عمل پیرا ہو (۳۸)۔

یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت میں توحید کے ساتھ ساتھ اہم شعائرِ اسلامیہ، نماز، استقبالِ قبلہ اور ذبح ذبیحہ کا ذکر ہے اور مطلب یہ ہے کہ توحید ونبوت کی تصدیق کے ساتھ شعائرِ اسلامیہ کی اقامت بھی ضروری ہے، اگر کوئی ان شعائر کو قائم نہیں کرتا تو اس کے ساتھ قتال کیا جائے گا۔

أُمِرتُ أن أقاتل الناس

نبی اگر "أمرت" بصیغۂ مجہول کہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے اور اگر صحابی کا یہ مقولہ ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ نبی نے مجھے حکم دیا ہے (۳۹)۔

الناس: یہ پر ذکر العام وارادۃ الخاص کے قبیل سے ہے، اس سے مراد تمام لوگ نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں، جن سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا، اہل کتاب مراد نہیں، اس کی تائید سنن نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: "أُمرت أن أقاتل المشركين" (٤٠)۔ گویا "الناس" کا الف لام عہد خارجی کا ہے، استغراق کا نہیں۔

حتى يقولوا: لا إله إلا الله

یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے، اس سے مراد مکمل دین ہے، کیونکہ "لا إلــه إلا الله" دینِ اسلام کا عنوان ہے، جیسا کہ کوئی کہے: میں نے "یٰس" پڑھی، یہ عنوان ہے، مراد پوری سورت ہے (۴۱)۔

إلا بحقه

حق اسلام تین ہیں:

(٣٨) فتح الباري: ١١٢/٦

(٣٩) عمدة القاري: ٢١٥/١٤

(٤٠) إرشاد الساري: ١١٥/٥

(٤١) شرح الكرماني: ١٩٣/٢

1. وہ قتل جو موجب قصاص ہو۔
2. زنا بعد الإحصان۔
3. ارتداد، یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جانا۔

اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کی رعایت نہیں کرے گا تو اس کی جان و مال غیر محفوظ تصور کئے جائیں گے (۴۲)۔

وحسابه علی الله

یعنی اگر کوئی شخص باوجود کلمہ پڑھ لینے کے دل میں نفاق چھپائے ہوئے ہو تو اس کے اس عمل کے ہم ذمہ دار نہیں، ہم تو ظاہر پر حکم لگائیں گے، دل کا بھید خدا جانے، اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے، مخلصین کے لئے ثواب اور منافقین کے لئے عذاب مقرر ہوگا، گناہ گاروں کو سزا دی جائے گی، یا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت معاف کردیئے جائیں گے (۴۳)۔

اس حدیث کی مفصل تشریح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے (۴۴)۔

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بایں طور ہے کہ یہاں مذکور ہے کہ اُس وقت تک قتال ہوگا جب تک کہ لوگ "لا اله إلا الله" نہ پڑھ لیں گویا انہیں "لا إله إلا الله" کی دعوت دی جارہی ہے، قبول نہ کرنے کی صورت میں ان کے ساتھ قتال کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قوله: "رواه عمر وابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم"

---

(٤٢) عمدة القاري: ١٤/٢١٥

(٤٣) عمدة القاري: ١٤/٢١٥

(٤٤) كشف الباري: ٢/٣٣١، ٣٥١

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کتاب الزکوۃ میں موصولاً ذکر کی ہے(۴۵)۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی کتاب الإیمان میں موصولاً نقل کی ہے(۴۶)۔

۱۰۲ – باب : مَن أَرادَ غَزْوَةً فَوَرَّى بِغَيْرِهَا ، وَمَنْ أَحَبَّ الخُرُوجَ يَوْمَ الخَمِيسِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں ترجمۃ الباب کے دو جز ہیں:۱– من أراد غزوة فورّى بغيرها. ۲– ومن أحب الخروج يوم الخميس.

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مشرق کی طرف سفر کرتے تو مغرب کے احوال دریافت کرتے اور مغرب کی طرف تشریف لے جاتے تو مشرق کے احوال معلوم کرتے، یہ توریہ کہلاتا ہے(۱)۔

منشأ یہ ہوا کرتا تھا کہ دشمن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادے اور عزم کا علم نہ ہو اور وہ دفاع کے لئے اپنی تیاری مکمل نہ کرلیں، لیکن یہ کوئی قانون نہیں تھا کہ ہمیشہ ایسا کردیا، جیسے غزوۂ تبوک کے موقع پر ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھرپور تیاریوں کا حکم دیا، کیونکہ سفر طویل اور پرمشقت تھا اور آپ لوگوں سے صحیح صورت حال چھپانا نہیں چاہتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر توریہ سے کام لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ جھوٹ نہیں ہے اور اگر حالات اور ظروف کا تقاضا یہ ہو کہ صاف صاف بتادیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، اس کی بھی گنجائش ہے(۲)۔

---

(٤٥) كتاب الزكوة، باب وجود الزكوة: ١/١٨٨، رقم(١٣٩٩)

(٤٦) صحيح البخاري: ١/٥، كتاب الإيمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلوة...... رقم(٢٥)

(١) التورية ويسمى الإيهام أيضا وهو أن يطلق لفظ له معنيان: قريب و بعيد، ويراد به البعيد یعنی دو معنوں والا کوئی لفظ بولا جائے، ان میں سے ایک معنی قریب ہو اور ایک بعید، اور بعید معنی مراد ہو تو یہ "توریہ" کہلاتا ہے، جیسے "الرحمن على العرش" (سورة طه) "استواء" کا معنی قریب سیدھے کھڑے ہونے کے ہیں اور معنی بعید: غالب آنے کے ہیں اور یہی اس آیت میں مراد ہے۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: تلخيص المفتاح مع شرحه مختصر المعاني، ص: ٤٦٥، وانظر شرح الخطابي: ٢/١٤١١

(٢) عمدة القاري: ١٤/٢١٦، وشرح ابن بطال: ٥/١٢٣، وفيض الباري: ٣/٤٣٨

اس کے بعد دوسرا جزء ہے، اس کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ جمعرات کے دن سفر کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، البتہ ضروری نہیں (۳)۔ جس کی تائید طبرانی کی ایک ضعیف حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں: "بورك لأمتي في بكورها يوم الخميس" (٤)۔ لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعرات کے روز سفر کی حکمت کسی ضعیف حدیث سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ حدیثِ باب میں تصریح بھی وارد ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعرات کے دن کے سفر کو پسند فرماتے تھے اور آپ کی پسندیدگی کسی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتی (۵)۔

چنانچہ جمعرات کے دن سفر کرنا باعثِ خیر و برکت ہے، اور جمعرات کے دن سفر کرنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے نمونہ اور مشعلِ راہ ہے (٦)۔

آپ کے بعض اسفار ہفتے کے دن بھی ہوئے ہیں، شاید آپ اس دن کو بھی سفر کے لئے بہتر سمجھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے "بارك الله لأمتي في سبتها وخميسها" (۷)۔ "اللہ میری امت کے لئے اس کے ہفتہ اور جمعرات کے دنوں میں برکت عطا فرمائے"۔

لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں "یوم الخمیس" ہی کی روایت ثابت ہے اس لئے انہوں نے اسی روایت کو ذکر کیا ہے (۸)۔

۲۷۹۰/۲۷۸۷ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، وَكانَ قائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ ، قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ : حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِها .

---

(۳) فتح الباري: ۶/۱۱۳، وإرشاد الساري: ٥/١١٦

(٤) فتح الباري: ٦/١٤٠، قديمي

(٥) عمدة القاري: ١٤/٢١٦

(٦) شرح ابن بطال: ٥/١٢٣

(٧) عمدة القاري: ١٤/٣٠١، دار الكتب العلمية بيروت

(٨) عمدة القاري: ١٤/٢١٦

(٢٧٨٨) : وَحدَّثني أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ قَلَّمَا يُرِيدُ غَزْوَةً يَغْزُوهَا إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا ، حَتَّى كانَتْ غَزْوَةُ تَبُوكَ ، فَغَزَاهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ في حَرٍّ شَدِيدٍ ، وَٱسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا ، وَٱسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيرٍ ، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ ، لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ ، وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ .

(٢٧٨٩) : وَعَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ كانَ يَقُولُ : لَقَلَّمَا كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَخْرُجُ ، إِذَا خَرَجَ في سَفَرٍ ، إِلَّا يَوْمَ الخَمِيسِ .

(٢٧٩٠) : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الخَمِيسِ في غَزْوَةِ تَبُوكَ ، وَكانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الخَمِيسِ . [ر : ٢٦٠٦]

فَــوَرَّى: اس کی اصل "وَرْيٌ" ہے، جو چیز پیٹھ پیچھے رکھی جائے اور بات اگر صاف صاف بیان نہ کی جائے تو گویا اسے پیٹھ پیچھے رکھ دیا گیا ہے، اہلِ لغت اسے وراء یعنی مہموز پڑھتے ہیں اور محدثین بغیر ہمزہ کے تسہیل کر کے "وري" پڑھتے ہیں۔

مــفـازا: اس کے معنی ہیں: کامیابی کی جگہ، اور یہ صحراء کے لئے مستعمل ہے، جو کہ ہلاکت و بربادی کی جگہ ہے، یہ تفاؤل یعنی نیک شگونی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ وہ خطرناک صحراء کامیابی اور سلامتی کی جگہ ثابت ہو، جیسے: "لدیغ" یعنی سانپ کے ڈسے ہوئے کو "سلیم" کہا جاتا ہے(۹)۔

اور ابن الأعرابی کی رائے یہ ہے کہ یہ "فوز تفويزا" سے مأخوذ ہے، جس کے معنی ہلاکت کے ہیں، یہ از قبیل اضداد ہے، یعنی [illegible] کے معنی کامیابی اور نجات کے ہیں ایسے ہی اس کے معنی ہلاکت کے بھی ہیں (۱۰)۔

---

(٨) [٢٧٩٠] من تخريج أحاديث الباب في كتاب الوصايا، باب إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز، رقم الحديث (٢٧٥٧)

(٩) شرح ابن بطال: ١٢٧/٥، وعمدة القارى: ٢١٧/١٤

(١٠) الصحاح للجوهري، مادة فوز

صحراء سے مراد مدینہ منورہ اور شام کی درمیانی مسافت میں پڑنے والے صحرا ہیں (۱۱)۔

لقلّما: یعنی بہت ہی کم، لام تاکید کے لئے ہے، جیسے "قلّ رجل یفعل کذا إلا زید" بہت ہی کم کوئی اس طرح کرتا ہے مگر زید، یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکثر اسفار جمعرات کو ہوتے تھے۔

فجلی للمسلمین أمرهم لیتأهبو أهبة عدوهم فأهب للحرب:

"یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر سفر کی سمت ظاہر کردی۔ تاکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دشمن سے مقابلے کی تیاری کرلیں"۔

مِنْ بَنِیْه: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے تھے، عبداللہ، عبیداللہ اور عبدالرحمٰن۔ آخر میں جب کعب رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی تو ان کے بیٹے عبداللہ ان کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

۱۰۳ – باب : الخُرُوجِ بَعْدَ الظُّهْرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں خروج بعد الظہر کا ذکر کیا ہے، اس میں صخر غامدی رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، جس میں صبح کے وقت کو بابرکت قرار دیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم بارك لأمتي في بكورها"۔ حضرت صخر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی لشکر یا سریہ کو بھیجتے تو دن کے شروع میں بھیجتے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت صخر ایک تاجر آدمی تھے، وہ سویرے سویرے ہی اپنے کاروبار کو شروع کردیتے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ اتنے مالدار ہوگئے تھے کہ انہیں سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے مال کو کہاں کہاں رکھیں۔

بعض حفاظ نے اس روایت کے طُرق کو جمع کیا تو معلوم ہوا، یہ روایت بیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے (۱)۔

---

(۱۱) شرح الکرماني: ۱۹۳/۱۲

(۱) فتح الباري: ۱۱٤/٦

امام احمد اور اصحاب سنن نے اس حدیث کی تخریج کی ہے(۲)۔ اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے(۳)۔

اس روایت سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ دن کے آغاز میں سفر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے اور دوسرے اوقات میں سفر کرنا مناسب نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں بتلانا چاہتے ہیں کہ اوقات سب ایک جیسے ہوتے ہیں اور کوئی وقت منحوس یا بے برکت نہیں ہوتا۔ صبح کے وقت کے بابرکت فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے اوقات برکت سے خالی ہیں۔ لیکن چونکہ صبح کا وقت چستی کا ہوتا ہے اور اس میں آدمی چاق و چوبند ہوتا ہے، اس وقت جو کام کیا جاتا ہے وہ بہتر اور اچھا ہوتا ہے، اور اس وقت لوگ اپنے اپنے کاموں کا آغاز کرتے ہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر اس وقت کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سب کو حاصل ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حج کا سفر کیا ہے تو ظہر کی نماز مدینے میں پڑھی ہے اور پھر آپ روانہ ہوئے ہیں اور عصر کی نماز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں ادا کی ہے، اس لئے سفر اول نہار میں ہو، تو بھی بڑی اچھی بات ہے اور دن کے آخر میں سفر ہو تو وہ بھی ٹھیک ہے(۴)۔

۲۷۹۱ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ

(٢) أبوداود: ٢/٣٥١، كتاب الجهاد، باب في الابتكار في السفر، (رقم: ٢٦٠٦)، والترمذي: ١/٢٢٠، كتاب البيوع، باب في التكبير في التجارة، (رقم: ١٢١٢)، وابن ماجة، كتاب التجارات، باب مايرجى من البركة في البكور، (رقم: ٢٢٣٦)، وسنن الدارمي: ٢/٢٨٣، كتاب السير، باب بارك لأمتي بكورها، (رقم: ٢٤٣٥)، وأحمد: ٣/٤١٦، ٤١٧، ٤٣٢، و٤/٣٨٤، ٣٩٠، ٣٩١

(٣) انظر: الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان: ٨/١٢٢-١٢٣، ذكر مايستحب للمرء أن يكون إنشاءه الحرب وابتداءه الأمور في الأسباب بالغدوات تبركا بدعاء المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم فيه. (رقم: ٤٧٣٥).

(٤) شرح ابن بطال: ٥/١٢٤

(٢٧٩١) مرّ تخريجه في كتاب تقصير الصلوة، باب يقصر إذا خرج من موضعه، (رقم: ١٠٨٩)

أَنسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا ، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا . [ر : ١٠٣٩]

یصرخون: بفتح الراء وضمها یعنی زور زور سے لبیک لبیک کہہ رہے تھے۔بهما: أي بالحج والعمرة(٥).

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے، روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار رکعت ظہر کی نماز مدینے میں پڑھی ہے، اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز میں قصر کیا ہے، ظاہر ہے جب ظہر کی نماز مدینے میں پڑھی ہے تو سفر ظہر کے بعد ہی شروع ہوا ہے(٦)۔

١٠٤ – باب : الخُرُوجِ آخِرَ الشَّهْرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہاں عقیدۂ جاہلیت کی تردید کرنا ہے، اہل جاہلیت کا دراصل یہ خیال ہوا کرتا تھا کہ اگر مہینے کے آخر میں آدمی سفر کے لئے روانہ ہوتا ہے تو چونکہ مہینے کا اختتام قریب ہوتا ہے، اس لئے وہ اس سے بدفالی لیتے تھے کہ جس طرح مہینے کے ختم ہوتے ہی عمر گھٹتی جارہی ہے اسی طرح ہمارا کام بھی گھاٹے میں رہے گا اور ہمارا مقصد فوت ہوجائے گا اور ہمیں اس مدعیٰ کے اندر کامیابی حاصل نہیں ہوگی لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رسومِ بد اور غلط نظریات کو مٹانے آئے تھے؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ حج کے نئے مہینے کے آخر میں روانہ ہوئے (١)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کا مقصد یہاں ان لوگوں کی تردید ہے جو نجومیوں کے

---

(٥) عمدة القاري: ١٤/٢١٨

(٦) حوالۂ بالا

(١) شرح ابن بطال: ٥/١٢٥، وفتح الباري: ٦/١١٤، وعمدة القاري: ١٤/٢١٨

زائچوں کے مطابق مہینے کے آخر میں سفر کرنے کو منحوس سمجھتے اور ناپسند کرتے ہیں (۲)۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کا مقصد یہاں اس روایت کے ضُعف کی طرف اشارہ کرنا ہے، جس میں اَواخرِ شہر کو منحوس قرار دیا گیا ہے (۳)۔ نیز بعض لوگوں نے "في یوم مستمر" کی تفسیر مہینے کے آخری بدھ سے کی ہے (۴)۔ تو امام صاحب نے تنبیہ فرمادی کہ یہ بے کار باتیں ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہینے کے آخر میں سفر کیا ہے (۵)۔

۲۷۹۲ : وَقَالَ كُرَيْبٌ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ ، وَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ . [ر : ١٤٧٠]

یہاں روایت معلق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کتاب الحج میں موصولاً ذکر کیا ہے (۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

روایت میں ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر پر نکلے اس وقت ذیقعدہ کے پانچ دن رہتے تھے، پچیسویں تاریخ کو مدینے سے نکلے اور ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ پہنچے۔

اب یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفرِ حج کے لئے ہفتہ کے دن نکلتے تھے تو ذیقعدہ کے چار دن باقی بچتے تھے اس لئے کہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ جمعرات کے دن تھی اور وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن تھا، اور اگر سفر کی ابتداء جمعرات کو ہوئی ہے تو ذیقعدہ کے چھ دن باقی بچتے تھے، سفر کی ابتداء کے لئے

(۲) شرح الکرماني: ۱۲/۱۹۴، وعمدة القاري: ۱۴/۲۱۸

(۳) انظر: کنز العمال: ۲/۱۱، (رقم: ۲۹۳۱)

(٤) الدر المنثور: ٦/٣١٥، وفيه: "وأخرج وكيع عن الغرر وابن مردويه والخطيب بسند ضعيف عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "آخر أربعاء في الشهر يوم نحس مستمر" وانظر اللآلي المصنوعة للسيوطي: ١/٤٦١، وتنزيه الشريعة: ٢/٥٥

(٥) فيض الباري: ٣/٤٣٨.

(٦) البخاري: ١/٢٠٩، كتاب الحج، باب مايلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، (رقم: ١٥٤٥)

جمعہ کا دن تو قطعاً نہیں بنتا، اسلئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابھی گزری ہے: "صلی الظهر بالمدينة أربعاً" اور ظاہر ہے ظہر کی نماز جمعہ کے دن نہیں پڑھی جاتی تو "لخمس بقين" کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سفر کی ابتداء تو ہفتہ کے دن ہی ہوئی ہے، لیکن ذیقعدہ کا مہینہ بجائے تیس دن کے انتیس دن کا تھا تو راوی نے اس خیال سے کہ مہینہ کے مکمل ہوگا کیونکہ یہی اصل ہے، "لخمس بقين" کہا (۷)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے یہی جواب دیا ہے اور ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ یوم الخروج یعنی ہفتہ کے دن کو بھی سفر کے ایام میں شمار کیا جائے تو بھی معنی ٹھیک ہوسکتے ہیں، اگرچہ نکلتے نکلتے دوپہر ہوگئی تھی لیکن تیاری تو یقیناً پہلے ہی مکمل ہوچکی تھی، گویا جب انہوں نے تیاری کرلی تو ہفتہ کی شب کو انہوں نے ایامِ سفر میں شمار کیا تو یہ پانچ دن ہوگئے (۸)۔

فائدہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "لخمس بقين" اور "لأربع ليال خلون" یہ تاریخ لکھنے کا فصیح طریقہ ہے کہ مہینے کے نصفِ اوّل کے کسی دن کی تاریخ بیان کرنے کے لئے لفظ "خلا" اور نصفِ آخر کی تاریخ ذکر کرنے کے لئے لفظ "بقي" استعمال کیا جائے (۹)۔ مثلاً مہینہ تیس دن کا ہو تو شروع کے پندرہ دن نصفِ اوّل اور آخر کے پندرہ دن نصفِ آخر کہلائیں گے۔ اگر نصفِ اوّل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا جائے "زید نے ۵ شوال کو سفر کیا" اس کی فصیح عربی تعبیر ہوگی "سافر زيد لخمس خلون من شوال" جب کہ "سافر زيد في الخامس من شوال" غیر فصیح تعبیر ہوگی۔ اگر زید کا سفر نصف آخر کی ۲۵ تاریخ میں ہوا ہو تو اس کی فصیح تعبیر ہوگی "سافر زيد لخمس بقين من شوال" جب کہ في الخامس والعشرين غیر فصیح تعبیر ہوگی۔

خَلَوْنَ، بَقِيْنَ: یہ دونوں جمع مؤنث کے صیغے ہیں، خلا يخلو خلوا وخلاء از باب نصر: اليومُ: دن گذر گیا ہے اور بقي، يبقي بقاء از باب سمع: اليومُ: دن باقی ہے۔

---

(۷) شرح الكرماني: ۱۲/۱۹۴-۱۹۵، وفتح الباري: ۶/۱۱۴

(۸) فتح الباري: ۶/۱۱۵

(۹) فتح الباري: ۶/۱۱۴

۲۷۹۳ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّهَا سَمِعَتْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِخَمْسِ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ ، وَلَا نَرَى إِلَّا الحَجَّ ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ ، أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ ، إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، أَنْ يَحِلَّ ، قالَتْ عائِشَةُ : فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ ، فَقُلْتُ : ما هٰذَا ؟ فَقَالَ : نَحَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ .

قالَ يَحْيَىٰ : فَذَكَرْتُ هٰذَا الحَدِيثَ لِلقَاسِمِ بْنِ محمَّدٍ ، فَقَالَ : أَتَتْكَ وَاللهِ بِالحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ . [ر : ۲۹۰]

ذي القعدة: بفتح القاف و كسرها، بیٹھنے والا مہینہ، کیونکہ عرب اس مہینے میں جنگ چھوڑ کر بیٹھ جایا کرتے تھے(۱۰)۔

لانُرَى إلا الحج: بصیغۂ مجہول أي لا نظن یعنی ہمارا حج کے سوا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

فَدُخِلَ علينا يوم النحر بلحم بقر: یعنی قربانی والے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا(۱۱)۔

قال يحييٰ: فذكرتُ.....

یعنی یحییٰ بن سعید انصاری جن کا ذکر سندِ حدیث میں ہوا ہے، انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے کہا بخدا! عمرہ بنت عبدالرحمن نے آپ کو بالکل صحیح حدیث بتائی ہے(۱۲)۔ واللہ اعلم۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

مطابقت اس جملے کے اندر ہے "خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لخمس

(۲۷۹۳) مرّ تخريجه في كتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء، إذا أنفس، (رقم: ۲۹٤)

(۱۰) إرشاد الساري: ۵/۱۷۰

(۱۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۱۸

(۱۲) عمدة القاري: ۱٤/۲۱۹

لیال بقین من ذي القعدة" پچیسویں تاریخ مہینے کا آخر ہے، اس تاریخ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفرِ حج کے لئے نکلے (۱۳)۔

۱۰۵ - باب : الخُرُوجِ فِي رَمَضَانَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں سفر کے جواز کو بیان فرمارہے ہیں، اور اس کے ساتھ ان لوگوں پر رد بھی مقصود ہے جو ماہِ رمضان کے سفر کو مکروہ سمجھتے ہیں (۱)۔

اصل میں یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ رمضان کا مہینہ تو عبادت کا ہے، اس میں عبادت میں مشغول ہونا زیادہ مناسب ہے، کہیں سفر اس میں ناپسندیدہ تو نہیں ہوگا، تو امام بخاری رحمہ اللہ نے بنادیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان میں خود سفر کیا ہے۔ اور مکے کی فتح کا واقعہ رمضان ہی میں پیش آیا ہے، اس لئے رمضان میں سفر کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیا جائے گا۔

٢٧٩٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَمَضَانَ ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الكَدِيدَ أَفْطَرَ .

قالَ سُفْيَانُ : قالَ الزُّهْرِيُّ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : وَسَاقَ الحَدِيثَ .

[ر : ١٨٤٢]

الکدید: بروزن "رغیف" ایک چشمہ کا نام ہے جو مکہ سے دو کوس کے فاصلے پر "قدید" اور "عسفان" کے درمیان واقع ہے (۲)۔

---

(١٣) عمدة القاري: ١٤/٢١٨

(١) عمدة القاري: ١٤/٢١٩، وفتح الباري: ٦/١١٥

(٢٧٩٤) انظر صحيح البخاري: ١/٢٦١، كتاب الصيام، باب إذا صام أياما من رمضان ثم سافر، (رقم:١٩٤٤)

(٢) إرشاد الساري: ٥/١١٨

قال سفيان: قال الزهري......

اس تعلیق کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حدیثِ مذکور کی سند میں سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: "حدثني الزهري عن عبيد الله"، یعنی سفیان نے یہ روایت امام زہری سے تحدیث کے ساتھ نقل کی ہے اور امام زہری نے حضرت عبیداللہ سے "عنعنة" کے ساتھ نقل کی ہے۔

اب یہاں سفیان فرما رہے ہیں: "قال الزهري أخبرني عبيدالله".

یعنی یہاں "تحدیث" ہے نہ "عنعنہ" اور امام زہری رحمہ اللہ مذکورہ روایت عبیداللہ سے "عنعنہ" کے ساتھ نقل کر رہے تھے اور یہاں "إخبار" کے ساتھ نقل کرتے ہیں (۳)۔

مستملی کی روایت میں یہاں یہ اضافہ بھی ہے۔

"قال أبو عبدالله: هذا قول الزهري: وإنما يؤخذ بالآخر من فعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" (٤).

اس عبارت کو ذکر کرنے کا مقصد

اس تعلیق کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ اس حدیث کے راوی سفیان بن عیینہ کو یہ تأمل پیش آیا تھا کہ یہ قول کس کا ہے؟

چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: قال سفيان: لا أدري مِن قول مَنْ هو؟ يعني: وإنما يؤخذ بالآخر من قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (٥) یعنی سفیان رحمہ اللہ کو یہ شک تھا کہ "إنما يؤخذ بالآخر من فعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" کس کا مقولہ ہے، تو امام بخاری رحمہ اللہ نے بتادیا کہ یہ امام زہری کا قول ہے۔

---

(٣) عمدة القاري: ٢١٩/١٤

(٤) إرشاد الساري: ١١٨/٥

(٥) صحيح مسلم: ٣٥٦/١، كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر، (رقم: ١١١٣)

یہی روایت آگے کتاب المغازی میں آرہی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے وہاں بھی تصریح کی ہے "قال الزهري: وإنما يؤخذ من أمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الآخِر فالآخِر"(٦)۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کو اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں وہم ہوا ہے، وہ یہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہری کا مذہب یہ ہے کہ اگر رمضان میں سفر شروع ہوجائے تو افطار مباح نہیں اس لئے کہ یہ شخص شاہدِ شہرِ رمضان ہے اور جو شخص شاہدِ شہرِ رمضان ہوتا ہے اس کے لئے ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾(٧) کے قاعدے کے مطابق روزہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ امام زہری کے اس نقطۂ نظر پر رد فرمارہے ہیں کہ "وإنما يؤخذ......الخ" یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر عمل ماقبل کے احکام کے لئے ناسخ ہوتا ہے تو سفر میں افطار مباح ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سفر میں روزہ افطار کرلیا تھا(٨)۔

لیکن علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے جو مطلب اس عبارت کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے، عجیب بات یہ ہے کہ علامہ عینی، علامہ قسطلانی اور شیخ الاسلام زکریا انصاری نے بھی ان کی اتباع کی ہے(٩)۔

اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو پہلے لکھا گیا کہ سفیان کو شک تھا کہ وإنما يوخذ بالآخر من فعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم کس کا قول ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے بتادیا کہ یہ زہری کا قول ہے(١٠)۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب الصوم میں اس کی تصریح کی ہے(١١)۔

---

(٦) صحيح البخاري: ٢/٦١٣، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح في رمضان، (رقم: ٤٢٨٦)

(٧) سورة البقرة: ١٨٥

(٨) شرح الكرماني: ١٢/١٩٥-١٩٦؛

(٩) عمدة القاري للعيني: ١٤/٢١٩، وإرشاد الساري للقسطلاني: ٥/١٨؛

(١٠) نیز دیکھئے حاشية لامع الداري: ٧/٢٥٣

(١١) فتح الباري: ٤/١٨١

۱۰۶ – باب : التَّوْدِيعِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سفر کے وقت مہمانوں یا اپنے ہی کسی آدمی کو رخصت کرنے کے لئے جو اہتمام کیا جاتا ہے، یہ درست ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے(۱)۔

۲۷۹۵ : وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْثٍ ، وَقَالَ لَنَا : (إِنْ لَقِيتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا – لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا – فَحَرِّقُوهُمَا بِالنَّارِ) . قَالَ : ثُمَّ أَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ ، فَقَالَ : (إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ ، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا) . [۲۸۵۳]

روایت یہاں معلق ہے، جب کہ آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے، باب لایعذب بعذاب اللہ، وہاں دوسرے طریق سے اسی روایت کو موصولاً ذکر کیا ہے(۲) البتہ اسماعیلی نے "مستخرج" میں اور امام نسائی نے کتاب السیر میں ابن وہب ہی کے طریق سے یہ روایت موصولاً ذکر کی ہے(۳)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اگر فلاں اور فلاں قریشی تم لوگوں کو مل جائیں (اور دونوں کا نام بھی لیا) تو ان

(۱) عمدة القاري: ۱۴/۲۱۹

(۲۷۹۵) أخرجه البخاري: ۱/۴۲۳، كتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، (رقم: ۳۰۱۶)، والترمذي: ۱/۲۸۶، كتاب السير، باب الإحراق بالنار، (رقم: ۱۵۷۱)، والدارمي: ۲/۲۹۳، كتاب السير، باب في النهي عن التعذيب بعذاب الله، (رقم: ۲۴۶۱)، وأحمد ۲/۳۰۷، ۳۳۸، ۵۳۴.

(۲) فتح الباري: ۶/۱۱۵، وصحيح البخاري، (رقم: ۳۰۱۶)

(۳) هدي الساري، ص: ۴۷، وتغليق التعليق: ۳/۵۰۔

دونوں کو آگ سے جلا دینا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم نے سفر کے لئے جب ارادہ کرلیا تو رخصت لینے کے لئے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں فلاں اور فلاں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا اب ایسا نہ کرنا، کیونکہ آگ سے عذاب دینا خدا کے سوا کسی اور کو زیبا نہیں، ہاں اگر وہ دونوں تمہارے قابو میں آجائیں تو ان کو قتل کردینا۔

واقعہ کی تفصیلات

ابوالعاص بن الربیع حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین کی درخواست پر اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیا تھا، بعدازاں جب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو قریش نے آپ پر دباؤ ڈالنے کے لئے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔

ابوالعاص نے قریش کے شدید اصرار پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور سعید بن العاص کی بیٹی سے نکاح کرلیا (۴)۔

ابوالعاص جنگِ بدر میں گرفتار ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو ابھی تک مکہ میں تھیں، انہوں نے بطورِ فدیہ قیدی کی رہائی کے لئے اپنے زیورات بھجوادیئے، انہی زیورات میں ایک ہار بھی تھا، جو حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحبزادی کو ابوالعاص سے نکاح کے موقع پر دیا تھا، یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل بھر آیا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اگر تم چاہو تو اپنے قیدی کو چھوڑ دو، رہا کردو اور یہ مال بھی واپس کردو (یہ درخواست تھی حکم نہیں تھا) تو صحابہ نے عرض کیا، بسروچشم! ہم تو آپ کے غلام ہیں، تو ابوالعاص کو رہا کردیا گیا اور مال بھی واپس کردیا گیا۔

ابوالعاص کو گرفتار اور بلافدیہ رہا کرنے والے صحابی کا نام خراش بن الصمہ رضی اللہ عنہ ہے (۵)۔ اور

---

(٤) سيرة ابن هشام: ٢/٤٢٩، دار الكتاب العربي، بيروت

(٥) سيرة ابن هشام: ٢/٤٦٥

بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے (٦)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ابوالعاص نے یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھجوا دیں گے، آپ نے زینب کو بحفاظت لانے کے لئے زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔

ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ذریعے حضرت زینب کو مدینے پہنچانے کا بندوبست کیا، قریش کو خبر ہوگئی تو انہوں نے پیچھا کیا اور وادی ذی طوی میں حضرت زینب کی اونٹنی کو جالیا، ھبار بن الأسود اور نافع بن عبدقیس نے ہودج میں بیٹھی حضرت زینب کو خوفزدہ کیا، ھبار نے اپنے نیزے سے ہودج کو دھکیلا تو حضرت زینب ایک چٹان پر گر پڑی جس سے ان کا حمل ساقط ہوگیا (٧)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جب اس دردناک واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس لشکر کو بھیجا، جس کا ذکر روایت میں آیا ہے، لشکر کے امیر حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

لیکن ھبار بن اسود اور نافع بن عبدقیس دونوں بچ نکلے، ھبار بن أسود بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، جب وہ مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو صحابہ ان پر طنز کیا کرتے تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحابہ کو اس برتاؤ سے منع فرمایا (٨)۔ ھبار رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے (٩)۔

نافع بن عبدقیس: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابہ میں ان کا ذکر کہیں نہیں ملا، شاید انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہو (١٠)۔

مسند بزار میں ان کا نام خالد بن عبدقیس آیا ہے، یہ تصحیف ہے (١١)۔

---

(٦) سيرة ابن هشام: ٢/٦٥١

(٧) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے، سیرت ابن هشام: ٢/٦٥١-٦٥٩

(٨) عمدة القاري: ١٤/٢٢٠

(٩) فتح الباري: ٦/١٥٠

(١٠) فتح الباري: ٦/١٥٠

(١١) فتح الباري: ٦/١٥٠

ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ

حضرت ابوالعاص تجارت کیا کرتے تھے، فتح مکہ سے چند ماہ پہلے وہ شام سے سامانِ تجارت لے کر واپس آرہے تھے کہ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرلیا، مال واسباب بھی ان سے چھین لیا، ابوالعاص رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں حضرت زینب کے گھر میں داخل ہو گئے، انہوں نے حضرت زینب سے امان طلب کی، چنانچہ حضرت زینب نے امان دے دی۔

صبح جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی آواز آئی کہ میں نے ابوالعاص کو امان دے دی ہے، سلام پھیرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آواز کے بارے میں دریافت فرمایا تو صحابہ نے تصدیق کی کہ ہم نے بھی یہ آواز سنی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے ادنیٰ شخص کی پناہ بھی معتبر ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی! اس کا اکرام کرو، لیکن یاد رکھو یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کو پیغام بھیجا جس نے ابوالعاص کا مال و اسباب اپنے قبضہ میں لے لیا تھا، کہ اس شخص کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے تم جانتے ہو، جو مال تم لوگوں نے اس سے چھینا ہے، اگر تم لوگ وہ واپس کردو تو مجھے یہ پسند ہے اور اگر چاہو تو تم اپنے پاس رکھ بھی سکتے ہو، اس لئے کہ یہ مال اللہ نے تمہیں دیا ہے، تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔

جاں نثار صحابہ کرام نے عرض کیا، ہم یہ مال لوٹا دیتے ہیں چنانچہ انہوں نے سوئی برابر چیز بھی اپنے پاس نہ رہنے دی، حضرت ابوالعاص یہ سب سامان لے کر مکہ واپس آئے اور انہوں نے حق داروں کو ان کا حق ادا کیا اور امانتیں مالکوں کے حوالے کیں، پھر انہوں نے قریش سے مخاطب ہو کر کہا: اے قریش! تمہاری کوئی چیز میرے پاس رہی تو نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ تمہیں بہترین بدلہ دے تم ایک وفادار اور امانت دار شخص ہو۔

یہ سنتے ہی ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت کہا اور مسلمان ہو گئے، پھر کہنے لگے میں مدینے میں ہی مسلمان ہو جاتا لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ تم کہیں یہ نہ کہو کہ ابوالعاص نے ہمارا مال دبا لیا، اب میں تمہاری امانتوں سے فارغ ہو چکا ہوں، اس کے بعد آپ مدینہ آگئے، یہاں آپ کی رفیقۂ حیات حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کو

نئے نکاح کے ساتھ لوٹادی گئی۔

الفاظِ روایات میں تعارض اوراس کاحل

ابوداوٗد کی راویت میں ''فلانا وفلانا'' دومرتبہ کے بجائے ایک مرتبہ ''فلانا'' آیا ہے، روایت کے الفاظ ہیں ''إن وجدتم فلانا فأحرقوه بالنار، فولَّيتُ؛ فناداني، فرجعت إليه فقال: إن وجدتم فلانا فاقتلوه ولاتحرقوه، فإنه لايعذب بالنار إلا ربُّ النار(۱۲).

''اگر فلاں (مشرک) ملے تو اس کو آگ سے جلا دینا (راوی کہتے ہیں) جب میں پشت پھیر کر چل دیا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نداء دی، میں واپس ہوا، آپ نے فرمایا، اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو قتل کردو، البتہ آگ میں نہ جلانا، کیونکہ آگ کا عذاب وہی دیتا ہے جو آگ کا خالق ہے''۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''فلانا'' ایک بار ذکر کرنے کا مقصد صرف ھبار بن اسود کو ذکر کرنا ہے کیونکہ اصل تو وہی تھے، باقی نافع عبدقیس تو ان کے تابع تھے(۱۳)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے کے اندر ہے ''ثم أتيناه نودّعه'' یہاں حدیث میں مقیم سے مسافر کی رخصت لینے کا ذکر ہے تو مقیم کا مسافر کو رخصت کرنا تو بطریق اولی ثابت ہوگا، بلکہ یہی دوسری صورت زیادہ وقوع پذیر ہے(۱۴)۔

فائدہ

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مسافر کو سفر پر جاتے وقت اپنے شہر کے اکابر صلحاء اور

(۱۲) سنن أبي داود: ۲/۶، كتاب الجهاد، باب كراهية تحريق العدوّ بالنار، (رقم: ۲٦۷۳)

(۱۳) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۰

(۱٤) عمدة القاري: ۱٤/۱۱۹، وفتح الباري. ٦/۱۱٥

علماء سے ملاقات کرلینی چاہیے، نیز اکابر کے لئے بھی مناسب ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو سفر پر جاتے وقت رخصت کریں (۱۵)۔

۱۰۷ - باب : السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمامِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو قائم کرکے اطاعتِ امیر کے وجوب کو بیان کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس وقت تک امیر کی اطاعت واجب ہے جب تک کہ وہ گناہ اور غیر شرعی امور کا حکم نہ دے (۱)۔

۲۷۹٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ ما لَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ) . [٦٧٢٥]

یہ حدیث دو طرق سے یہاں نقل کی گئی ہے، البتہ الفاظ اس باب میں دوسرے طریق کے ہیں، آگے کتاب الأحکام میں پہلے یعنی مسدد کے طریق کے الفاظ یوں ہیں: "السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولاطاعة" (۲)۔

---

(١٥) عمدة القاري: ١٤/٢٢١.

(١) عمدة القاري: ١٤/٢٢١.

(٢٧٩٦) أخرجه البخاري: ٢/١٠٥٧، في كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، (رقم: ٧١٤٤)، ومسلم: ٢/٤٧٦٣، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية وأبوداود: ١/٣٥٩، كتاب الجهاد، باب في الطاعة، (رقم: ٢٦٢٦)، والترمذي: ١/٣٠٠، أبواب الجهاد، باب ماجاء في لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق، (رقم: ١٧٠٧)، والنسائي: ٢/١٨٤، كتاب البيعة، باب جزاء من أمر بمعصية فأطاع، (رقم: ٤٢١١)، وابن ماجة، كتاب الجهاد، باب لاطاعة في معصية الله، (رقم: ٢٧٦٤)

(٢) البخاري: ٢/١٠٥٧، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، (رقم: ٧١٤٤)

السمع والطاعة حق

یعنی امیر کی بات کوسننا اوراس کے احکامات کی تعمیل کرنا یہ مامورین اور ماتحتوں پر واجب ہے، بشرطیکہ وہ گناہ کا حکم نہ دے، اگر وہ ناجائز امور کا حکم دے تو"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" کے مطابق ایسے امیر کی اطاعت جائز نہیں، چنانچہ کوئی بھی ایسا کام جس میں مخلوق کی فرمابرداری سے خالق کی نافرمانی لازم آئے، شریعت میں اس کی گنجائش نہیں (۳)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کتاب المغازی میں آرہی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، ایک موقع پر وہ غضبناک ہو گئے اور انہوں نے لکڑیاں جمع کر کے آگ جلانے کا حکم دیا، جب آگ بھڑک اٹھی تو وہ کہنے لگے کیا تمہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ کود پڑو اس آگ میں......

صحابہ جذبۂ اطاعت سے مغلوب ہو کر آگ میں کودنے کو تھے لیکن ایک دوسرے کو پکڑ کر روکتے اور کہتے: ہم نے آگ ہی سے بچنے کے لئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہے، اور اسلام قبول کیا ہے، اسی کشمکس میں آگ اور امیر صاحب کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

جب یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ آگ میں کود پڑتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے، اطاعت تو نیکی کے کاموں میں ہوتی ہے (۴)۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوارج اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا واجب ہے۔

جمہور امت کا موقف یہ ہے کہ صرف ظلم کی بناء پر بغاوت کی اجازت نہیں دی جاسکتی اگر وہ احکام شرعیہ کا نفاذ بھی کرتے ہوں اور حکومت بھی ان کی مستحکم ہو، کیونکہ ایسے حکمرانوں کا وجود کم از کم جان و مال اور عصمتوں

(۳) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۱

(٤) صحيح البخاري: ۲/٦۲۲، كتاب المغازي، باب سرية عبدالله بن حذافة السهمي رضى الله عنه، وعلقمة بن مجزز المدلجي ويقال: إنها سرية الأنصاري، (رقم: ٤٣٤٠)

کے تحفظ کا ضامن تو ہے ان کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوں تو ہر طرف بدامنی پھیل جائے گی اور انتشار پیدا ہو جائے گا۔

چنانچہ ایسے حکمرانوں کے خلاف بغاوت جائز نہیں، جو ظلم تو کرتے ہیں لیکن امورِ دین جیسے نماز وغیرہ کا اہتمام کرتے ہوں اور دین کا مذاق نہ اڑاتے ہوں ایسے ہی ان کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا ساتھ دینا بھی جائز نہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو، اور وہ تم سے محبت کرتے ہوں، تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہوں۔ اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کرتے ہوں، تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں۔

دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''نہیں! جب تک وہ تم میں نمازوں کو قائم کرتے رہیں، نہیں، جب تک وہ تم میں نمازوں کو قائم کرتے رہیں، ان کے گناہوں سے تم نفرت ضرورت کیا کرو لیکن ان کی اطاعت مت چھوڑو'' (۵)۔

لیکن اگر حکمران ظلم کے ساتھ ساتھ نماز بھی قائم نہ کرتے ہوں، شریعت کی برسرِ عام توہین بھی کرتے ہوں یا حاکم مرتد ہو گیا ہو تو ایسی صورتوں میں حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا اور انہیں معزول کرنا واجب ہے، اور یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے (٦)۔

کیا ملکی قوانین میں امام کی اطاعت واجب ہے؟

شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ "طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة" یعنی امام کی اطاعت ان کاموں میں واجب ہے جو گناہ نہ ہو، البتہ جو ملکی قوانین شریعت سے متصادم ہوں ان میں امام کی اطاعت جائز نہیں، چاہے امام عادل ہو یا ظالم (۷)۔

---

(٥) صحيح مسلم: ١٢٩/٢، كتاب الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم، (رقم: ٤٨٠٤-٤٨٠٦)

(٦) شرح ابن بطال: ١٢٦/٥-١٢٧، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الدر المختار مع شرحه ردالمحتار: ٣٤٠/٣

(٧) الدر المختار مع شرحه ردالمحتار: ٣٤٠/٣

چنانچہ ٹریفک کے قوانین اور دیگر انتظامی امور میں ملکی قوانین پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان قوانین کا تعلق ادارت اور انتظام سے ہوتا ہے۔ اس لئے حکام، شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نظم وغیرہ کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو جرمانے، چالان اور سزائیں مقرر کرتے ہیں، ان میں حکام کی اتباع واجب ہے (۸)۔

واضح رہے کہ جدید دور کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہوگا جس کے بنیادی قواعد واصول، فقہاء نے واضح نہ کئے ہوں، چنانچہ شرعی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اسلامی ملک کے قوانین وضع کئے جانے چاہیئں، تاکہ مسلمانوں کو اپنے خالق کے بنائے ہوئے قانون پر عمل کرنے کا موقع مل سکے۔

بصورتِ دیگر ایسے حکمران جو کہ خدائی قانون کے مقابلے میں وضعی قوانین کی بالادستی چاہتے ہوں، ان کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ انہیں معزول اور برطرف کر کے حکمرانی کی باگ دوڑ ایسے افراد کے حوالے کی جائے جو قرآن وسنت کا قانون ملک پر نافذ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾ (۹) آگے فرمایا: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الظالمون﴾ (۱۰)۔ پھر ایک آیت کے بعد فرمایا: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الفاسقون﴾ (۱۱).

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے احکامات کے مطابق آئین سازی ضروری ہے، اور جو حاکم، قاضی یا امیر وقت اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق عناد اور سرکشی کی وجہ سے فیصلہ نہیں کرے گا، از روئے قرآن درجہ بدرجہ کافر، ظالم اور فاسق ہے (۱۲)۔

چنانچہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کو زمامِ اقتدار بخوشی کیسے سپرد کیا جاسکتا ہے اور ان کی اطاعت کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

---

(۸) ٹریفک کے قوانین کے لئے دیکھئے: بحوث في قضايا فقهية معاصرة، ص: ۲۷۶-۳۱۰، للأستاذ تقي العثماني

(۹) المائدة: ٤٤

(۱۰) المائدة: ٤٥

(۱۱) المائده: ٤٧

(۱۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف القرآن، جلد دوم، ص: ٤٤٣-٤٥٢، وجلد سوم، ص: ١٥٤-١٦٥، وتفسير القرطبي: ٦/١٦٣-١٦٧

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے، یعنی باب قائم کیا گیا ہے "باب السمع والطاعة للإمام" اور حدیث کے الفاظ ہیں: "السمع والطاعة حق﴾" (۱۳).

۱۰۸ – باب : يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام المسلمین ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، وہ اپنی رعیت کی دشمنوں سے حفاظت کرتا ہے اور دین کی نگہبانی کرتا ہے اور نظریاتی سرحدوں کی پاسبانی کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے دفاع میں قتال کیا جائے گا اور دشمنوں کے شر، فساد اور ظلم سے بچنے کے لئے امام کی پناہ لی جائے گی، کیونکہ اگر امام عادل کی تائید اور حمایت میں جنگ نہیں کی جائے گی تو فتنے پھوٹ پڑیں گے، ہر سو انارکی پھیل جائے گی اور بدامنی کا دور دورہ ہوگا۔ فتنوں سے بچنے کے لئے امام کی حمایت میں لڑنا ضروری ہے (۱)۔

ورائہ: لفظ وراء اضداد میں سے ہے، اس کے معنی "آگے" اور "پیچھے" دونوں کے آتے ہیں، قرآن کریم میں ہے: ﴿وکان وراء هم ملك﴾ (۲) أي أمامهم. اگر اس کو "آگے" کے معنی میں لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ جہاد کے وقت امام کو آگے نہیں کرنا چاہیے بلکہ مجاہدین کو آگے ہو کر قتال کرنا چاہیے (۳)۔ اور اگر اس کے معنی "پیچھے" کے لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ امام کی ماتحتی میں جنگ کرنی چاہیے یعنی جس طرح امام منصوبہ اور ترتیب بنائے اور جس طرح وہ حکم دے، وہ طریقۂ قتال زیادہ مناسب اور بہتر بلکہ ضروری ہے (۴)۔

---

(۱۳) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۱

(۱) عمدة القاري: ۱/۲۲۲

(۲) سورہ کهف: ۷۹

(۳) ارشاد الساري: ٥/۱۱۹

(٤) فيض الباري: ۳/٤٤۰، وحاشية السندي على البخاري: ۱/٤۲۲

۲۷۹۷ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ : أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ). وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ : (مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي ، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي ، وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا ، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ).

[٦٧١٨ ، وانظر : ٢٣٦]

نحن الآخرون السابقون

اس حدیث سے متعلقہ مباحث کتاب الوضوء، باب البول في الماء الدائم کے تحت گذر چکے ہیں۔

من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني(٥)۔

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے گویا وہ میری نافرمانی کرتا ہے''۔

امیر تو ایک ڈھال کی مانند ہے، اس کے دفاع کے لئے لڑا جاتا ہے، اور امیر ہی کے ذریعہ (دشمنوں کے شر سے) بچا جاتا ہے۔ اگر وہ پرہیزگاری کا حکم کرے اور انصاف کرے تو اسے اس کے بدلے میں نیکی ملے گی اور اگر انصاف وتقویٰ کے بجائے دوسری باتوں کا حکم دے گا تو اس پر اس کا وبال ہوگا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سردارانِ قبائل عرب امارت کے نظام سے واقف نہیں تھے، وہ اپنے قبیلوں کے سرداروں کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتے تھے، پھر جب اسلام کے آنے کے بعد ان پر امراء مقرر

(۲۷۹۷) قد مر في كتاب الوضوء، باب البول في الماء الدائم، رقم: ۲۳۸

(٥) الحديث أخرجه البخاري أيضاً: ۱۰۵۷/۲، في كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ رقم: ۷۱۳۷

کیے جانے لگے تو وہ اس سے دل برداشتہ ہو گئے اور بعض نے امراء کی اتباع اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ ان امراء کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے، مقصد یہ تھا کہ عرب قبائل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں اور بغاوت و سرکشی نہ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امراء کی اطاعت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو ان میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم نہیں دیتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے ان کی اطاعت واجب نہیں (٦)۔

من أطاعني فقد أطاع الله

یہ جملہ قولِ باری تعالیٰ: ﴿من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (٧)۔ کی تفسیر ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے ہیں، اس لئے کہ آپ تو مبلغ ہیں حکم تو اللہ ہی کا ہے (٨)۔

إنما الإمام جُنَّةٌ

جُنَّةٌ: (بضم الجيم وتشديد النون) ڈھال کو کہا جاتا ہے (٩)۔

یعنی امام مسلمانوں کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، جیسے ڈھال سے جنگجو اپنی حفاظت کرتا ہے ایسے ہی مسلمان بھی امام کے ذریعہ دشمنوں اور بدخواہوں کے شر اور سازشوں سے اپنی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے دامن میں پناہ لیتے ہیں (١٠)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ڈھال سے تشبیہ امام کے ساتھ مل کر لڑنے میں ہے، خواہ آگے ہو یا پیچھے، یہ نہیں کہ جیسے لڑنے والا ڈھال کے پیچھے رہتا ہے، ایسے مجاہدین بھی امام کے پیچھے ہی رہیں گے (١١)۔

---

(٦) أعلام الحديث للخطابي: ٢/١٤٢٠، ١٤٢١

(٧) سورة النساء: ٨٠

(٨) إرشاد الساري: ٥/١١٩

(٩) إرشاد الساري: ٥/١١٩

(١٠) عمدة القاري: ١٤/٢٢٢

(١١) لامع الدراري: ٧/٢٥٤

ایک فقہی قاعدے کا استنباط

حنفیہ کا مذہب ہے کہ اگر کسی شخص نے حاکم کے حکم کو مان کر کوئی کام کیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ یہ کام خلافِ شرع تھا تو مرتکب معذور سمجھا جائے گا اور گناہ حکم دینے والے کو ہوگا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إنما الإمام جُنَّةٌ" کو حنفیہ کے اس قاعدے کے لئے بطورِ دلیل پیش کیا جاسکتا ہے (۱۲)۔ یعنی امام کے ڈھال ہونے کی وجہ سے وہ اس گناہ کے شر سے محفوظ ہو جائے گا، کیونکہ حکم امام ہی نے دیا تھا اور دوسرا اطاعت پر مجبور تھا۔

ويُتَّقَى به

یہ مجہول کا صیغہ ہے، اس ٹکڑے کے ایک معنی تو وہ ہے جو علامہ کرمانی نے ذکر کئے ہیں کہ: "امام کے ذریعہ دشمن کے شر، فساد اور ظلم سے بچا جاتا ہے اس لئے کہ وہی مسلمانوں کی حفاظت اور دین کی نگہبانی کرتا ہے" (۱۳)۔ ایک اور معنی علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں، فرماتے ہیں:

قوله "يتقى به" أي: يرجع إليه في الرأي والفعل وغير ذلك مما لايجب أن يقضى فيه إلا برأي الإمام وحكمه، ويتقى به الخطأ في الدين والعمل من الشبهات وغيرها(١٤)۔

یعنی جو کام امیر کی رائے اور حکم کے بغیر نہ کیا جانا چاہیے اس میں امیر کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے، نیز دین کے معاملات میں غلطی اور شبہات وغیرہ سے بچنے کے لئے بھی امیر کی پناہ لی جاتی ہے۔

فإن قال بغيره

یعنی اگر حاکم اس (تقویٰ) کے علاوہ اور کسی بات کا حکم دے۔

---

(١٢) أعلام الحديث للخطابي: ١٤٢١/٢

(١٣) شرح الكرماني: ١٩٧/١٢

(١٤) شرح ابن بطال: ١٢٨/٥

قال أمَرَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بعض حضرات قال کو بمعنی فعل بھی کہتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ قال یہاں بمعنی أمَرَ ہو اس لئے کہ اس سے پہلے "أمر" کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ روایت کے الفاظ ہیں: "فإن أمر بتقوی اللہ وعدل......"(١٥)۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال کے معنی یہاں فیصلہ کرنے کے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ "القیل" سے مشتق ہے، قبیلۂ حمیر کی لغت زبان میں "قیل" ایسے بادشاہوں کو کہا جاتا ہے جن کا حکم مانا جاتا ہو(١٦)۔

فإنَّ عَليه مِنه

یہاں "وزراً" محذوف ہے، مکمل عبارت یوں ہے: "فإن علیه منه وزرا" جیسا کہ سنن نسائی کی روایت میں ہے(١٧)۔

اب عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر حاکم غیر شرعی امور کا حکم دے تو اس کا گناہ اور وبال اسی پر ہے، لیکن ظاہر ہے حکم کی تعمیل کرنے والے بھی وبال سے نہیں بچ سکیں گے(١٨)۔

ایک سبق آموز واقعہ

جب عمر بن ہبیرہ، یزید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا عامل مقرر ہوا تو اس نے بصرہ اور کوفہ کے فقہاء کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، ان فقہاء میں امام شعبی اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ بھی

---

(١٥) فتح الباري: ٦/١١٦، وعمدة القاري: ١٤/٢٢٢

(١٦) أعلام الحديث للخطابي: ٢/١٤٢١، والنهاية في غريب الحدث: ٤/١٢٢، وقال أو عبيدة: "الأقيال ملوك باليمن دون الملك الأعظم وأحدهم قَيْلٌ" انظر لسان العرب: ق/و/ل

(١٧) النسائي: ٢/١٨٤، كتاب البيعة، باب مايجب للإمام ومايجب عليه

(١٨) عمدة القاري: ١٤/٢٢٢

تھے۔عمر بن ہبیرہ نے کہا "امیر المؤمنین یزید بن عبدالملک مجھے بعض غیر شرعی امور کا حکم دیتے ہیں، کیا میرے لئے ان کی تعمیل کرنا جائز ہے؟ امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ تو مامور ہیں، آپ ویسے ہی کریں جیسے کہ آپ کو حکم دیا جاتا ہے، گناہ تو حکم دینے والے پر ہے۔ جب امام شعبی رحمہ اللہ اپنی بات مکمل کر چکے تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"إتق الله يا عمر! فكأنكَ بمَلَكٍ قد أتاك فاستنزلك، فأخرجك من سعة قصرك إلى ضيق قبرك إن الله ينجيك من يزيد وإن يزيد لا ينجيك من الله؛ فإياك أن تعرض لله بالمعاصي؛ فإنه لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق(۱۹).

"اے عمر! اللہ سے ڈر! موت کا فرشتہ گویا کہ آچکا ہے اور وہ تجھے تیرے محل کی وسعت سے اتار کر قبر کی تنگی تک پہنچا چکا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے یزید سے بچا سکتے ہیں لیکن یزید تجھے اللہ عزوجل سے نہیں بچا سکتا، خبردار! گناہوں سے اللہ کا مقابلہ مت کرو، اس لئے کہ مخلوق کی اطاعت کرتے ہوئے خالق کی نافرمانی کرنا جائز نہیں"۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "وإنما الإمام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به" میں ہے(۲۰)۔

علامہ ابن منیرؒ کی رائے اور حافظ ابن حجرؒ کا رد

ابن منیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کی "نحن الآخرون السابقون" سے مطابقت

(۱۹) أعلام الحديث للخطابي: ۲/۱٤۱٦-۱٤۱۷

(۲۰) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۲

اس طرح ہے کہ "یقاتل من ورائه" کے معنی "من أمامه" ہیں، یعنی "وراء"، "أمام" کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ فوج جو بظاہر امام سے آگے ہو کر لڑتی ہے، درحقیقت وہ امام کے پیچھے ہوتی ہے۔ یونہی نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے کے اعتبار سے سب سے آخر میں تشریف لائے لیکن انبیاء متقدمین علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ مل جائے تو وہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی پشت پناہی کریں گے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو ان کی حیثیت ایک اُمّتی کی ہوگی۔ گویا کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام جو بظاہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے ہیں درحقیقت وہ سب، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ تو اگرچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بظاہر آخری نبی ہیں۔ لیکن پہلے والوں کے امام ہیں (۲۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تکلّف ہے، کیونکہ "نحن الآخرون السابقون" حدیثِ باب کا ٹکڑا نہیں ہے، بلکہ یہ جملہ اس سند "شعیب عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة" کے لئے بطورِ علامت کے لایا جاتا ہے اور "وبهذا الإسناد" کہہ کر حدیث بیان کی جاتی ہے اور اس التزام کی وجہ یہ ہے کہ راوی نے اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے، جیسے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ "معمر عن همام بن منبه عن أبي هريره" والی سند سے نقل ہونے والی ہر حدیث کے شروع میں فرماتے ہیں: "فذكر أحاديث منها وقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كيت وكيت......" (۲۲).

واللہ أعلم بالصواب۔

---

(۲۱) المتواري، ص: ۱۵۷-۱۵۹

(۲۲) فتح الباري: ۱۱٦/٦

١٠٩ – باب : الْبَيْعَةِ فِي الحَرْبِ أَن لَا يَفِرُّوا ، وَقالَ بَعْضُهُمْ : عَلَى المَوْتِ .
لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ»

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جہاد کے دوران جو بیعت ہوتی ہے وہ بیعت علی عدم الفرار یعنی نہ بھاگنے اور ثابت قدم رہنے پر ہوتی ہے، جیسا کہ امام صاحب نے یہاں آیت ذکر فرمائی ہے: ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾ آگے ہے: ﴿فعلم مافي قلوبهم فأنزل السكينة عليهم﴾ اور سکینہ حالتِ قتال میں سکون واطمینان کو کہا جاتا ہے، تو یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ بیعت کرتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں نیت عدم فرار اور ثابت قدمی کی تھی، نہ کہ موت کی (۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ بیعت علی الموت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں جو آیت کا ٹکڑا نقل کیا ہے اس میں مطلق بیعت کا ذکر ہوا ہے آگے روایت میں اس پر تفصیل آرہی ہے۔ چنانچہ حضرت سلمہ بن الأکوع رضی اللہ عنہ (جو کہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں) خود فرمارہے ہیں کہ یہ بیعت علی الموت تھی (۲)۔

لیکن واضح رہے کہ یہ ایک لفظی اختلاف ہے، معنوی اعتبار سے بیعت علی عدم الفرار اور بیعت علی الموت میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ جو شخص اس بات پر بیعت کرتا ہے کہ وہ دورانِ جنگ نہیں بھاگے گا، اس کے پیش نظر یہی ہوتا ہے کہ وہ مرتے دم تک لڑے گا اور لہو کے آخری قطرے تک وہ اپنے عہد کو نبھائے گا۔ اور یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ "بیعت علی الموت" کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ضرور اس جنگ میں مرے، بلکہ مقصود وہی ثابت قدمی ہے (۳)۔

---

(۱) المتواري، ص: ١٦١

(۲) فتح الباري: ١١٨/٦

(۳) فتح الباري: ١١٨/٦، وعمدة القاري: ٢٢٣/١٤

اسی وجہ سے حضرت نافع فرمارہے ہیں: "بل بایعهم علی الصبر" کیونکہ صبر کے معنی ثابت رہنے کے ہیں اور یہ مطلب عدمِ فرار اور موت دونوں کو جامع ہے (۴)۔

الشجرة

یہ کس چیز کا درخت تھا؟ ایک قول تو یہ ہے کہ وہ کیکر کا درخت تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بیری کا درخت تھا (۵)۔

۲۷۹۸ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ : قَالَ ٱبْنُ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ ، فَمَا ٱجْتَمَعَ مِنَّا ٱثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا ، كَانَتْ رَحْمَةً مِنَ ٱللهِ. فَسَأَلْتُ نَافِعًا : عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ ، عَلَى الْمَوْتِ ؟ قَالَ : لَا ، بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اگلے سال بیعت رضوان والی جگہ پر آئے تو ایسے دو شخص نہیں ملے جو اس درخت کو پہچان سکیں جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی اور یہ درخت کا چھپ جانا رحمتِ خداوندی ثابت ہوئی (ورنہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے)۔

راوی یعنی جویریہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کس چیز پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی، کیا وہ موت پر بیعت تھی؟ تو نافع نے کہا، نہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے استقامت اور ثابت قدمی پر بیعت لی تھی۔

فما اجتمع منا اثنان على الشجرة

یعنی ایسے دو آدمی بھی نہیں ملتے تھے جو اس درخت کو متعین کر سکتے ہوں۔

اب یہاں پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ درخت کہاں گیا؟

---

(٤) فتح الباري: ١١٨/٦، وشرح ابن بطال: ١٣٠/٥

(٥) إرشاد الساري: ١٢٠/٥، وعمدة القاري: ٢٢٣/١٤

(٢٧٨٩) "تفرد به البخاری".

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قول تو ہے کہ درخت تو وہیں تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اس درخت کی تعیین دشوار ہوگئی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سیلاب اسے بہالے گیا۔

كانت رحمة من الله

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

❶ اس درخت کا چھپ جانا اللہ کی رحمت تھی۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس درخت کے باعث لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہوجانے کا خدشہ تھا، کیونکہ اس درخت کے نیچے خیر، اللہ کی رضا اور سکینہ صحابہ پر نازل ہوا، اگر وہ درخت متعین ہوجاتا تو دیہاتی اور جاہل لوگ اس کی تعظیم میں لگ جاتے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس درخت کی پوجا پاٹ کی جاتی۔ چنانچہ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے اس درخت کو چھپالیا (٦)۔

❷ دوسرا مطلب اس جملے کا یہ ہے کہ یہ درخت اللہ کی رحمت کے نزول کا مقام اور رضاء خداوندی کے حصول کی جگہ تھی (٧)۔

فسألتُ

''میں نے پوچھا'' پوچھنے والے جویریہ بن اسماء ہیں، جو اس روایت کو نافع سے نقل کررہے ہیں۔

عَلَى الموت؟

''کیا بیعت موت پر ہوئی تھی''؟

دراصل یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے، عبارت یوں ہے: ''أعَلَى الموت؟'' یا یوں ''أبايعهم على الموت؟'' (٨).

---

(٦) حاشية صحيح مسلم: ١٢٩/٢، كتاب الجهاد، باب استحباب مبايعة الجيش عند إرادة القتال، الخ، ص: ١٣٠؛

(٧) شرح الكرماني: ١٢يا ١٩٨/٢، وفتح الباري: ١١٨/٦

(٨) عمدة القاري ٢٢٣/١٤، والقسطلاني: ١٢٠/٥

ایک اشکال کا جواب

یہاں اسماعیلی نے یہ اشکال کیا ہے کہ "لا، بل بایعهم علی الصبر "مسند نہیں ہے، یعنی یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نہیں ہے بلکہ حضرت نافع رحمہ اللہ کا قول ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول مسند ہی ہے، کیونکہ حضرت نافع رحمہ اللہ نے یہ بات یقیناً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنی ہوگی۔تبھی انہوں نے جواب دیتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی (۹)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "بل بایعهم علی الصبر" سے مستنبط ہے، کیونکہ بیعت علی الصبر کا مطلب یہی ہے کہ بیعت، جنگ سے نہ بھاگنے اور ڈٹے رہنے پر لی گئی ہے (۱۰)۔

۲۷۹۹ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيى ، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا كانَ زَمَنُ الحَرَّةِ أَتاهُ آتٍ فَقالَ لَهُ : إِنَّ ٱبْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى المَوْتِ ، فَقَالَ : لا أُبَايِعُ عَلَى هٰذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . [۳۹۳٤]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعۂ حَرّہ کے زمانے میں ایک شخص ان کے پاس آ کر کہنے لگا: عبداللہ بن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد میں کسی اور کے ہاتھ پر موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

---

(۹) فتح الباري: ۱۱۸/٦

(۱۰) عمدة القاري: ۲۲۳/١٤

(۲۷۹۹) أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة الهدسة، (رقم: ٤١٦٧)، ومسلم في كتاب الإمارة، باب استحباب مبايعة الامام لجيش عند إرادة القتال وبيان بيعة الوضو تحت الشجرة، (رقم: ٤٨٢٤)

لما كان زمن الحَرَّة

حرة: بفتح الحاء المهملة وتشديد الراء ایسی پتھریلی زمین کو کہا جاتا ہے جس کے پتھر دیکھنے میں جلے ہوئے محسوس ہوتے ہوں۔ حرة کی جمع: حَـرَّات، أحَـرُّونَ حِـرَارٌ اور حِـرُّون ہیں۔ایسی زمینیں سرزمین عرب میں بکثرت پائی جاتی ہیں، مدینہ کے اطراف سے شام تک حرار کا ایک طویل سلسلہ ہے، علامہ یاقوت حموی نے ان کی تفصیل اپنی کتاب میں ذکر کی ہے(۱۱)۔

یہاں جس حَرَّہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ "حرة واقم" کہلاتا ہے(۱۲)۔

واقعۂ حرۃ کی تفصیلات

یہاں روایت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، اس کا تعلق ۶۳ھ سے ہے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور یزید بن معاویہ کے لئے بیعت لی جانے لگی تو مدینے والوں کا ایک وفد یزید کی ملاقات کے لئے گیا، انہوں نے بعض نامناسب باتیں یزید میں دیکھیں اور مدینے واپس آ کر انہوں نے یزید کی اطاعت سے انکار کر دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کر لی۔

اس بات کی اطلاع جب یزید کو ملی تو اس نے ایک لشکر مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں مدینے کی طرف روانہ کر دیا، مسلم کو حد سے زیادہ ظلم ڈھانے کی وجہ سے لوگ مُسْرِف بن عقبہ کے نام سے یاد کیا کرتے تھے، اس نے حرۂ واقم میں پڑاؤ ڈالا جو مدینے کے مشرقی جانب واقع ہے۔

اُدھر سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما میدان میں آئے، لیکن ریاست وحکومت کے سامنے ان کی پیش نہ کی گئی اور وہ اپنے سات بیٹوں کے ہمراہ شہید ہوئے۔

مسلم بن عقبہ کے لشکریوں نے خوب قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور بہت اودھم مچائی، تقریباً سترہ سو انصاری، تیرہ سو قریشی اور عام لوگوں میں بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار افراد کو تہہ تیغ کر دیا گیا، مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی گئی، مال واسباب لوٹا گیا، پاکباز آزاد عورتوں کی عصمت دری کی گئی، آٹھ سو عورتوں

---

(۱۱) معجم البلدان: ۲/۲۴۵-۲۵۰.

(۱۲) معجم البلدان: ۲/۲۴۹؟

کو اس زیادتی سے حمل ٹھہرا، ان بچوں کو جو اس حمل سے پیدا ہوئے تھے، اولاد الحرۃ سے پکارا جاتا تھا (۱۳)۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما

یہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے والد کی شہادت کے نو ماہ بعد ان کی ولادت ہوئی، ان کی والدہ کا نام جمیلہ بنت عبداللہ بن اُبی ابن سلول تھا۔

حضرت عبداللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر سات سال تھی۔

انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ایک روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: "إن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أُمِرَ بالوضوء لِكل صلوة، طاهرا أو غير طاهر" (۱٤)۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا گیا تھا، خواہ آپ اس وقت تک باوضو ہوتے یا بے وضو۔

نیز انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت عمر اور کعب احبار رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں صالح بن حسان مدنی، ضَمضم بن جَوش هِفّانی، عباس بن سہل بن سعد ساعدی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن یزید خطمی انصاری، قیس بن سعد بن عبادۃ انصاري، اور اسماء بنت زید بن الخطاب رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت عبداللہ حرہ کے واقعہ میں انصار کے قائد تھے اور قریش نے عبداللہ بن مطیع بن اسود کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت عبداللہ نے حرہ والے دن بہت جرأت و بہادری سے جنگ لڑی، آخر دم تک وہ لڑتے رہے اور اپنے بیٹوں کو آگے بھیجتے رہے، یہاں تک ساتوں کے ساتوں بیٹے اس معرکے میں کام آگئے۔ آپ کے اکثر ساتھی شہید ہو چکے تھے، جب مسلم بن عقبہ کی فوج مدینے میں داخل ہوگئی، آپ نے علم اسی طرح تھاما ہوا تھا، اس

(۱۳) راجع للتفصيل: معجم البلدان: ۲/۲٤۹، وعمدة القاري: ١٤/۲۲٤

(١٤) سنن أبي داود: ۸/۱، كتاب الطهارة، باب السواك، (رقم: ٤٨)

وقت آپ کے ارد گرد پانچ آدمی بھی نہیں تھے، آپ نے جب یہ دردناک منظر دیکھا تو اپنی زرہ اتار پھینکی اور میدان میں کود پڑے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

مروان کا گزر آپ رضی اللہ عنہ کی لاش پر ہوا، آپ کی انگشت شہادت اس وقت بھی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی یہ دیکھ کر مروان کہنے لگا، بخدا اگر تم اس انگلی کو مرنے کے بعد اٹھائے ہوئے ہو تو تعجب کی بات نہیں، تم تو زندگی میں بھی اس انگلی کو ہماری طرف اٹھائے رہے یعنی ہم پر تنقید کرتے رہے۔

طبقات میں ابن سعد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا، آپ بہت حسین وجمیل دکھائی دے رہے تھے، آپ کا علم آپ کے ساتھ تھا۔ خواب دیکھنے والے نے دریافت کیا، اے ابوعبدالرحمٰن! کیا تم مارے نہیں گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا، کیوں نہیں۔ میری اپنے رب سے ملاقات ہوئی تو میرے رب نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔ اب میں جنت کے باغات میں جہاں چاہوں، گھومتا پھرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ وہ فرمانے لگے، وہ میرے ساتھ ہی ہیں، میرے جھنڈے کے ارد گرد جس کی گرہیں بھی ابھی تک نہیں کھلیں ..... (۱۵)۔

''ابن حنظلہ'' کی تعیین میں کرمانیؒ کا وہم

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کو ''ابن حنظلہ'' کی تعیین میں دو وہم پیش آئے ہیں:

❶ ایک تو یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ ''ابن حنظلہ'' وہ آدمی ہے جو یزید بن معاویہ کی جانب سے بیعت لینے پر مامور تھا۔

❷ یا پھر ابن حنظلہ سے مراد خود یزید ہے، گویا کہ یہ نسبت یزید کے دادا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف ہے، کیونکہ ان کی ایک کنیت ابوحنظلہ بھی تھی، تو تقدیری عبارت یوں ہوگی: ''ابن أبي حنظلة'' یعنی ''أبي'' بطور تخفیف حذف ہوا ہے، یا یہ نسبت یزید کے چچا حنظلہ بن ابی سفیان کی طرف ہے، چونکہ حنظل کے معنی اندرائن

(۱۵) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: تهذيب الكمال: ١٤/٤٣٦، وسير أعلام النبلاء: ٣/٣٢١، وطبقات ابن سعد: ٥/٦٥، والتاريخ الكبير للبخاري: ٥/٦٧، رقم الترجمة: ١٦٨

کے ہیں، جو کہ ایک انتہائی کڑوا پھل ہوتا ہے، اس لئے یزید کے لئے ابن حنظلہ کی نسبت اس کے کڑوے پن اور بے انتہا ظلم وستم کی وجہ سے استعمال ہونے لگی (۱۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں احتمالات غلط ہیں۔

پہلا احتمال تو اس لئے کہ تمام مؤرخین نے یزید کی بیعت لینے پر مامور شخص کا نام مسلم بن عقبہ لکھا ہے جسے لوگ اس کے ظلم وستم کی بناء پر مُسْرِف پکارنے لگے تھے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما تو انصار کے امیر تھے، جیسے عبداللہ بن مطیع قریش اور مہاجرین کے امیر تھے اور یہ دونوں اس معرکہ میں شہید ہو چکے تھے۔

اب آتے ہیں دوسرے احتمال کی طرف کہ اس سے خود یزید مراد ہے۔ یہ احتمال اس لئے غلط ہے کہ بخاری ہی میں کتاب المغازی میں یہی روایت آرہی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "لَمَّا كان يوم الحرة والناس يبايعون لعبد الله بن حنظلة، فقال ابن زيد على مايُبايع ابن حنظلة الناس؟"(۱۷)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ "ابن حنظلہ" سے مراد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ ہی تھے، جو واقعۂ حرہ میں انصار کی قیادت کرتے ہوئے شہادت کے مرتبۂ بلند پر فائز ہوئے (۱۸)۔

لا أبايع على هذا أحدا بعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن زید کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی تھی، لیکن اس بات کی صراحت انہوں نے نہیں کی، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کے فوراً بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ جس میں بیعت علی الموت کی تصریح ہے (۱۹)۔

---

(۱٦) شرح الكرماني: ۱۲/۱۹۹

(۱۷) صحيح البخاري: ۲/۵۹۹ كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية، (رقم: ٤١٦٧)

(۱۸) فتح الباري: ٦/۱۱۸، وعمدة القاري: ١٤/٢٢٤

(۱۹) فتح الباري: ٦/۱۱۸، وعمدة القاري: ١٤/٢٢٤

بیعت علی الموت سے انکار کی وجوہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کے بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ فتنوں میں گھروں میں بیٹھے رہتے اور کسی گروہ کی تائید وحمایت نہ کرنے کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: "ستکون فتن: القاعد فيها خير من القائم(۲۰)۔ عنقریب فتنے برپا ہوں گے، جن میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر ہوگا بعض سلف کا بھی یہی مذہب ہے(۲۱)۔

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم تھا کہ وہ اپنی جان قربان کر کے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کرے، اور صحابہ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میدان سے بھاگ نہ جائیں، بلکہ آخری دم تک لڑتے رہیں، تو یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، دوسروں کا یہ حکم نہیں کہ اپنی جان دے کے ان کی حفاظت کی جائے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن زید نے موت پر بیعت کرنے سے انکار کیا(۲۲)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث شریف کی مطابقت ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء "وقال بعضهم على الموت" سے ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے قول کہ "آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد میں کسی اور کے ہاتھ پر موت کی بیعت نہیں کروں گا" سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی(۲۳)۔

۲۸۰۰ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ

---

(۲۰) صحيح البخاري: ۱۰۴۸/۲ كتاب الفتن، باب تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم، (رقم: ۷۰۸۱-۷۰۸۲)

(۲۱) شرح ابن بطال: ۱۳۲/۵

(۲۲) فتح الباري: ۱۱۹/٦

(۲۳) عمدة القاري: ۲۲٤/۱٤

قالَ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قالَ : (يَا ٱبْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ) . قالَ : قُلْتُ : قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قالَ : (وَأَيْضًا) . فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ . فَقُلْتُ لَهُ : يَا أَبَا مُسْلِمٍ ، عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ : عَلَى المَوْتِ .

[۳۹۳٦ ، ٦٧٨٠ ، ٦٧٨٢]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، پھر میں ایک درخت کے سایہ تلے جا بیٹھا جب لوگوں کا مجمع چھٹ گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُکوع کے بیٹے، کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟ میں نے کہا: حضرت! میں نے تو کر لی ہے بیعت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مرتبہ اور'' تو میں نے دوبارہ بیعت کی۔

راوی یزید بن اَبی عبید کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے ابومسلم! (حضرت سلمہ کی کنیت ہے) آپ حضرات کس چیز کی بیعت کیا کرتے تھے؟ حضرت سلمہ نے فرمایا: ہم لوگ موت کی بیعت کیا کرتے تھے۔

گیارھویں ثلاثی حدیث

ثلاثی حدیث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اس روایت میں صرف تین واسطے ہوں (۲۴)، جیسا کہ سند سے واضح ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے دو مرتبہ بیعت لینے کی وجہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکرارِ بیعت کا مقصد بیعت کی تاکید اور پختگی ہے کیونکہ حضرت

(۲۸۰۰) أخرجه البخاري أيضاً في صحيحه (۲/۵۹۹)، في كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية (رقم: ٤١٦٩)، وفي الأحكام (۲/۱۰٦۹، ۱۰۷۰) باب كيف يبايع الإمام الناس، وباب من بايع مرتين (رقم: ۷۲۰٦، ۷۲۰۸)، ومسلم في صحيحه (۲/۱۳۰) في كتاب الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال (رقم: ۱۸٦۰)، والترمذي في جامعه (۱/۲۸۸) في السير، باب ماجاء في بيعة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (رقم: ۱۹۵۲)

(۲٤) راجع للتفصيل، كشف الباري: ۱/۲۵

سلمہ رضی اللہ عنہ بہادری، مال داری اور ثابت قدمی میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے ان سے دو بار بیعت لی گئی (۲۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ بڑے جانباز اور مجاہد تھے، سوار ہو کر بھی لڑتے اور پاپیادہ بھی لڑتے، گویا دو مجاہدین کے قائم مقام تھے چنانچہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے دو مرتبہ بیعت لی (۲۶)۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے دو مرتبہ بیعت لینے میں حکمت یہ ہے کہ بہادروں اور جانبازوں کی بیعت میں شدتِ اہتمام دشمنوں کے لئے خوف و ہراس کا باعث ہوتا ہے، اس لئے کہ بہادر شخص جب اس بات کا عہد کر لیتا ہے کہ وہ مرتے دم لڑتا رہے گا تو وہ آزمائشوں کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور اپنی جان داؤ پر لگا دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسے بہادروں کی ثابت قدمی اور بے خوفی سے دشمن کا کافی نقصان ہوتا ہے (۲۷)۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ مختلف اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی یہ توجیہ زیادہ بہتر ہے (۲۸)۔

٢٨٠١ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : كانَتِ الْأَنْصارُ يَوْمَ الخَنْدَقِ تَقُولُ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدا عَلَى الْجِهَادِ ما حَيِينَا أَبَدَا

فَأَجابَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ : (اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَه . فَأَكْرِمِ الْأَنْصارَ وَالْمُهاجِرَهْ) .

[ر : ٢٦٧٩]

---

(٢٥) شرح ابن بطال: ١٣٠/٥

(٢٦) فتح الباري: ١١٩/٦

(٢٧) لامع الدراري: ٢٥٦/٧

(٢٨) حاشية اللامع: ٢٥٦/٧

(٢٨٠١) تقدّم تخريجه في كتاب الجهاد، باب التحريض على القتال وقول الله عزوجل: (حرّض المؤمنين=

کتاب الجهاد باب حفر الخندق کے تحت یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قول "على الجهاد ما حَيِينا أبدا" سے مأخوذ ہے، اس لئے کہ تاحیات جہاد کرتے رہنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ جنگ سے ہرگز فرار نہیں ہوں گے (۲۹)۔

۲۸۰۲ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَأَخِي فَقُلْتُ : بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ : (مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا) . فَقُلْتُ : عَلَامَ تُبَايِعُنَا ؟ قالَ : (عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ) . [۲۹۱۳ ، ٤٠٥٤ ، ٤٠٥٥]

مُجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ بن وہب اسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا نسب مضر بن نزار کے واسطے سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے، ان کے بھائی کا نام مجالد بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے، ان کی والدہ کا نام مُلَیکۃ بنت سفیان ہے۔

انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں، امام بخاری، مسلم، أبوداود، ترمذی رحمہم اللہ نے ان کی روایات نقل کی ہے۔

= على القتال) (الأنفال. ٦٥)، (رقم: ٢٨٣٤)

(٢٩) عمدة القاري: ١٤/٢٢٥

(٢٨٠٢) أخرجه البخاري في كتاب الجهاد، باب لاهجرة بعد الفتح، (رقم: ٣٠٧٨)، وفي كتاب المغازي، باب بلا ترجمة بعد باب مُقام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمكة زمن الفتح، (رقم: ٤٣٠٥-٤٣٠٨)، ومسلم في كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة على الإسلام والجهاد والخير وبيان معنى "لاهجرة بعد الفتح" (رقم: ١٨٦٣)، ومسند أحمد: ٣/٤٦٨-٤٦٩

ان سے روایات کرنے والوں میں ابو ساسان حصین بن منذر رقاشی، عبدالملک بن عمیر، کلاب بن شہاب جرمی، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے بھتیجے یحییٰ بن اسحاق اور ابوعثمان نہدی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں (۳۰)۔

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ کا گھوڑا

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ گھڑ سواری کے مقابلوں میں شریک ہوا کرتے تھے، ایک بار ان کے گھوڑے نے پچاس ہزار دینار کی رقم انعام میں حاصل کی (۳۱)۔

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ واقعۂ جمل میں شہید ہوئے (۳۲)۔

حدیث کی تشریح

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت! ہمیں ہجرت کرنے پر بیعت کر لیجئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہجرت تو مہاجرین کے ساتھ ختم ہوگئی'' تو میں نے عرض کیا پھر آپ ہم سے کس چیز کی بیعت لیں گے؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام اور جہاد کی بیعت......''

وأخي: حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام مُجالد رضی اللہ عنہ اور اُبومعبد کنیت ہے (۳۳)، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے (۳۴)۔

انہوں نے صرف ایک روایت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کی ہے، جو ابوعثمان نہدی اُن سے روایت کرتے ہیں (۳۵)۔

---

(۳۰) تهذيب الكمال في اسماء الرجال: ۲۱۴/۲۷

(۳۱) شرح الكرماني: ۱۲/ ۲۰۰

(۳۲) تقريب التهذيب، ص: ۵۲۰

(۳۳) تهذيب الكمال: ۲۲۷/۲۷

(۳۴) عمدة القاري: ۲۲۵/۱۴

(۳۵) خلاصة الخزرجي، ص: ۳۶۹

عمرو بن علی فرماتے ہیں کہ مجھے ان کی کسی مستقل روایت کا علم نہیں، البتہ جو روایت ان سے مروی ہے وہ دراصل اپنے بھائی مجاشع کی روایت کی تصدیق ہے(۳۶)۔

ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت مجالد، حضرت مجاشع سے عمر میں بڑے تھے(۳۷)۔

قصہ گوئی کی مذمت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے ان کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جب بصرہ میں اسود بن زریع نے قصہ گوئی کی ابتداء کی تو ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا، چنانچہ حضرت مجالد بن مسعود ایک بار قصہ گوئی کی مجلس میں تشریف لائے تو لوگوں نے احتراماً انہیں جگہ دے دی۔

پھر حضرت مجالد نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، بخدا میں یہاں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں نے ایک ایسا کام شروع کیا ہے، جسے مسلمان ناپسند کرتے ہیں، میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسے کام سے بچو جس سے مسلمان نفرت کرتے ہوں(۳۸)۔

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ۳۶ھ میں واقعۂ جمل میں شہید ہوئے(۳۹)۔

جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واقعہ جمل میں شہید ہونے والے ان کے بھائی مجاشع ہیں، اور مجالد ۴۰ھ تک زندہ رہے(۴۰)۔

عَلامَ

یہ دراصل "علی ما؟" تھا، ما استفہامیہ اور ما خبریہ (موصولہ، تامہ وغیرہ) میں فرق واضح کرنے کے لئے یہاں تخفیف کر کے "علامَ، فیمَ، إلامَ" کہا جاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ما استفہامیہ مجرور ہو تو اس میں تخفیف

(۳٦) تهذيب التهذيب: ۱۰/٤۰، ٤۱

(۳۷) تهذيب التهذيب: ۱/٤۱

(۳۸) الإصابة: ۳/۳٦۳

(۳۹) الثقات لابن حبان: ٥/٤٤۸

(٤۰) تهذيب التهذيب: ۱۰/٤۱، وتقريب التهذيب، ص: ٥۲۰

ضروری ہے جیسے ﴿عَمَّ يتساء لون﴾ (٤١)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قول "والجھاد" میں ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام کی جہاد کی بیعت اسی مقصد کے لئے ہوتی تھی کہ وہ میدان سے راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے، بلکہ مرتے دم تک لڑتے رہیں گے (۴۲)۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم

۱۱۰ - باب : عَزْمِ الْإِمامِ عَلَى النَّاسِ فِيما يُطِيقُونَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے ذریعے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ امام کی اطاعت بقدرِ استطاعت واجب ہے۔ چنانچہ امام کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو حکم دیتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ لوگوں کے لئے وہ حکم قابلِ عمل بھی ہو اور ان کی طاقت سے باہر نہ ہو (۱)۔

۲۸۰۳ : حدَّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : لَقَدْ أَتانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ ، فَسَأَلَنِي عَنْ أَمْرٍ ما دَرَيْتُ ما أَرُدُّ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : أَرَأَيْتَ رَجُلاً مُؤْدِيًا نَشِيطًا ، يَخْرُجُ مَعَ أُمَرائِنَا في الْمَغازِي ، فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا في أَشْياءَ لَا نُحْصِيها ؟ فَقُلْتُ لَهُ : وَٱللهِ ما أَدْرِي ما أَقُولُ لَكَ ، إِلَّا أَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَعَسَى أَنْ لَا يَعْزِمَ عَلَيْنَا في أَمْرٍ إِلَّا مَرَّةً حَتَّى نَفْعَلَهُ ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَنْ يَزَالَ بِخَيْرٍ ما ٱتَّقَى ٱللهَ ، وَإِذَا شَكَّ في نَفْسِهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَجُلاً فَشَفَاهُ مِنْهُ ، وَأَوْشَكَ أَنْ لَا تَجِدُوهُ ، وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ، ما أَذْكُرُ ما غَبَرَ مِنَ ٱلدُّنْيا إِلَّا كَالثَّغْبِ ، شُرِبَ صَفْوُهُ وَبَقِيَ كَدَرُهُ .

---

(٤١) عمدة القاري: ١٤/٢٢٥

(٤٢) عمدة القاري: ١٤/٢٢٥

(١) عمدة القاري: ١٤/٢٢٦

تراجم رجال

۱-عثمان بن ابی شیبہ

یہ عثمان بن محمد بن قاضی ابوشیبۃ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

۲-جریر

یہ جریر بن عبدالحمید بن قُرطضی رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳-منصور

یہ منصور بن معتمر ابوعتاب سُلمی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مذکورہ بالا تینوں حضرات کے حالات "کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة" کے تحت گزر چکے ہیں (۲)۔

۴-ابووائل

یہ ابووائل شقیق بن سلمۃ اسدی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر" کے تحت گزر چکے ہیں (۳)۔

۵-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت آچکا ہے (۴)۔

حدیث کا مفہوم

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آج میرے پاس ایک شخص آیا، اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی، مجھے نہیں معلوم کہ میں اسے کیا جواب دوں؟

---

(۲) كشف الباري: ۳/۲۲۹-۲۳٤

(۳) كشف الباري: ۲/۵۵۹

(٤) دیکھئے: كشف الباري: ۲/۲۵۷

اس نے کہا: اگر کوئی چاق و چوبند اور مسلح شخص ان امراء کے ساتھ جنگوں میں نکلتا ہے اور وہ اسے ایسے کاموں کا حکم دیتے ہوں جو وہ نہ کرسکتا ہو، آپ مجھے بتائیے کیا اس شخص پر ایسے احکامات کی تعمیل ضروری ہے؟ تو میں نے اسے کہا خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہیں کیا جواب دوں...... ہم تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا کرتے تھے، بہت ہی کم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کسی چیز کا حکم دیا کرتے تھے، کبھی کبھار فرماتے تو بھی ایک ہی بار فرماتے اور ہم فوراً اسے بجالاتے تھے۔ یاد رکھو تم لوگوں میں اس وقت تک خیر رہے گی، جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ اور جب تمہارے دل میں کسی چیز کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے (کہ کرنا چاہیے یا نہیں) تو کسی ایسے شخص سے پوچھو جس سے اطمینان ہو جائے، وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ کوئی ایسا آدمی بھی (جو صحیح صحیح مسئلے بتادے) تمہیں نہیں ملے گا، اس ذات کی قسم! جس کے سواء اور کوئی معبود نہیں، جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے، وہ وادی کے اس پانی کی طرح ہے جس کا اچھا اور صاف حصہ تو پیا جا چکا ہے اور گدلا پانی رہ گیا ہے۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف امام اور اس کے مقرر کردہ والیوں کی اطاعت پر دلالت کرتی ہے اور اس کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔

یہاں سائل کا یہ پوچھنا کہ کیا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے جس میں گنجائش ہو کہ وہ امیر کی اطاعت نہ کرے جب کہ امراء کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے ماتحتوں کو تکلیف مالا یطاق پر مجبور کرتے ہوں۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ دینے میں احتیاط کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کی اطاعت بہت اہم ہے۔

ناجائز امور میں امام کی اطاعت کا حکم

ان حالات میں جب کہ مامور حکم بجالانے پر قادر نہ ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ کتاب المغازی میں حدیث آرہی ہے جس میں عبداللہ بن حذافہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے مامورین کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا (۵)۔

---

(۵) صحيح البخاري: ۲/۶۲۲، كتاب المغازي، باب سرية عبدالله بن حذافة السهمي (رقم الحديث: ٤٣٤٠)

جب یہ حضرات واپس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے یہ واقعہ سنا تو اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا: ﴿لو دخلتموها ماخرجتم منها أبدا، إنما الطاعة في المعروف﴾. ''اگر تم لوگ اس آگ میں کودتے تو کبھی اس سے نہ نکلتے، اطاعت کا حکم تو صرف نیک کاموں میں ہے''۔

نیز فرمان باری تعالیٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾(٦) بھی اس بارے میں واضح ہے کہ انسان صرف انہی باتوں کا مکلف ہے جس کی وہ قدرت وطاقت رکھتا ہے(۷)۔

حضرت عبداللہ کے توقف کی وجہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دینے میں اشارے سے کام لیا ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں، ہمیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھار ہی حکم دینے کی ضرورت محسوس فرمایا کرتے تھے، تب ہم فوراً حکم کی تعمیل کرتے اور پہلوتہی نہیں کیا کرتے تھے۔

اس بات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ امیر کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن صورت مسئولہ میں کیا کرنا چاہیے؟ اس کی صراحت نہیں ملتی۔ تو آخر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صراحت کے ساتھ جواب کیوں نہیں دیا؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امیر ایک لشکر جہاد یا کسی مہم کے لئے تشکیل دے دیتا ہے تو وہ لشکر والے اس مہم کے لئے متعین ہو جاتے ہیں اور وہ ذمہ داری ان کے لئے فرض عین کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ اب اگر سپاہیوں میں سے کوئی یہ شکوہ کرتا ہے کہ امیر ہمیں بے جا احکامات کی تعمیل پر مجبور کرتا ہے تو مفتی کے لئے کوئی ایک رائے اختیار کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اگر مفتی وجوب طاعت کا فتویٰ دیتا ہے تو فسادِ زمانہ کی وجہ سے مسئلہ بن جاتا ہے، کیونکہ اکثر حکمران واقعی ظالم ہی ہوتے ہیں اور اگر عدم وجوب طاعت کا فتویٰ دیا جائے تو یہ بھی باعثِ فتنہ ہے جس کا دل نہ چاہے گا مشکل مہمات میں جانے سے فوراً بہانہ کر دے گا کہ میں اس کا متحمل نہیں ہوں اور یہ مہم میری قدرت سے باہر ہے اور تکلیف مالا یطاق میں امیر کی اطاعت واجب نہیں یوں بہت سارے معاملات خواہشات کے تابع ہو کر کھٹائی میں پڑ جائیں گے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے

---

(٦) سورة البقرة: ٢٨٦

(٧) شرح ابن بطال: ٥/١٣٢-١٣٣

جواب دینے میں توقف سے کام لیا اور خاص صورتِ مسئولہ کے جواب کے بجائے عمومی جواب دیا کہ اگر امیر کا حکم تقویٰ کے موافق ہو تو اطاعت ضروری ہے(۸)۔

ایک فقہی قاعدہ

اس حدیث شریف سے ایک فقہی قاعدہ بھی مستنبط ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر کسی مسئلے کے مختلف پہلو ہوں اور کسی ایک پہلو کی ترجیح مشکل ہو تو مفتی کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے میں توقف کرے جیسا کہ یہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے توقف سے کام لیا(۹)۔

حدیث کے بعض جملوں کی تشریح

أتاني اليوم رجلٌ

یہ شخص کون تھا؟ اس کی تعین نہیں ہوسکی۔

مادَرَيْتُ ما أَرُدُّ عليه

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اسے کیا جواب دوں؟"

دَرَى: دِرايةً ودُرْيَةً: جاننا، از باب رمی کہا جاتا ہے، "لا أدري" میں نہیں جانتا۔

ما أرد عليه: یہ موصولہ ہے، پورا جملہ محل نصب میں مفعول بہ واقع ہو رہا ہے، "دریت" فعل کے لئے(۱۰)۔

رجلا مؤديا: أي ذا أداة للحرب یعنی اسلحہ سے لیس تھا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے "قويا متمكنا" یعنی طاقت ور اور دشمن پر قابو پانے والے کے بیان کیے ہیں(۱۱)، پہلا مطلب زیادہ واضح ہے اور

---

(۸) فتح الباري: ۵/۱۲۰، ملخصا، وإرشاد الساري: ۵/۱۲۲

(۹) فتح الباري: ۵/۱۲۰، ملخصا، وإرشاد الساري: ۵/۱۲۲

(۱۰) عمدة القاري: ۱٤/۲۲٦، وفتح الباري: ٦/۱۱۹

(۱۱) شرح الكرماني: ۱۲/۲۰۰

دوسرا تفسیر بالُلازم ہے، چنانچہ جو اسلحہ سے لیس ہوگا وہ طاقت ور اور قابو پانے والا بھی ہوگا (۱۲)۔ یہ مہموز ہے، اس کا ہمزہ حذف کرنا نا جائز ہے، اس لئے کہ پھر "مُوْدِیا" سے التباس لازم آتا ہے، جس کے معنی ہلاک ہونے والے کے ہیں (۱۳)۔

يخرج مع أمرائنا

یعنی وہ جنگوں میں ہمارے حاکموں کے ساتھ نکلتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ "يخرج مع أمرائه" ہو کیونکہ اس سے قبل فعل "رجلا" مذکور ہے، تو "أمرائه" کی ضمیر "رجلا" کی طرف راجع ہوگی۔

لیکن یہاں "التفات" سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ "رجلا" کے معنی "أحدنا" ہے یا "رجلا" کی صفت محذوف ہے، تقدیری عبارت یوں ہے "رجلا منا يخرج مع أمرائنا" (۱٤)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں "يخرج مع أمرائنا" وارد ہوا ہے، اس صورت میں یہ التفات عن الغائب إلى المتكلم ہوگا (۱۵)۔

التفات کا مطلب

تین صیغے ہیں، متکلم، مخاطب اور غائب۔

اب بات کرنے والا ان تینوں صیغوں میں سے کسی ایک سے تعبیر کرتے ہوئے، دوسرے صیغے کی طرف خلافِ ظاہر اپنی بات کا رُخ پھیر دے تو اسے "التفات" کہا جائے گا، جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ومالي لا أعبد الذي فطرني وإليه ترجعون﴾ (١٦) تو یہاں ماقبل کی مناسبت سے "وإليه أرجع" ہونا چاہیے لیکن خلافِ ظاہر صیغۂ متکلم سے صیغۂ خطاب کی طرف "التفات" کیا گیا ہے، "التفات" علم

(۱۲، ۱۳) فتح الباري: ١١٩/٦

(١٤) شرح الكرماني: ١٢/ ٢٢٠

(١٥) فتح الباري: ١١٩/٦

(١٦) سورة يٰس: ٢٢

بدیع کی ایک قسم ہے، جس کا مقصد سامع کو بیدار کرنا ہوتا ہے اور اس میں نشاط پیدا کرنا ہوتا ہے، کیونکہ ایک ہی اسلوب میں بات کرنے سے سامع اُکتا جاتا ہے (۱۷)۔

لانحصيها

اس جملے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ "لا نطيقها" یعنی ہم اس کی قدرت وطاقت نہیں رکھتے، اس معنی کی تائید فرمانِ باری تعالیٰ "علم أن لن تحصوه" (۱۸) سے بھی ہوتی ہے۔

❷ دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ ہم یہ تعیین نہیں کر پاتے کہ ایسے امور میں حکمرانوں کی بات ماننا نیکی ہے یا بدی، اس میں ثواب ہے یا گناہ؟

دونوں مطالب کی توجیہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا مطلب امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب کے مطابق ہے، جس کے الفاظ ہیں "فیما يطيقون". چنانچہ "لانحصيها" کے معنی "لانطيقها" ہوئے۔

اور دوسرا مطلب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول "إذا شك في نفسه شيئ سأل رجلا فشفاه منه" کے موافق ہے، یعنی یہ تقوی کی نشانی ہے کہ جو بات دل کو نہ لگتی ہو اور شک پیدا ہوتا ہو تو اس بات پر اس وقت تک عمل پیرا نہ ہوا جائے جب تک کہ کسی عالم سے پوچھ کر اپنی تسلی نہ کرلے (۱۹)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا مطلب زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے "لا نحصيها" ہی میں ہے (۲۰)۔

إذا شك في نفسه شيءٌ

"شکّ" کے معنی میں یہاں دو احتمال ہیں:

---

(۱۷) تفصیل کے لئے دیکھئے: مختصر المعاني، بحث الالتفات، ص: ۱٥٤، قديمي

(۱۸) سورة المزمل: ۲۰

(۱۹) فتح الباري: ٦/۱۱۹

(۲۰) عمدة القاري: ١٤/٢٢٦

❶ شک بمعنیٰ لحقَ ولزِمَ: چپک جانا، چمٹ جانا، لگ جانا کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ (۲۱)۔

اب عبارت کا مطلب ہوگا کہ اگر کوئی چیز اس کے دل کو لگ جائے اور اس کے خیالات سے چمٹ جائے۔

❷ شک یعنی شبہ پیدا ہونا۔ اس احتمال کی صورت میں عبارت میں ''قلب''، یعنی تقدیم وتاخیر ہوئی ہے، چنانچہ اصل عبارت یوں ہے: "إذا شك نفسهُ في شيءٍ" یعنی اگر اس کا دل کسی بات میں شک وشبہ محسوس کرے......'' (۲۲)۔

فشفاه منه

یہ جزاءِ شرط ہے، یعنی اگر دل میں کسی کام کے بارے میں شک پیدا ہوجائے کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں؟ تو اسے چاہیے کہ کسی عالم سے دریافت کرلے جو اس کے شک وتردّد کو دور کرکے اسے مطمئن کردے (۲۳)۔

غَبَرَ

یہ اضداد میں سے ہے۔ الزمان الغابر یعنی وہ زمانہ جو گذر گیا، یا وہ زمانہ جو باقی ہے، دونوں معنوں میں مستعمل ہے (۲۴)۔

اس عبارت میں بھی دونوں معنوں کا احتمال ہے، یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ زمانۂ ماضی کی تشبیہ "ثغب" سے دے رہے ہیں یا زمانۂ باقی کی تشبیہ بیان کر رہے ہیں۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ماضی کے معنی کو راجح قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے "ما أذكر" آیا ہے جس کے معنی ہیں: ''مجھے یاد نہیں پڑتا جو زمانہ گذر گیا ہے مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ پانی جس کا صاف حصہ پیا جاچکا ہے اور گدلا حصہ باقی رہ گیا ہے'' (۲۵)۔

چنانچہ زمانۂ سابق کی تشبیہ صاف پانی سے دی گئی ہے اور زمانۂ موجودہ کی تشبیہ گدلے پانی سے دی گئی ہے۔

---

(۲۱) تحقیق کے لئے دیکھئے: لسان العرب: ۱۰/۴۵۲، فصل الشين المعجمة

(۲۲) عمدة القاري: ۱٤/۲۲٦

(۲۳) عمدة القاري: ۱٤/۲۲٦

(۲٤) شرح الكرماني: ۱۲/۲۰۱

(۲٥) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۷

كالثَغَب: بفتح الثاء المثلثة وسكون الغين المعجمة ويجوز فتحها یعنی غین کومفتوح پڑھنا بھی جائز ہے، اس کی جمع ثغاب بروزن ''کتاب'' اور أثغاب بروزن أصحاب آتی ہے اور غین مفتوح ہوتو اس کی جمع ثِغبان وثُغبان بکسر الثاء وضمها دونوں طرح آتی ہے۔

ثَـغَـب: اس تالاب کو کہا جاتا ہے جو پہاڑ کے سایہ میں ہو اور دھوپ کا وہاں گزر نہ ہو اور اس وجہ سے اس کا پانی ٹھنڈا اور صاف وشفاف ہو(۲۶)۔

ذهب صفوه وبقي كدره

یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باقی ماندہ دنیا کی زندگی کو اس تالاب سے تشبیہ دی ہے جس کا صاف پانی ختم ہو چکا ہے اور گدلا پانی باقی رہ گیا ہے۔

قابلِ غور بات

اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر حضرت عبداللہ کا اندازہ اپنے دور کے بارے میں ایسا تھا جب کہ ان کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، اور عظیم فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے ہوا ہے تو ہمارے ان زمانوں اور حالات کے بارے میں ان کا کیا اندازہ ہوتا اور ان کی کیا رائے ہوتی.....؟؟(۲۷)۔

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث میں علماء حق کی قلت اور لوگوں کے اس طریقے سے جس پر انہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے، انحراف کا شکوہ کر رہے ہیں(۲۸)۔ اللہ رب العزت ہمارے ساتھ عافیت اور اپنے خصوصی فضل وکرم کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے سے مأخوذ

---

(٢٦) مصباح اللغات، ص: ٩٣، وعمدة القاري: ١٤/٢٢٧

(٢٧) عمدة القاري: ١٤/٢٢٧، وفتح الباري: ٦/١٢٠

(٢٨) شرح ابن بطال: ٥/١٣٣.

ہے "فیعزم علینا في أشیاء لانحصیها" (۲۹) اور پیچھے ہم بیان کر چکے ہیں کہ "لا نحصیها" کا مطلب یہاں "لا نطیقها" ہے، جیسا کہ ترجمۃ الباب میں بھی "فیما لایطیقون" استعمال ہوا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

۱۱۱ - باب : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے شروع میں قتال کا آغاز نہیں کر پاتے تھے تو آپ قتال مؤخر کر دیتے تھے، پھر زوالِ آفتاب کے بعد آپ قتال کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں اوقات ٹھیک ہیں، موقع کے مطابق جیسے بھی ہو، چاہے اول نہار ہو، پھر اول نہار میں طلوعِ صبح صادق کا وقت زیادہ اولیٰ اور افضل ہوتا ہے، کیونکہ یہ دشمن کی غفلت کا وقت ہوتا ہے اور یہ وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا ہوتا ہے۔ اور اگر کسی عارض کی وجہ سے صبح کے وقت قتال کا آغاز نہ کیا جا سکے، تو زوال کے بعد ابتداء ہونی چاہیے۔ بہر حال! اس معاملے میں وسعت ہے، دونوں وقتوں میں جو مناسب ہو، اس میں قتال شروع کیا جا سکتا ہے۔

زوالِ آفتاب تک قتال کو مؤخر کرنے کی حکمتیں

❶ چونکہ اکثر ہوائیں زوالِ آفتاب کے بعد چلتی ہیں تو لڑنے والا زیادہ تھکن محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اسے زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی ہے، کیونکہ اس وقت میدان اور اسلحہ کی گرمی سے وہ بچا رہتا ہے اور اس کا بدن چست اور ہلکا ہوتا ہے، یہ صورت حال جنگ میں مفید ہوتی ہے (۱)۔

❷ علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل، آپ کے اس قول کی

(۲۹) عمدة القاري: ۱٤/۲۲٦

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۷، وفتح الباري: ٦/۱۲۰

تفسیر ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امتیازی صفات بیان فرمائی ہیں، ارشادِ نبوی ہے "نُصرتُ بالصباء وأهلكت عاد بالدبور"(۲) یعنی اللہ نے بادِ صبا کے ذریعے میری مدد فرمائی ہے، جب کہ قوم عاد دَبور کی وجہ سے تباہ ہوئی۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیک شگونی کے طور پر ان اوقات میں جنگ شروع کرنا پسند فرماتے تھے تاکہ حدیث کے مطابق ہواؤں کے ذریعے ان کی مدد ہو اور دشمن کو شکست ہو(۳)۔ اس بات کی تائید حضرت نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: "فقال النعمان: ربما أشهدك مثلها مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلم يندّمك ولم يخزِك، ولكني شهدتُ القتال مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، كان إذا لم يقاتل في أول النهار انتظر حتى تهب الأرواح وتحضر الصلوات"(٤).

"نعمان نے کہا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی جنگوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی توفیق دی ہے، جس نے تمہیں شرمندہ کیا نہ ذلیل۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قتال میں شریک رہا، (طریقہ یہ تھا) کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر صبح سویرے قتال کا آغاز نہ کرتے، تو (زوالِ شمس تک) انتظار فرماتے، یہاں تک کہ ہوائیں چلنے لگتیں اور نمازوں (ظہر و عصر) کا وقت آپہنچتا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں کے اوقات کا بھی انتظار فرمایا کرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ اوقاتِ نماز افضل اوقات ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ لوگ نماز پڑھیں گے تو لشکر کی فتح و نصرت کے لئے بھی دعا کریں گے۔

---

(٢) صحيح البخاري: ١/١٤١، أبواب الاستسقاء، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نصرت بالصبا"، (رقم الحديث: ١٠٣٥)

(٣) شرح ابن بطال: ٥/١٢٤

(٤) صحيح البخاري: ١/٤٤٦، كتاب الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب، (رقم: ٣١٦٠)

٢٨٠٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ ، وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ ، قَالَ : كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا فَقَرَأْتُهُ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا ، ٱنْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ خَطِيبًا قَالَ : (أَيُّهَا النَّاسُ ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَسَلُوا ٱللهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَٱصْبِرُوا ، وَٱعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ . ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ ، ٱهْزِمْهُمْ وَٱنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ) . [ر : ٢٦٦٣]

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن یمان بن اخنس جُعفی بخاری مسندی ہیں، ان کے حالات، کتاب الایمان، باب امورالایمان میں گزر چکے ہیں (۵)۔

۲-معاویہ بن عمرو

یہ ابوعمرو معاویہ بن عمرو بن مہلب ازدی کوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات میں گزر چکے ہیں (٦)۔

۳-ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حارث بن اسماء بن خارجہ فزاری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات ذکر ہو چکے ہیں (۷)۔

(٢٨٠٤) قد مرَّ تخريجه في كتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف ، (رقم: ٢٨١٨)

(٥) كشف الباري: ١/ ٦٥٧

(٦) دیکھئے:صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف، (رقم: ٧١٩)

(٧) دیکھئے:صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة، (رقم: ٩٤)

۴-موسیٰ بن عقبہ

یہ موسی بن عقبہ اسدی مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۸)۔

۵-سالم

یہ ابوالنصر سالم مدنی تیمی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۹)۔

۶-عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن أبی أوفی علقمہ أسلمي رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، ان کے حالات پیچھے بیان ہو چکے ہیں(۱۰)۔

اس روایت سے متعلق تفصیلی بحثیں باب الجنة تحت بارقة السيوف اورباب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة کے تحت گزر چکی ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے میں ہے:"انتظر حتى مالت الشمس".

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوالِ شمس کا انتظار فرمایا کرتے تھے(۱۱)۔

واضح رہے کہ یہاں حدیث میں "إذا لم يقاتل أول النهار" کی تصریح نہیں ہے، جب کہ یہ ترجمۃ الباب کا ایک حصہ ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس جملے سے کتاب الجزیہ والی روایت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، جو حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کے الفاظ ہیں:"كان

(۸) دیکھئے:صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء، (رقم: ۱۳۹)

(۹) دیکھئے:صحيح البخاری، كتاب الوضوء

(۱۰) كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر.

(۱۱) عمدة القاري: ۲۲۷/۱٤

إذا لم يقاتل أول النهار انتظر حتى تهب الأرواح وتحضر الصلواتُ(١٢)۔

١١٢ - باب اَسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الْإِمَامَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو قائم کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ضرورت کے تحت یا کسی مجبوری کی بناء پر امام سے اجازت لے کر جنگ میں شریک نہ ہو یا شرکت کے بعد جلدی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔

لِقَوْلِهِ : «إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ » . إِلَى آخِرِ الآيَةِ /النور : ٦٢/ .

آگے ہے: ﴿أولئك الذين يؤمنون بالله ورسوله فإذا استأذنوك لبعض شأنهم فأذن لمن شئت منهم واستغفرلهم الله إن الله غفور الرحيم﴾ (٢)۔

آیت کا مطلب

''ایمان والے تو وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں تو وہ چلے نہیں جاتے، جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لیں، جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں، وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو، پھر جب اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کی تو دے اجازت جس کو ان میں تو چاہے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا ہے مہربان''۔

---

(١٢) فتح الباري: ٦/١٢٠، والرواية في صحيح البخاري في كتاب الجزية، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب، (رقم: ٣١٦٠)

(١) عمدة القاري: ١٤/٢٢٨

(٢) سوره النور: ٦٢

سببِ نزول

امام مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، جب غزوۂ تبوک سے واپسی کے لئے انہوں نے اجازت طلب کی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا: "انطلق، فوالله ما أنت بمنافق". یعنی جاؤ، بخدا تم منافق نہیں ہو۔ مقصد منافقین کو سنانا تھا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی تھی، اجازت دیتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "يا أبا حفص، لا تنسنا في صالح دعائك". یعنی: ''اے ابوحفص اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں مت بھولنا'' (۳)۔

"أمر جامع" کا مطلب

"أمر جامع" سے مراد وہ کام ہے، جس میں حاکم کو لوگوں کے جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہو، چاہے وہ کوئی عمومی فائدے کا معاملہ ہو یا کوئی دینی مسئلہ ہو یا دشمن کے مقابلے یا ڈرانے کے لئے لوگوں کا اکھٹا کرنا ہو۔ یہ سب صورتیں "أمر جامع" کے معنی کو شامل ہے، اور اس اجتماع کی ضرورت کیوں ہے؟ اس لئے کہ اللہ رب العزت کے فرمان میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب ہے: "وشاورهم في الأمر" (٤) یعنی معاملات میں لوگوں سے مشورہ کیجئے۔

چنانچہ جب کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو، جس کا نفع یا نقصان سب لوگوں سے متعلق ہو تو سب کو جمع کر کے مشورہ کرنا چاہیے، اور کسی کو مجلس مشاورت سے بغیر اجازت عذر کے اٹھنا مناسب نہیں، نیز اجازت لے کر جانے سے بدگمانی بھی پیدا نہیں ہوتی۔

---

(۳) تفسير القرطبي: ۳۲۱/۱۲

(٤) سورة آل عمران: ١٥٩

امام مکحول اور علامہ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ اُمر جامع سے ہے(۵)۔

نیز جنگ بھی امر جامع ہے اور ہر وہ کام جو لوگوں کے مل جل کر کرنے کا ہو(۶)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں قاعدے اور قانون کی حیثیت رکھتی ہے کہ جب حاکم لوگوں کو مسلمانوں کے معاملات میں مشورے اور دشمن کے دفاع کے لئے جمع کرے تو کوئی شخص حاکم کی اجازت کے بغیر نہ جائے اس لئے کہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

"فإذا استأذ نوك لبعض شأنهم فأذن لمن شئت منهم"(۷)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حاکم اجازت دینے یا منع کردینے کا اختیار رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرنے والے کے معاملے میں غور کر کے یا تو اجازت دے گا یا منع کردے گا، اسے دونوں صورتوں کا اختیار ہے۔ کیونکہ اگر لوگوں کو کھلی چھوٹ دے دی جاتی، تو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے جاتے، جس کی بناء پر امت میں کمزوری پیدا ہوتی، مجمع چھٹ جاتا اور دشمن کو موقع مل جاتا، تو وہ مسلمانوں پر جھپٹ پڑتے اور مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہونچاتے(۸)۔

۲۸۰۵ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قالَ : فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ ، وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ لَنَا قَدْ أَعْيَا ، فَلَا يَكَادُ يَسِيرُ ، فَقَالَ لِي : (ما لِبَعِيرِكَ) . قالَ : قُلْتُ : عَيِيَ ، قالَ : فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَزَجَرَهُ وَدَعا لَهُ ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيرُ ، فَقَالَ لِي : (كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ) . قالَ : قُلْتُ : بِخَيْرٍ ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ ، قالَ : (أَفَتَبِيعُنِيهِ) . قالَ : فَاسْتَحْيَيْتُ ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ ، قالَ : فَقُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (فَبِعْنِيهِ) فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ ، قالَ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنِّي عَرُوسٌ ،

---

(۵) تفسير القرطبي: ۳۲۱/۱۲

(٦) تفسير الطبري: ۱۳۳/۱۹

(۷) سورة النور: ٦٢

(۸) شرح ابن بطال: ۱۳۵/۵

(۲۸۰۵) قوله: عن جابر ...... "قد مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر، (رقم:۱۸۰۱)

فَاسْتَأْذَنْتُهُ فَأَذِنَ لِي ، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ ، فَلَقِيَنِي خَالِي ، فَسَأَلَنِي عَنِ الْبَعِيرِ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيهِ ، فَلَامَنِي ، قَالَ : وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِي حِينَ اسْتَأْذَنْتُهُ : (هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا) . فَقُلْتُ : تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا ، فَقَالَ : (هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، تُوُفِّيَ وَالِدِي ، أَوِ اسْتُشْهِدَ ، وَلِي أَخَوَاتٌ صِغَارٌ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ ، قَالَ : فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ .

قَالَ الْمُغِيرَةُ : هٰذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَا نَرَى بِهِ بَأْسًا . [ر : ٤٣٢]

تراجم رجال

۱-اسحاق بن ابراہیم

یہ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی ہیں، ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم کے تحت گزر چکا ہے(۹)۔

۲-جریر

یہ جریر بن عبدالحمید قرطضی رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات بھی کتاب العلم کے تحت گزر چکے ہیں(۱۰)۔

۳-مغیرہ

یہ مغیرہ بن مقسم ابوھشام ضبی کوفی رحمہ اللہ ہیں،ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۱۱)۔

۴-شعبی

یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی کوفی رحمہ اللہ ہیں،ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب المسلم من

---

(۹) دیکھئے کشف الباري، کتاب العلم:۳/: ۳۷

(۱۰) دیکھئے:کشف الباري، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة: ۳/ ۲۳

(۱۱) دیکھئے:کتاب الصوم، باب صوم يوم وإفطار يوم، (رقم: ۱۹۷۸)

سلم المسلمون من لسانه ویده، کے تحت گزر چکا ہے(۱۲)۔

۵- جابر بن عبداللہ

یہ جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے مفصل حالات پیچھے گزر چکے ہیں(۱۳)۔

الفاظِ حدیث کی تشریح

ناضح: وہ اونٹ جو پانی لانے لے جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے(۱۴)۔

فِقَار ظهره: فاء کے زیر کے ساتھ، پیٹھ پشت کے مہروں کو کہا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدینے تک اس فروخت کردہ اونٹ پر سفر کرنے کی اجازت طلب کی(۱۵)۔

عَيِيَ: ابوذر اور کشمیہنی کے نسخہ میں "أعيي" ہے(۱۶)۔ دونوں کے معنی تھکاوٹ، درماندگی اور عاجزی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے وہ اونٹ چلنے سے عاجز تھا اور تھک چکا تھا(۱۷)۔

عَرُوس: شادی شدہ، یہ لفظ مرد اور عورت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے رجل عروس وامرأة عَروس، البتہ مذکر کی جمع "عُرُسٌ" ہے اور مؤنث کی جمع "عَرَائِسُ" ہے(۱۸)۔

فلامني: یعنی میرے ماموں نے اونٹ کو فروخت کردینے پر مجھے ملامت کی۔

---

(۱۲) دیکھئے: کشف الباري: ۱/۶۷۹

(۱۳) دیکھئے: کتاب الوضوء، باب صب النبي صلی الله علیه وسلم الوضوء علی المغمی علیه

(۱٤) مختار الصحاح مادة: نضح

(۱٥) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۹

(۱٦) إرشاد الساري: ٥/۱۲٤

(۱۷) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۹

(۱۸) مختار الصحاح، مادة ع ر س

اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس یہی ایک اونٹ تھا۔اس توجیہ کی تائید حضرت جابر کے قول سے بھی ہوتی ہے:"فاستحيت، ولم يكن لنا ناضح غيره"(۱۹)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دو ماموں تھے: ۱-ثعلبہ بن عنمہ بن عدی۔ ۲-عمرو بن عنمہ رضی اللہ عنہما۔

ملامت کرنے والے ثعلبہ تھے (۲۰)۔

حدیث سے مستنبط فائدہ

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کی نئی نئی شادی ہوئی ہو، یا اس کا دل گھر اور اپنے بال بچوں میں اٹکا ہوا ہو، تو اس کے لئے جلدی واپسی کی اجازت لینے میں کوئی حرج نہیں (۲۱)۔

ایک نحوی مسئلہ

علامہ ابن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہمزۂ استفہام کے بعد "أم متصلة" لانا جائز ہے، ویسے ہی "هل" کے بعد بھی "أم متصله" لانا جائز ہے، وہ الفاظِ حدیث "هل تزوجت بكرا أم ثيبا" سے استدلال واستشہاد کرتے ہیں۔

اس لئے کہ شادی کے بارے میں تو آپ کو معلوم تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باکرہ یا ثیبہ کی تعیین کے بارے میں دریافت فرما رہے تھے اور یہی مقصد ہمزہ استفہام کے بعد أم لانے کا ہوتا ہے جو کہ "أم متصله" کہلاتا ہے۔

چنانچہ "هل" کے بعد بھی "أم متصله" لانا ٹھیک ہے، اس لئے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کلامِ عرب میں استشہاد کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱۹) إرشاد الساري: ٥/١٢٤

(۲۰) راجع للتفصيل إرشاد الساري: ٥/١٢٤

(۲۱) شرح ابن بطال: ٥/١٣٥

لیکن یہ ابن مالک رحمہ اللہ کا تفرد ہے، جمہور اس رائے میں ان کے مخالف ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ "أم منقطعة" بھی ہوسکتی ہے، "متصلة" ہونا کوئی ضروری نہیں اور جب کسی مسئلے میں تاویل کی گنجائش ہوتو جمہور کے مذہب کو چھوڑ کر تفرد اختیار کرنا مناسب نہیں۔

اب تقدیر عبارت یوں ہوگی: "هل تزوجت بكرا أم أتزوجت ثيبا". گویا یہاں "أم" کے بعد دوبارہ استفہام ہے تو "ثيبا" فعل محذوف "تزوجت" کا مفعول بہ ہے۔ تو اب ہر جملہ مستقل ہوگا اور "أم" منقطعہ ہوگا (۲۲)۔

قال المغيرة: "هذا في قضائنا حسن، لانرى به بأسا".

یہ عبارت مذکورہ سند کے ساتھ مغیرہ سے موصول ہے، یہ مغیرہ بن مِقسم کوفی ہیں، کوفہ کے اہم فقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا (۲۳)۔

عبارت کا مقصد

اس عبارت سے حضرت مغیرہ رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ بیع میں ایسی معلوم شرط لگانا جو جھگڑے کا باعث نہ ہو، اور اس میں دھوکہ نہ ہو، درست ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں، جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ بیچنے کے لئے مدینے تک اس اونٹ پر سفر کرنے کی شرط لگائی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول بھی فرمالیا تھا (۲۴)۔

اس حدیث کی مفصل تشریح اور مسئلہ "اشتراط في البيع" کی تحقیق کتاب الشروط میں گذر چکی ہے (۲۵)۔

---

(۲۲) إرشاد الساري: ۵/۱۲۴-۱۲۵، نیز دیکھئے: مغني اللبيب: ۱/۸۹-۱۰۰

(۲۳) فتح الباري: ۶/۱۲۲

(۲۴) عمدة القاري: ۱۴/۲۲۹، وفتح الباري: ۶/۱۲۲

(۲۵) صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب إذا اشترط البائع ظهر الدابة إلى مكان مسمى جاز، (رقم: ۲۷۱۸)

۱۱۳ - باب : مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ .

فِيهِ جابِرٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۲۸۰۵]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں ایک حکم بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ جس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

❶ ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک آدمی کی رخصتی ہونے والی ہے اور وہ جہاد میں جانا چاہتا ہے، اگر وہ اس رخصتی کے لئے ٹھہر جائے اور دو چار روز اپنی بیوی کے پاس رہ کر پھر جہاد میں جائے تو اس کے نفس میں ایک اطمینان ہوگا اور اگر وہ رخصتی چھوڑ کر چلا جائے تو طبیعت میں ہیجان اور انتشار ہوگا۔ اس لئے رخصتی سے پہلے جب کہ شادی بالکل قریب ہو، جہاد میں نہیں جانا چاہیے، مناسب یہی ہے، لیکن اگر چلا جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ چند دن گزار چکا ہے اور مزید رہنے کی خواہش ہے۔ لیکن جہاد کی اہمیت کے پیش نظر وہ اپنی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر معرکہ کی طرف چلا جاتا ہے، یہ بہت اچھا ہے(۱)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نئی نویلی شادی ہوئی تھی اور آپ کچھ وقت گھر میں گزار کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں چلے گئے تھے۔

بعرسه

اس کو دو طرح پڑھا گیا ہے: ۱- بضم العین یعنی شادی کا زمانہ قریب ہو اور رخصتی ہونے والی ہو۔
۲- بکسر العین یعنی بیوی کے ساتھ کچھ وقت گزار چکا ہو۔ کشمیہنی کے نسخہ میں "بعرس" بغیر اضافت کے آیا ہے، اس سے پہلے احتمال کی تائید ہوتی ہے، یعنی رخصتی کا زمانہ قریب ہو(۲)۔

فيه جابر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

اس سے مراد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت ہے، جو ابھی باب سابق میں گزری ہے، روایت

---

(۱) فتح الباري: ۱۲۲/۶؛ وعمدة القاري: ۲۲۹/۱۴

(۲) حوالۂ بالا

میں ہے:"يا رسول الله، إني عَروس"(۳)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت باب سابق کی روایت کے اس جملے میں ہے:"يا رسول الله، إني عروس" مزید توضیح کتاب النکاح کی روایت (۴) سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں:"فقال مايعجلك؟ قلت: كنت حديث عهد بعرس"(۵)۔ یعنی "رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جابر تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟ میں نے کہا میری نئی شادی ہوئی ہے"۔

١١٤ - باب : مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اگر کوئی شخص جہاد میں جانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے دل کو مکمل طور پر جہاد کے لئے فارغ کرلے پھر پوری تندہی اور نشاط کے ساتھ اپنے کام کی طرف توجہ کرے اور اسی میں لگا رہے۔

چنانچہ اگر کسی کی نئی نئی شادی ہوئی ہے تو وہ چند دن اپنی بیوی کے ساتھ گزارے اور پھر جہاد کا سفر کرے کیونکہ جب کسی کا نکاح ہوجاتا ہے تو اس کا دل اپنی منکوحہ کے ساتھ لگا رہتا ہے لیکن اگر بیوی کے ساتھ کچھ وقت گزار کر جائے تو ذہنی انتشار بھی نہیں ہوگا اور غم بھی ہلکا ہوجائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے نماز کے وقت کھانا سامنے موجود ہو اور بھوک بھی خوب لگی ہو تو پہلے کھانا کھانا زیادہ مناسب ہے، ورنہ اگر نماز پڑھنا شروع کردی تو پوری نماز کھانے کے خیالات کی نذر ہوجائے گی، اور یکسوئی حاصل نہیں ہوگی (۱)۔

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٩٥٦]

---

(٣) تغليق التعليق: ٣/ ٤٥٠، وفتح الباري: ١٢٢/٦

(٤) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب تزويج الثياب، (رقم: ٥٠٧٩)

(٥) فتح الباري: ١٢٢/٦

(١) فتح الباري: ١٢٢/٦

اس عبارت سے امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الخمس میں آنے والی روایت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں، جس کے الفاظ ہیں:"غزا نبي من الأنبياء، فقال لقومه لايتبعني رجل مَلَكَ بُضعَ امرأة، وهو يريد أن يبني بها ولمّا يبْنِ بها"(۲) یعنی ایک نبی علیہ السلام جب جنگ کے لئے جارہے تھے تو انہوں نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس کی نئی شادی ہوئی ہواور اس نے سہاگ رات نہ گزاری ہواور اس کا دل چاہتا ہو کہ وہ چند دن اپنی بیوی کے ساتھ گزارے تو ایسا آدمی میرے ساتھ نہ آئے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت پر اشکال اور اس کا جواب

پہلی بات: علامہ داؤدی رحمہ اللہ کو یہاں ایک اشکال پیش آیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں تو "اختيار بناء بالزوجة قبل الغزو" کا ذکر ہے اور ترجمہ قائم کیا گیا"اختار الغزو قبل البناء" کا۔ چنانچہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں انطباق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک جواب تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا منشأ ترجمۃ الباب میں تحریف ہے، جو علامہ داؤدی کے نسخے میں موجود ہے کیونکہ ترجمۃ الباب باب من اختار الغزو بعد البناء ہے اور علامہ داؤدی کے نسخے میں باب من اختار الغزو قبل البناء ہے جو کہ محرَّف ہے۔

دوسرا جواب تسلیمی ہے، یعنی اگر علامہ داؤدی کے اعتراض کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ یہاں استفہام مقدر ہے، تقدیری عبارت یوں ہوگی:ماحُكم من اختار الغزو قبل البناء؟ آیا مذکورہ حدیث شریف کے مطابق نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے جہاد میں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

چنانچہ ابھی باب سابق میں گذرا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، دونوں صورتوں میں جائز ہیں، البتہ مناسب یہ ہے کہ رخصتی کراکے چند روز گزار کے جائے تا کہ جہاد میں دلجمعی اور یکسوئی حاصل ہو۔ حدیث باب کا

---

(۲) صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "أحلت لكم الغنائم" (رقم: ۳۱۲٤) وكذا في كتاب النكاح، باب من أحب البناء بعد الغزو، (رقم: ٥١٥٧)

تنبيه: وما في تغليق التعليق تحت هذا الباب (۳/٤٥١) وفي هدي الساري (:٤٧) أن الحديث أسندهُ المؤلف في كتاب الأنبياء فليس بصواب، فإن هذا الحديث المشار إليه لايوجد في كتاب الأنبياء. والله اعلم.

بھی، یہی محمل اور مطلب ہے کہ افضل اور اولیٰ صورت یہی ہے کہ رخصتی کرا کے جائے (۳)۔

روایت ذکر نہ کرنے کی وجہ

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے "فیہ أبوھریرۃ" فرما کر روایت کی طرف اشارہ تو کر دیا ہے لیکن روایت ذکر نہیں کی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت ان کی شرائط پر پوری نہ اُترتی ہو (۴)۔

واضح رہے کہ علامہ کرمانی رحمہ اللہ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے، اس لئے کہ یہ روایت موصولاً آگے کتاب الخمس میں آ رہی ہے اور یہ بات طے ہے کہ اگر یہ روایت ان کی شرط کے موافق نہیں ہے تو وہ اس روایت کو اپنی "صحیح" میں نقل نہ فرماتے کیونکہ شرائط کی رعایت پوری کتاب میں ضروری ہوتی ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ امام صاحب کی غالب عادت یہی ہے کہ اگر ایک حدیث کی سند دونوں جگہوں میں مشترک ہو تو اکثر تکرار سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اختصار یا اشارہ وغیرہ سے کام لیتے ہوئے کسی ایک جگہ ذکر کرتے ہیں (۵)۔

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ یہ سوال وجواب گزشتہ باب میں بھی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ روایت تو وہاں بھی ذکر نہیں ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں ابواب میں ایک واضح فرق ہے وہ یہ کہ گزشتہ باب میں گزری ہوئی روایت کی طرف اشارہ ہو رہا تھا جب کہ اس باب میں آنے والی روایت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے، روایت میں ہے: "لا یتبعنی رجل مَلكَ بضعَ امرأۃ، وھو یرید أن یبني بھا ولما بین بھا". اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ غزوہ میں "بناء" کے بعد جانا چاہیے۔

(۳) فتح الباري: ۱۲۲/٦، وعمدة القاري: ۲۲۹/۱٤

(٤) شرح الكرماني: ۲۰٤/۱۲

(٥) فتح الباري: ۱۲۳/٦

تنبیہ

اس حدیث شریف کی مزید وضاحت آگے کتاب الخمس، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "أحلت لکم الغنائم" کے تحت آرہی ہے۔

۱۱۵ – باب : مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ خوف کی حالت میں نہایت تیزی کے ساتھ جا کر حالات کا جائزہ لینا امام کے لئے مناسب ہوگا اور حالات سے باخبر ہونا ضروری ہوگا تا کہ خطرات کے مقابلے کے لئے قبل از وقت منصوبہ بندی کی جاسکے(۱)۔

۲۸۰۶ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ : حَدَّثَنِي قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ ، فَقَالَ : (ما رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) . [ر : ۲٤٨٤]

تراجم رجال

۱- مسدد

یہ مسدد بن مسرھد اسدی ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۲)۔

۲- یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید القطان ہیں، ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں(۳)۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۲۹

(۲۸۰٦) قد مرّ تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس

(۲) کشف الباري : ۲/۲

(۳) کشف الباري : ۲/۲

۳-شعبہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج عتکی ازدی ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۴-قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی بصری ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۵)۔

۵-انس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت گزر چکے ہیں(٦)۔

یہ حدیث متعدد مرتبہ گزر چکی ہے، یہاں بعض اُمور کا ذکر ہوگا۔

فزع: فزع کے اصل معنی خوف کے ہیں اور یہاں لازمِ معنی مراد ہیں یعنی مدد ونصرت جب کوئی خوفزدہ اور دہشت حادثہ ہوجائے(۷)۔

فرسا لأبي طلحة: اس گھوڑے کا نام "مَندوب" تھا، جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح آئی ہے: "يقال له: المندوب"(٨). اور ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے باپ ہیں ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے(۹)۔

وإن وجدناه لبحرا: یہ "إن" مخففہ ہے اور "بحر" میں لام تاکید کے لئے ہے(۱۰)۔

---

(٤) كشف الباري: ٦٧٨/١

(٥) كشف الباري: ٣/٢

(٦) حوالۂ بالا، ص: ٤

(٧) النهاية لابن الاثير: ٤٤٣/٣

(٨) صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرق (رقم: ٢٦٢٧)

(٩) عمدة القاري: ٢٣٠/١٤

(١٠) عمدة القاري: ٢٣٠/١٤

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت معنی حدیث سے مأخوذ ہے کہ جس وقت خوف ودہشت محسوس ہوئی تو امام الانبیاء جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً حالات کا جائزہ لینے باہر نکل پڑے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مبادرت اور سبقت سے کام لیا (۱۱)۔

۱۱۶ – باب : السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کا مقصد پچھلے باب سے ملتا جلتا ہے، البتہ اس ترجمہ میں اس بات کی وضاحت ہورہی ہے کہ امام کو سواری کا بندوبست کر کے جلد از جلد گھوڑے کو ایڑ لگا کر یا گاڑی کی رفتار بڑھا کر، جائے حادثہ پر پہنچ کر حالات کا تجزیہ کر کے مناسب اقدامات کرنے چاہیئے (۱)۔

۲۸۰۷ : حدّثنا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ : حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : فَزِعَ النَّاسُ ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ بَطِيئًا ، ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهُ ، فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُونَ خَلْفَهُ ، فَقَالَ : (لَمْ تُرَاعُوا ، إِنَّهُ لَبَحْرٌ) . فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . [ر : ۲٤٨٤]

تراجم رجال

۱۔ فضل بن سہل

یہ حافظ فضل بن سہل الأعرج أبو العباس بغدادی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۲)۔

---

(۱۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۳۰

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۳۰

(۲۸۰۷) قد مرّ تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس، (رقم: ۲٦۲۷)

(۲) دیکھئے: كتاب الأذان، باب إذا لم يتم الإمام وأتم من خلفه، (رقم: ٦٩٤)

۲-حسین بن محمد المعلم

یہ حسین بن محمد بہرام تمیمی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الجہاد ہی میں پیچھے گزر چکا ہے(۳)۔

۳-جریر بن حازم

یہ ابوالنضر جریر بن حازم بن زید بصری رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۴)۔

۴-محمد بن سیرین

یہ مشہور تابعی، تعبیر رؤیا کے امام شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن سیرین انصاری بصری ہیں۔ ان کے مفصل حالات کتاب الإیمان، باب اتباع الجنائز من الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۵)۔

۵-انس بن مالک

حضرت انس خادم رسول انصاری رضی اللہ عنہ کے حالات کتاب الإیمان میں گزر چکے ہیں(٦)۔

يَرْكُضُ وَحْدَهُ

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تن تنہا گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

رکض رکضا کے معنی ہیں: دوڑنا، پاؤں سے مارنا(۷)، جیسے قرآن کریم میں ہے: ﴿ارکض برجلك﴾(۸) رکض الفرس: گھوڑے کو ایڑ لگانا۔

لم تراعوا

"لم" یہاں "ناهية" کے معنی میں ہے، یعنی تم ڈرائے نہ جاؤ۔

---

(۳) کتاب الجهاد والسیر، باب من أتاه سهم غرب فقتله، (رقم: ۲۸۰۹)

(٤) کتاب الصلوة، باب الخوخة والممرّ في المسجد، (رقم: ٤٦٦)

(٥) کشف الباري: ٢/٥٢٤

(٦) کشف الباري: ٢/٤

(٧) النهاية: ٢/٢٥٩

(٨) سورة صٓ: ٤٢

ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب سے حدیث شریف کی مطابقت "ثم خرج یرکض وحدہ" میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فوراً گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے، تیزی کے ساتھ جائے خوف کی طرف نکل پڑے، اور جلدی کا یہ عالم تھا کہ تن تنہا روانہ ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آئے۔

باب الخروج في الفزع وحده

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ ضرورت پڑے تو امام وحاکم کو تن تنہا بھی دہشت وخوف کے حالات میں باہر آکر حالات وواقعات کی چھان بین کرنی چاہیے، جیسا کہ جناب امام الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔

باب کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت کوئی روایت یا اثر نقل نہیں کیا۔ چنانچہ اس کی مختلف توجیہات علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہیں۔

1. شاید کوئی روایت ان کو اپنی شرط کے موافق نہ ملی ہو۔
2. یا ہوسکتا ہے کہ ترجمہ قائم کرکے کوئی حدیث ذکر کرنا چاہتے تھے، لیکن موقع نہیں ملا۔
3. یا ماقبل کی حدیث کو کافی خیال کیا ہو، کیونکہ اس کے الفاظ "ثم خرج یرکض وحدہ" سے ترجمۃ الباب کا اثبات واضح ہے (۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری توجیہ کو راجح قرار دیا ہے (۲)۔

نیز علامہ قسطلانی رحمہ اللہ، حافظ رحمہ اللہ کی متابعت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری

(۱) شرح الکرماني: ۱۲/ ۱۵۲

(۲) فتح الباري: ۶/ ۱۲۳

رحمہ اللہ حدیثِ انس کے کسی اور طریق کو یہاں ذکر فرمانا چاہتے تھے، لیکن انہیں موقع نہ ملا (۳)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ امام اپنے آپ کو بلاوجہ خطرات میں نہ ڈالے، بلکہ اپنی جان کو قیمتی سمجھے، اس لئے کہ اسی کے دم سے نظامِ حکومت قائم وموجود ہے اور مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہیں، ہاں یہ کہ حاکم بہت طاقت ور اور بے نیاز طبیعت کا مالک ہو جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقینی طور پر جانتے تھے کہ اللہ رب العزت ان کی حفاظت اور تائید فرمائیں گے اور ان کو اپنی نصرت سے محروم نہیں فرمائیں گے (۴)، تو ایسے نڈر، بہادر اور مردِ میدان کے لئے ایسے خطرات میں تن تنہا کود پڑنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ دوسرے لوگ بھی امام کی اتباع کرتے ہوئے اپنی جانوں کی بازی لگادیں (۵)۔

لیکن ہر کوئی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی مردانہ صفات کا حامل کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے امیر کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو خطرات میں نہ ڈالے، کیونکہ اس سے امیر کو نقصان ہوسکتا ہے جس کی بناء پر امت کا شیرازہ بکھرنے کا خدشہ اور اندیشہ ہے۔

۱۱۷ - باب : الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي السَّبِيلِ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : الْغَزْوَ ، قالَ : إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُعِينَكَ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِي ، قُلْتُ : أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ ، قالَ : إِنَّ غِنَاكَ لَكَ ، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَكُونَ مِنْ مالِي في هٰذَا الْوَجْهِ .

[ر : ٤٠٥٦]

جعائل اور حملان کے معنی

جعائل: یہ جعیلة یا جِعـالة (بالحرکات الثلٰث) کی جمع ہے، جَعْلٌ بفتح الجیم مصدر اور بالضم اسم ہے، کہا جاتا ہے وذلك جَعلا و جُعلا یعنی میں نے تمہاری کسی بات یا کام کی یہ اجرت اور مزدوری دی۔

---

(۳) إرشاد الساري: ٥/١٢٦

(٤) كما في قوله تعالىٰ: ﴿والله يعصمك من الناس﴾ (سورة المائدة: ٦٧)

(٥) شرح ابن بطال: ٥/١٣٦

اور شرعاً اس مال کو کہا جاتا ہے، جو مجاہد فی سبیل اللہ کو بطور زادِ راہ کے دیا جائے تا کہ وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے سکے(٦)۔

حُملان: یہ مصدر ہے۔ حَملٌ کی طرح، گویا حَمَل یحمل کے دو مصادر ہیں: الحمل والحُملان(٧)۔

السبیل: اس سے مراد جہاد ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال تطوعاً بنیت ثواب خرچ کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا، یا جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ دیگر اسباب وآلاتِ جہاد کے ذریعے مجاہد کی مدد کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑا دے کر مجاہد کو سواری مہیا فرمائی، تو یہ بہت ہی مستحسن عمل ہے اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اور یہ وہ جعل نہیں جو مختلف فیہ ہے(٨)۔

جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کا ایک اور مقصد بیان فرماتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ امام صاحب دراصل یہاں ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ غازی جو زادِ راہ اور خرچ لیتا ہے، کیا وہ اس سفرِ خرچ کا جہاد کی وجہ سے مستحق ہوتا ہے حتی کہ وہ جہاد کے سوا کہیں اور اس مال کو خرچ نہیں کر سکے، یا وہ اس مال کا مالک ہو جاتا ہے اور جہاں جی چاہے وہ اس مال کو خرچ کر سکتا ہے(٩)۔

دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجاہد کو جو پیسے زادِ راہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں یہ بصورت اباحت ہے، یا بصورت تملیک؟ اس مسئلے کی تفصیل آگے "باب إذا حمل علی فرس فرآھا تباع" کے

---

(٦) المغرب: ١/١٤٨ (جعل) وعمدة القاري: ١٤/٢٣٠

(٧) النهاية: ١/٤٤٢ (حمل)

(٨) شرح ابن بطال: ٥/١٣٧

(٩) فتح الباري: ٦/١٢٤

تحت آرہی ہے۔

مسئلہ جُعل کی تفصیل

جعل کی دوصورتیں ہیں:

❶ کوئی شخص خود تو جہاد میں نہیں جارہا لیکن جانے والے مجاہد کے ساتھ تعاون کررہا ہے، اسے سفرخرچ دے رہا ہے اور سواری مہیا کررہا ہے، تو یہ عمل اور صورت مستحسن ہے۔

❷ نام تو تشکیل میں اس کا آیا ہے لیکن وہ اپنی جان جی چراتے ہوئے کسی اور کو اپنے بدلے بھیج دیتا ہے اور اپنی طرف سے مزدوری اور سواری بھی دیتا ہے، تو اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

مالکیہ کا مذہب

مالکیہ کے نزدیک اگر رضاکار ہو تو وہ جہاد کسی اور کے بدلے میں جعل یعنی مزدوری لے کر کرے تو یہ مکروہ ہے اور اگر تنخواہ دار ہو اور وہ اپنے بدلے کسی اور کو جعل دے کر بھیج دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اس لئے کہ مقصد تو سرحدات کی نگرانی اور حفاظت ہے اور وہ اس صورت میں بھی پوری ہورہی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل تعاملِ اہلِ مدینہ ہے(۱۰)۔

حنفیہ کا مذہب

اگر بیت المال میں مجاہدین کے لئے زادِراہ کی گنجائش ہو تو لوگوں سے جعل لینا مکروہ ہے، اس لئے کہ بیت المال کا مقصد ناگہانی آفات اور مسلمانوں پر پڑنے والی مشکلات کا سدباب کرنا ہے اور مجاہدین اس عظیم مقصد کو بخوبی انجام دیتے ہیں اس لئے وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں لیکن اگر بیت المال میں گنجائش نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مجاہدین کو زادِراہ اور سواریاں فراہم کریں، واضح رہے کہ یہ تعاون کی ایک شکل ہے، نہ کہ

(۱۰) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۵/۱۳۷، والمدونة الكبرىٰ: ۲/۴۲

بدلے کی (۱۱)۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "لأنــه يشبــه الأجـر......" یعنی جہاد کے لئے جعل لینا یہ اجر کے مشابہ ہے(۱۲)، اور طاعات پر حقیقتاً اجرت لینا حرام ہے اور جو اجرت کے مشابہ ہو، مکروہ ہے۔ مکروہ سے یہاں مکروہ تحریمی مراد ہے(۱۳)۔

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی جہاد کے لئے جعل لینے کو بالکل ناجائز قرار دیتے ہیں، البتہ حاکم وقت سے اگر مجاہد جعل لیتا ہو تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ وہ حاکم کے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے، جو کرتا ہے وہ خود اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے تو کسی اور سے اس کی مزدوری اور معاوضہ کا وہ مستحق نہ ہوگا نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: "كـان الـقـاعـد يـمـنـح الغازي، فأما أن يبيع الرجل غزوه، فلا أدري ماهو؟"(١٤) "قاعد غازی کو ہدیہ دیا کرتا تھا، تاہم ایک شخص اگر اپنے غزوہ کو (شریک نہ ہونے کی بناء پر) فروخت کرتا ہے، تو اس کا حکم مجھے معلوم نہیں"۔

وقال مجاهد: قلتُ لا بن عمر: الغزو

الغزو یہاں منصوب ہے تقدیری عبارت ہے "أريد الغزوَ"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک دوسرا احتمال بھی ذکر کیا ہے، یعنی یہ منصوب علی الاغراء ہے(۱۵)۔ اور تقدیری عبارت ہے: "عليك الغزو"(١٦)۔

---

(١١) شرح ابن بطال: ١٣٧/٥، وفتح القدير: ١٩٤/٥

(١٢) الهداية: ٥٥٩/٢

(١٣) ردالمحتار: ٢٤٣/٣

(١٤) شرح ابن بطال: ١٣٧/٥

(١٥) الإغراء: هو تنبيه المخاطب على أمر محبوب ليفعله، مثل: "الزكاةَ الزكاةَ" وانظر للبسط موسوعة النحو والصرف: مادة: "الاغراء"، ص: ١٢١، وجمع الجوامع للسيوطي، ص: ١٧٠

(١٦) فتح الباري: ١٢٤/٦

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال غلط ہے، اس سے معنی میں فساد لازم آتا ہے کیونکہ مجاہد رحمہ اللہ خود اپنے بارے میں اطلاع دے رہے ہیں کہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں نہ کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ جہاد میں جائیں، اس کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ہوتی ہے "إنـي أحـب أن أعينك بطـائفة من مـالي" یعنی میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں اپنے مال کے ذریعے (۱۷)۔ اور "اغراء" تو دوسرے کو ترغیب دینے کو کہتے ہیں۔

کشمیھنی کے نسخہ میں "أنغزو" بالنون استفہام کے ساتھ آیا ہے (۱۸)۔

إن غناك لك، وإني أحبّ أن يكون من مالي في هذا الوجه

مطلب یہ ہے کہ مالدار ہے تو اپنے لئے ہے، میری خواہش ہے کہ میرا کچھ مال جہاد کی راہ میں خرچ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی آدمی بنیت ثواب کسی مجاہد کے ساتھ مالی تعاون کرتا ہے یا سواری فراہم کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۱۹) اور یہ اس جعل اور مزدوری کے زمرے میں نہیں آتا جو مختلف فیہ ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

یہ اثر یہاں تعلیقاً نقل ہوئی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اثر کے معنی کو كتـاب الـمـغازي، باب غزوة الفتح میں موصولاً نقل کیا ہے (۲۰)۔

وَقالَ عُمَرُ : إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُونَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوا ، ثُمَّ لَا يُجَاهِدُونَ ، فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ حَتَّى نَأْخُذَ مِنْهُ ما أَخَذَ .

---

(۱۷) عمدة القاري: ۲۳۱/۱٤

(۱۸) عمدة القاري: ۲۳۱/۱٤

(۱۹) عمدة القاري: ۲۳۱/۱٤

(۲۰) فتح الباري: ۱۵٤/٦، قديمي

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہؒ نے "مصنف" (۲۱) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے "التاریخ الکبیر" میں موصولاً ذکر کیا ہے (۲۲)۔

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وهو إسناد صحيح" (۲۳).

عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے مستنبط فوائد

❶ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بیت المال سے کسی کام کے لئے پیسے لئے ہیں اور وہ اس کام کو پورا نہیں کرتا تو اس پر لازم ہے کہ وہ بیت المال کے پیسے واپس کرے۔

❷ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کسی ذمہ داری کی تنخواہ لیتا ہے حالانکہ وہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے قابل ہی نہیں تو اس سے وہ تنخواہ لے لی جائے گی اور وہ اس مال کا مستحق نہ ہوگا (۲۴)۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ بیت المال کے مال کا اصل حکم تو مسلمانوں کے لئے اباحت ہے، تو یہ مذکورہ دونوں صورتوں میں لئے ہوئے مال کو واپس کرنے کا کیا مطلب؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیت المال سے مال حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں:

❶ ایک یہ کہ وہ مسلمان ہے اور اسی حیثیت سے وہ مال کا مطالبہ کرتا ہے۔ تو ضابطے کے مطابق اسے اس کا حصہ ضرور ملے گا۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کام کو کرنے کی اجرت وہ لے رہا ہے، تو اس صورت میں اپنا کام اور ذمہ

---

(۲۱) انظر: المصنف: ٦/٤٥١، كتاب السير، باب ماقالوا في الرجل يأخذ المال للجهاد ولايخرج، (رقم: ٣٢٨١٦)

(۲۲) التاريخ الكبير: ٦/٣٦٤، ترجمة (رقم: ٢٦٥١)، وتغليق التعليق: ٣/٣٥٢

(۲۳) فتح الباري: ٦/١٤؛

(۲٤) عمدة القاري: ١٤/٢٣١ نقلاً عن ابن المنير

داری پوری کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ بیت المال کے مال کا مستحق نہیں ہوگا (۲۵)۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ : إِذَا دُفِعَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ ، وَضَعْهُ عِنْدَ أَهْلِكَ .

حضرت طاؤس اور مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں جہاد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو اس کے ساتھ جو چاہو، کرو (یہاں تک کہ) اپنے گھر والوں کے پاس بھی اسے رکھ سکتے ہو۔

حضرت طاؤس اور مجاہد کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جہاد کے لئے کچھ لینے کو ناپسند نہیں کرتے۔

چنانچہ اگر کسی مجاہد کو مال دیا جائے تو وہ اسے ضروریات اور متعلقاتِ جہاد میں جیسے چاہے خرچ کرسکتا ہے، خواہ وہ گھر والوں کے لئے نان ونفقہ پر خرچ کرتا ہو، کیونکہ ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بھی مجاہد کے جہاد سے متعلق ہے، تاکہ وہ اپنے بال بچوں کی طرف سے مطمئن ہو" (۲۶)۔

حضرت سعید بن مسیب، امام لیث اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے (۲۷)، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اثر مؤطا مالک میں نقل کیا گیا ہے: "إذا بلغت وادي القرى، فشأنك به" یعنی جب وادی قری پہنچ جاؤ (چاہے جنگ ہو یا نہ ہو) اس مال میں جیسا تصرف چاہو کرو (۲۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مال مجاہد کو دیا جاتا ہے اگر وہ مقامِ معرکہ تک چلا جائے، چاہے معرکہ ہوا ہو یا اس کی نوبت نہ آئی ہو، دونوں صورتوں میں وہ مال مجاہد کا ہے وہ ہر طرح کا تصرف اس میں کرسکتا ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول حضرت طاؤس اور مجاہد رحمہما اللہ کے خلاف منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "أنفقها في الكراع والسلاح" کہ مال کو سواری اور اسلحہ کے مد میں خرچ کرو اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "أنفقها في سبيل الله" نیز امام ابراہیم نخعی

---

(۲۵) المتواري لابن المنير، ص: ۱۶۲

(۲۶) عمدة القاري: ۱۳۱/۱۴

(۲۷) فتح الباري: /۴-۱۲۵

(۲۸) المؤطأ للإمام مالك

رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جہاد میں مال لینے سے دینا زیادہ پسند کرتے تھے (۲۹)۔

اس مسئلے کی باعتبارِ مذاہب تفصیل اور جزئیات "باب إذا حمل علی فرس، فرآسا ھا تباع" کے تحت آرہی ہے۔

۲۸۰۸ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ مالِكَ بْنَ أَنَسٍ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ ، فَقَالَ زَيْدٌ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : قالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : آشْتَرِيهِ ؟ فَقَالَ : (لَا تَشْتَرِهِ ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ) . [ر : ۱٤۱۹]

تراجمِ رجال

۱-الحمیدی

یہ ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۳۰)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ بن میمون ابومحمد کوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۳۱)۔

۳-مالک

یہ مشہور امام مالک بن انس بن مالک مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے (۳۲)۔

۴-زید بن اسلم

یہ ابواسامہ زید بن اسلم قرشی مدنی رحمہ اللہ ہیں، اُن کا تذکرہ کتاب الإیمان میں گزر چکا ہے (۳۳)۔

---

(۲۹) شرح ابن بطال: ۱۳۸/۵

(۲۸۰۸) تقدم تخريجه في كتاب الزكوة، باب هل يشتري صدقته؟ (رقم: ۱٤۹۰)

(۳۰) كشف الباري: ۲۳۷/۱

(۳۱) كشف الباري: ۲۳۸/۱

(۳۲) كشف الباري: ۲۹۰/۱

(۳۳) كشف الباري: ۲۰۳/۲

۵-اسلم رضی اللہ عنہ

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم خاص اور مولی اسلم عدوی مخضرمی رضی اللہ عنہ ہیں (۳۴)۔

۶-عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

یہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحی" میں آچکے ہیں (۳۵)۔

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو گھوڑا اس مجاہد کو دیا تھا وہ از قبیل حملان تھا، وہ وقف نہیں تھا اس لئے کہ اگر وہ گھوڑا وقف کا ہوتا تو اسے فروخت کرنا جائز نہ ہوگا، اس بات کی تائید جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "لا تعد في صدقتك".

یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ گھوڑا "حُملان" یعنی بطور صدقہ دیا گیا تھا۔ وہ وقف یا سرکاری گھوڑا نہ تھا (۳۶)۔

۲۸۰۹ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حَدَّثَني مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ ، فَسَأَلَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (لَا تَبْتَعْهُ ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ) . [ر : ١٤١٨]

تراجم رجال

۱-اسماعیل

یہ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی اویس مدنی ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے بھانجے ہیں ان کے حالات کتاب

---

(٣٤) ان کے تذکرہ کے لئے دیکھئے کتاب الزکوة، باب هل يشتري صدقة، (رقم: ١٤٩٠)

(٣٥) كشف الباري: ٢٣٩/١

(٣٦) شرح ابن بطال: ١٣٨/٥، وعمدة القاري: ٢٣٢/١٤

(٢٨٠٩) تقدم تخريجه في كتاب الزكوة، باب هل يشتري صدقته، (رقم: ١٤٩٠)

الایمان میں گزر چکے ہیں (۳۷)۔

۲-مالک

یہ امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں (۳۸)۔

۳-نافع

یہ ابوسہیل حضرت نافع بن مالک مدنی رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۳۹)۔

۴-عبداللہ بن عمر

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۴۰)۔

۵-عمر بن الخطاب

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں (۴۱)۔

پہلی والی روایت اور اس روایت میں صرف رواۃ کا معمولی سا فرق ہے۔

یُباح: یہ ترکیب میں وجد کے لئے مفعول ثانی واقع ہو رہا ہے۔

أن يبتاعه، لا تبتعه: باب افتعال سے اس کے معنی لفظ "شراء" کے آتے ہیں (۴۲)۔

۲۸۱۰ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي ما تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ ، وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ حَمُولَةً ، وَلَا أَجِدُ ما أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ ، وَيَشُقُّ عَلَيَّ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقُتِلْتُ ، ثُمَّ أُحْيِيتُ ثُمَّ قُتِلْتُ ، ثُمَّ أُحْيِيتُ) . [ر : ٢٦٤٤]

---

(٣٧) كشف الباري: ١١٣/٢

(٣٨) كشف الباري: ٢٩٠/١

(٣٩) كشف الباري: ٢٧١/٢

(٤٠) كشف الباري: ٦٣٧/١

(٤١) كشف الباري: ٢٣٩/١

(٤٢) عمدة القاري: ٢٣٢/١٤

(٢٨١٠) تقدم تخريجه في كشف الباري: ٣٠٥/٢

ولكن لا أجد حمولة ولا أجد ما أحملهم عليه

علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں جملوں کے علیحدہ علیحدہ مراد متعین کرنا ضروری ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

انہوں نے دو احتمالات ذکر کئے ہیں:

❶ ایک تو یہ ہے کہ پہلے جملے "ولكن لا أجد حمولة" سے وہ سواری مراد ہے جو ذاتی ملکیت میں ہو تو مطلب یہ ہوگا "میرے پاس اپنی کوئی ذاتی سواری (زائد) نہیں ہوتی ورنہ مجاہد کو وہی دے دیتا"۔

دوسرے جملے "ما أحملهم" سے وہ سواری مراد ہے جو ملکیت اور سبب مثلاً عاریت وغیرہ میں حاصل کی جائے یعنی "عاریت میں بھی کسی سے سواری نہیں مل پائی ورنہ وہی دے دیتا"۔

❷ دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہلے جملے سے مراد نفسِ حمولہ یعنی سواری کا حصول ہے دوسرے جملے سے مراد وہ وسائل ہیں جن کے ذریعے سواری خریدی جاسکتی ہو، جیسے سونا، روپیہ پیسہ وغیرہ۔ یعنی نہ ہی سواری موجود ہے اور نہ ہی وسائل دستیاب ہیں (۴۴)۔

نکتہ

یہی روایت کتاب الایمان کے اوائل میں بھی آئی ہے جس میں یہ تمنائے شہادت "قتلت" پر ختم ہوتی ہے، اور یہاں اس روایت میں "أحييت" پر ختم ہوتی ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے یہاں ایک نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس روایت کے آخر میں "أقتل" وارد ہوا ہے، اس میں اصل حقیقی سعادت کے سبق کو ذکر کیا گیا ہے کہ حقیقتاً سعادت حاصل ہونے کا ذریعہ شہادت ہے، اور جس روایت میں "أُحيا" یا "أحييتُ" کا لفظ وارد ہوا ہے، اس میں واقع اور حقیقت کا ذکر ہے کہ دنیا کی حیات اور موت کے بعد آخر میں آنے والی چیز حیات ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو آخر میں زندہ کریں گے اور وہ زندگانی ابدی ہوگی۔ اب حاصل یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے بار بار شہادت اور پھر حیات کے حصول کی تمنا کی، گویا کہ آپ یہ آرزو فرما رہے ہیں کہ مجھے شہادت ملے، پھر زندگی ملے، دوبارہ شہادت ملے اور پھر زندگی حاصل ہو، حتی کہ آخرت میں جو حیات مجھے حاصل ہو، وہ شہادت کے بعد ہی حاصل ہو۔ واللہ اعلم (۴۵)۔

---

(٤٤) لامع الدراري: ٧/٢٦٠

(٤٥) شرح الكرماني: ١٢/٢٠٧

۱۱۸ – باب : ما قِيلَ في لِوَاءِ النَّبِيِّ ﷺ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے لواء کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ مذکورہ روایات میں "لواء" اور "رایہ" دونوں کا ذکر آیا ہے، غالباً امام صاحب لواء، راية اور عَلَم میں فرق نہیں کرتے اور لغوی حضرات بھی ان کلمات کو مترادفات میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اللواء: بكسر اللام والمدهي الراية ويسمى أيضا العلم" (۱)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ "لواء" اور "راية" میں فرق کے قائل ہیں، چنانچہ انہوں نے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ باب قائم کیا ہے۔ باب الألوية کا ترجمہ قائم کرکے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی۔ "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل مكة ولواء ه أبيض" (۲)۔ اور پھر باب فی الرایات کا ترجمہ قائم کرکے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ "أن راية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت سوداء مُربَّعة من نمرة" (۳)۔

اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مزید فرق واضح کیا کہ "كانت رايته سوداء ولواء ه أبيض" (٤)۔ قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ "لواء" اس جھنڈے کو کہا جاتا ہے جو نیزے پر باندھ کر لپیٹ لیا جاتا ہے اور "رایہ" وہ جھنڈا کہلاتا ہے جو باندھ کر بلند کیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں لہراتا رہتا ہے (۵)۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رایہ بڑا جھنڈا ہے اور لواء چھوٹا جھنڈا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ رایہ وہ ہے جو سپہ سالار کے ساتھ ہوتا ہے اور لواء وہ ہے جو فوجی دستوں کے ساتھ رہتا ہے اور بعض نے اس کا عکس کہا ہے (٦)۔

بہرحال اگر دونوں کو علیحدہ مانا جائے تو کہا جائے گا کہ باوجود الگ الگ ہونے کے جھنڈے تو دونوں ہی

---

(۱) فتح الباري: ٦/١٢٦

(۲) الجامع للترمذي: ١/٢٩٧، أبواب الجهاد، باب ماجاء في الألوية، (رقم: ١٦٧٩)

(۳) الجامع للترمذي: ١/٢٩٧، أبواب الجهاد، باب في الرايات، (رقم: ١٦٨٠)

(٤) حوالۂ بالا (رقم: ١٦٨١)

(٥) فتح الباري: ٦/١٢٦

(٦) فتح الباري: ٦/١٢٦

ہیں اور دونوں بطورِ علامت اور شعار ہی کے استعمال ہوتے ہیں، ہاں چھوٹے بڑے کا فرق ہوسکتا ہے اور مواقعِ استعمال کے اعتبار سے بھی فرق ہوسکتا ہے (۷)۔

اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے لواء کا ترجمہ قائم کرکے اگر رایہ اور لواء دونوں کی راویتیں ذکر کردیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲۸۱۱ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مالِكٍ الْقُرَظِيُّ : أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، وَكانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، أَرَادَ الحَجَّ فَرَجَّلَ .

تراجمِ رجال

۱-سعید بن ابی مریم

سعید بن حکم بن محمد ابومحمد ابن ابی مریم مصری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم میں گزر چکے ہیں (۸)۔

۲-لیث بن سعد

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۹)۔

۳-عقیل

یہ عقیل بن خالد بن عقیل رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں انکے حالات آچکے ہیں (۱۰)۔

۴-ابن شہاب

یہ مشہور محدث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں (۱۱)۔

---

(۷) عمدة القاري: ١٤/٢٣٢

(٢٨١١) أخرجه الإسماعيلي نقلا عن فتح الباري: ٦/١٢٧، وعمدة القاري: ١٤/١٣٣

(٨) كتاب العلم: ٤/ باب من سمع شيئاً فراجع حتى يعرفه

(٩) كشف الباري: ١/٣٢٤

(١٠) كشف الباري: ٣/

(١١) كشف الباري: ١/٣٢٦

۵-ثعلبة بن ابی مالک قرظی

ان کے حالات کتاب الجہاد میں گزر چکے ہیں (۱۲)۔

۶-قیس بن سعد بن عبادہ

یہ صحابیٔ رسول حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب الجنائز میں گزر چکے ہیں (۱۳)۔

مقصدِ حدیث

اس روایت کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد صرف اس جملے کو ذکر کرنا ہے کہ حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم بردار اور جھنڈا تھامنے والے ہوا کرتے تھے، اور یہاں "لواء" کا ذکر آیا ہے۔

أن قيس بن سعد......

یہ اسم "أنّ" ہے، اور "أراد الحج فرجّل" جملہ خبر "أنّ" ہے اور "وكان صاحب لواء......" جملہ معترضہ ہے (۱۴)۔

مکمل روایت یوں ہے: "فرجّل أحد شقي رأسه فقام غلام له فقلّد هديه فنظر قيس فإذا هديه قد قُلّد، فأهلّ بالحج ولم يرجّل شق رأسه الآخر" (۱۵)۔

یعنی "قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کے ایک حصہ کا کنگھا کیا، ان کا ایک غلام تھا اور ان کی ھدی کو قلادہ باندھا گیا۔ جب قیس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی ھدی کو قلادہ باندھا گیا ہے فوراً حج کا تلبیہ پڑھا، اپنے سر کے دوسرے حصے کا کنگھا نہیں کیا"۔

---

(۱۲) باب حمل النساء القرب إلى الناس في الغزو

(۱۳) باب من قام لجنازة يهودي

(۱٤) عمدة القاري: ۱٤/۲۳۳

(۱٥) ارشاد الساري: ٥/۱۲۸

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا پورا اثر نقل کرنے کے بجائے اس کے ایک تھوڑے سے حصہ پر اکتفا کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اثر صحابی پر موقوف ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ علیہ عام طور پر اپنی کتاب میں مرفوع احادیث لاتے ہیں۔

البتہ یہاں "کان صاحب لواء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم" کے اس حصہ کو مرفوع کہیں گے، کیونکہ "لواء" کا عطا کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی جانب سے ہوگا (۱۶)۔

روایت کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

اس اثر کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ یہاں "لواء" کا ذکر صراحۃً موجود ہے (۱۷)۔

۲۸۱۲ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ عَلِيٌّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ في خَيْبَرَ ، وَكانَ بِهِ رَمَدٌ ، فَقَالَ : أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَخرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا كانَ مَساءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا في صَبَاحِهَا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ – أَوْ قالَ : لَيَأْخُذَنَّ – غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ ٱللهُ وَرَسُولُهُ ، أَوْ قالَ : يُحِبُّ ٱللهَ وَرَسُولَهُ ، يَفْتَحُ ٱللهُ عَلَيْهِ) . فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَما نَرْجُوهُ ، فَقَالُوا : هٰذَا عَلِيٌّ ، فَأَعْطَاهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَفَتَحَ ٱللهُ عَلَيْهِ .
[۳۴۹۹ ، ۳۹۷۲]

تراجم رجال

۱- قتیبہ

یہ قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ ہیں۔ کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۱۸)۔

---

(۱٦) شرح القسطلاني: ۱۲۸/۵

(۱۷) عمدة القاري: ۲۳۳/۱٤

(۲۸۱۲) الحديث أخرجه البخاري في كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومسلم في باب من فضائل علي أبي طالب رضى الله عنه، (رقم: ٦٢٢٤)

(۱۸) كشف الباري: ۱۸۹/۲

۲-حاتم بن اسماعیل

یہ حاتم بن اسماعیل کوفی مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۱۹)۔

۳-یزید بن أبی عبید

ان کے حالات کتاب العلم میں گزر چکے ہیں(۲۰)۔

۴-سلمہ بن اکوع

یہ معروف صحابیِ رسول حضرت سلمہ بن أکوع رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی کتاب العلم میں پہلے گزر چکے ہیں(۲۱)۔

۵-علی بن ابی طالب

یہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی کتاب العلم کے تحت مفصلاً گزر چکے ہیں(۲۲)۔

اس حدیث کی تشریح کتاب الجہاد میں باب دعاء النبي عليه السلام الإسلام والنبوة میں گزر چکی ہے(۲۳)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "لأعطين الراية......" سے مستفاد ہے(۲۴)، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ "راية" اور "لــــواء" میں فرق نہیں کرتے، جیسا کہ واضح ہے کہ امام صاحب نے

(۱۹) كتاب الوضوء، باب بلا ترجمه قبل باب مَن مضمض واستنشق من غرفة واحدة

(۲۰) كشف الباري: ۱۸۲/٤

(۲۱) كشف الباري: ۱۸۳/٤

(۲۲) كشف الباري: ٤٠٩/٤

(۲۳) رقم الحديث: ۲۹٤۲

(٢٤) عمدة القاري: ٢٣٣/١٤، والقسطلاني: ١٢٨/٥

باب تو"لـــواء" کے عنوان سے قائم کیا ہے لیکن روایت "رایة" والی نقل فرمائی ہے۔ گویا کہ وہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی طرح دونوں میں امتیاز نہیں کرتے، یہی بات اگلی روایت کے بارے میں کہی جائے گی۔ نیز یہی روایت مسند احمد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل ہوئی ہے، جس کے الفاظ ہیں:"إني دافع اللواء إلى رجل يحبه الله ورسوله"(۲۵)، یہ روایت بھی اس پر دلالت کررہی ہے کہ "لواء" اور "رایہ" دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے(۲۶)۔

فائدہ

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ امام کو چاہیے کہ لشکر پر ایسے شخص کو امیر بنائے، جس کی طاقت وقوت، بصیرت ودانشمندی اور سمجھداری پر اعتماد کیا جاسکتا ہو(۲۷)۔

۲۸۱۳ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : هَا هُنَا أَمَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ . [۴۰۳۰]

تراجمِ رجال

۱۔محمد بن علاء

یہ محمد بن علاء ابوکریب ہمدانی کوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم میں گزرچکے ہیں(۲۸)۔

(۲۵) فتح الباري: ۱۵۷/۶، قديمی

(۲٦) فتح الباري: ۱۲۷/٦

(۲۷) حوالۂ بالا

(۲۸۱۳) أخرجه ابخاري في كتاب المغازي، باب أين ركز النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراية يوم الفتح

(۲۸) كشف الباري: ۳۵۷/۳

۲-ابواسامۃ

یہ ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید قرشی کوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۲۹)۔

۳-ھشام بن عروہ

یہ عروہ بن زبیر بن عوام رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔

۴-عن أبیہ

یہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہیں، ان دونوں حضرات کا ذکر "بدء الوحی" میں گزر چکا ہے(۳۰)۔

۵-نافع بن جبیر

یہ نافع بن جبیر مطعم رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب الوضوء" میں گزر چکا ہے(۳۱)۔

حدیث کا مفہوم

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مقام حجون میں پوچھتے ہوئے سنا کہ "کیا یہی ہے وہ جگہ جہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا؟" تو حضرت زبیر نے فرمایا: "جی ہاں"۔

کتاب المغازی میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ آرہی ہے(۳۲)۔

فائدہ

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ زبیر اس بات پر دلالت ہے کہ جھنڈا امام کی اجازت اور حکم

---

(۲۹) كشف الباري: ٣/٤١٤

(٣٠) كشف الباري: ١/١١

(٣١) باب الرجل يوضّئ صاحبه، (رقم ١٨٢)

(٣٢) كشف الباري، ص: ٥٠٨، كتاب المغازي

کے بغیر نہیں گاڑا جاسکتا اس لئے کہ وہ جھنڈا امام اور اس کے حکم کی نشاندہی کرتا ہے، تو ایسے اہم معاملے میں امام کی اجازت اور حکم کے بغیر جھنڈا لگانا مناسب نہ ہوگا۔

اس بات کی دلیل کہ جھنڈا گاڑنے میں بھی امام کی اجازت ضروری ہے، وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد جھنڈا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور وہ شہید ہوگئے پھر حضرت خالد بن ولید نے ''بغیر اجازت اور حکم'' کے جھنڈا تھام لیا، اللہ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

"أخذ الراية زيد فأصيب، ثم أخذها خالد من غير إمرة ففتح له"(۳۳)۔

تو یہ روایت اس بات پر نص صریح کا درجہ رکھتی ہے کہ علم اور جھنڈا تھامنے کی ذمہ داری خود امام کی ہے اور اسے مکمل اختیار ہے، جھنڈا جسے چاہے تھمائے اور وہ علم برداری کی جسے چاہے اجازت دے سکتا ہے (۳۴)۔

نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنگوں میں جھنڈوں کا استعمال نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت ہے، جس کی اتباع کرنی چاہیے (۳۵)۔

۱۱۹ – باب : الْأَجِيرِ .

وَقَالَ الحَسَنُ وَٱبْنُ سِيرِينَ : يُقْسَمُ لِلْأَجِيرِ مِنَ الْمَغْنَمِ . وَأَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ ، فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ أَرْبَعَمِائَةِ دِينَارٍ ، فَأَخَذَ مِائَتَيْنِ ، وَأَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہ باب قائم کر کے امام بخاری رحمہ اللہ ایک حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ "أجير في الغزو" کو مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟(۱)

"أجير في الغزو" کی دو حالتیں ہیں:

(۳۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: كشف الباري، ص: ٤٨١، كتاب المغازي، باب غزوة مؤته من أرض الشام .

(۳٤) شرح ابن بطال: ١٤١/٥

(۳۵) شرح ابن بطال: ١٤١/٥

(١) عمدة القاري: ٢٣٤/١٤

❶ یاتوأجیر للخدمة ہوگا۔ ❷ یاأجیر للقتال ہوگا۔

اجیرِ خدمت کا حکم

اجیرِ خدمت وہ ہوتا ہے جو کسی مجاہد کی ذاتی خدمت کے لئے یا اس کے گھوڑے وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے ساتھ لے لیا جاتا ہے، یہ بالاتفاق جائز ہے لیکن مالِ غنیمت میں سے اسے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک اجیر خدمت کو سہم نہیں ملے گا، صرف اجرت ملے گی کیونکہ وہ قتال کے ارادہ سے نہیں گیا۔ البتہ اگر اس نے خدمت چھوڑ کر قتال میں شرکت کی تو وہ بھی لشکر میں سے شمار ہوگا اور اسے سہمِ غنیمت ملے گا بصورتِ دیگر وہ مالِ غنیمت کا ہرگز مستحق نہیں ہوگا کیونکہ اس کے قتال میں شریک نہ ہونے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ قتال کے ارادہ سے نہیں آیا (۲)۔

امام مالک (۳)، ابن المنذر، لیث بن سعد، سفیان ثوری رحمہم اللہ سے حنفیہ کے موافق قول منقول ہے (۴)۔

امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایتیں منقول ہیں:

ایک روایت تو حنفیہ کے موافق ہے جب کہ دوسری روایت کے مطابق اجیرِ خدمت کو سہمِ غنیمت مطلقاً نہیں ملے گا۔ امام اوزاعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ذاتی خدمت کے لئے مقرر اجیر کو غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا (۵)۔

اجیر قتال کا حکم

حنفیہ کے نزدیک اجیر قتال کو مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا، مزدوری نہیں ملے گی۔

---

(۲) بدائع الصنائع: ۱۲۶/۷، كتاب السير، مطلب في بيان من ينتفع بالغنائم

(۳) المدونة الكبرى: ۲۳/۲، باب سهمان النساء والتجار والعبيد

(٤) المغني: ٤٤/٩، الفصل (رقم: ٧٦٠٠)، كتاب الجهاد، حكم مالو استأجر الأمير قوما يغزون مع المسلين وحكم الأجير للخدمة.

(٥) حوالة بالا

امام محمد رحمہ اللہ نے ''سیر کبیر'' میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بدلے میں قتال کے لئے جائے تو اسے مزدوری نہیں ملے گی، کیونکہ یہ طاعات میں سے ہے جس کا اجر اللہ دے گا اور جو شخص طاعات پر عمل کرتا ہے تو وہ جناب باری تعالیٰ میں تقرب حاصل کرتا ہے اور اپنے نفع وفائدہ کے لئے عمل کرتا ہے تو اس کی مزدوری دوسرے انسان پر کیسے ہوگی؟

اسی طرح مالِ غنیمت حاصل ہونے کی صورت میں اسی شخص کو حصہ ملے گا جو کہ قتال میں شریک ہوا ہو نہ کہ اس شخص کو جو اسے مزدوری اور اجرت پر قتال کے لئے لے کر آیا......(۶)۔

حنفیہ کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ''الغنیمة لمن شهد الوقعة'' ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص میدانِ جنگ میں موجود ہو اور قتال میں بھی شریک ہوا ہو تو اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا(۷)۔

شوافع کا بھی یہی مذہب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان، آزاد، بالغ اگر صفِ قتال میں موجود ہو تو اسے سہمِ غنیمت ملے گا کیونکہ ان پر جہاد فرض ہے جس کی اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا ہاں اگر وہ غلام ہو، نابالغ ہو، یا کافر ہو تو مزدوری اور اجرت کا استحقاق ہوگا(۸)۔

نقل مذہب میں حافظ ابن حجر کا تسامح

یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے حنفیہ کا مذہب نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے، حنفیہ کا مذہب اس مسئلے میں شوافع کے موافق ہے(۹)۔

مالکیہ اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ اجیر للقتال کو صرف اس کی اجرت ملے گی۔ ان حضرات کا استدلال حدیثِ باب سے ہے جس میں حضرت یعلی بن امیر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو تین دینار پر اجیر بنانے کا ذکر موجود

(۶) السیر الکبیر: ۲/۱۶۶، نقلا عن إعلاء السنن: ۱۲/۲۲۳

(۷) راجع للتفصیل: اعلاء السنن: ۱۲/۱۳۸، ۲۲۵

(۸) فتح الباري: ۶/۱۲۵

(۹) تفصیل کے لئے: اعلاء السنن: ۱۲/۲۲۳

ہے اور یہ کہ اس شخص کو تین دینار ہی دیئے گئے (۱۰)۔

حنفیہ ایسی روایات جن میں اُجرت دیئے جانے کا ذکر ہے، اسے ''اجیر للخدمۃ'' پر محمول کرتے ہیں (۱۱)۔

قال الحسن وابن سيرين: يقسم للأجير من المغنم

تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو مصنف عبدالرزاق میں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً ذکر کیا گیا ہے (۱۲)۔

وأخذ عطية بن قيس فرسا على النصف، فبلغ سهم الفرس أربعمأة دينار، فأخذ مائتين، وأعطى صاحبه مائتين.

عطیہ بن قیس

یہ جلیل القدر تابعی اور مجاہد عطیہ بن قیس کلاعی یا کلابی ابویحیی حمصی دمشقی ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ۷ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علوم قرآن میں دسترس ام درداء رضی اللہ عنہا سے حاصل کی، ام درداء رضی اللہ عنہا قرآن کی عالمہ تھیں، انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم اپنے شوہر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔ عطیہ بن قیس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی فوج کے قاری تھے، وہ لوگوں کو علوم قرآن سکھاتے اور لوگ اپنے پاس لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخوں کی اصلاح ان سے کرواتے تھے، وہ تلاوت کرتے اور لوگ اصلاح کرتے، انہوں نے قسطنطنیہ کے جہاد میں بھی شرکت فرمائی، جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ عطیہ رحمہ اللہ کی مجلس میں دنیا کی باتوں کا کوئی گزر نہیں تھا اور نہ ہی ہم اس

---

(۱۰) المغني: ۹/۲٤٤، مسألة (رقم: ۷۵۹۹)، حكم مال استأجر الإمام قوما يغزون مع المسلمين.

(۱۱) انظر اعلاء السنن: ۱۲/۲۲٤

(۱۲) مصنف عبدالرزاق: ۵/۲۲۹، كتاب الجهاد، باب هل يسهم للأجير (رقم: ۹٤۵٦)، وتغليق التعليق: ۳/٤۵۱

کی امید رکھتے تھے کہ دنیاوی باتوں کا تذکرہ ان کی محفل میں چھیڑا جائے۔

انہوں نے حضرت ابی بن کعب، عبداللہ بن عمرو، ابن عمر، نعمان بن بشیر معاویہ بن سفیان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کی ہے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے صاحبزادے سعد، ابوبکر بن ابی مریم، عبداللہ بن علاء بن زبیر، عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر وغیرہ ہیں۔

حضرت عطیہ کی وفات ایک سو چار سال کی عمر ۱۰۴ھ میں ہوئی، ایک قول ۱۲۱ھ کا بھی منقول ہے(۱۳)۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اثر عطیہ کا مفہوم

حضرت عطیہ رحمہ اللہ نے ایک گھوڑا جہاد کے لئے اجرت پر لیا تھا، طے یہ ہوا تھا کہ مالِ غنیمت کا آدھا حصہ گھوڑے کی اجرت ہوگی۔ چنانچہ چار سو دینار انہیں ملے، دو سو دینار اپنے پاس رکھے اور دو سو انہوں نے گھوڑے والے کو دیئے۔

اب عطیہ بن قیس کے اس عمل کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ اس قسم کے اجارہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ "اجارہ مجہولہ" ہے: اس لئے کہ مالِ غنیمت کا حصول کوئی یقینی یا طے شدہ بات نہیں ہے۔

البتہ امام اوزاعی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ اسے جائز قرار دیتے ہیں (۱۴)۔ اگر ایسا اجارہ منعقد ہو جائے تو صاحب فرس کو اجرت مثل ملے گی اور غنیمت سب کی سب مجاہد کی ہوگی۔

٢٨١٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ ،

---

(١٣) راجع: تهذيب الكمال: ٢٠/١٥٣، وسير أعلام النبلاء: ٥/٣٢٤

(١٤) فتح الباري: ٦/١٢٥، وشرح ابن بطال: ٥/١٤٠

فَحَمَلْتُ عَلَى بَكْرٍ ، فَهْوَ أَوْثَقُ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي ، فَاسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا ، فَقَاتَلَ رَجُلًا ، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَهَا ، فَقَالَ : (أَيَدْفَعُ يَدَهُ إِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ) . [ر : ٢١٤٦]

تراجمِ رجال

۱-عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن جعفی بخاری مسندی ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۱۵)۔

۲-سفیان

یہ مشہور محدث ابومحمد سفیان بن عیینہ بن میمون کوفی ہیں، ان کے مفصل حالات کتاب العلم میں آچکے ہیں (۱٦)۔

۳-ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج ہیں، کتاب الحیض میں ان کے حالات گزر چکے ہیں (۱۷)۔

۴-عطاء

یہ عطاء بن ابی رباح قرشی ابومحمد جندی یمانی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم میں آچکے ہیں (۱۸)۔

(٢٨١٤) مر تخريجه في كتاب جزاء الصيد، باب إذا أحرم جاهلاً وعليه قميص (رقم: ٤٨٤٧)

(١٥) كشف الباري: ٦٥٧/١

(١٦) كشف الباري: ٢٣٨/١

(١٧) كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله.

(١٨) كتاب العلم، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن.

۵-صفوان بن یعلی

یہ صفوان بن یعلی بن امیہ تیمی رحمہ اللہ ہیں۔

۶-یعلی بن امیہ

حضرت یعلی بن امیہ صحابی رسول ہیں، صفوان کے والد ہیں۔رضی اللہ عنہ۔

ان دونوں کے حالات کتاب الحج میں گزر چکے ہیں (۱۹)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ یعلی میں اس بات کا ثبوت تو نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجیر کو سہم دیا ہو، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سہم اجیر کے لئے بطورِ دلیل پیش کیا ہے، کیونکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے آزاد آدمی کو اجیر بنایا جاسکتا ہے اور اللہ جل شانہ نے آزاد مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:"واعلموا أنما غنمتم من شيء فأن لله خمسه"(۲۰).

چنانچہ اجیر بھی اس خطاب اور حکم میں داخل ہے تو اسے بھی ایک مجاہد کی طرح مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا۔اجرت نہیں ملے گی (۲۱)۔

واضح رہے کہ یہاں اجیر سے مراد اجیرِ قتال ہے، اجیرِ خدمت جو کسی کی ذاتی خدمت کے لئے میدانِ جنگ میں آیا ہو اور جنگ میں شریک نہ ہوا ہو، اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا، اجرت ملے گی۔حنفیہ کا جو مشہور مذہب کتابوں میں منقول ہے کہ:"لا یسهم للأجیر" اس کا یہی مطلب ہے، علی الاطلاق سہم اجیر کی نفی مقصود نہیں۔اس مسئلے کی تفصیل امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب "السیر الکبیر" کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے (۲۲)۔

---

(۱۹) كتاب الحج، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب

(۲۰) الأنفال: ٤١

(۲۱) شرح ابن بطال: ١٣٩/٥

(۲۲) راجع للتفصيل: إعلاء السنن: ٢٢٣/١٢-٢٢٤، باب لا يسهم للأجير إلا من [illegible] يقاتلا.

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ البتہ چند الفاظ کے مطالب یہاں بیان کئے جا رہے ہیں۔

بَکر: نوجوان اونٹ کو کہا جاتا ہے اور اونٹنی کو بَکرۃ کہتے ہیں۔

أوثق أعمالي

میرے عمل میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد عمل غزوۂ تبوک کی شرکت ہے۔ حموی کے نسخہ میں "أوفق أحمالی" ہے یعنی وہ اونٹ سواری اور بوجھ وغیرہ ڈھونے کے اعتبار سے میرے اونٹوں میں سب سے زیادہ مناسب تھا اور مستملی کے نسخہ میں "أوثق أجمالی" آیا ہے یعنی قابل اعتماد اونٹ، أجمال: جَمل کی جمع ہے۔

علامہ برماوی رحمہ اللہ نے پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے (۲۳)۔

"فقاتل رجلا" اس قاتل کے مصداق خود حضرت یعلی رضی اللہ عنہ ہیں یعنی وہ اپنے اجیر سے لڑ پڑے......(۲۴)۔

فتقضمها: قضم، قضما: کسی چیز کو چبانا۔

یعنی کیا وہ بھی اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں ڈال دے، پھر تم اسے چباؤ، جیسے اونٹ چباتا ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "فاستأجرت أجيرا" میں ہے۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

---

(۲۳) شرح القسطلاني: ۱۲۷/۵

(۲۴) صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب الصائل على نفس الإنسان وعضوه، (رقم: ۱۶۷۳)

١٢٠ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : «نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ».

وَقَوْلِهِ جَلَّ وَعَزَّ : «سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ» /آل عمران: ١٥١/.

قاله جابِرٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٢٨]

ترجمة الباب کا مقصد

ترجمة الباب کا مقصد تو بالکل ظاہر ہے کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منجملہ خصائص میں سے رعب اور دبدبہ کی خصوصیت کا ذکر ہو رہا ہے کہ دشمنوں کے دل دور دور تک آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے خوف سے لرزاں اور ہراساں رہتے ہیں۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس خصوصی رعب کا خود مشاہدہ کیا ہے، ابو محمد اصیلی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابن ابی عامر کی قیادت میں "برشلونہ" (۱)، فتح کیا، پھر ہمیں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ جب اہل قسطنطنیہ کو ہمارے "برشلونہ" فتح کرنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ جب کہ برشلونہ اور قسطنطنیہ کے درمیان دو مہینے کی مسافت ہے (۲)۔

روایات میں تعارض اور اس کا حل

طبرانی میں حضرات ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "شهرا أو شهرين" (۳) کے الفاظ آئے ہیں، نیز طبرانی ہی میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی راویت میں "شهرا أمامي وشهرا خلفي" (٤) منقول ہے۔ بظاہر حدیثِ باب اور ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے کیونکہ مقصود دوری اور مسافت بیان کرنا ہے، اور یہ کہ تمام اطراف دنیا میں میرا رعب قائم رہے، جیسا کہ حدیث سائب بن یزید کے الفاظ "أمامي وخلفي" اس پر دلیل ہے، چاہے وہ شہر کی مسافت ہو یا شہرین کی (۵)، معلوم ہوا کہ

(۱) معجم البلدان: ١/٣٨٤

(۲) شرح ابن بطال: ٥/١٤٢

(۳) مجمع الزوائد: ٨/٢٥٩

(٤) مجمع الزوائد: ٨/٢٥٦

(٥) فتح الباري: ٦/١٢٨

''شہر'' کی قید احترازی نہیں ہے۔

نکتہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''مسیرۃ شہر'' کہنے میں یہ نکتہ ہے کہ اس زمانے میں جو بڑی طاقتیں اور بڑے ممالک تھے، مدینے سے ان کی مسافت ایک مہینے یا اس سے کم کی بنتی تھی، جیسے مصر، شام، عراق، یمن وغیرہ (٦)۔ یہی لوگ تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے خوفزدہ تھے، حضرت ابوسفیان کا مقولہ آگے آرہا ہے: "إنه يخافه ملك بني الأصفر".

وقول الله عزوجل: "سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب بما أشركوا بالله(٧).

یہ آیت امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی تائید کے لئے پیش کی ہے، آیت کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کے دلوں میں جو خوف اور اضطرابی کیفیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہوئی ہے وہ شرک کی وجہ سے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شرک بزدلی کا اور ایمان وعقیدۂ توحید قوت کا سبب ہے (٨)۔

ایک فقہی مسئلہ

اب یہاں یہ مسئلہ سمجھنا چاہیے کہ جو مال جہاد میں بغیر لڑے حاصل ہوتا ہے وہ "فـیء" کہلاتا ہے، چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جو مال دشمن کے تسلیم ہونے سے حاصل ہوتا تھا وہ آپ علیہ السلام کے رعب کی وجہ سے حاصل ہوتا تھا اس لئے اس مال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل اختیار رہتا تھا کہ جہاں چاہے اسے استعمال فرمائیں (٩)۔

---

(٦) فتح الباري: ١٢٨/٦

(٧) آل عمران: ١٥١

(٨) عمدة القاري: ٢٣٥/١٤

(٩) عمدة القاري: ٢٣٥/١٤

قاله جابر عن النبي صلى الله تعالیٰ علیه وسلم

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے یزید الفقیر رحمہ اللہ کے واسطے سے ''کتاب الطہارۃ'' اور ''کتاب الصلوٰۃ'' اور ''کتاب الخمس'' میں موصولاً نقل کیا ہے (۱۰)۔

۲۸۱۵ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي) . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا . [٦٥٩٧ ، ٦٦١١ ، ٦٨٤٥]

تراجم رجال

۱- یحییٰ بن بکیر

یہ ابوزکریا یحییٰ بن بکیر قرشی مخزومی مصری رحمہ اللہ ہیں۔

۲- لیث بن سعد

یہ ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی رحمہ اللہ ہیں۔

۳- عقیل

یہ عُقَیل بن خالد بن عَقیل ہیں۔ رحمہ اللہ۔

---

(۱۰) تغليق التعليق: ٤٥٢/٣

(٢٨١٥) أخرجه البخاري في كتاب التعبير، باب رؤيا الليل، (رقم: ٦٩٩٨)، وباب المفاتيح في اليد، (رقم: ٧٠١٣)، وكتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "بعثت بجوامع الكلم، (رقم: ٧٢٧٣)، ومسلم، في كتاب المساجد ومواضع الصلوة، (رقم: ١١٦٧)، والترمذي في كتاب السير، باب ماجاء في الغنيمة، (رقم: ١٥٥٣)، والنسائي في كتاب الجهاد، باب وجوب الجهاد، (رقم: ٣٠٨٩)

۴-ابن شہاب

یہ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں حضرات کا تذکرہ ''بدء الوحی'' میں آچکا ہے(۱۱)۔

۵-سعید بن مسیّب

یہ سعید بن مسیّب بن حزن رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ ''کتاب الایمان'' میں گزر چکا ہے(۱۲)۔

٦-أبو ہریرہ

یہ سید المحدثین حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے مفصل حالات پیچھے گزر چکے ہیں(۱۳)۔

جوامع الکلم: یہ اضافة الصفة إلى الموصوف کے قبیل سے ہے، یعنی "الکلم الجوامع" ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "معناه: إيجاز الكلام في إشباع للمعاني، يقول الكلمة القليلة الحروف، فتنتظم الكثير من المعنى، وتتضمن أنواعا من الأحكام".

یعنی مختصر اور جامع باتیں جن کے الفاظ کم ہوں اور مطالب اور فوائد زیادہ ہوں، کو آشکار کیا جائے(۱۴)۔

جوامع الکلم کا مصداق

ابن شہاب زہری، ابن التین اور اکثر محدثین اس کے مصداق میں عموم کے قائل ہیں، جس میں قرآن اور حدیث دونوں شامل ہیں۔ یعنی جیسے قرآن کریم کی مختصر مختصر آیتیں اپنے اندر بہت سارے معانی کو لئے ہوئے ہوتی ہیں بالکل اسی طرح احادیث نبویہ کا بہت بڑا ذخیرہ جوامع الکلام کا مصداق بن سکتا ہے(۱۵)۔

البتہ علامہ مہلب رحمہ اللہ اس کا مصداق صرف قرآن کریم کو قرار دیتے ہیں، اس لئے قرآن کریم کی

---

(۱۱) کشف الباري: ۱/۲۲۳-۲۲۶، نیز "عقیل" کے حالات کے لئے کشف الباري: ۳/۳۹۳

(۱۲) کشف الباري: ۲/۱۰۹

(۱۳) کشف الباري: ۱/٦٦٩

(۱٤) أعلام الحديث للخطابي: ۲/۱٤۲۲

(۱٥) عمدة القاري: ۱٤/۲۳٥

ایک ایک آیت کے مختلف معانی اور تاویلات ہوتی ہیں، وہ قول باری تعالی: ﴿ما فرطنا في الكتاب من شيء﴾ (١٦) سے استدلال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے اندر کوئی چیز زائد بیان نہیں ہوئی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''جوامع الکلم'' کا مصداق قرآن ہے۔

نیز قرآن کریم کی صرف ایک آیت ﴿خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين﴾ (١٧) میں اتنی جامعیت ہے کہ دنیا وآخرت کے تمام امور کے لئے کافی ہے (١٨)۔

لیکن قرآن کریم کی ان صفات کے حامل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ احادیث نبویہ کو جوامع الکلم کہنا غلط ہے یا نامناسب ہے، کتنی ہی مثالیں حدیث نبوی کی ایسی ہیں جن کے الفاظ انتہائی مختصر اور معانی بحر بیکراں کی مانند ہیں (۱۹)۔

چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذا شامل للقرآن والسنة فقد كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتكلم بالمعاني الكثيرة في الألفاظ القليلة" (٢٠)۔

ونصرتُ بالرعب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت محض رعب اور دبدبہ نہیں ہے، بلکہ رعب کے ساتھ ساتھ دشمنوں پر غلبہ اور فتح بھی مراد ہے، ورنہ صرف رعب یہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت نہیں کیونکہ خوف تو عام بادشاہوں کا بھی دور دور تک لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے (۲۱)۔

---

(١٦) الانعام: ٣٨

(١٧) الأعراف: ١٩٩

(١٨) شرح ابن بطال: ٥/[illegible]

(١٩) دیکھئے دلائل النبوة للبيهقي رواية عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه.

(٢٠) إرشاد الساري: ١٢٩/٥

(٢١) شرح الكرماني: ٤/١٣

فبينا أنا نائم

یہ دراصل ''بین'' ہے، اخیر میں الف اشباع۔ ہے، یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے (۲۲)۔ یعنی ''در یں اثناء کہ میں سو رہا تھا......''۔

أوتيت بمفاتيح خزائن الأرض فوضعت في يدي،

خزائن سے کیا مراد ہے؟

''خزائن الأرض'' کے مراد کی تعیین میں دو اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

❶ اس سے مراد کسریٰ و قیصر اور مفتوح اقوام کے خزانے ہیں جو کہ عرب جیسی فقیر اور تنگ دست قوم کو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت ہاتھ لگے اور انہیں ایسے ایسے خزانے حاصل ہوئے کہ آنکھیں خیرہ رہ جائیں۔ یہاں تک کہ کسریٰ وقیصر کے تخت و تاج تک اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دیے (۲۳)۔

❷ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد زمین کی معدنیات: سونا، چاندی اور دھات وغیرہ ہو اور یہ صرف معدنیات ہی میں منحصر نہیں بلکہ رزق اور خوراک کے تمام ذرائع اس سے مراد ہو سکتے ہیں، چنانچہ جتنے وسائل نظر آرہے ہیں یہ سب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے عطا ہو رہے ہیں کیونکہ خزانوں کی کنجیاں آپ علیہ السلام کو دی گئی ہیں (۲۴)۔

نکتہ

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ رب العزت اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ایک مناسبت کی طرف اشارہ ملتا ہے، وہ یہ کہ جیسے "مفاتيح الغيب" کا اختصاص اللہ نے اپنے لئے

(۲۲) عمدة القاري: ۱٤/ ۲۳

(۲۳) شرح ابن بطال: ٥/١٤٢-١٤٣، وأعلام الحديث: ٢/ ١٤٢٢

(٢٤) أعلام الحديث للخطابي: ١٤٢٣/٢، وإرشاد الساري: ١٢٩/٥

کیا ہے(۲۵) ویسے ہی "مفاتیح خزائن الأرض" کا اختصاص اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کیا ہے(۲۶)۔ وقال حسان بن ثابت: وشق له من اسمه ليجله فذوا العرش محمود وهذا محمد

"اور اللہ نے ان کے اکرام کے واسطے اپنے نام سے ان کے نام کو مشتق کیا

چنانچہ عرش والے محمود ہیں اور آپ محمد ہیں"۔

فوضعت في يدي

یہ وعدۂ خداوندی سے کنایہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی امت کو یہ سب کچھ عطا ہوگا۔ اور اللہ رب العزت کا یہ وعدہ پورا ہوا، مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں اور خزانوں کے انبار لگ گئے(۲۷)، اس کے باوصف کہ مسلمان پہلے کی طرح جہاد سے دلچسپی نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق بلادِ اسلامیہ کو ہر طرح کے وسائل سے مالا مال کیا۔

قال أبوهريرة رضي الله عنه: وقد ذهب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأنتم تنتثلونها

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور تم لوگ ان خزانوں کو نکال رہے ہو جب کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا کے معاملے میں اتنے زاہد اور بے نیاز تھے کہ انہوں نے اپنی ذات کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا جب کہ جو کچھ ملا اسے تقسیم کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ وہ دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوئے کہ پورا کفن بھی نہیں تھا، ایک چھوٹی سی چادر تھی، سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں کو چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا(۲۸)۔

راویٔ حدیث حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تو اس حال میں دنیا سے

(۲۵) قال الله تعالى: ﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾

(۲٦) شرح القسطلاني: ۱۲۹/۵

(۲۷) إرشاد الساري: ۱۲۹/۵

(۲۸) كتاب الجنائز، باب إذا لم يجد كفنا، إلا ما يواري رأسه أو قدميه، غطّى رأسه

چلے گئے اور اب ہم میں سے کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کا پھل ان کے لئے دنیا میں پک گیا ہے اور وہ ان پھلوں کو چن رہے ہیں (۲۹)۔

تنتثلونها

نثل (ن ض): نثلت البئر وانتثلتُها: کنویں سے مٹی نکالنا (۳۰)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "نصرتُ بالرعب" سے مستفاد ہے (۳۱)۔

۲۸۱۶ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ وَهُمْ بِإِيلِيَاءَ ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ ، فَٱرْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا ، فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا : لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ٱبْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ . [ر : ۷]

مذکورہ سند کے ساتھ اس حدیث کی مفصل تشریح گزر چکی ہے (۳۲)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں اس روایت کو لانے کا مقصد یہ ٹکڑا ہے "إنه يخافه ملك بني الأصفر" یعنی رومیوں کا بادشاہ قیصر بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رعب اور خوف سے لرزہ براندام ہے۔ تو مطابقت اس طرح ہو رہی

(۲۹) شرح ابن بطال: ۱٤۳/۵

(۳۰) أعلام الحديث: ۱٤۲۳/۲

(۳۱) عمدة القاري: ۲۳۵/۱٤

(۲۸۱٦) قد مر تخريجه في بدء الوحي كشف الباري: ٤۷۷/۱، بهذا الإسناد

(۳۲) كشف الباري: ٤۷۸/۱

ہے کہ یہ تمام باتیں قیصر کی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام میں ہوئی ہیں اور شام اور حجاز کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد مسافت ہے (۳۳) اور قیصر اتنی دور بیٹھ کر مارے خوف کے کہہ رہا ہے "فإن كان ماتقول حقا، فسيملك موضع قدميَّ هاتين". یعنی اے ابوسفیان! اگر تمہارا بیان سچا ہے تو وہ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بہت جلد میرے تخت پر قبضہ کریں گے۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

۱۲۱ - باب : حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى» /البقرة: ۱۹۷/ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس ترجمۃ الباب سے یا تو یہ بتانا ہے کہ اگر جہاد میں جاتے ہوئے توشہ کا انتظام کیا جائے تو یہ توکل کے منافی نہیں (۱)۔

یا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ توشہ کا اہتمام کرنا چاہیے اس لئے کہ اس سے قوت علی الجہاد میں اضافہ ہوتا ہے (۲)۔

وقول الله تعالىٰ: ﴿وتزودوا فإن خير الزاد التقوى﴾.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل یمن جب حج کرنے آیا کرتے تھے تو توشہ ساتھ نہیں لاتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "ہم متوکلین ہیں" تو یہ آیت نازل ہوئی کہ سفر کا توشہ تیار کرو اور بہترین توشہ تو پرہیزگاری ہے (۴)۔

پھر جب سفرِ دنیا کے لئے توشہ تیار کرنے کا حکم دیا ہے، تو اسی مناسبت سے سفرِ آخرت کے لئے بھی

(۳۳) عمدة القاري: ١٤/٢٣٦

(١) عمدة القاري. ١٤/٢٣١

(٢) لامع الدراري: ٧/٢٦٤

(٤) روح المعاني: ٢/٨٦

توشہ تیار رکھنے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے (۵)۔

٢٨١٧ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، وَحَدَّثَتْنِي أَيْضًا فاطِمَةُ ، عَنْ أَسْماءَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ في بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ ، حِينَ أَرَادَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى المَدِينَةِ ، قالَتْ : فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهِ ، وَلَا لِسِقَائِهِ ما نَرْبِطُهُمَا بِهِ ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ : وَٱللّٰهِ ما أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ إِلَّا نِطَاقِي ، قالَ : فَشُقِّيهِ بِٱثْنَيْنِ فَٱرْبِطِيهِ : بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالآخَرِ السُّفْرَةَ ، فَفَعَلْتُ ، فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ : ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ .
[٣٦٩٥ ، ٥٠٧٣]

تراجمِ رجال

۱-عبید بن اسماعیل

ان کا اصل نام عبداللہ ابومحمد ہباری قرشی کوفی ہے، ان کا تذکرہ ''کتاب الحیض'' میں گزر چکا ہے (۶)۔

۲-ابواسامہ

یہ حماد بن اُسامہ بن زید قرشی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ ''کتاب العلم'' میں گزر چکا ہے (۷)۔

۳-هشام

یہ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ ہیں، ''بدء الوحی'' میں ان کے حالات گزر چکے ہیں (۸)۔

---

(۵) عمدة القاري: ١٤/٢٣٦

(٢٨١٧) أخرجه البخاري في كتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، (رقم: ٣٩٠٧) وكتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان والسفرة، (رقم: ٥٢٨٨)

(٦) باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض.

(٧) كشف الباري : ٣/٣٥٨

(٨) كشف الباري: ١/٢٩١

۴-ابی:

یہ ہشام کے والد حضرت عروہ بن زبیر بن عوام رحمہ اللہ ہیں، ''بدء الوحی'' میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے(۹)۔

فاطمۃ: یہ ہشام کی اہلیہ فاطمہ بنت المنذر ہیں۔

اسماء: یہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ان دونوں کے حالات کتاب العلم میں گزر چکے ہیں(۱۰)۔

حدیث کا مفہوم

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینے کی طرف ہجرت کر کے تشرف لے جا رہے تھے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سامانِ سفر تیار کیا تھا۔مشکیزہ اور دستر خوان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں مل رہی تھی تو انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، سوائے میرے کمر بند کے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے اس سامان کو باندھا جا سکے۔تو انہوں نے فرمایا، کمر بند کو دو ٹکڑے کرلو، ایک ٹکڑے سے مشکیزہ اور دوسرے سے دستر خوان کو باندھ لو۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔

چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس خدمت کی وجہ سے ''ذات النطاقین'' کہا جانے لگا۔

سُفرۃ: بضم السین مسافر جو کھانا اپنے ساتھ سفر میں لے جاتا ہے۔پھر مطلقاً دستر خوان کے لئے استعمال ہونے لگا، اس کی جمع سُفَرٌ ہے۔

سقاء: بکسر السین مشکیزے کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع أسقیة ہے۔اور سِقَایة بتاء التأنیث پانی پینے کے پیالے کو کہتے ہیں۔

---

(۹) کشف الباري: ۱/۲۹۱

(۱۰) کشف الباري: ۳/۴۲۱، ۴۲۲

نِـطَـاق: بکسر النون کمر بند اور پیٹی کو کہا جاتا ہے۔ یہ کپڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے، جسے عورتیں کمر پر باندھتی ہیں اور اس کا بالائی حصہ نچلے حصہ پر اور نچلا حصہ زمین تک لٹکا رہتا ہے، گھر کے کام کاج کرتے وقت اس کو کس لیا جاتا ہے تا کہ پاؤں دامن میں نہ پھنس جائیں، اس کی جمع نُطُق (بضم النون والطاء) ہے (۱۱)۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہنے کی وجہ

اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ حضرت اسماء کو ''دو کمر بند والی'' کیوں کہا جاتا ہے؟ اس میں محدثین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں:

❶ ایک وجہ تو خود حدیثِ باب میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنا کمر بند دو ٹکڑوں میں چاک کر کے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سامانِ سفر باندھا تھا اور یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے (۱۲)۔

❷ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ آپ ''دو کمر بند'' باندھا کرتی تھیں، اور اس میں آپ کی عفت و پاکدامنی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے (۱۳)۔

❸ تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت اسماء کے دو ''کمر بند'' تھے، ایک کو پہنا کرتی تھیں اور دوسرے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا لے کر جایا کرتی تھیں جب کہ وہ دونوں غارِ ثور میں روپوش تھے (۱۴)۔

فقہ الحدیث

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دور دراز کے سفر میں جاتے وقت زادِ راہ ساتھ لے لینا چاہیے اور اسے بوجھ نہ سمجھا جائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو خلقِ خدا میں سب سے زیادہ اچھے اور اللہ اور اس کے بندوں میں سب سے زیادہ معزز اور قیامت کے روز شفیع الامم

---

(۱۱) عمدة القاري: ۲۳۷/۱٤

(۱۲) إرشاد الساري: ٥/ ۱۳

(۱۳) لامع الدراري: ۲٦۲/۷

(۱٤) حاشيه لامع الدراري: ۲٦٤-۲٦۱/۷، وانظر كتاب المغازي في كشف الباري: ص ۹۲

ہوں گے، وہ ان باتوں سے بے نیاز نہیں رہتے تھے، تو آج کل کے خشک جاہل صوفیوں کا کیا ٹھکانہ ہے جو زادِ راہ ساتھ لینے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں اور لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں (۱۵)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں تو حمل الزاد في الغزو کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہاں تو سفرِ ہجرت کے زادِ راہ کا ذکر ہو رہا ہے تو ترجمۃ الباب سے مطابقت کیسے ہوگی؟

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفرِ ہجرت پر سفرِ غزوہ کو قیاس کیا گیا ہے یعنی جیسے سفرِ ہجرت میں زادِ راہ کی ضرورت پڑتی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا اہتمام فرماتے تھے، ویسے ہی سفرِ جہاد میں بھی ہوتا تھا (۱۶)۔

۲۸۱۸ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو قالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ . [ر : ۱٦۳۲]

تراجمِ رجال

۱- علی بن عبداللہ

یہ ابوالحسن علی ابن المدینی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کے مفصل حالات گزر چکے ہیں (۱۷)۔

۲- سفیان

یہ ابومحمد ابن عیینہ کوفی رحمہ اللہ ہیں، "بدء الوحی" میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۱۸)۔

---

(۱٥) شرح ابن بطال: ٥/١٤٤

(١٦) شرح الكرماني: ١٣/٥

(٢٨١٨) قوله: "جابر بن عبدالله" مر تخريجه في كتاب الحج، باب ما يأكل من البُدن وما يُتصدق (١٧١٩)

(١٧) كشف الباري: ٣/٢٥٦

(١٨) كشف الباري: ١/٢٣٨

۳- عمرو:

یہ ابو محمد عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کا ذکر ہو چکا ہے (۱۹)۔

٤- عطاء:

یہ عطاء بن أبی رباح یمانی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم ان کے حالات گزر چکے ہیں (۲۰)۔

٥- جابر بن عبداللّٰہ

یہ مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الوضوء میں گزر چکا ہے (۲۱)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

اس حدیث شریف سے چند فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

❶ ایک یہ کہ سفر چاہے کسی بھی قسم کا ہو سامانِ سفر ساتھ لینا مشروع ہے اور توکّل کے نام پر زادِ راہ ساتھ نہ لینا جیسا کہ خشک اور جاہل صوفیوں کا وطیرہ ہے، یہ غلط ہے۔

❷ دوسرے یہ کہ قربانی کا گوشت سفر میں ساتھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء میں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرماتے تھے، پھر آپ نے فرمایا "کلوا وتزوّدوا وادّخروا" کھاؤ اور سفر میں ساتھ لے جاؤ اور بچا کے رکھو (۲۲)۔

❸ قربانی کا گوشت سب کھا سکتے ہیں، چاہے قربانی کرنے والا مالدار کیوں نہ ہو۔ اور جب سفر میں ساتھ لے جائیں گے تو اس سے کھانا بھی ثابت ہوتا ہے (۲۳)۔

---

(۱۹) كشف الباري: ٤/٣٠٩

(۲۰) باب عظة الإمام النساء وتعليمهن

(۲۱) كتاب الوضوء، باب صبّ النبي صلى الله عليه وسلم الوضوء على المغمى عليه.

(۲۲) صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أوّل الإسلام وبيان نسخه وإباحته إلى متى شاء (٥١٠٤)

(۲۳) عمدة القاري: ١٤/٢٣٧

ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "كنا نتزوّد لحوم الأضاحي" میں ہے۔ مطابقت میں جواشکال پیدا ہوتا ہے اس کا جواب پچھلی حدیث کے تحت گزر چکا ہے(۲۴)۔

۲۸۱۹ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قالَ : سَمِعْتُ يَحْيىٰ قالَ : أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسارٍ : أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عامَ خَيْبَرَ ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ ، وَهْيَ مِنْ خَيْبَرَ ، وَهْيَ أَدْنَى خَيْبَرَ ، فَصَلَّوُا الْعَصْرَ ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَطْعِمَةِ ، فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بِسَوِيقٍ ، فَلُكْنَا فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ، ثُمَّ قامَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا . [ر : ٢٠٦]

تراجم الرجال

۱-محمد بن المثنیٰ

یہ ابوموسیٰ محمد بن مثنی بصری عنزی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(۲۵)۔

۲-عبدالوہاب

یہ ابومحمد عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی رحمہ اللہ ہیں، پیچھے ان کے حالات گزر چکے ہیں(۲۶)۔

۳-یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید مدنی رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے(۲۷)۔

---

(٢٤) عمدة القاري: ١٤/٢٣٧

(٢٨١٩) قد مرّ تخريجه في كتاب الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ.

(٢٥) كشف الباري: ٢/٢٥

(٢٦) كشف الباري: ٢/٢٦

(٢٧) كشف الباري: ٢/٣٢١

۴-بشیر بن یسار/ سوید بن نعمان

اول الذکر ابو کیسان انصاری رحمہ اللہ ہیں، دوسرے حضرت سوید بن نعمان انصاری رحمہ اللہ ہیں، ان دونوں حضرات کا تذکرہ گزر چکا ہے (۲۸)۔

فَلُکْنا: لاك يلوك لوكاً السويقَ: ستو پھانکنا اور پانی میں گھول کر پینا۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت دو جگہوں میں ہے:

❶ "فدعا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالأطعمة".

❷ "فلم يُؤتَ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا بسَويق".

یہ دونوں جملے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جہاد میں زادِ راہ ساتھ رکھا کرتے تھے، مختلف کھانے کی چیزیں ہوا کرتی تھیں، یہاں ستُّو کا ذکر ہے (۲۹)، بقیہ مباحثِ متعلقہ کتاب الوضوء میں گزر چکے ہیں (۳۰)۔

٢٨٢٠ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ : حَدَّثَنَا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : خَفَّتْ أَزْوَادُ النَّاسِ وَأَمْلَقُوا ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ في نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ ، فَقالَ : ما بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ ؟ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (نَادِ في النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ) . فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ دَعاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا ، ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، وَأَنِّي رَسُولُ ٱللهِ) . [ر : ٢٣٥٢]

---

(٢٨) كتاب الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ.

(٢٩) عمدة القاري: ١٤/٢٣٧

(٣٠) باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ

(٢٨٢٠) مَرَّ تخريجه في كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض (٢٤٨٤)

تراجم الرجال

یہ حدیث بعینہ اسی سند کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہے، رجال کے مفصل حالات کے لئے حوالہ جات وہاں دیئے جا چکے ہیں (۳۱)۔

مفہوم حدیث

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دورانِ جنگ کھانے کی مشکلات پیش آئیں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند اونٹوں کو ذبح کرنے کی درخواست کی جو منظور ہوگئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اونٹ ذبح کر دیئے جائیں گے تو ان کا گزارہ کیسے ہوگا؟ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول کیا اور فرمایا ''لوگوں میں اعلان کردو جس کے پاس جو کچھ باقی بچا ہے وہ لے کر آجائے'' چنانچہ جو کچھ جمع ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا مانگی، پھر لوگوں کو اپنے اپنے برتن لانے کا حکم ہوا، وہ مٹھی بھر بھر کے برتنوں کو بھرنے لگے، یہاں تک وہ فارغ ہوگئے (چونکہ یہ ایک معجزہ تھا اس لئے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أشهد أن لا إله إلا الله، وأني رسول الله''.

بعض الفاظ حدیث کی تحقیق

خَفَّت أزواد الناس وأَمْلَقُوا

''لوگوں کے ہاں کھانے کی کمی ہوگئی اور وہ محتاج ہوگئے''۔

یہاں حافظ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ زرکشی، علامہ برماوی رحمہم اللہ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ زادِ راہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ جب کہ صاحب مصابیح کا کہنا ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے جیسا کہ ''خَـفَّـتْ'' سے معلوم ہو رہا

(۳۱) مَرَّ تخريجه في كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض (۲٤٨٤)

ہے کہ خوراک کم پڑ گئی تھی، بالکل ختم نہیں ہوئی تھی اور واقعتاً بھی ایسا ہی تھا کیونکہ جو خوراک باقی بچ گئی تھی، وہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کردی تھی جس پر آپ علیہ السلام نے برکت کی دعا کی (۳۲)۔

ما بقاء كم بعد إبلكم

یعنی اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد تم لوگوں کا گزارہ کیسے ہوگا؟

حدیث سے مستنبط فوائد

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ فائدہ مستنبط ہوتا ہے کہ وزیر یا نائب کو چاہیے کہ وہ اپنے امیر کو صحیح وصائب مشورے دے، خواہ امیر اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کرے یا نہ کرے، کیونکہ اس کا منصب اس سے خیر خواہی کا تقاضا کرتا ہے اور اسے مداخلت کا اختیار دیتا ہے۔

❷ دوسری بات یہ معلوم ہو رہی ہے کہ مسافر کے لئے اہم ترین چیز اس کی سواری ہے، خصوصاً حجاز کے گرم اور ریتیلے علاقوں میں جہاں سواری میسر نہ ہو تو بظاہر موت ہی اس کا مقدر ہے، وہاں کے صحراؤں میں پیدل چلنا کوئی آسان کام نہیں (۳۳)۔ اس لئے سواری کی حفاظت اور دیکھ بھال کا اہتمام ہونا چاہیے۔

❸ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کا یقین تھا (۳۴)۔

❹ نیز اس قول سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مسلمانوں کے لئے شفقت وہمدردی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے (۳۵)۔

---

(۳۲) ارشاد الساري: ۱۳۱/۵

(۳۳) شرح ابن بطال: ۱٤٥/٥

(۳٤) شرح ابن بطال: ٤٥/٥

(۳٥) عمدة القاري: ۲۳۸/۱٤

ناد في الناس يأتون

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "یأتون" سے قبل "فَهُمْ" مقدر مانتے ہیں (۳۶)، اس صورت میں جملہ مستأنفہ ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ اس پر رد کرتے ہیں اور اسے حال قرار دیتے ہیں "الـنـاس" سے (۳۷)، اس صورت میں یہ ایک ہی جملہ ہوگا۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر قحط اور خوراک کی قلت پیدا ہو جائے تو حاکم کے لئے جائز ہے کہ ضرورت سے زائد خوراک جس کے پاس ہو اسے غلہ بیچنے پر مجبور کرے اس لئے کہ عامۃ الناس کی بہتری اسی میں ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ اس کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی کو اس کی مملوکہ چیز فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے (۳۸)۔

فاحتثى الناس

''لوگوں نے مٹھی بھر بھر کرلیا''۔ یعنی وہ جمع شدہ خوراک نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ لوگ مٹھی بھر بھر کر لینے لگے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ تھوڑا سا کھانا تمام لوگوں کے لئے بالکل کافی ہو گیا (۳۹)۔

ثم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : أشهد أن......

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معجزہ کے ظہور کے فوری بعد شہادتین کا پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ

---

(۳۶) فتح الباري: ۱۳۰/٦

(۳۷) عمدة القاري: ۲۳۸/۱٤

(۳۸) شرح ابن بطال: ٤٤/٥

(۳۹) إرشاد الساري: ۱۳۱/٥

معجزات سے رسالت کی تائید ہوتی ہے (۴۰)۔

فائدہ

اس حدیث مبارک سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسنِ اخلاق بہت خوب واضح ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، یہاں تک کہ جب انہوں نے خوراک کے لئے اونٹوں کو ذبح کرنے کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے ان کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے یہ درخواست قبول فرمائی۔

اور پھر آپ علیہ السلام نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے میں مسلمانوں کی بہترین دیکھی تو فوراً ان کے مشورے کو قبول فرمایا (۴۱)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "خفت أزواد الناس" اور "بفضل أزوادهم" میں ہے (۴۲)۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

۱۲۲ – باب : حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ بتارہے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس سواری نہ ہو تو اس کو اپنا سامان اپنے کندھے پر اٹھالینا چاہیے (۱)۔

---

(۴۰) إرشاد الساري: ۵/ ۱۲۱، وعمدة القاري: ۱۴/ ۲۳۸

(۴۱) إرشاد الساري: ۵/ ۱۳۱، وعمدة القاري: ۱۴/ ۲۳۸

(۴۲) إرشاد الساري: ۵/ ۱۳۱، وعمدة القاري: ۱۴/ ۲۳۸

(۱) فتح الباري: ۶/ ۱۳۰

حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کا مقصد یہ بتانا ہے زیادہ سامان سافر کو ساتھ نہیں لینا چاہیے۔ بس اتنا سامان ہو کہ اگر ضرورت پیش آجائے تو آدمی خود بھی اس کو اٹھا سکے(۲)۔

۲۸۲۱ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقابِنَا ، فَفَنِيَ زَادُنَا ، حَتَّى كانَ الرَّجُلُ مِنَّا يأْكُلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً ، قالَ رَجُلٌ : يا أَبَا عَبْدِ اللهِ ، وَأَيْنَ كانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ ؟ قالَ : لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا ، حَتَّى أَتَيْنَا الْبَحْرَ ، فَإِذَا حُوتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا ما أَحْبَبْنَا . [ر : ۲۳۵۱]

تراجم رجال

۱-صدقہ بن الفضل

یہ ابوالفضل صدقہ بن فضل مروزی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا ہے(۴)۔

۲-عبدہ

یہ عبدہ بن سلیمان کلابی کوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان میں گزر چکے ہیں(۵)۔

۳-ہشام

یہ ابوالمنذر یا ابوعبداللہ ھشام بن عروہ ہیں، بدء الوحی میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۶)۔

---

(۲) الأبواب والتراجم للشيخ زكريا، ص: ۱۰

(۲۸۲۱) مرَّ تخريجه في كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض الخ

(٤) باب الصلوة في مواضع الإبل

(٥) كشف الباري: ۹٤/۲

(٦) كشف الباري: ۲۹۱/۱

۴-وھب بن کیسان

یہ ابوالزبیر اَسدی رحمہ اللہ ہیں، کتاب البیوع میں ان کے حالات گزر چکے ہیں (۷)۔

۵-جابر بن عبداللہ

مشہور حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۸)۔

بعض الفاظِ حدیث کی تحقیق

قال رجل: اس سے مراد راوی حدیث وھب بن کیسان رحمہ اللہ ہیں۔ جنہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا (۹)۔

وأين كانت التمرة تقع من الرجل؟: یعنی ایک کھجور کے دانے سے ایک آدمی کا کیا بنتا ہوگا؟

لقد وجدنا فقدها حين فقدنا: یعنی اس ایک کھجور کے نہ ملنے کی پریشانی کو اس وقت محسوس کیا جب اس کا ملنا بھی بند ہوگیا۔

وجدنا: وجد يجد وَجْداً ومَوجِدة: پریشان ہونا، غمگین ہونا۔

یہ حدیث غزوہ سیف البحر سے متعلق ہے، جس کی تفصیل کتاب المغازی میں آرہی ہے (۱۰)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے جو اس جملے کے اندر ہے: "ونحن ثلاث مأة نحمل زادنا على رقابنا" "ہم تین سو افراد تھے اور ہم نے زادِ راہ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا" (۱۱)۔

---

(۷) باب شراء الدواب والحمير، باب من لم ير الوضوء الا من المخرجين: من القبل والذكر والدبر

(۸) دیکھئے كتاب الوضوء، باب صب النبي صلى الله عليه وسلم الوضوء على المغمى عليه

(۹) كتاب المغازي، باب غزة سيف البحر، (رقم: ۴۳۶۰)

(۱۰) كتاب المغازي، باب غزة سيف البحر، (رقم: ۴۳۶۰)

(۱۱) عمدة القاري: ۱۴/۲۳۸

فائدہ

ان دونوں ابواب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امیر لشکر مجاہدین کو سختی اور تکالیف جھیلنے پر مجبور کرسکتا ہے اور بھوک اور زادِراہ کے نہ ہونے کے باوجود، انہیں میدان نہ چھوڑنے پر پابند کرسکتا ہے (۱۲)۔

تنبیہ

یہاں ترجمۃ الباب کے اثبات کے لئے علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے زادِراہ اپنے ساتھ لے لیا تھا، لیکن جب وہ ختم ہوگیا، تو وہ کھجور کے ایک ایک دانے پر گزارہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ پھر جب کھجور بھی ختم ہوگئیں، تو فاقہ کشی کی نوبت آگئی، حالانکہ اللہ جل شانہ اس پر قادر ہیں کہ پتھر میں سے روئی اور چٹانوں میں پھل پیدا فرمادے لیکن ایسی کوئی بات خلافِ عادت پیش نہیں آئی۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ زادِراہ کا انتظام کرلینا چاہیے اور کرامات کا انتظار نہیں کرنا چاہیے (۱۳)۔

۱۲۳ - باب : إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ أَخِيهَا .

ربط ومناسبت

چونکہ جہاد میں عام طور پر سفر ہوتا ہی ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ اگلے ابواب میں مسائلِ سفر بیان کررہے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہن کو بھائی کے پیچھے سواری پر بٹھانا ایسا معاملہ ہے جس کی ضرورت سفر میں پڑتی ہی رہتی ہے، خصوصاً جہاد کے پرمشقت اسفار میں، جس میں ہرسُو مشکلات اور خطرات ہوتے ہیں، ایسی ضرورتیں زیادہ پیش آسکتی ہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس صورت کے جواز کو یہاں، بیان کردیا کہ اگر بہن کو بھائی کی سواری کے پیچھے بٹھایا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔ البتہ

---

(۱۲) شرح ابن بطال: ۱٤٥/٥

(۱۳) حوالۂ بالا، ص: ۱٤٦

(۱) لامع الدراری: ۲٦٥/۷

احتیاط بہر حال ملحوظ رہنی چاہیے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے بیان کرنا چاہیے ہیں کہ عورتوں کا جہاد حج ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے، "جهاد كن الحج" (۲)، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد ہی میں اس روایت کو نقل کیا ہے (۳)۔

لیکن ظاہر ہے حضرت گنگوہی کی توجیہ زیادہ جامع ہے، کیونکہ اس سے ترجمۃ الباب کا مقصد اور کتاب الجہاد سے ان روایتوں کی مناسبت بھی واضح ہو جاتی ہے جب کہ حافظ رحمہ اللہ کی توجیہ سے کتاب الجہاد سے مناسبت تو سمجھ میں آ رہی ہے لیکن ترجمۃ الباب کا مقصد اس سے واضح نہیں ہوتا (۴)۔

۲۸۲۳/۲۸۲۲ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عاصِمٍ : حَدَّثَنَا عُثْمانُ بْنُ الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، يَرْجِعُ أَصْحَابُكَ بِأَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى الحَجِّ ؟ فَقَالَ لَهَا : (اذْهَبِي ، وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ) . فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ ، فَانْتَظَرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَعْلَى مَكَّةَ حَتَّى جاءَتْ .

تراجمِ رجال

۱- ابوحفص عمرو بن علی

یہ عمرو بن علی بن بحر باہلی بصری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الوضوء میں گزر چکے ہیں (۵)۔

۲- ابوعاصم

ان کا نام ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم شیبانی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کا تذکرہ

---

(۲) فتح الباري: ۱۳۱/٦

(۳) باب جها النساء، (رقم: ۲۸۷٥)

(٤) وفي حاشية اللامع: "ماأفاده الشيخ قدس سره أجود مما قاله الحافظ. (۲٦٥/۷)

(۲۸۲۳/۲۸۲۲) قوله: "عن عائشة......" مرّ تخريجه في كتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن (۲۹٤)

(٥) دیکھئے باب الرجل يوضئ صاحبه

ہو چکا ہے (٦)۔

۳-عثمان بن اسود

عثمان بن اسود جمحی رحمہ اللہ کے حالات گزر چکے ہیں (٧)۔

۴-ابن ابی ملیکہ

یہ ابوبکر عبداللہ بن عبیداللہ بن ملیکہ زہیر رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(٨)۔

۵-عائشہ

یہ سیدہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، بدء الوحی میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(٩)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے کے اندر ہے، "إذهبي وليُردفك عبدالرحمن" جو بالکل واضح ہے(١٠)۔

(٢٨٢٣) : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَمَرَنِي ٱلنَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُرْدِفَ عائِشَةَ ، وَأُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ . [ر : ١٦٩٢]

---

(٦) كتاب العلم: ٣/١٦٢.

(٧) كتاب الشركة، باب الاشتراك في الذهب والفضة وما يكون فيه الصرف.

(٨) كشف الباري: ٢/٥٤٨.

(٩) كشف الباري: ١/٢٩١.

(١٠) عمدة القاري. ١٤/٢٣٩

(٢٨٢٣) مر تخريجه في كتاب العمرة، باب عمرة النعيم.

تراجم رجال

۱-عبداللہ

یہ عبداللہ بن محمد ابوجعفر مسندی رحمہ اللہ ہیں۔ کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۱۱)۔

۲-ابن عیینہ

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہیں۔ بدء الوحی میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۱۲)۔

۳-عمرو بن دینار

یہ عمرو بن دینار جرمی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۱۳)۔

۴-عمرو بن اوس

یہ عمرو بن اوس ثقفی رحمہ اللہ ہیں، کتاب التہجد میں ان کے حالات گزر چکے ہیں(۱۴)۔

۵-عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق

یہ صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں(۱۵)۔

متعلقہ مباحث مختلف ابواب کے تحت گزر چکے ہیں۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "أمرني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن

(۱۱) کشف الباري: ۱/۶۵۷

(۱۲) کشف الباري: ۱/۲۳۸

(۱۳) کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل

(۱٤) دیکھئے کتاب التهجد، باب من نام عندالسَحَر.

(۱٥) دیکھئے کتاب الحيض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض.

أردف عائشة وأعمرها من التنعيم" سے واضح ہے (۱۶)۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

فقہ الحدیث

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سواری پر (چاہے جانور ہو یا کار اور موٹر سائیکل وغیرہ ہو) دو آدمی سوار ہو سکتے ہیں، ہاں سواری کی طاقت و برداشت کا خیال رکھنا ضروری ہے، خصوصاً جب کہ وہ بے زبان جانور ہو۔

اور عورتوں کو سواری پر مردوں کے سامنے نہیں بٹھانا چاہیے، چاہے وہ محرم کیوں نہ ہوں۔ سنت یہی ہے کہ ان کو پیچھے بٹھایا جائے اور یہی ادب و وقار کا تقاضا بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کو جو اُن کی رہنمائی کرتے ہوئے آگے آگے چل رہی تھی، اور ہوا سے ان کے کپڑے اڑ رہے تھے۔ اپنے پیچھے چلنے اور اشارہ سے راستہ بتانے کا کہا۔

چنانچہ دختر شعیب علیہ السلام نے واپسی میں اپنے والد کو کہا "إن خیر من استأجرت القوي الأمین" (۱۷) یعنی انہوں نے اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور عفت وامانت کے بارے میں آگاہ کیا (۱۸)۔

۱۲٤ - باب : الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

مناسبت تو بیان ہو چکی کہ مسائل سفر کی جہاد میں ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ پچھلے باب میں یہ بتایا تھا کہ بہن کو بھائی کے پیچھے سواری پر بٹھانا جائز ہے۔ اب یہ بتا دیا کہ غزوے میں جا رہے ہوں یا حج میں، وہاں بھی دوسرے آدمی کو اپنا ردیف بنانے میں کوئی حرج نہیں (۱)۔

---

(۱٦) عمدة القاري: ۱٤/۲۳۹

(۱۷) القصص: ۲٦

(۱۸) شرح ابن بطال: ٥/۱٤۷

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۲۳۹

٢٨٢٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ رَدِيفَ أَبِي طَلْحَةَ ، وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا : الحَجِّ وَالْعُمْرَةِ . [ر : ١٠٣٩]

تراجم رجال

١-قتیبہ

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(٣)۔

٢-عبدالوہاب

یہ ابومحمد عبدالوہاب ثقفی رحمہ اللہ ہیں۔

٣-ایوب

یہ ابوبکر ایوب سختیانی رحمہ اللہ ہیں۔

٤-ابوقلابہ

یہ ابوقلابہ عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ ہیں۔

ان تینوں حضرات کے حالات کتاب الإیمان میں گزر چکے ہیں(٤)۔

٥-انس

یہ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(٥)۔

(٢٤٢٨) مرّ تخريجه في كتاب تقصير الصلوة، باب يقصر إذا خرج من موضعه (١٠٨٩)

(٣) كشف الباري: ١٨٩/٢

(٤) كشف الباري: ٦٦/٢

(٥) كشف الباري: ٤/٢

كنتُ رديف أبي طلحة، وإنهم ليَصْرُخُون بهما جميعا: الحجّ والعمرة

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفرِ حج میں ابوطلحہ کے ساتھ ایک ہی جانور پر سوار تھا اور لوگ (تلبیہ میں) حج وعمرہ دونوں کو پکار رہے تھے۔

یہ واقعہ سفرحج سے متعلق ہے، لیکن جہاد بھی چونکہ حج کی طرح عبادت ہے اس لئے اس روایت کو جہاد کے ابواب میں ذکر کردیا گیا۔

فقہ الحدیث

اس حدیث سے چند فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

1. حج اور جہاد میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔
2. ارداف سنت ہے اور سلف صالحین کا طریقہ ہے، اس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مذکور کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "کنت ردیف أبي طلحة" میں ہے۔ اور سفرِ جہاد کو سفرِ حج پر قیاس کیا گیا ہے(٦)۔

١٢٥ - باب : الرِّدْفِ عَلَى الحِمَارِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

چونکہ گدھا گھوڑے کے مقابلے میں ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے اس لئے شبہ ہوتا تھا کہ شاید اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز نہ ہو، تو امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلادیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

باقی یہ شرط تو ہر جانور میں ہے کہ وہ سواروں کا بوجھ اٹھا سکے، ورنہ جانور کو بے جا تکلیف دینا جائز نہیں، جتنے سواروں کا بوجھ جانور سہار سکے، اتنا ہی بوجھ اس پر ڈالنا چاہیے، چاہے اونٹ ہو یا گھوڑا یا اور کوئی جانور ہو(١)۔

---

(٦) عمدة القاري: ١٤/٢٣٩

(١) لامع الدراري: ٧/٢٦٥، وعمدة القاري: ١٤/٢٣٩

٢٨٢٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى إِكافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ . [٤٢٩٠ ، ٥٣٣٩ ، ٥٦١٩ ، ٥٨٥٤ ، ٥٨٩٩]

تراجمِ رجال

۱- قتیبہ

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کے حالات گزر چکے ہیں (۳)۔

۲- ابوصفوان

ان کا نام عبداللہ بن سعید رحمہ اللہ ہے، کتاب الأذان میں ان کے حالات گزر چکے ہیں (۴)۔

۳- یونس بن یزید

یہ ابوالنجار ایلی رحمہ اللہ ہیں، بدءالوحی میں ان کا ذکر آچکا ہے (۵)۔

۴- ابن شہاب

یہ ابوبکر محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی میں گزر چکے ہیں (۶)۔

(٢٨٢٥) الحديث أخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب (رقم: ٤٥٦٦) وكتاب المرضى، باب عيادة المريض راكبا وماشيا وردفا على الحمار (رقم: ٥٦٦٣) وكتاب اللباس، باب الارتداف على الدابة (٥٨٦٤) وكتاب الأدب باب كُنية المشرك، (رقم: ٦٢٠٧) وكتاب الاستيذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين (رقم: ٦٢٥٤) ومسلم، كتاب الجهاد، باب دعاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وصبره على أذى المنافقين (٤٦٥٩)

(٣) كشف الباري: ١٨٩/٢

(٤) باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال

(٥) كشف الباري: ٤٦٣/١

(٦) كشف الباري: ٣٣٠/١

تحقیق کلماتِ حدیث

إکاف: بکسر الہمزۃ وکاف بالواو بھی مستعمل ہے، اس کی جمع اُکُف اور آکفة ہے، گدھے کے بالان کو کہا جاتا ہے۔

قطیفة: اس کی جمع قطائف ہے۔ روئی دار چادر کو کہا جاتا ہے۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گدھے پر سوار تھے اور بالان پر چادر بچھی ہوئی تھی، اور حضرت اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔

فقہ الحدیث

اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتہائی متواضع ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گدھے جیسے جانور پر بھی سواری فرمایا کرتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو سوار کر لینے میں بھی عار محسوس نہیں فرماتے تھے (۷)۔

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جلالتِ شان اور عظمت کے باوجود اپنی امت کو تعلیم دینے کے لئے یہ سب کیا کرتے تھے تاکہ لوگ گدھے کی سواری کو معیوب نہ سمجھیں اور اپنے پیچھے کسی کو سوار کر لینے کو باعثِ ذلت نہ سمجھیں، جیسا کہ متکبرین کا شیوہ اور عادت ہوتی ہے (۸)۔

نیز حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور تعلق کا اندازہ بھی اس واقعہ سے اور اگلی روایت سے بخوبی ہوتا ہے (۹)۔

یہاں روایت کا صرف وہ حصہ ذکر کیا گیا ہے جس کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہے۔ مفصل واقعہ آگے "کتاب التفسیر" میں آرہا ہے (۱۰)۔

---

(۷) شرح ابن بطال: ١٤٨/٥

(۸) شرح ابن بطال: ١٤٨/٥

(۹) عمدة القاري: ٢٤٠/١٤

(۱۰) دیکھئے کشف الباري، کتاب التفسیر، ص: ١٢٦

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ركب على حمار ...... وأردف أسامة وراءه" سے واضح ہے۔

٢٨٢٦ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : قالَ يُونُسُ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ ، وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الحَجَبَةِ ، حَتَّى أَنَاخَ فِي المَسْجِدِ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ البَيْتِ فَفَتَحَ ، وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ، فَمَكَثَ فِيهَا نَهَارًا طَوِيلاً ، ثُمَّ خَرَجَ ، فَاسْتَبَقَ النَّاسُ ، وَكانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ ، فَوَجَدَ بِلَالاً وَرَاءَ البَابِ قائِمًا ، فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى المَكانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ . قالَ عَبْدُ اللهِ : فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ . [ر : ٣٨٨]

تراجم رجال

۱-یحیٰ بن بکیر

ابوزکریا ان کی کنیت ہے۔

۲-لیث

یہ ابوالحارث لیث بن سعد فہمی رحمہ اللہ ہیں۔ بدء الوحی میں دونوں حضرات کا تذکرہ گزر چکا ہے (۱۲)۔

۳-یونس

یہ یونس بن یزید ایلی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی میں گزر چکے ہیں (۱۳)۔

(٢٨٢٦) قدمرّ تخريجه في كتاب الصلوة، باب قوله تعالى: ﴿واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى﴾ (رقم: ٣٩٧)

(١٢) كشف الباري: ١/٣٢٣-٣٢٤

(١٣) كشف الباري: ١/٤٦٣

۴-نافع

یہ ابوسہیل نافع بن مالک اصبحی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں (۱۴)۔

۵-عبداللہ

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۱۵)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں مطابقت کے سلسلے میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ باب تو "ردف علی الحمار" کا قائم کیا گیا، جب کہ حدیث مذکور میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار ہونے کا ذکر ہے اور یہ واضح ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "فتح مکہ" والے دن گدھے پر سواری نہیں فرمائی (۱۶)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ارتداف" تو دونوں صورتیں میں ایک ہی جیسا ہوتا ہے، ہاں جانور میں فرق ہے، اس سے حدیث شریف کے ترجمۃ الباب سے انطباق پر کوئی اثر نہیں پڑتا (۱۷)۔

الحجبة: یہ حاجب کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: دربان، چوکیدار۔ یہاں اس سے مراد بیت اللہ شریف کے چابی بردار ہیں۔

قال عبداللّٰه: فنسيتُ أن أسأله كم صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ

یہاں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ فرما رہے ہیں کہ وہ یہ بات بھول گئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔ جب کہ کتاب الصلوۃ والی روایت (۱۸) میں تصریح موجود ہے کہ

---

(١٤) كشف الباري: ٢٧١/٢

(١٥) كشف الباري: ٦٣٧/١

(١٦) فتح الباري: ١٣٢/٦

(١٧) عمدة القاري: ٢٤٠/١٤

(١٨) باب قوله تعالىٰ: ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى﴾

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کے اندر دو رکعتیں پڑھیں تو ان دونوں روایتوں کے اندر بظاہر تعارض نظر آرہا ہے؟

اس اشکال کے جوابات کتاب المغازی کے اندر ہم تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے(۱۹)۔ یہاں ان کا خلاصہ بیان کردیا جاتا ہے:

❶ ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ "صلی رکعتین" والی روایت وہم ہے، لیکن یہ جواب ضعیف ہے۔

❷ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صراحۃً یہ بات نہیں پوچھی تھی، البتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشارۃً بتلادیا تھا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں، جیسا کہ اس روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے جو کتاب الصلوۃ میں مذکور ہے۔

❸ "صلی رکعتین" اَقل متیقّن پر محمول ہے، یعنی یقینی طور پر کم از کم نماز دو رکعتیں ہی ہوتی ہیں۔

واللہ أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

۱۲٦ – باب : مَنْ أَخَذَ بِالرِّكابِ وَنَحْوِهِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلارہے ہیں کہ سوار کے رکاب کو تھامنا اور سوار ہونے میں اس کی مدد کرنا یہ ایک نیک اور باعثِ فضیلت عمل ہے خصوصاً جب کہ سوار جہاد کے لئے بابہ رکاب ہو تو اس کی فضیلت میں اور اضافہ ہوجاتا ہے(۱)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے رکاب کو تھام لیا تو انہوں نے کہا۔ اے نبی کے چچازاد بھائی! ایسا مت کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح احترام کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔

یہ سن کر حضرت زید نے ابن عباس کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیا تو انہوں نے کہا: "ایسا مت کرو" تو حضرت

(۱۹) دیکھئے كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٥١٥

(١) شرح ابن بطال: ٥/٤٨، وعمدة القاري: ١٤/ ٢٤٠

زید نے کہا: ہمیں آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح محبت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۲)۔

ہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس میں رکاب تھامنے والے کی تذلیل ہوتی ہے نہ ہی سوار کے لئے یہ کوئی قابل فخر بات ہے، سفر میں ایسا ہوجایا کرتا ہے اور اس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے کہ کسی کو اتار دیا جائے اور کسی کو سوار کرایا جائے۔

۲۸۲۷ : حدّثني إسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ ، يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا ، أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَيُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ) . [ر : ۲۵٦۰]

تراجمِ رجال

۱- اِسحاق

یہاں اسحاق بلانسبت ذکر ہوا ہے، اور "باب فضل من حمل متاع صاحبه فی السفر" (٤)، میں یہ روایت اسحٰق بن نصر سے اور "کتاب الصلح" (٥) میں اسحٰق بن منصور سے مروی ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں ابن نصر اور ابن منصور میں سے کون سے راوی مراد ہیں جب کہ دونوں ہی عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابو یعقوب اسحٰق بن منصور بن بہرام کوسج مروزی رحمہ اللہ ہیں، اس لئے کہ ابوذر کے نسخہ میں اسحاق بن منصور ہی آیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ "کتاب الصلح" والی روایت (جو ابن منصور سے مروی ہے) اور روایتِ باب کے الفاظ بالکل یکساں ہیں۔ جب کہ ابن نصر کی

---

(٢) شرح ابن بطال: ٥/٤٨، وعمدة القاري: ١٤/٢٤٠

(٢٨٢٧) مرَّ تخريجه في كتاب الصلح، باب فضل الإصلاح بين الناس والعدل بينهم: (٢٧٠٧)

(٤) كتاب الجهاد، (رقم الحديث: ٢٨٩١)

(٥) انظر حاشية الثالثة

روایت کا سیاق کچھ مختلف ہے، جو کتاب الجہاد میں گزری ہے(٦)۔ اسحق بن منصور کے مفصل حالات کتاب الایمان میں آچکے ہیں(٧)۔

۲-عبدالرزاق

یہ ابوبکر عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(٨)۔

۳-معمر

یہ ابوعروہ معمر بن راشد بصری رحمہ اللہ ہیں، بدءالوحی میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے(٩)۔

۴-ہمام

یہ ابوعقبہ ہمام بن منبہ رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں۔

۵-ابوہریرہ

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(١٠)۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''انسان کے بدن کے ہر جوڑ پر طلوعِ آفتاب کے ساتھ ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے، دو آدمیوں میں انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کی سواری پر اس کا مال واسباب لاد دینا صدقہ ہے، کسی سے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے اٹھے صدقہ ہے، اور تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے''۔

---

(٦) فتح الباري: ٥/٣٠٩، و: ٦/١٣٢، وعمدة القاري: ١٣/٢٨٦، : ١٤/١٤١

(٧) كشف الباري: ٢/٤٢٠، : ٢/٤٢١

(٨) كشف الباري: ١/٤٦٥

(٩) كشف الباري: ٢/٤٢٨

(١٠) كشف الباري: ١/٦٥٩

سُلامٰی کے معنی

اس کی مفرد سُلامیة ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ''جنس'' ہے۔ یعنی اس کا واحد وجمع برابر ہے اور اس کی جمع سُلامیّات ہے۔ چھوٹی ہڈیوں میں سے ہر جوڑ دار ہڈی، جیسے انگلیوں کی ہڈیاں، پھر توسعاً ہر ہڈی اور ہڈی کے جوڑوں پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

علامہ ابوعبید فرماتے ہیں کہ سُلامٰی اس ہڈی کو کہتے ہیں جو اونٹ کے کھر کے کنارے پر ہوتا ہے (۱۱)۔

بہرحال حاصل یہ ہے کہ انسان کی ہر ہڈی پر ایک صدقہ روزانہ لازم ہوتا ہے، اللہ جل شانہ کی تمام نعمتیں ہی ایسی ہیں کہ جن کا شکر ادا کرنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن ہڈیوں کو خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے انسان کی حرکت وسکون اور ہلنے جلنے کا مدار اکثر ہڈیوں پر ہی ہوتا ہے (۱۲)۔

صحیح مسلم میں ہے: ''سلامی انسانی جسم کے جوڑوں کو کہا جاتا ہے جن کی تعداد تین سو ساٹھ بنتی ہے'' (۱۳)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقہ ادا کرنا واجب ہے، لیکن خدا کی شانِ کریمی دیکھئے کہ معمولی معمولی مستحب اعمال سے بھی یہ ذمہ داری ادا ہوجاتی ہے (۱۴)۔

عليه صدقة

چونکہ سلامٰی مؤنث ہے اس لئے اعتراض ہوتا ہے کہ ''عليه'' کے بجائے ''عليها'' ہونا چاہیے۔

صاحبِ الفیہ ابن مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ''کل'' جب مضاف ہوتا ہے کسی نکرہ کی طرف، تو مضاف الیہ کا اعتبار ہوتا ہے جیسے آیت ''كل نفس ذائقة الموت'' میں ''نفس'' مضاف الیہ کا اعتبار ہوا ہے اس

---

(۱۱) النهاية: ۲/۳۹٦

(۱۲) فتح الباري: ٦/۱۳۲

(۱۳) صحيح مسلم: ۱/۲۳۵، كتاب الزكوة- باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

(۱٤) عمدة القاري: ۱۳/۲۸۷

لئے "ذائقة" خبر مؤنث لائی گئی کیونکہ "نفس" بھی مؤنث ہے۔لیکن یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں مضاف "کل" کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس کی طرف "علیه" کی ضمیر مذکر راجع ہے۔

قاعدہ تو وہی ہے جو ابن مالک رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ "علیها" ہو کیونکہ "سلامی" مؤنث ہے۔لیکن حدیث نبوی میں چونکہ اس قاعدہ کے خلاف آیا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ صورت بھی جائز ہے۔یا "سلامی" کے ضمن میں موجود معنی "عظم" یا "مفصل" کے طرف ضمیر مذکر راجع ہے (۱۵)۔

يعدل بين الإثنين صدقة

یہاں "أن" مقدر ہے، پھر یہ بتاویل مصدر مبتدأ بنے گا، ومثله: "وتسمع بالمعيدي خير من أن تراه" (۱٦)۔

كل خطوة يخطوها إلى الصلوة

یعنی "ہر قدم جو مسجد اور نماز کے لئے اٹھاتا ہے، وہ صدقہ ہے"۔اس میں اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ جتنے قدم زیادہ ہوں گے، اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔نیز اس میں اس بات کی تنبیہ بھی ہے کہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے دوڑنا اور جلد بازی کا مظاہرہ کرنا اچھی بات نہیں بلکہ وقار اور اطمینان ملحوظ رکھنا چاہیے (۱۷)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "ويعين الرجل على دابته فيحمل عليها" سے مستنبط ہے، کیونکہ سوار کی اعانت اور مدد عموماً رکاب تھام کر اور سامان وغیرہ لدوا کر ہی کی جاتی ہے (۱۸)۔

---

(۱۵) فتح الباري: ۱۳۲/۱

(۱٦) عمدة القاري: ۲٤۱/۱٤

(۱۷) عمدة القاري: ۲٤۱/۱٤

(۱۸) شرح ابن بطال: ۱٤۸/٥

١٢٧ – باب : كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ.
وَكَذٰلِكَ يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحٰقَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .
وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ ، وَهُمْ يَعْلَمُونَ الْقُرْآنَ .

نسخوں کا اختلاف

ترجمۃ الباب میں لفظ "کراھیة" کا اضافہ صرف مستملی کے نسخہ میں ہے، جس کی وجہ نے ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "و کذلك یروی ......" یہاں غلط ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی چیز ماقبل میں مذکور نہیں ہے جس کی طرف "و کذلك" سے اشارہ کیا جائے چنانچہ ترتیب یہ ہونی چاہیے تھی کہ پہلے روایتِ مالک کو ذکر کرتے پھر و کذلك سے اس کی طرف اشارہ کرتے (۱)۔

لیکن حافظ ابن حجر نے ان کی اس گرفت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے یہ "باب السفر ......" نہیں بلکہ "باب کراھیة السفر ......" ہے جیسا کہ مستملی کے نسخہ میں ہے، چنانچہ اب "و کذلك ......" کا مشار الیہ وہ "کراھیة السفر" ہے جو محمد بن بسر کی روایت میں آیا ہے: "کرہ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ......" (۲)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں پر بتلانا چاہتے ہیں کہ دشمن کی سرزمین کی طرف جاتے ہوئے قرآن کریم کو ساتھ لے جانا مکروہ ہے اگر حفاظت نہ ہو سکے اور اگر حفاظت واطمینان ہو تو جائز ہے (۳)۔

دشمن کی سرزمین میں مصحف لے جانے کا حکم

اس مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

---

(۱) شرح ابن بطال: ۱٤۹/٥

(۲) فتح الباري: ۱۳۳/٦

(۳) عمدة القاري: ۲٤۱/۱٤، لامع الدراري: ۲٦٥/۷

1. مطلقاً ناجائز ہے، یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔
2. مطلقاً جائز ہے، علامہ ابن المنذر کہتے ہیں کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے(۴)۔
3. قرآن مجید کی اہانت کا خطرہ ہوتو تب ناجائز ہے، اور اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہوتو کوئی حرج نہیں، قرآن کریم کو ساتھ لے جایا جاسکتا ہے۔ یہ امام شافعی، امام احمد، اکثر احناف اور بعض مالکیہ کا مذہب ہے، اس لئے کہ اس حکم کا مدار اس علت پر ہے: "مخافة أن يناله العدو".

چنانچہ جہاں قرآن کریم کا دشمن کے ہاتھ لگنے یا اس کی اہانت کا اندیشہ ہوتو وہاں مصاحف ساتھ لے کر نہیں جانا چاہیے، جیسے چھاپہ مار لشکر ہوتے ہیں جو اکثر قلیل تعداد میں ہوتے ہیں، وہاں یہ خطرہ بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا هو الصحيح وبه قال أبو حنيفة والبخاري وآخرون......"(٥).

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر واجبِ احترام چیز اور جس کی اہانت اور بے ادبی حرام ہو، ایسی اشیاء کا کافروں کے ملکوں میں لے جانا ممنوع ہے۔ جیسے قرآن کریم اور فقہ وحدیث کی کتابیں وغیرہ۔

حاصل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ "سفر بالمصحف" کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں ہے کہ لشکر چھوٹا ہو یا بڑا ہو، بہرحال غفلت میں مصحف دشمن کے ہاتھ لگنے کا اندیشہ تو ہوتا ہی ہے(٦)۔

اور جمہور فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں، جب کہ لشکر بڑا ہو، مأمون ہو، کیونکہ مدار دشمن کے ہاتھ لگنے کا خوف ہے اور جب خوف نہ ہوتو جائز ہے(٧)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف بڑے لشکر کی صورت میں ہے سرایا اور چھاپہ مار دستوں کے لئے باتفاقِ ائمہ، مصحف ساتھ لے جانا جائز نہیں ہے(٨)۔

---

(٤) شرح النووي على صحيح مسلم: ١٣٢/٢، طبع قديمي كتب خانه

(٥) حوالہ بالا نیز دیکھئے: أوجز المسالك: ٢١٨/٨، وإعلاء السنن: ٢٦/١٢

(٦) المنتقى نقلا عن أوجز المسالك: ٢١٨/٨

(٧) راجع للتفصيل أوجز المسالك: ٢١٨/٨

(٨) التمهيد لابن عبدالبر: ٢٥٤/١٥

مالکیہ کا استدلال

مالکیہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں "أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نهی أن یسافر بالقرآن إلی أرض العدو" اس روایت میں مطلقاً ممانعت وارد ہے، چاہے لشکر چھوٹا ہو یا بڑا (۹)۔

جمہور کا استدلال

جمہور جو کہ تفصیل کے قائل ہیں، وہ صحیح مسلم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کے ایک طریق میں "مخافة أن یناله العدو" کا اور دوسرے طریق میں "فإني لا آمن أن یناله العدو" کا اضافہ ہے، اور ظاہر ہے خوف بڑے لشکروں میں نہیں ہوتا، بلکہ چھوٹے دستوں میں ہوتا ہے (۱۰)۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے جو متابعت ذکر فرمائی ہے اس سے بھی جمہور کی تائید ہو رہی ہے، کیونکہ تعلیم قرآن اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ اپنے ساتھ لکھا ہوا قرآن لے جایا کرتے تھے، اس لئے کہ تمام صحابہ تو قرآن کریم کے حافظ نہیں ہوتے تھے (۱۱)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نہی تحریم نہیں، بلکہ نہی استحباب ہے۔ یعنی قرآن کریم کا اکرام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی ایسے لوگوں اور جگہوں سے حفاظت کی جائے جہاں توہین اور بے ادبی کا اندیشہ ہو، کیونکہ خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصر روم کو جو نامۂ مبارک ارسال فرمایا تھا اس میں پوری ایک آیت موجود تھی اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے، یہ کفار ناپاک ہیں اور وہ اس آیت مبارکہ کو پڑھیں گے، ہاتھ لگائیں گے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ نہی مطلق نہیں اور نہ ہی محفوظ و مامون لشکروں سے اس کا تعلق ہے (۱۲)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس بات پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ کفار کو دعوتی مقاصد کے لئے ایسے

---

(۹) التمهید لابن عبدالبر: ۲۵٤/۱۵

(۱۰) الصحیح لمسلم: ۱۳۱/۲، قدیمی

(۱۱) شرح ابن بطال: ۱۵۰/۵

(۱۲) شرح ابن بطال: ۱۵۰/۵

خطوط بھیجے جاسکتے ہیں جن میں ایک یا ایک سے زائد آیتیں درج ہوں، جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ہرقل قیصرِ روم کو خط لکھنا اس کی دلیل ہے (۱۳)۔

مخافة أن يناله العدو کا اضافہ ثابت ہے یا نہیں؟

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مدارِ اختلاف وہ یہ مذکور الصدر جملہ ہے۔ اب یہاں مالکیہ کا دعوی یہ ہے کہ یہ اضافہ ثابت نہیں بلکہ یہ مدرج ہے۔ چنانچہ علامہ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ولم تصح هذه الزيادة عند مالك ولا عند البخاري، وإنما هي من قول مالك" (١٤)۔

مالکیہ کا یہ دعوی صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحیح مسلم (۱۵)، سنن نسائی (۱٦) اور سنن ابن ماجہ (۱۷) نے یہ روایت لیث عن نافع کے طریق سے نقل کی ہے اس میں یہ اضافہ موجود ہے، نیز امام مسلم (۱۸) نے ایوب کے طریق سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے، مدرج نہیں ہے، اور اس سے جمہور کا استدلال درست ہے۔

ایک اشکال اور جواب

اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ خود امام مالک رحمہ اللہ سے ابن وہب نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں تو "خشية أن يناله العدو" کو بطور حدیث کے ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے التمہید میں اسے ذکر کیا ہے (۱۹)۔ جب کہ "موطا" میں اس اضافہ کو بطورِ حدیث نہیں ذکر کیا گیا بلکہ امام مالک رحمہ اللہ

---

(١٣) شرح النووي على صحيح مسلم: ١٣٢/٢، قديمي

(١٤) شرح ابن بطال: ١٥١/٥

(١٥) صحيح مسلم: ١٣١/٢، كتاب الإمارة، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار إذا خيف وقوعه بأيديهم.

(١٦) سنن النسائي الكبرى: ٢٤٣/٥

(١٧) كتاب الجهاد، باب النهي أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو، (رقم: ٢٨٧٩، ٢٨٨٠)

(١٨) كتاب الإمارة، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار إذا خيف وقوعه بأيديهم

(١٩) التمهيد لابن عبدالبر: ٢٥٣/١٥

کا قول بنا کر نقل کیا گیا ہے (۲۰)، اسی طرح ابوداؤد میں بھی ہے (۲۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "لعل مالكا كان يجزم به ثم صار يشك في رفعه فجعله من تفسير نفسه" (۲۲)۔ یعنی "پہلے تو امام صاحب شاید اسے مرفوع خیال کرتے تھے، بعد میں انہیں مرفوع ہونے پر شک ہوا تو انہوں نے اس اضافہ کو اپنا قول بنالیا"۔

اور رہی یہ بات کہ یہ تو ابن وہب کا تفرد ہے تو اس کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کردی ہے کہ امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے عن نافع کے طریق سے اس اضافہ کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔

نیز سنن ابن ماجہ میں عبدالرحمٰن بن مہدی عن مالک کے طریق میں بھی اس اضافہ کو مرفوعاً نقل کیا گیا ہے (۲۳)۔

نیز محمد بن بشر کی جس روایت کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اس میں بھی یہ اضافہ ثابت ہے، مسند اسحٰق بن راھویہ میں اس روایت کو موصولاً ذکر کیا گیا ہے جس کے الفاظ ہیں: "كره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو، مخافة أن يناله العدو" (٢٤).

قوله: "وكذلك يروى عن محمد بن بشر......" (٢٥).

قوله: "وتابعه ابن اسحاق عن نافع عن ابن عمر......" (٢٦).

متابعت کی تخریج

مسند احمد میں اس روایت کی یزید بن ہارون عن ابن اسحاق کے طریق سے تخریج کی گئی ہے (۲۷)۔

(٢٠) الموطأ للإمام مالك: ٤٤٦/٢، كتاب الجهاد، باب النهي عن أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو. بيروت

(٢١) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في المصحف يسافر به إلى أرض العدو، (٢٦١٠)

(٢٢) فتح الباري: ١٣٤/٦

(٢٣) ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب النهي أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو (٢٨٧٩)

(٢٤) فتح الباري: ١٣٣/٦

(٢٥) انظر الرواية في المصدر السابق وتغليق التعليق: ٤٥٣/٣

(٢٦) انظر الرواية في المصدر السابق وتغليق التعليق: ٤٥٣/٣

(٢٧) المسند للإمام أحمد: ٧٦/٢

اس متابعت کوذکر کرنے کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس متابعت کو ذکر کرنے کا مقصد محمد بن بشر کی روایت میں وارد کراھیتِ سفر بالمصحف کی تائید کرنا ہے، واضح رہے کہ یہ متابعت لفظی نہیں ہے بلکہ متابعت معنوی ہے، کیونکہ ابن اسحاق کی روایت میں "کرہ" کا لفظ نہیں آیا ہے بلکہ "نهی أن یسافر بالمصحف إلی أرض العدو" آیا ہے(۲۸)۔ اور کسی چیز سے نہی وممانعت، کراہت کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ نہی کراہت تنزیہی یا تحریمی سے خالی نہیں ہوتی (۲۹)۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے متابعت کے مقصد کو یوں بیان کیا ہے کہ امام صاحب دراصل یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ "مخافة أن يناله العدو" کا جو اضافہ بعض حضرات نے کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ محمد ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ موجود نہیں ہے(۳۰)۔ اس مسئلے کی تفصیل ماقبل میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ حافظ رحمہ اللہ متابعت کا مقصد "کراهة السفر" کی تائید کو قرار دے رہے ہیں اور یہ بات واضح ہے کیونکہ محمد بن بشر کی روایت میں "کرہ......" آیا اور محمد بن اسحاق کی روایت میں "نهی......" اور نہی میں کراہت تو ہوتی ہی ہے۔

اور ابن بطال رحمہ اللہ اس متابعت کا مقصد اس اضافہ کی عدم صحت کی تائید قرار دے رہے ہیں، جب کہ محمد بن بشر کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے اور محمد ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ موجود نہیں۔

وقد سافر النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وأصحابه في أرض العدو وهم يعلمون القرآن

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مقصد اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ نہی عمومی نہیں ہے بلکہ اس ممانعت کا تعلق ان چھوٹے لشکروں اور دستوں سے ہے جن کی حفاظت غیر یقینی ہوتی ہے، اور اگر لشکر بڑے

---

(۲۸) المسند للإمام أحمد: ۷۶/۲

(۲۹) فتح الباري: ۱۳۳/۶

(۳۰) شرح ابن بطال: ۱۴۹/۵

ہوں تو اس میں قرآن کو ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمن کے ملکوں میں بھی قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سب تو حافظ قرآن نہیں ہوتے تھے، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے (۳۱)۔

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ یہ نہی قرآن کریم سے متعلق ہے، حاملِ قرآن سے نہیں (۳۲)۔

چنانچہ قراءِ سبعین کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے بئر معونہ کے مقام پر جامِ شہادت نوش فرمایا اور بھی اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں حفاظِ قرآن کا جہاد میں جانا ثابت ہے۔

٢٨٢٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ .

تراجمِ رجال

۱-عبداللہ بن مسلمہ

یہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسلمہ بصری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۳۴)۔

---

(٣١) شرح ابن بطال: ١٥٠/٥

(٣٢) فتح الباري: ١٣٣/٦

(٢٨٢٨) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب النهي لمن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار، إذا خيف وقوعه بأيديهم رقم: ٢٩-٤٠٤١، وأبوداود في كتاب الجهاد، باب في المصحف يسافر به إلى أرض العدو (٢٦١٠)، وابن ماجة في كتاب الجهاد، باب النهي أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو (٧٩-٢٨٨٠)

(٣٤) كشف الباري: ٨٠/٢

۲-مالک

یہ مشہور امام ابوعبداللہ بن انس مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا مفصل تذکرہ گزر چکا ہے (۳۵)۔

۳-نافع

یہ ابوسہیل نافع بن مالک اصبحی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بھی کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۳۶)۔

۴-عبداللہ بن عمر

یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۳۷)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارک کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے کیونکہ یہاں قرآن سے مراد مصحف ہے، نہ کہ نفسِ قرآن جو حفاظ کے سینوں میں ہوتا ہے (۳۸)۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۱۲۸ – باب : التَّكْبِيرِ عِنْدَ الحَرْبِ

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنگ کے دوران تکبیر کہنا مشروع اور جائز ہے (۱)، حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

(۳۵) كشف الباري: ۲/ ۸۰

(۳۶) كشف الباري: ۲/ ۲۷

(۳۷) كشف الباري: ۱/ ۶۳۷

(۳۸) عمدة القاري: ۱٤/ ۲٤۲

(۱) عمدة القاري: ۱٤/ ۲٤۳

سے منقول ہے کہ جب وہ تلوار مارتے تھے، تو تکبیر کہتے تھے، لیلۃ الہریر میں انہوں نے ساڑھے چار سو تکبیریں کہی ہیں۔ لیلۃ الہریر سے مراد جنگ صفین کی رات ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ "تم لوگ شہر میں جاؤ گے" اس کا ایک حصہ خشکی میں اور ایک حصہ پانی میں ہے، وہاں لا إله إلا الله، الله أكبر کہنا، نتیجتاً اس کا ایک حصہ گر جائے گا (۳)۔ اس سے مراد قسطنطنیہ ہے (۴)۔

اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے: "فيفتتحون القسطنطنية بالتسبيح والتكبير......" (۵).

چنانچہ معلوم ہوا کہ جنگ کے دوران تکبیر کہنا درست اور جائز ہے۔

۲۸۲۹ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : صَبَّحَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ ، وَقَدْ خَرَجُوا بِالْمَسَاحِي عَلَى أَعْنَاقِهِمْ ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قالُوا : هٰذَا محَمَّدٌ وَالخَمِيسُ ، محمَّدٌ والخَمِيسُ . فَلَجَؤُوا إِلَى الْحِصْنِ ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ وَقالَ : (ٱللهُ أَكْبَرُ ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) . وَأَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا ، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ ٱللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ ، فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ بِمَا فِيهَا .

تَابَعَهُ عَلِيٌّ ، عَنْ سُفْيَانَ : رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ . [ر : ٣٦٤]

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن محمد

یہ عبداللہ بن محمد مسندی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۷)۔

---

(٣) صحيح مسلم: ٢/٣٩٦، كتاب الفتن، باب فتح بلدة جانبها في البر وجانبها في لبحر (رقم ٧٣٣٣)

(٤) شرح النووي على مسلم: ٢/٣٩٦

(٥) سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب الملاحم (٤٠٩٤)

(٢٨٢٩) مرَّ تخريجه في كتاب الصلوة، باب مايذكر في الفخذ، (رقم: ٣٨١)

(٧) كشف الباري، كتاب الإيمان: ١/٦٥٧

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہیں، بدء الوحی میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے(۸)۔

۳-ایوب

یہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کے حالات گزر چکے ہیں(۹)۔

۴-محمد

یہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان میں گزر چکا ہے(۱۰)۔

۵-أنس

یہ خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں(۱۱)۔

یہ حدیث مبارک کئی بار ماقبل میں گزر چکی ہے، متعلقہ مباحث متعلقہ ابواب میں دیکھے جا سکتے ہیں، اور گدھے کے گوشت کا حکم کتاب الصید والذبائح میں آرہا ہے۔

فائدہ

جنگوں میں تکبیر کہنا اس امت کی خصوصیت ہے، اس سے خدا کی کبریائی اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے(۱۲)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے:

---

(۸) کشف الباري: ۲۳۸/۱

(۹) کشف الباري: ۲۶/۲

(۱۰-۱۱) کشف الباري: ۴/۲

(۱۲) شرح ابن بطال: ۱۵۱/۵

"الله أكبر، خربت خيبر"(١٣)۔

تابعه علي، عن سفيان: رفع النبيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه

یعنی علی بن المدینی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن محمد مسندی کی متابعت کی ہے۔

اس متابعت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المناقب میں موصولاً ذکر کیا ہے(۱۴)۔

متابعت کوذکر کرنے کا مقصد

"رفع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه" کا اضافہ چونکہ اس روایت کے دوسرے طریق میں نہیں ہے(۱۵) اس لئے اس متابعت کے ذریعے وضاحت فرمادی کہ علی بن المدینی نے بھی اس اضافہ کو نقل کیا ہے جس سے روایت باب کی تائید ہورہی ہے۔

واللہ أعلم بالصواب۔

١٢٩ - باب : ما يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ في التَّكْبِيرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہ فرمارہے ہیں کہ جنگ کے اندر تکبیر کہنا تو مشروع ہے لیکن بہت زیادہ چیخنا اور ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے(۱)، اس لئے کہ زیادہ چیخنے کی وجہ سے انسان کی قوت میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ رفع الصوت بالتکبیر کی کراہت کا محل غیر جہاد ہے، جہاد

---

(١٣) عمدة القاري: ٢٤٣/١٤

(١٤) دیکھئے صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب، رقم (٣٦٤٧)

(١٥) فيض الباري: ٤٤٣/٣

(١) لامع الدراري: ٢٦٨/٧

کے اندر اگر رفع الصوت بالتکبیر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔

شاہ صاحب نے روایت کے ظاہر پر اعتماد فرمایا ہے لیکن امام بخاری کے ترجمے کے اطلاق کو انہوں نے ملحوظ نہیں رکھا، امام بخاری کے ترجمے کا اطلاق یہی تقاضا کرتا ہے کہ جہاد میں بھی ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔

۲۸۳۰ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ ، هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غائِبًا ، إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ، تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ) .

[۳۹٦۸ ، ٦۰۲۱ ، ٦۰٤٦ ، ٦۲۳٦ ، ٦۹٥۲]

تراجم رجال

۱-محمد بن یوسف

یہ ابو محمد بن یوسف بیکندی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں (۴)۔

---

(۲) فيض الباري: ۳/٤٤۳

(۲۸۳۰) الحديث أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، (رقم: ٤٢٠٢)، وكتاب الدعاء، باب الدعاء إذا علا عقبة (٦٣٨٤) وباب قول لاحول ولا قوة إلا بالله (٦٤٠٩) وكتاب القدر، باب لاحول ولا قوة إلا بالله (٦٦١٠)، وكتاب التوحيد، باب وكان الله سميعا بصيراً (٨٦٧٣)، ومسلم، في كتاب الذكر، باب استحباب خفض الصوت بالذكر إلا في المواضع التي ورد الشرع برفعه فيها كالتلبية وغيرها (٦٨٦٢)، والترمذي في كتاب الدعاء، باب كون الذكر خير أعمالكم وأذكاها عند مليككم (٣٣٧٤)، وباب ماجاء في فضل التسبيح والتكبير والتهليل والتحميد (٣٤٦١)، وأبوداود في كتاب الوتر، باب في الاستغفار (٢٦-١٥٢٧)، والنسائي في كتاب النعوت، باب السميع القريب (٧٦٧٩)، وفي كتاب السير، باب شدة رفع الصوت بالتهليل والتكبير (٨٨٢٤)، وابن ماجة في كتاب الأدب، باب ماجاء في "لا حول ولا قوة إلا بالله (٣٨٢٤)

(٤) كشف الباري: ٣/٣٣٥

مسئلہ ذکر بالجہر

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء جہری ذکر سے منع کرتے ہیں (۵)۔

دوسری طرف جو حضرات جہری ذکر کی مشروعیت اور جواز کے قائل ہیں وہ اس طرح کی روایتوں کی مختلف توجیہ ذکر کرتے ہیں۔

❶ حدیث میں چیخ وپکار اور شور مچانے سے منع کیا گیا ہے اس بات کی تائید خود حدیث کے ان الفاظ سے ہورہی ہے: "اربعوا على أنفسكم" یعنی اپنے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور ظاہر ہے کہ ذکر بالجہر جو مشائخ کے ہاں رائج ہے اس میں چیخ وپکار ہوتی ہے نہ سختی ہوتی ہے (٦)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو ممانعت وارد ہے اس کا تعلق ذکر سے نہیں ہے کیونکہ ذکر کی کوئی قسم ممنوع نہیں ہے بلکہ یہاں آواز بلند کرنے سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ وہ دشمنوں کا علاقہ تھا، شور شرابے سے وہ ہوشیار ہوجاتے۔

چنانچہ جہاں جہر سے تکلیف اور ایذاء کا اندیشہ ہو، وہاں یہ جہر مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ تو یہ ممانعت کسی امر خارج ہی کی وجہ سے ہوسکتی ہے کیونکہ ذکر الٰہی کی کوئی بھی قسم منھی عنہ نہیں ہے (۷)۔ اور اختلافِ احوال واشخاص سے بھی حکم میں تبدیلی ہوسکتی ہے (۸)۔

مذکور الصدر توجیہات سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ وہ جہری ذکر جس کی کیفیت "دھمال" کی سی ہو کہ خوب شور وشرابا اور غل غپاڑہ ہو، اور "و۔ند" کے نام پر اچھل کود ہو، ایسے امور کا شریعت سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ اسے جائز اور مشروع کہا جائے۔

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی نے ذکر بالجہر کے مسئلہ میں "سباحة الفكر في الجهر بالذكر" نامی رسالہ مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے ذکر بالجہر کے جواز کو اڑتالیس روایتوں سے ثابت کیا ہے (۹)۔

---

(٥) إرشاد الساري: ٥/١٣٥

(٦) لامع الدراري: ٧/٢٦٨

(٧) الكوكب الدري: ٤/٣٤٦

(٨) سباحة الفكر، ص: ١٤، في المجلد الثالث من مجموعة رسائل العلامة اللكنوي.

(٩) مجموعة رسائل اللكنوي: ٣/٤٦٥-٤٩٦، إدارة القرآن كراچی.

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح

أشرفنا: اِشراف کے معنی ہیں: اوپر سے جھانکنا، یعنی ''جب ہم کسی وادی میں آجاتے''۔

ارتفعت أصواتنا

یہ جملہ فعلیہ حال واقع ہو رہا ہے، یہاں "قد" مقدر ہے کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿أو جاؤکم حصرت صدورهم﴾ أی قد حصرت.

اربعوا علی أنفسکم

ربع (ف) رَبْعا: توقف کرنا، انتظار کرنا، کہا جاتا ہے: "ربع الرجل بالمکان" سفر ختم کر کے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جملے کا مطلب ہے: شور مت کرو اور آواز کو بلند نہ کرو۔ اور ابن قرقول کا کہنا ہے کہ اپنے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور سختی چھوڑ دو (۱۰)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث سے حاصل شدہ معنی سے مستنبط ہے، اس لئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں رفع صوت کو ناپسند کیا ہے (۱۱)۔

۱۳۰ - باب: التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا.

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلا رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی وادی میں اترتے تھے تو تسبیح پڑھا کرتے تھے، تسبیح کے معنی تنزیہ کے ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ نیچے کی طرف اتر رہے ہیں تو وہاں یہ خیال رکھنا

(۱۰) عمدة القاري: ۱٤/۲٤٥، وأعلام الحديث للخطابي: ۲/۱٤۲٤

(۱۱) إرشاد الساري: ٥/۱۳٥.

چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مقدس اور منزہ ہیں، جیسے نشیب کو فراز اور نیچی جگہ کو اونچی جگہ کے مقابلے میں کم سمجھا جاتا ہے، جو کہ عیب ہے تو نیچے اترتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر پستی سے منزہ اور ہر عیب سے پاک ہے(۱)۔

۲۸۳۱ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا ، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا . [۲۸۳۲]

تراجم رجال

۱-محمد بن یوسف

یہ ابو احمد محمد بن یوسف بیکندی رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۳)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہیں، ''بدء الوحی'' میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۳-حصین بن عبدالرحمٰن

حصین بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کا تذکرہ گزر چکا ہے(۵)۔

۴-سالم بن ابی الجعد

سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کا تذکرہ گزر چکا ہے(۶)۔

---

(۱) شرح ابن بطال: ۱۵۳/۵

(۲۸۳۱) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الآتي: باب التكبير إذا علا مشرفا والنسائي في الكبرى في كتاب عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا انحدر من ثنية (۱۰۳۷۵)

(۳) كشف الباري: ۳۸۷/۳

(۴) كشف الباري: ۲۳۸/۱

(۵) دیکھئے كتاب المواقيت الصلوة باب الأذان بعد ذهاب الوقت

(۶) دیکھئے كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع (رقم: ۱۴۱)

۵- جابر بن عبداللہ

یہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر کے ہیں (۷)۔

كُنّا إذا صعدنا كبّرنا، وإذا نزلنا سبّحنا: ''جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہا کرتے تھے اور جب اترائی اترتے تھے تو سبحان اللہ کہا کرتے تھے''۔

یہاں آدابِ سفر میں سے ایک ادب کو بیان کیا گیا ہے کہ چڑھائی چڑھتے ہوئے ''اللہ اکبر'' اور اترتے ہوئے ''سبحان اللہ'' کہنا چاہیے۔

نکتہ

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلند پہاڑوں کی چڑھائی چڑھتے وقت تکبیر، عظمتِ باری تعالیٰ کے اظہار کے لئے ہے کہ سب سے بلند و بالا اور سب سے ارفع و اعلیٰ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اور وادیوں کی پستی و نشیب میں تسبیح پڑھنا حضرت یونس علیہ السلام کے عمل سے مستنبط ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں باری تعالیٰ کی تسبیح بیان کی، جیسا کہ اللہ جل شانہ کا قول ہے: ﴿فلو لا أنه كان من المسبحين ○ للبث في بطنه إلى يوم يبعثون﴾ (۸) چنانچہ تسبیح کی بدولت اللہ جل شانہ نے انہیں مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں سے نجات عطا فرمائی تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع میں وادیوں کے اندر تسبیح پڑھا کرتے تھے تاکہ اللہ جل شانہ انہیں اس جگہ سے اور دشمنوں کے شر سے بحفاظت نکال لے (۹)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "وإذا نزلنا سبّحنا" میں ہے، نزول اور ھبوط دونوں کے معنی ''اترنے'' کے ہیں (۱۰)۔

---

(۷) كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين، من القبل والذكر والدبر

(۸) الصافات: ۱۴۲، ۱۴۳

(۹) شرح ابن بطال: ۱۵۳/۵

(۱۰) عمدة القاري: ۲۴۵/۱۴

۱۳۱ - باب : التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلا رہے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سفرِ حج اور غزوات میں کسی اونچی جگہ پر چڑھتے تو اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ بلندیوں پر چڑھتے وقت اس خالقِ ارض وسما کو نہیں فراموش کرنا چاہئے جو تمام بلندیوں سے بالا اور تمام رفعتوں سے اعلیٰ ہے۔

چنانچہ مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ شور وشغب کے بجائے اللہ جل شانہ کے ذکر میں مشغول رہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ چڑھائی چڑھتے وقت اللہ اکبر ورد زبان ہو اور اترائی اترتے وقت سبحان اللہ (۱۱)۔

۲۸۳۲ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا ، وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا .
[ر : ۲۸۳۱]

تراجم رجال

۱-محمد بن بشار

یہ محمد بن بشار بن عثمان بصری ہیں، ان کا تذکرہ ہو چکا ہے (۱۲)۔

۲-ابن ابی عدی

یہ محمد بن ابراہیم بن ابی عدی السلمی التیمی ابوعمرو بصری رحمہ اللہ ہیں، کتاب الغسل میں ان کا ذکر آچکا ہے (۱۳)۔

---

(۱۱) عمدة القاري: ۲٤٥/١٤، وشرح ابن بطال: ١٥٣/٥

(۲۸۳۲) قد مرّ تخريجه في الباب السابق ذكر الآن

(۱۲) كشف الباري: ۲٥٨/٣

(۱۳) باب إذا جامع ثم عاد ومن دار على نسائه في غسل واجب (۲٦٧)

۲-حصین

یہ حصین بن عمران رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے (۱۴)۔

۳-سالم

یہ سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۱۵)۔

۴-جابر

یہ صحابی رسول جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں (۱۶)۔

شَرَفاً: بلند اور اونچی جگہ "شَرَفُ الجبل" پہاڑ کی چوٹی۔

تصوَّبنا: یعنی "ہم ڈھلوان سے نیچے اترے"۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے میں ہے: "کنا إذا صعدنا کبّرنا" یعنی "جب ہم اوپر چڑھتے تو تکبیر پڑھتے تھے" (۱۷)۔

۲۸۳۳ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ قالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ – وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قالَ الْغَزْوِ – يَقُولُ : كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ، ثُمَّ قالَ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ ، وَهُوَ عَلَى

---

(١٤) كتاب مواقيت الصلوة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت (رقم ٥٩٥)

(١٥) دیکھئے كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع، (رقم: ١٤١)

(١٦) كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر، (رقم: ١٧٦٥)

(١٧) عمدة القاري: ١٤/٢٤٥

(٢٨٣٣) الحديث قد مرّ تخريجه في كتاب العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج أو العمرة أو الغزو، (رقم: ١٧٩٧)

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . آيِبُونَ تَائِبُونَ عابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حامِدُونَ . صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) .

قالَ صَالِحٌ : فَقُلْتُ لَهُ : أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، قالَ : لَا . [ر : ۱۷۰۳]

تراجم رجال

۱-عبداللہ

یہ ابن یوسف ہیں یا ابن صالح ہیں یا ابن رجاء الغدانی ہیں، اس میں اختلاف ہے، ابوعلی جیانی نے پہلے قول کو معتمد قرار دیا ہے(۱۸)۔ان کا تذکرہ بدء الوحی میں گزر چکا ہے(۱۹)۔

۲-عبدالعزیز بن ابی سلمہ

یہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن أبی سلمہ رحمہ اللہ ہیں، کتاب العلم میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۲۰)۔

۳-صالح بن کیسان

یہ ابومحمد یا ابوالحارث صالح بن کیسان ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۲۱)۔

۴-سالم بن عبداللہ

یہ حضرت ابن عمر کے صاحبزادے ہیں، ان کا تذکرہ بھی کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۲۲)۔

۵-عبداللہ بن عمر

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۲۳)۔

(۱۸) إرشاد الساري: ۱۳٦/٥

(۱۹) كشف الباري: ۲۸۹/۱

(۲۰) كشف الباري: ٥۱۸/٤

(۲۱) كشف الباري: ۲۱/۲

(۲۲) كشف الباري: ۱۲۸/۲

(۲۳) كشف الباري: ٦۳۷/۱

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح

قفل: بمعنی رجع یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج سے واپس لوٹتے تھے۔

ولا أعلمه إلا قال الغزو

یعنی جب بھی ابن عمر اس روایت کو ذکر کرتے تو حج اور عمرے کے ساتھ غزوہ کا ذکر ضرور کرتے۔

يقول : كلما أوفى

یقول کی ضمیر حضرت ابن عمر کی طرف اور أوفی کی ضمیر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ أوفی کے معنی ہیں: چڑھنا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھاٹی پر چڑھتے، تو مذکورہ دعا پڑھا کرتے۔

فَدْفَدْ: کنکریوں والی سخت زمین جو اُونچی ہوتی ہے۔

آیبون: یہاں مبتدأ محذوف ہے، تقدیر عبارت ہے: "نحن آیبون......"

آب یؤب أوبا کے معنی ہیں: لوٹنا، واپس آنا، یعنی "ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔

لربّنا: اس کے متعلق میں پانچ احتمال ہیں:

1. ماقبل ساجدون سے متعلق ہے۔
2. مابعد حامدون سے متعلق ہے
3. ان دونوں سے متعلق ہے۔
4. ماقبل کے صفات اربعہ سے متعلق ہے۔
5. پانچوں صفات سے علی سبیل التنازع متعلق ہے، یعنی ہر ایک سے متعلق ہے۔

جیسے: آیبون لربنا، تائبون لربنا......(٢٤)۔

---

(٢٤) عمدة القاري: ١٤/٢٤٦

قال صالح: فقلت له: ألم يقل عبدالله إن شاء الله؟ قال: لا

صالح بن کیسان راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے صاحبزادے سالم سے کہا: کیا آپ کے والد عبداللہ نے انشاء اللہ نہیں کہا؟ تو سالم نے جواب دیا "نہیں" یعنی انہوں نے وھزم الأحزاب وحدہ إن شاء اللہ نہیں کہا (۲۵)۔

تنبیہ

ابوداود کی روایت میں یہ اضافہ بھی منقول ہے: "کان النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وجیوشه إذا علوا الثنا یاکبروا، وإذا هبطوا سبّحوا، فوضعت الصلوة علی ذلك" (۲٦)۔

یہ اضافہ مدرج ہے، مسند نہیں ہے اس لئے کہ امام ابوداود نے یہ روایت عبدالرزاق کے طریق سے نقل کی ہے اور امام عبدالرزاق نے اسے اپنی کتاب میں ابن جریج کا قول قرار دیا ہے (۲۷)، گویا یہ قول ابن جریج کے مراسیل میں سے ہے، لیکن امام ابوداؤد رحمہ اللہ اسے موصولاً نقل کررہے ہیں۔

اس پر شُرّاح ابوداود میں سے کسی کو تنبُّہ ہوا ہے اور نہ ہی شُرّاح بخاری میں سے کسی نے گرفت کی ہے (۲۸)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس جملے میں ہے: "کلما أوفی علی ثنیة أو فدْ فدٍ کبّر ثلاثا" یعنی جب کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی یا چوٹی پر چڑھتے تو تین بار تکبیر کہا کرتے تھے (۲۹)۔

واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

---

(۲۵) عمدة القاري: ۲٤٦/١٤

(۲٦) بذل المجهود: ۱۲/۰۰۱، وعون المعبود: ۲۵۹/۷، وسنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب مايقول الرجل إذا سافر، (رقم: ۲۵۹۹)

(۲۷) مصنف عبدالرزاق: ۱٦۰/۵، (رقم: ۹۲٤۵)

(۲۸) وقد تنبه له الحافظ ابن حجر في تخريج الأذكار النووية كما في الفتوحات الربانية لابن عَلّان: ١٤/٥

(۲۹) عمدة القاري: ۲٤٦/١٤

۱۳۲ - باب : يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ ما كانَ يَعْمَلُ في الإِقامَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بیان کررہے ہیں کہ جوشخص حالتِ اقامت میں جن نفلی اعمال پر مداومت وپابندی کرتا ہے اور اس کی یہی نیت ہوتی ہے کہ میں ہمیشہ اسی طرح سے ان اعمال کو کرتا رہوں گا۔ اب اگر وہ سفر میں چلا جاتا ہے اور سفر کی وجہ سے ان اعمال کو وہ ادا نہیں کر پاتا، تو اسے ثواب ملتا رہے گا، عمل کے منقطع ہونے سے ثواب منقطع نہیں ہوگا، بشرطیکہ سفر گناہ کی نیت سے نہ ہو، جیسے کوئی خدانخواستہ کسی کو ناحق قتل کرنے کے لئے سفر کررہا ہو تو یہ فضیلت اسے حاصل نہ ہوگی (۱)۔

۲۸۳٤ : حدّثنا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ ، وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ ، فَكانَ يَزِيدُ يَصُومُ فِي السَّفَرِ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ : سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مِرَارًا يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ ، أَوْ سَافَرَ ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ ما كانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا) .

تراجم رجال

۱- مطر بن الفضل

یہ مطر بن فضل مروزی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں (۳)۔

۲- یزید بن ہارون

یہ یزید بن ہارون زاذان السلمی ابوخالد واسطی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (٤)۔

---

(١) عمدة القاري: ١٤/٢٤٦

(٢٨٣٤) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الجنائز، باب إذا كان الرجل يعمل عملا صالحا فشغله عنه مرض أو سفر، (رقم: ٣٠٩١)، وأحمد في مسنده: ٤/١٤١

(٣) دیکھئے كتاب الصلوة، باب كراهية التحرّي في الصلوة، (رقم: ٣٦٤)

(٤) دیکھئے كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت، (رقم: ١٤٩)

۳-عوام

یہ ابوالحارث عوام بن حوشب شیبانی ربعی ہیں، ان کے حالات گزر چکے ہیں۔

۴-ابراہیم

یہ ابواسماعیل ابراہیم بن عبدالرحمن بن اسماعیل سکسکی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

۵-ابو بردہ/ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

ان دونوں حضرات کا تذکرہ کتاب الإیمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده میں گزر چکا ہے(۶)۔

۶-یزید بن ابی کبشہ

یہ تابعی ہیں، ان کے والد ابو کبشہ کا نام حَیُوئِیل یا جبریل بن یسار ہے۔

انہوں نے اپنے والد ابو کبشہ، مروان بن الحکم اور ایک صحابی سے روایت حدیث کی ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے صحابی کا نام شرجیل بن اوس نقل کیا ہے(۷)۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ابو بشر جعفر بن أبی وحشیہ، حکم بن عتیبہ، علی بن الأقمر، معاویہ بن قرۃ مزنی اور ابراہیم بن عبدالرحمن سکسکی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

اموی دورِ حکومت میں یہ مختلف اونچے عہدوں پر فائز رہے، عراق کے گورنر بنے اور سندھ سے خراج وصول کرنے کی ذمہ داری بھی انہوں نے نبھائی، عبدالملک بن مروان کے زمانے میں پولیس اور مجاہدین کے سربراہ بنے، اہل شام ان کی بہت عزت وتوقیر کرتے تھے، بہت ہی کم روایت کرتے تھے۔

---

(۵) دونوں راویوں کے تذکرہ کے لئے دیکھئے کتاب البیوع، باب مایکرہ من الحلف في البیع، (رقم: ۲۰۸۸)

(٦) كشف الباري: ١/ ٦٩٠

(٧) تهذيب التهذيب. ١١/ ٣٠٤

صحیح بخاری میں ان کا تذکرہ صرف یہیں آیا ہے، کہ وہ سفر کے دوران روزے رکھا کرتے تھے، تو حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب التہذیب'' (۸) میں ان کو ''مقبول'' اور فتح الباری (۹) میں ''ثقة'' قرار دیا ہے۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۱۰)۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وكان كبير الشأن رحمه الله" (۱۱)۔

پہلی صدی ہجری کے اواخر میں سلیمان بن عبدالملک کے دور میں، سندھ میں ان کا انتقال ہوا (۱۲)۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

ابراہیم سکسکی کا کہنا ہے کہ میں نے ابو بردہ سے سنا ہے کہ وہ اور یزید بن ابی کبشہ سفر میں ساتھ تھے اور یزید سفر میں روزے رکھا کرتے تھے، تو ابو بردہ نے کہا میں نے (اپنے والد) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کئی بار سنا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اگر کوئی بندہ بیمار ہو جائے یا سفر پر نکل جائے تو اس کے اعمال نامے میں اسی طرح نیک اعمال درج ہوتے رہتے ہیں جس طرح کہ اقامت اور صحت کی حالت میں اس کی عادت تھی۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت ﴿إلا الذين آمنوا وعملوا الصلحت لهم أجر غير ممنون﴾ (۱۳) میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے، کہ اگر خرابی صحت اور سفر کی وجہ سے کوئی شخص اپنے

---

(۸) تقريب التهذيب، ص: ٦٠٤، رقم الترجمة: ٧٧٦٥

(۹) فتح الباري: ٦/١٣٦

(۱۰) كتاب الثقات: ٥/٥٤٤

(۱۱) سير أعلام النبلاء: ٤/٤٤٣

(۱۲) حوالۂ بالا، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: تهذيب الكمال: ٣٢/٢٢٨

(۱۳) التين: ٦

معمولات کو پورا نہیں کر پاتا تو اسے اجر ملتا رہے گا (۱۴)۔

یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اس حدیث کا تعلق نوافل سے ہے کیونکہ فرائض تو ان دونوں صورتوں میں ساقط نہیں ہوتے، مریض قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے گا اور مسافر قصر کرے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص تہجد پڑھتا ہو لیکن تہجد کے وقت اس کی آنکھ لگ جائے تو اسے ثواب ملے گا، اور نینداس کے لئے صدقہ ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: مامن امرئ تکون له صلوة فی اللیل یغلبه علیها نوم أو وجع إلا کتب له أجر صلاته، وکان نومه صدقة علیه" (۱۵)۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اجر وثواب ایسے شخص کے لئے ہے جو صحت واقامت میں کسی عمل صالح کا عادی ہو، صرف بیمار پڑنے یا سفر کرنے سے کوئی شخص اس فضیلت کا مستحق نہیں بن سکتا، کیونکہ اس مرض یا سفر نے اسے اس کے معمولات سے نہیں روکا، معمولات یا عملِ صالح کی عادت اسے تھی ہی نہیں تو اسکے لئے کیا لکھا جائے؟! (۱۶)۔ ابوداود کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے (۱۷)۔

کتب له مثل ماکان یعمل مقیما صحیحا

یہاں لف ونشر غیر مرتب ہے، کیونکہ ابتداءِ حدیث میں لفظ "مرض" مقدم ہے اور "سافر" مؤخر ہے اور یہاں "مرض" کا مقابل "صحیحا" مؤخر ہے۔ اور "سافر" کا مقابل مقدم ہے (۱۸)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مطابقت الفاظِ حدیث سے بالکل واضح ہے اور کتاب الجہاد

(۱٤) شرح ابن بطال: ۱٥٤/٥

(۱٥) دیکھئے عمدة القاري: ۳٥۳/۱٤، دارالکتب العلمیة بیروت

(۱٦) شرح ابن بطال: ۱٥٤/٥، ۱٥٥

(۱۷) أبوداود، کتاب الجنائز، (رقم: ۳۰۹۱)

(۱۸) فتح الباري: ۱۳٦/٦

سے مناسبت یہ ہے کہ اکثر جہاد میں اسفار اور امراض تو پیش آتے ہی رہتے ہیں، تو اس وجہ سے جو نیک اعمال اور معمولات چھوٹ جاتے ہیں اس پر دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ ثواب جاری رہتا ہے۔

۱۳۳ - باب : السَّيْرِ وَحْدَهُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں تنہا سفر کرنے کا حکم بیان کررہے ہیں، کہ یہ عمل جائز ہے یا مکروہ؟

یہاں دو حدیثیں مذکور ہیں ایک میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تنہا سفر کرنے کا ذکر ہے جب کہ دوسری روایت میں تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کو مبہم چھوڑ دیا ہے، اور کوئی واضح حکم نہیں لگایا (۱)۔

تنہا سفر کرنے کا حکم

مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں رات کو تنہا سفر کرنے سے منع کرنے میں یہ حکمت ہے کہ رات کا وقت شیاطین کے باہر پھیل جانے، ایذائیں پہنچانے اور لوگوں کے دلوں میں وساوس ڈالنے کا وقت ہوتا ہے، اسی لئے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں بچوں کو باہر نکالنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ حرام نہیں ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو تو مکروہ ہے، کوئی رفیقِ سفر ہمراہ ہو تو یہ افضل ہے اور بہتر ہے (۲)۔

۲۸۳۵ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : نَدَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ يَوْمَ الخَنْدَقِ ، فَٱنْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَٱنْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَٱنْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا ، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ) . قالَ سُفْيَانُ : الحَوَارِيُّ النَّاصِرُ . [ر : ۲٦۹۱]

---

(۱) عمدة القاري. ۱٤/۲٤۷

(۲) شرح ابن بطال: ٥/١٥٥

(۲۸۳٥) الحديث قد مرّ تخريجه في كتاب الجهاد، باب فضل الطليعة: (۲۸٤٦)

تراجم رجال

۱-حمیدی

یہ عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی میں گزر چکے ہیں (۴)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے (۵)۔

۳-محمد بن المنکدر

یہ محمد بن المنکدر رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۶)۔

۴-جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

یہ صحابیٔ رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے (۷)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت پر اشکال اور اس کا جواب

اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کرنے پر امام اسماعیلی کو یہ شبہ ہوا ہے کہ یہ حدیث اس باب سے مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ یہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تنہا سفر کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ کوئی اور بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا ہو۔ علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں تو اس کا ذکر نہیں ہے لیکن یہی

---

(٤) كشف الباري: ١/٢٣٧

(٥) كشف الباري: ١/٢٣٨

(٦) كتاب الوضوء، باب صبّ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضوءه على المغمى عليه، (رقم: ١٩٦)

(٧) كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين، من القبل والدبر (١٧٦)

واقعہ "مناقب زبیر" میں آرہا ہے (۸)، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سفر تن تنہا کیا تھا، وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں نے ابا جان کو کئی بار بنوقریظہ کی طرف آتے جاتے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا: یا أبي رأيتك تختلف" یعنی ابا! آپ بار بار بنوقریظہ کی طرف آجارہے ہیں، آخر کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ بنوقریظہ کی خبر کون لائے گا؟ تو میں چل پڑا (۹)۔

نیز سنن النسائی کی روایت تو بالکل واضح اور بے غبار ہے جس میں وہب بن کیسان [illegible] ان الفاظ سے اس واقعہ کو ذکر کرتے ہیں:

أشهد لسمعت جابر بن عبدالله .... فلم يذهب أحد، فذهب الزبير" (۱۰) گویا تاکید در تاکید ہے اور اس طرح تین مرتبہ ہوا اور تینوں بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی گئے، اتنے صاف الفاظ میں یہ واقعہ ذکر کیا جارہا ہے پھر بھی یہ احتمال نکالنا کہ ہوسکتا ہے کوئی اور بھی ان کے ساتھ ہو، اس کو بے جا تکلف ہی کہا جاسکتا ہے۔

قال سفيان: الحواري الناصر

یہ لفظ مفرد ہے اور منصرف ہے اور حراء کی طرف منسوب ہے، اسے کراسي یا جواري پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ الفاظ جمع ہیں، مفرد نہیں (۱۱)۔

۲۸۳۶ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

---

(۸) كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب مناقب الزبير بن العوام رضي الله عنه، (رقم: ۳۷۱۹)

(۹) فتح الباري: ٦/١٣٨، وعمدة القاري: ١٤/٢٤٧

(۱۰) سنن النسائي الكبرى: ٥/٢٦٤، كتاب السير، باب ذهاب الطليعة وحده، (رقم: ٣/٨٨٤٣)

(۱۱) إرشاد الساري: ٥/١٣٧

(۲۸۲٦) أخرجه الترمذي في كتاب الجهاد، باب ماجاء في كراهية أن يسافر الرجل وحده، (رقم: ٦٧٣) والنسائي في الكبري: ٥/، كتاب الجهاد، باب النهي عن سير الراكب وحده، (رقم: ٨٥٠)

حدثنا أبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ ما فِي الْوَحْدَةِ ما أَعْلَمُ ، ما سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ) .

تراجم رجال (پہلی سند)

۱-ابوالولید

یہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۱۲)۔

۲-عاصم بن محمد

یہ عاصم بن محمد بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۱۳)۔

۳-ابی

یہ حضرت عاصم کے والد محمد بن زید رحمہ اللہ ہیں، کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ آچکا ہے (۱۴)۔

۴-ابن عمر

یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں (۱۵)۔

دوسری سند

۱-ابونعیم

یہ فضل بن دُکین رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۱۶)۔

---

(۱۲) كشف الباري: ۲/۳۸

(۱۳) باب عقد الإزار على القفا في الصلوة، (رقم: ۳۵۲)

(۱٤) كشف الباري: ۲/۱۳۵

(۱۵) كشف الباري: ۱/٦۳۷

(۱٦) كشف الباري: ۲/٦٦۹

باقی رجال سند بعینہ اوپر پہلی سند کے مطابق ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے نقصانات کو میری طرح جانتے ہوتے تو کوئی مسافر رات میں تنہا سفر نہ کرتا۔

مافي الوحدة ما أعلم ماسار راكب

ما في الوحدة میں ماءیاتو زائدہ ہےاورظرف "في الوحدة" محل نصب میں ہے یا "ما" مصدریہ ہے ،تقدیری عبارت یوں ہے: "لو يعلم الناس أي شي في الوحدة؟ اور یہ بھی محل نصب میں ہے(۱۷)۔ ما أعلم میں ما موصولہ ہےاور جملہ مفعول ہوکر محلِ نصب میں واقع ہے۔ ماسار راكبا میں "ما" نافیہ ہےاور جملہ جزاء ہے۔

دونوں روایتوں میں تعارض اوراس کا ازالہ

پہلی روایت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تنہا سفر کرنے کا ذکر ہے، جب کہ اس روایت سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، نیز "الراكب شيطان والراكبان شيطانان والثلاث ركب" (۱۸). اس روایت میں اکیلے سفر کرنے سے صراحۃً ممانعت وارد ہے۔

چنانچہ دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہے، ان کے درمیان مختلف تطبیقات دی گئی ہیں:

❶ کسی ضرورت یا مصلحت کی خاطر تنہا سفر کرنا جائز ہے، اور ممانعت عام حالات کے اعتبار سے ہے، چنانچہ جاسوس وغیرہ میں ضرورت اور حکمت یہی ہے کہ وہ تنہا ہو۔

❷ اگر امن ہو اور تنہا سفر کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے، حالتِ خوف میں یہ ناجائز ہے (۱۹)۔

---

(۱۷) إرشاد الساري: ۱۳۸/۵

(۱۸) ارشاد الساري: ۱۳۸/۵.

(۱۹) ارشاد الساري: ۱۳۸/۵

۳ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ممانعت کا تعلق لمبے اسفار سے ہے، جن میں نماز میں قصر کی جاتی ہوں، مختصر اور کم مسافت والے اسفار میں کوئی مضائقہ نہیں (۲۰)۔

۴ یہ ممانعت نہی تادیب ہے، نہی تحریم نہیں، یعنی آداب اور مستحبات میں سے ہے کہ آدمی تنہا سفر نہ کرے، کہ اس سے وحشت ہوتی ہے، جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن کے درمیان سے کھانا کھانے، مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے اور کھلی چھت پر رات میں سونے سے منع فرمایا ہے اور بھی کئی ساری مثالیں ہیں جن کا تعلق آداب سے ہے، جواز وعدم جواز سے نہیں۔

اس میں لوگوں کے حالات اور طبائع کو بھی دیکھنا پڑتا ہے، ایک شخص بزدل ہے، ہر منظر سے وہ گھبراتا ہے، ہر شخص سے خوف کھاتا ہے اور ہر آہٹ پر وہ چونک جاتا ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا تنہا سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ بہادر لوگوں کا حکم اس سے بالکل مختلف ہے (۲۱)۔

اسی تناظر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی تنہا سفر کرے اور وہ مر جائے یا اسے کچھ ہو جائے تو میں کس سے پوچھتا پھروں گا؟

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

پہلی روایت کی مطابقت کے سلسلے میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس مہم پر تنہا تشریف لے گئے تھے۔

دوسری روایت کی مطابقت اس اعتبار سے ہے کہ ترجمۃ مبہم قائم کیا گیا ہے کوئی حتمی حکم تنہا سفر کرنے کے بارے میں نہیں لگایا گیا کہ جائز ہے یا ناجائز؟ چنانچہ اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بلاضرورت اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیے (۲۲)۔

---

(۲۰) عمدة القاري: ۱٤/۱٤۲

(۲۱) شرح ابن بطال: ٥/٥٥-٥٦

(۲۲) عمدة القاري: ۱٤/۱٤۲

فائدہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر کو پُر خطر مہمات میں کسی کو جبراً نہیں بھیجنا چاہیے گو کہ اس کو اختیار حاصل ہے۔ بلکہ ترغیب وتشویق کے ذریعے لوگوں کے جذبات کو ابھارنا چاہیے، چنانچہ جو شخص اپنی خوشی سے کسی کام کو اپنے ذمہ لیتا ہے تو اپنی صلاحیتوں کے پیش نظر ہی ایسا کرتا ہے اور وہ بہتر کارکردگی کا باعث بنتا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل بہترین نمونہ ہے، ورنہ انہیں اختیار ہے کہ وہ کسی کو بھی حکم دے دیں، اے فلاں جاؤ اور اطلاع لے کر آؤ اور اس حکم سے انکار کی کسی کو مجال نہ تھی۔لقولہ تعالیٰ: ﴿استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم﴾ (۲۳) یعنی جب بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم لوگوں کو طلب کریں، تو فوراً لبیک کہو (۲۴)۔

واللہ اعلم بالصواب۔

١٣٤ - باب : السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں یہ فرما رہے ہیں کہ ویسے تو اطمینان اور وقار سے چلنا چاہیے اصل یہی ہے۔لیکن کبھی کبھار تیز چلنے کی نوبت بھی آ جایا کرتی ہے تو بوقتِ ضرورت اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہاں شُراح رحمہم اللہ نے "رجوع إلى الوطن" کی قید لگائی ہے، باب میں مذکورہ احادیث سے یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ وطن کی طرف لوٹتے ہوئے جلدی کرنی چاہیے۔

لیکن ترجمۃ الباب چونکہ مطلق ہے اس لئے ضرورت کے وقت تیز چلنا جائز ہے، چاہے رجوع إلى الوطن ہو، دشمن کی جانب تیز رفتار پیش قدمی ہو یا کوئی اور موقع ہو، بہرحال بوقتِ ضرورت تیز رفتاری میں کوئی حرج نہیں۔

---

(۲۳) الأنفال: ۲٤

(۲٤) شرح ابن بطال: ٥/٥٤

قالَ أَبُو حُمَيْدٍ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : «إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ ، فَمَنْ أَرادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ» . [ر : ١٤١١]

أبو حميد: یہ عبدالرحمن ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا ہے(۱)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں مدینے کی طرف جلدی جا رہا ہوں، جو جلدی میرے ساتھ جانا چاہے تو جلدی تیاری کرے''۔

اس روایت کو مصنف رحمہ اللہ نے کتاب الزکوۃ، باب خرص التمر میں موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

٢٨٣٧ : حدّثنا محمّدُ بْنُ الْمُثَنّى : حَدَّثَنا يَحْيى ، عَنْ هِشامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي قالَ : سُئِلَ أُسامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما - وكانَ يَحْيى يَقُولُ ، وَأَنا أَسْمَعُ ، فَسَقَطَ عَنِّي - عَنْ مَسِيرِ النَّبِيِّ ﷺ في حجَّةِ الْوَداعِ قالَ : فَكانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ ، فَإِذا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ . وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ . [ر : ١٥٨٣]

تراجم رجال

۱۔ محمد بن المثنی

یہ امام بخاری کے شیخ محمد بن مثنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(۳)۔

---

(١) باب فضل استقبال القبلة: (رقم: ٣٩١)

(٢) تنبية: قد تسامح في تخريج هذا التعليق محقق "تغليق التعليق" حيث أشار إلى أن المؤلف رحمه الله ذكره موصولاً في كتاب العمرة في باب من أسرع ناقته إذا بلغ المدينة؛ (رقم ١٨٠٢)، وكتاب فضائل المدينة في باب بلا ترجمة بعد باب المدينة تنفي الخبث، (رقم ١٨٨٦)، وقد خلط عليه "حميد" وأبو حميد انظر حاشية تغليق التعليق : ٣/٣٥٤. والله أعلم بالصواب۔

(٢٨٣٧) قد مرّ تخريجه في كتاب الحج، باب السير إذا رجع من عرفة، (رقم: ١٦٦٦)،

(٣) كشف الباري: ٣/٢٥

۲-یحیی

یہ یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی کتاب الایمان میں گزر چکا ہے (۴)۔

۳-هشام

یہ هشام بن عروہ رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدءالوحی میں گزر چکے ہیں (۵)۔

۴-أبي

یہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدءالوحی میں بھی گزر چکے ہیں (٦)۔

۵-أسامة بن زيد

یہ صحابی رسول حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۷)۔

وكان يحيى يقول وأنا أسمع فسقط عني

یہ یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے، اور جملہ معترضہ ہے، اس میں امام بخاری کے شیخ محمد بن المثنی یہ وضاحت فرمارہے ہیں کہ ہمارے شیخ یحییٰ اس روایت کو عروہ سے تعلیقاً یا مسنداً نقل کیا کرتے تھے اور حضرت عروہ کا قول "وأنا أسمع" ان سے چھوٹ گیا تھا تو یحییٰ نے اس کی تصریح کردی۔

اسکی تائید صحیح مسلم کی روایت سے بھی ہورہی ہے، جس کے الفاظ ہیں: "سئل أسامة وأنا شاهد كيف كان مسير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "(٨).

نیز صحیح بخاری ہی کی روایت جو کتاب الحج میں گزر چکی ہے، اس میں ہے: "سئل أسامة وأنا

---

(٤) كشف الباري: ٢/٢

(٥،٦) كشف الباري: ٢٩١/١

(٧) دیکھئے كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء، (رقم: ١٣٩)

(٨) صحيح مسلم: ٤١٧/١، كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة

جالس......"(۹).

حاصل یہ ہے کہ جس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عرفہ سے واپسی سے متعلق یہ بات حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کی جا رہی تھی، اس وقت حضرت عروہ رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔

تقدیر عبارت یوں ہے: "قال البخاري: قال ابن المثنى: كان يحيى يقول تعليقا عن عروة أو مسنداً إليه. قال: "سئل أسامة وأنا أسمع السؤال......".

عن مسير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

یہ عبارت "سئل" سے متعلق ہے، یعنی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مَسیر نبی علیہ السلام کے بارے میں پوچھا گیا(۱۰)۔

فجوة

خلا یا دو چیزوں کے درمیان کی کشادہ جگہ، سورۂ کہف میں ہے: "وهم في فجوة منه"(۱۱)، یعنی غار کے اندر اصحابِ کہف ایک وسیع و کشادہ جگہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

النص فوق العنق

نص: انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ سواری کو ہنکانا۔

عنق: تیز رفتاری کے ساتھ چلنا۔ دونوں میں رفتار کا فرق ہے اور "نص" "عنق" سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں(۱۲)۔

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ سے واپسی میں تیز چل رہے تھے اور جب کھلی ہوئی

---

(۹) كتاب الحج، باب السير إذا دفع من عرفة، (رقم: ١٦٦٦)

(١٠) عمدة القاري: ٢٤٩/١٤

(١١) الكهف: ١٧

(١٢) النهاية: ٣١٠/٣، و: ٦٤/٥

کشادہ جگہ مل جاتی تو آپ رفتار اور تیز کردیا کرتے۔

ترجمۃ الباب سے انطباق

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "نص" سے واضح ہے چنانچہ یہاں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیز رفتاری اختیار کرنے کا ذکر ہے (۱۳)۔

۲۸۳۸ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ ، هُوَ ٱبْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كُنْتُ مَعَ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ ، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى المَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا ، وَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ المَغْرِبَ ، وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا . [ر : ۱۰۴۱]

یہ حدیث بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب العمرۃ میں گزرچکی ہے (۱۴)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "إذا جد به السير" میں ہے یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیز رفتاری کے ساتھ چلنے کی ضرورت پیش آجاتی تو مغرب کی نماز مؤخر کرکے عشاء کو بھی ملالیتے (۱۵)۔

۲۸۳۹ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ) . [ر : ۱۷۱۰]

---

(۱۳) عمدة القاري: ۱۴/۲۴۹

(۲۸۳۸) قد مرّ تخريجه في تقصير الصلوة، باب تصلّى المغرب ثلاثا في السفر، (رقم: ۱۰۹۱)

(۱۴) باب في المسافر إذا جدبه السير وتعجل إلى أهله، (رقم: ۱۸۰۵)

(۱۵) عمدة القاري: ۱۴/۴۹

(۲۸۳۹) باب السفر قطعة من العذاب، (رقم: ۱۸۰۴)

یہ حدیث شریف بھی بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب العمرة میں گزر چکی ہے۔

نومه وطاعه وشرابه

یہ منصوب بنزع الخافض ہے، تقدیر عبارت ہے: "يمنع أحدكم من نومه......"

یا مفعول ثانی ہے یمنع کا کیونکہ منع بھی اعطی کی طرح دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ سفر میں آرام کرنے، کھانے پینے کی سہولت حاصل تو ہو جاتی ہے لیکن مکمل طور پر سکون وراحت کے ساتھ نہیں، جیسے گھر میں حالتِ اقامت میں ہوتا ہے۔ اسلئے جلد از جلد ضرورت پوری ہوتے ہی گھر کی طرف لوٹ جانا چاہیے، تاکہ خود بھی راحت حاصل کرے اور بال بچے بھی مطمئن ہو جائیں۔

نَهْمَته

نون کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے: اس کے معنی ہیں، شوق ورغبت۔ یعنی جب رغبت پوری ہو جائے اور سفر سے دل بھر جائے تو جلدی سے گھر کی طرف سفر واپسی شروع کردو (۱۶)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث شریف کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "فليعجل إلى أهله" سے ظاہر ہے (۱۷)۔

احادیث باب سے مستنبط فوائد

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی اور آخری حدیث میں دو فائدے ہیں:

❶ سفر کی مشقتوں سے جلدی نجات مل جائے گی۔

❷ اہل وعیال اور اہل (مدینہ) خصوصاً آپ علیہ السلام کی جلد واپسی پر خوش ہوں گے۔ اسی لئے آپ

---

(۱٦) عمدة القاري: ۱٤/۲٤۹، وفتح الباري: ٦/۱۳۹

(۱۷) عمدة القاري: ۱٤/۲٤۹

علیہ السلام وطن مدینے کی طرف جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کیا کرتے تھے، اور اس کی دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

دوسری حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر عرفہ سے تیز رفتاری کے ساتھ جلدی نکلیں گے تو مزدلفہ پہونچ کر دعا، اور رب تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز کا وقت زیادہ ملے گا، اس لئے کہ مزدلفہ میں دعا کے اوقات بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور وہ بھی سال میں ایک بار، بشرطیکہ حج کی سعادت بھی نصیب ہو۔

تیسری حدیث میں حضرت ابن عمر کے عمل سے یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں:

❶ صفیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان سے ملاقات ہو جائے تاکہ آپس کی باتیں جو میاں بیوی کے درمیان راز ہوتی ہیں، طے پا جائیں۔

❷ صفیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اور شوہر سفر پر تھے، جلد پہونچ کر انہیں خوش کرنا بھی مقصود تھا، جس سے بیماری میں افاقہ کا امکان ہوتا ہے۔

❸ اس سے ان کی تواضع اور تکبر سے بیزاری کا بھی اظہار ہو رہا ہے (۱۸)۔

۱۳۵ - باب : إِذَا حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فَرَآهَا تُبَاعُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کے نزدیک ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ جہاد میں استعمال کی غرض سے ہبہ کئے گئے گھوڑے کے بارے میں اگر متصدق کو معلوم ہوا کہ اسے فروخت کیا جا رہا ہے تو کیا متصدق خود اسے خرید سکتا ہے؟ (۱) اس کا جواب باب کے تحت دی گئی حدیث میں آگیا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جواب کی تصریح نہیں فرمائی۔

لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علامہ قسطلانی نے جس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ مختلف فیہا ہے اور صحیح بخاری کی کتاب الزکوۃ میں "باب هل يشترى صدقته" کے تحت گزر چکا ہے۔ اس لئے

---

(۱۸) شرح ابن بطال: ۱۵۶/۵

(۱) إرشاد الساري: ۴۷۳/۵

اگر ترجمۃ الباب کو "رجوع في الهبه" کے معنی پر محمول کیا جائے (اور زیادہ قرین قیاس بھی یہی ہے) تو مستبعد نہیں۔

اس صورت میں ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہوگا کہ اگر کسی نے جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے گھوڑا صدقہ کردیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی منشأ کے خلاف فروخت کیا جارہا ہے، تو اس صورت میں کیا متصدق کو اپنے ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے؟ (۲)۔

۲۸٤۰ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ في سَبِيلِ ٱللهِ ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ ، فَسَأَلَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (لَا تَبْتَعْهُ ، وَلَا تَعُدْ في صَدَقَتِكَ) . [ر : ۱٤۱۸]

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی میں گزر چکے ہیں (۴)۔

۲-مالک

یہ امام دار الہجرۃ ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک اصبحی مدنی ہیں۔ ان کے حالات کتاب الایمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۵)۔

---

(۲) قال المحدث الكاندهلوي –رحمه الله– (الأبواب والتراجم، ص: ۲۰۱): "قلت والمسئلة التي أشار إليها القسطلاني خلافية، تقدمت في باب، هل يشتري صدقته من كتاب الزكوة، ولايبعد عندي أن يحمل الترجمة على معنى الرجوع في الهبة. فالمعنى إذا تصدق رجل فرسا ليجاهد عليه في سبيل الله ثم رأى المتصدق أنها تباع على خلاف ما أراد من التصدق، فهل يرجع في تلك الصدقة أم لا؟" اه

(۲۸٤۰) مرّ تخريجه في كتاب الزكوة، باب هل يشترى صدقته؟ ...... (رقم ۱٤۹۰)

(٤) كشف الباري: ۲۸۹/۱

(٥) كشف الباري: ۸۰/۲

۳-نافع

یہ ابوسہیل نافع بن مالک اصبحی تیمی ہیں، ان کے حالات بھی کتاب الایمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۶)۔

۴-عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان کے تحت گزر چکے ہیں(۷)۔

۵-عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات بھی کتاب الایمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۸)۔

أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه حمل على فرس له في سبيل الله، فوجده يباع، فأراد أن يبتاعه

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا، پھر آپ نے اس کو (فروخت ہوتے) پایا تو چاہا کہ اسے خود خرید لیں۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ اس گھوڑے کا نام ''ورد'' تھا، جو تمیم داری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا، بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کیا(۹)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ گھوڑا خرید کر دوبارہ کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے؟ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔

---

(٦) كشف الباري: ٢٧٦/٣

(٧) كشف الباري: ٦٣٧/١

(٨) كشف الباري: ٢/٧٤٤

(٩) طبقات ابن سعد: ٤٩٠/١

❶ ایک یہ کہ وہ عمدہ، خوبصورت اور سبک خرام تھا، عمر رضی اللہ عنہ کے زیر استعمال رہا تھا، اور انہیں اس کی خوبیاں معلوم تھیں، اس لئے چاہا کہ اسے خرید کر دوبارہ حاصل کرلیا جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گھوڑے کی عمدگی کے معترف تھے، روایت کے الفاظ ہیں: "حملت علی فرس عتیق في سبيل الله" (۱۰) امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عتیق عمدہ، نفیس اور سبک رفتار گھوڑے کو کہا جاتا ہے (۱۱)۔

❷ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ گھوڑا انہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدیہ کیا تھا، جن کی ذات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ ممکن ہے عقیدت کی وجہ سے اسے خرید کر دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی ہو۔ (واللہ اعلم)

فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: لا تبتعه ولا تعد في صدقتك

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے نہ خریدو اور اپنے صدقہ میں دوبارہ لوٹو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ گھوڑا خرید کر حاصل کرنا چاہتے تھے، پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو "عود في الصدقة" فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیع سے کیوں منع کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیا تھا، اگر آپ اسے خریدتے تو متصدق علیہ آپ کے زیرِ احسان رہنے کی وجہ سے مروتاً قیمت میں کمی کرتا، ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بغیر قیمت کے ہبہ یا ہدیہ کرتا ہے اور پھر یہ واہب یا متصدق اس چیز کو موہوب لہ یا متصدق علیہ سے خریدتا ہے تو وہ موہوب لہ اور متصدق علیہ ثمن میں کمی کرتا ہے، لہٰذا یہاں وہ شخص جو ثمن میں کمی کرے، تو اس اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ "عود في الصدقة" کرنے والے ہوتے (۱۱☆)۔

---

(۱۰) صحيح مسلم: ۲/۳۶، كتاب الهبات، باب كراهة الإنسان ما تصدق به ممن تصدق عليه.

(۱۱) قال النووي رحمه الله: "العتيق: الفرس النفيس الجواد السابق". أنظر شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۳۶

(۱۱☆) إرشاد الساري: ۶/۴۷۳، قال القسطلاني: "سُمّي الشراء عوداً في الصدقة؛ لأن العادة جرت بالمسامحة من البائع في مثل ذلك للمشتري فأطلق على القدر الذي يسامح به رجوعا" اه

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی جو توجیہ کی ہے، اس کے پیش نظر ترجمۃ الباب کے ساتھ تطبیقِ روایت کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ واہب اور متصدق تھے، ان کے زیرِ احسان رہنے کی وجہ سے موہوب لہ اور متصدق علیہ ثمن میں کمی کرتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ "عود في الصدقة" کے مرتکب ہوتے، اس بناء پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں گھوڑا خریدنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا "لا تبتعه ولا تعد في صدقتك"۔ ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

فرس پر متصدق علیہ کی ملکیت کا مسئلہ

جب متصدق جہاد کی نیت سے گھوڑا ہدیہ کردے، تو متصدق علیہ کو اس پر ذاتی اموال کی طرح تصرف حاصل ہوگا اور وہ اس کی ملکیت ہوگی یا پھر وہ گھوڑا وقف ہوگا اسے جہاد میں استعمال کرنے کے بعد بیت المال کے حوالہ کرنا ضروری ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں متصدق کے الفاظ کا اعتبار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر متصدق نے صدقہ کرتے وقت "وهولك في سبيل الله" کہا، تو متصدق علیہ کی ملکیت اس گھوڑے پر تام ہوگی۔ اور اس پر اسے ذاتی اموال کی طرح تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ اگر متصدق نے صدقہ کرتے وقت "هو في سبيل الله" کہا تو پھر اس گھوڑے کی حیثیت وقف کی ہوگی (۱۲)۔ لہٰذا جہاد میں استعمال کے بعد متصدق علیہ پر اس گھوڑے کو بیت المال کے حوالہ کرنا واجب ہوگا۔

متصدق کے پہلے اور دوسرے قول میں فرق ہے۔ قولِ اوّل میں متصدق علیہ کی ملکیت کی تصریح ہے، جس پر "هولك" کے الفاظ دال ہیں۔ قولِ ثانی میں علی الاطلاق "هو في سبيل الله" سے وقفی حیثیت مستفاد ہورہی ہے۔

لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں صدقہ کی حیثیت الگ الگ ہوگی، پہلی صورت میں متصدق علیہ کی ملکیت، دوسری صورت میں وقف یا بیت المال کا حصہ بن کر مجاہدین اسلام کی عمومی ملکیت۔

---

(۱۲) شرح ابن بطال: ۱۵۷/۵

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا متصدق علیہ کی ذاتی ملکیت بن جائے گا اور اس پر اسے اسی طرح کا تصرف حاصل ہوگا جو ذاتی اموال پر اسے حاصل ہے (۱۳)۔ اس لئے جہاد میں استعمال کے بعد وہ گھوڑا بیت المال میں جمع کرانا واجب نہیں ہوگا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت کے الفاظ بظاہر اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھوڑا بطور تملیک صدقہ کیا تھا۔ چونکہ وقف کی بیع جائز نہیں، اس لئے یہ گھوڑا اگر وقف ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ہرگز نہ خریدتے۔ باب کی دوسری روایت میں "العائد في صدقته" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقۂ تملیک تھا، وقف ہوتا تو آپ "العائد في حبسه" یا "العائد في وقفه" فرماتے (۱۴)۔ (واللہ اعلم)

٢٨٤١ : حدّثنا إسْماعِيلُ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ في سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، فَٱبْتاعَهُ أَوْ فَأَضاعَهُ الَّذِي كانَ عِنْدَهُ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بائِعُهُ بِرُخْصٍ ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقالَ : (لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ بِدِرْهَمٍ ، فَإِنَّ الْعائِدَ في هِبَتِهِ كالْكَلْبِ يَعُودُ في قَيْئِهِ) . [ر : ١٤١٩]

تراجم رجال

۱۔ اسماعیل

یہ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی اویس اصبحی مدنی رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان میں گزر چکا ہے (۱۶)۔

---

(١٣) شرح ابن بطال: ١٥٧/٥

(١٤) فتح الباري: ٤٤٥/٣، قال الحافظ: "ويدل على أنه حمل تمليك قوله "ولا تعد في صدقتك" ولو كان حبسا لعلّله به"، اهـ، كتاب الزكوة، باب هل يشترى صدقتة؟

(٢٨٤١) قد مر تخريجه في كتاب الزكوة، باب هل يشترى صدقته؛ ولا بأس بأن يشترى صدقة غيره؛ لأن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إنما نهى المتصدق خاصة عن الشراء ولم ينه غيره (رقم ١٤٩٠)

(١٦) كشف الباري: ١١٣/٢

۲-مالک

یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(۱۷)۔

۳-زید بن اسلم

یہ ابواسامہ یا ابوعبداللہ زید بن اسلم قرشی عدوی مدنی رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں(۱۸)۔

۴-ابیہ

اس سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم العدوی مراد ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الزکوۃ میں گزر چکا ہے(۱۹)۔

۵-عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

یہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(۲۰)۔

سمعتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول: حملت على فرس في سبيل الله، فابتاعه أو فأضاعه الذي كان عنده، فأردتُ أن أشتريه

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے فی سبیل اللہ سواری کے لئے ایک گھوڑا دیا(جس آدمی کو دیا تھا) اس نے بیچنا چاہا(یا فرمایا کہ) اس کو ضائع کردیا، اس لئے میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا، میں سمجھا وہ اسے سستے داموں فروخت کردے گا۔

---

(۱۷) كشف الباري: ۲/۸۰

(۱۸) كشف الباري: ۲/۲۰۳

(۱۹) كتاب الزكوة، باب هل يشترى صدقته؟ ولا بأس أن يشترى صدقة غيره؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إنما نهى المتصدق خاصة عن الشراء ولم ينه غيره (رقم: ۱٤۹۰)

(۲۰) كشف الباري: ۲/٤۷٤

فابتاعه کا مطلب

یہ باعہ کے معنی میں ہے(۲۱)۔ علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں، اگر اسے باعہ کے معنی میں نہ لیا جائے تو "ابتاعه" ایک بے معنی لفظ ہوگا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ "ابتیاع" یہاں "بیع" کے معنی میں ہے(۲۲)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ راوی کی تصحیف ہے، اصل میں یہ "أباعه" ہے اور "عَرَضه للبيع" کے معنی میں ہے(۲۳)۔

علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے یہاں بڑی منفرد توجیہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "فابتاعه" متکلم کا صیغہ "فأبتاعُه" بھی ہوسکتا ہے۔ جس کے معنی ہیں: "أردتُ ابتياعه". گویا یہاں ماضی کے ایک قریبی واقع کو بصیغۂ استقبال بیان کیا گیا(۲۴)۔

دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی کہ اگر "فابتاعه" ماضی غائب کا صیغہ ہو تو پھر یہ "الالتفات من المتكلم إلى الغائب" کے قبیل سے ہوگا(۲۵)۔ جو عرب کے یہاں ایک بلیغ اسلوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معنی پھر بھی متکلم ہی کے ہوں گے۔ (واللہ اعلم)۔

أوفأضاعه

أو مفیدِ شک ہے(۲۶)۔ راوی کو شک ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتاعه فرمایا تھا یا أضاعه۔

ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے؟

شُرّاح حدیث نے اس جملے کی تشریح میں تین اقوال نقل کئے ہیں:

---

(۲۱) عمدة القاري. ۱٤/۲٤۷، وارشاد الساري: ۵/۱۳۹

(۲۲) عمدة القاري: ۱٤/۲٤۷، وارشاد الساري: ۵/۱۳۹

(۲۳) عمدة القاري: ۱٤/۲٤۷، وارشاد الساري: ۵/۱۳۹

(۲٤) لامع الدراري: ۷/۲۷۱

(۲۵) لامع الدراري: ۷/۲۷۱

(۲٦) فتح الباري: ٦/۱۷۲، وعمدة القاري: ۱٤/۳٤۷

❶ پہلا قول یہ ہے کہ وہ شخص گھوڑے کی خدمت اور دیکھ بھال میں کوتاہی کرتا تھا، خوراک اور چارہ بھی صحیح فراہم نہیں کرتا تھا (۲۷)۔

❷ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ گھوڑے کی قدر و قیمت سے ناواقف تھا اور اسے سستے داموں فروخت کر رہا تھا (۲۸)۔

❸ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس مقصد کے پیش نظر گھوڑا ہدیہ کیا تھا، اسے اس مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا (۲۹)۔

پہلا قول راجح ہے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے:

"فوجده قد أضاعه وكان قليل المال" (۳۰)۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑا ایسی حالت میں پایا کہ متصدق علیہ نے اسے بے کار کر دیا تھا، کیونکہ وہ قلیل المال تھا۔

"وكان قليل المال" کے الفاظ سے ضیاع کی علت معلوم ہوگئی کہ متصدق علیہ کی غربت کی وجہ سے گھوڑے کو عمدہ چارہ نہیں ملتا تھا یا وقت پر فراہم نہیں ہوتا تھا، جس کے نتیجہ میں وہ ناکارہ ہوگیا۔

وظننت أنه بائعه برُخصٍ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھا کہ وہ اسے سستے داموں فروخت کر دے گا۔

رُخص: (راء کے ضمہ اور خا کے سکون کے ساتھ) اس کے معنی ہیں: ارزاں، سستا۔ غلاء اس کی ضد ہے (۳۱)۔

---

(۲۷) شرح صحيح مسلم للنووي: ۳۶/۲، كتاب الهبات، باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به ممن تصدق عليه، فتح الباري: ۴۴۵/۳، كتاب الزكوة، باب هل يشترى صدقته؟

(۲۸) تكملة فتح الملهم: ۵۱/۲

(۲۹) تكملة فتح الملهم: ۵۱/۲

(۳۰) صحيح مسلم: ۳۶/۲، كتاب الهبات، باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به ممن تصدق عليه

(۳۱) مجمع البحار: ۳۱۰/۲

فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "لاتشتره وإن بدرهم فإن العائد في هبة كالكلب يعود في قيئه"

''میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک درہم میں بھی مت خریدو، اس لئے کہ صدقہ دے کر واپس لینے والا، کتے کی طرح ہے جو قے کر کے پھر اسے کھا جائے''۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ "لاتشتره" میں نہی تنزیہی ہے اور مبالغہ پر محمول ہے۔ وإن بدرهم کے الفاظ بھی مبالغتاً استعمال ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس قدر ارزاں نرخ پر ملے، تب بھی اسے نہ خریدو (۳۲)۔

روایت میں صدقہ یا ہبہ سے متعلق یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اس میں رجوع کرنا انتہائی ناپسندیدہ اور قبیح عمل ہے۔ اس کی مثال کتے سے دی گئی ہے، جو قے کر کے اسے چاٹے۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ یا ہبہ میں رجوع کرنا ایسا ناپسندیدہ عمل ہے جیسا کہ آدمی قے کر کے اسے چاٹ لے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ میں رجوع کرنے والے کو کتے کے ساتھ، صدقہ یا ہبہ کو قے کے ساتھ اور رجوع في الصدقه کو رجوع الکلب في قيئه سے تشبیہ دی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس تشبیہ سے رجوع في الصدقه کی قباحت بیان کرنا مقصود ہے (۳۳)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث باب میں ہے "لا تشتره .... فان العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه"۔ اس میں عود في الصدقة کی کراہت بیان کی گئی ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی جو توجیہ کی ہے، اس کے پیش نظر ترجمۃ الباب کے ساتھ روایت کے اس جملہ کی مناسبت واضح ہے۔

۱۳۶ - باب : اَلْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جہاد کے لئے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد کے احکام مختلف احوال وظروف میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

---

(۳۲) إرشاد الساري: ۱۳۹/۵

(۳۳) إرشاد الساري: ۱۳۹/۵

اوران میں ائمہ کے اختلاف کی تفصیل بھی ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کو مطلق رکھا اور تفصیل مذاہب کی طرف اشارہ نہیں فرمایا(۱)۔

۲۸٤۲ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ ، وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ ، قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ ، فَقَالَ : (أَحَيٌّ وَالِدَاكَ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ) . [٥٦٢٧]

تراجم رجال

۱-آدم

یہ ابوالحسن آدم بن ابی ایاس عبدالرحمٰن العسقلانی رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے(۳)۔

۲-شعبۃ

یہ امیر المؤمنین شعبۃ بن الحجاج بصری رحمہ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ بھی کتاب الإیمان میں گزر چکا ہے(۴)۔

۳-حبیب بن أبی ثابت

یہ ابویحییٰ قیس بن دینار اسدی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الصوم میں گزر چکا ہے(۵)۔

---

(١) عمدة القاري: ١٤/٢٥١، قال: "كذا أطلق، ولكن فيه خلاف وتفصيل، فلذلك أبهم".

(٢٨٤٢) وعند البخاري ايضا (٢/٨٨٣) في الأدب، باب لايجاهد إلا بإذن الأبوين (رقم: ٥٩٧٢)، وعند مسلم في صحيحه (٢/٣١٣) في كتاب البر والصلة والأدب، باب بر الوالدين وأيهما أحق به (رقم: ٦٥٠٤)، وعند الترمذي في جامعه (١/٢٩٦) في الجهاد، باب ماجاء فيمن خرج إلى الغزو وترك أبويه (رقم: ١٦٧١)، وعند أبي داود في سننه (١/٣٤٩) في الجهاد، باب في الرجل يغزو وأبواه كارهان (رقم: ٢٥٢٩)، وعند النسائي في سننه (٢/٥٣) في الجهاد. باب الرخصة في التخلف لمن له والدان (رقم: ٣١٠٥)

(٣) كشف الباري، كتاب الإيمان: ١/٦٧٨

(٤) كشف الباري، كتاب الإيمان: ١/٦٧٨

(٥) كتاب الصوم، باب صوم داود عليه السلام، (رقم: ١٩٧٩)

۴-ابوعباس الشاعر

یہ سائب بن فروخ شاعر مکی رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب التہجد میں گزر چکا ہے(۶)۔

وكان لايتهم في حديثه

یعنی سند کے راوی ابوالعباس پر روایتِ حدیث میں تہمت نہیں لگائی جاتی تھی۔شعراء عموماً مبالغہ آرائی کرتے ہیں۔ یہاں سند میں حبیب بن ابی ثابت کے شیخ ابوالعباس سائب بن فروخ محدث ہونے کے ساتھ شاعر بھی تھے،"وكان لايتهم في حديثه" سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ابوالعباس راست گو تھے، شاعر تو تھے،لیکن ان کا شاعرانہ کلام عام شعراء عرب کی طرح مبالغہ آرائی اور افترا پردازی سے پاک تھا(۷)۔ اپنے اس وصف کی بناء پر وہ روایت حدیث میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے اور متہم بالکذب نہیں تھے۔مختصر یہ کہ "وكان لايتهم في حديثه" کی قید لگا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوالعباس کی توثیق کی ہے کہ ان کی روایات مقبول ہیں اور انہیں عام مبالغہ گو شعراء کی صف کا شاعر نہ سمجھا جائے۔

۵-عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

ان کے حالات بھی کتاب الإیمان میں گزر چکے ہیں(۸)۔

جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاستأذنه في الجهاد فقال أحيّ والداك؟ قال: نعم، قال: "ففيهما فجاهد".

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔آپ نے فرمایا، تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا، تو پھر انہی دونوں میں جہاد کر۔

---

(٦) كتاب التهجد، باب بعد مايكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه (رقم: ١١٥٣)

(٧) عمدة القاري: ١٤/٢٤٨، وإرشاد الساري: ٥/١٣٩، وتحفة الباري: ٣/٤٨٦

(٨) كشف الباري، كتاب الإيمان: ١/٦٧٩

رجل سے کون مراد ہے؟

باب کی روایت میں نام کی تصریح نہیں کہ یہ کون تھے، البتہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جاہمہ بن عباس تھے، جو جہاد میں شرکت کی اجازت لینے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

چنانچہ امام احمد اور امام نسائی رحمہما اللہ نے معاویہ بن جاہمہ کے طریق کی ایک روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے:

"أن جاهمة جاء إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال يارسول الله! أردتُ الغزو وجئتُ لأستشيرك، فقال: "هل لك من أم؟" قال: نعم. قال: "الزمها"(۹).

جاہمہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے جہاد میں جانے کی خواہش ہے، آپ سے مشورہ طلب کرنے حاضر ہوا ہوں، آپ نے فرمایا، کیا تمہاری ماں (زندہ) ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس کے پاس ہی رہو۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے والے جاہمہ ہی تھے۔

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے عن ابن جریج عن محمد بن طلحہ بن رکانہ عن معاویۃ بن جاہمۃ السلمی عن أبیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے جس کے راوی خود جاہمہ ہیں، وہ کہتے ہیں:

"أتيتُ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أستأذنه في الجهاد"(۱۰)۔

"میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا"۔

---

(۹) رواه النسائي في سننه: ۲/۵۳، في كتاب الجهاد، باب الرخصة في التخلف لمن له والدة، وأحمد في مسنده: ۳/۴۲۹، وفتح الباري: ۶/۱۷۳

(۱۰) السنن الكبرى للبيهقي: ۹/۲۶، كتاب السير، باب الرجل يكون له أبوان مسلمان أو أحدهما فلا يغزو إلا بإذنهما.

ففيهما فجاهد

مفہوم کی ادائیگی کے لئے تو"فجاهد فيهما" کی تعبیر بھی درست تھی، لیکن "فیهما" جار مجرور کو اختصاص کے لئے امر سے مقدم کیا گیا۔ جس سے والدین کی اہمیت اور ان کی خدمت کو مقدم رکھنے کی تاکید مقصود ہے۔

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں فجاهد کے ظاہری معنی مراد نہیں، جو إضرار یعنی کسی کو ضرر اور تکلیف پہنچانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ یہ لفظ مشاکلت کے طور پر وارد ہوا ہے، جاہمہ جہاد کی اجازت لینے آئے تھے، تو آپ نے اس مناسبت سے "اخدمهما" کی بجائے مشاکلت کے لئے "فجاهد" فرمایا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں قدر مشترک مراد ہے۔ جہاد میں مال خرچ ہوتا ہے اور جسم تھک جاتا ہے، گویا آپ نے جاہمہ کو والدین کی خدمت کرتے ہوئے نفس اور مال سے جہاد کا حکم دیا، "فجاهد" کی تعبیر اس مناسبت سے یوں ہوگی: "أبذل مالك وأتعب بدنك في رضا والديك"(۱۱)۔ "تم والدین کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرو اور جسم کو تھکاؤ"۔

لیکن علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لايخفى أن كون المفهوم من تلك الصيغة إيصال الضرر بالأبوين إنما يصح قبل دخول لفظ في عليها، وأما بعد دخولها، كما هو الواقع في الحديث، فليس ذلك المعنى هو المفهوم منها، فإنه لايقال جاهد في الكفار بمعنى جاهدهم كما يقال جاهد في الله، فالجهاد الذي يراد منه إيصال الضرر لمن وقعت المجاهدة له هو "جاهده" لاجاهد فيه وله(۱۲)۔

یعنی صیغہ "فجاهد" کا استعمال إيصال الضرر بالأبوين کے معنی میں تب درست ہے جب اس پر "في" حرفِ جر داخل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقاً صیغہ "فجاهد" تو ایصال ضرر والے معنی پر دلالت کرتا ہے، لیکن اگر اس پر "في" حرف جر داخل کر دیا جائے، جیسا کہ حدیث باب میں وارد ہے تو پھر اس کے معنی ایصال ضرر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ "جاهد الكفار" (جو ایصال ضرر کے معنی میں مستعمل ہے) کی بجائے جاهد في الكفار کہنا

---

(۱۱) عمدة القاري: ۳٤۸/۱٤، وفتح الباري: ۱۷۳/٦، وإرشاد الساري: ۱۳۹/۵

(۱۲) نيل الأوطار للشوكاني: ٤۰/۹

درست نہیں۔ مختصر یہ کہ مطلقاً صیغہ "جاهد" سے ایصال ضرر کا معنی مراد ہوتا ہے لیکن "جاهد فيه" یا "جاهد له" محنت و مشقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ گویا علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک "ففيهما فجاهد" سے ایصال ضرر کے معنی مراد نہیں، بلکہ یہ محنت و کوشش کے معنی میں ہے۔

روایات میں اس طرح کے اور واقعات بھی منقول ہیں کہ جہاد کی اجازت لینے کوئی آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جہاد کی بجائے والدین کی خدمت کا حکم دیا۔

صحیح مسلم میں عن ناعم مولی أم سلمة عن عبداللہ بن عمرو کے طریق سے روایت مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کی بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اس سے پوچھا "فهل من والديك أحدٌ حيٌّ؟" کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں، دونوں زندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا "إرجع إلى والديك فأحسن صحبتها" (١٣)۔ اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کے پاس رہ کر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ایک اور طریق سے یہی راویت سنن ابوداود میں بھی منقول ہے۔ اس میں ہے کہ ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "جئتُ. أبايعك على الهجرة وتركتُ أبوي يبكيان" یعنی میں آپ سے جہاد پر بیعت کرنے آیا ہوں اور اپنے ماں باپ کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "إرجع فأضحكهما كما أبكيتهما" (١٤)۔ "اپنے والدین کے پاس جاؤ، تم نے جس طرح انہیں رُلایا، اب انہیں ہنساؤ"۔

مذکورہ روایات میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو جہاد کے بجائے والدین کی خدمت کا حکم دیا، لیکن صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے:

"جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسأله عن أفضل الأعمال، قال: الصلوة. قال ثم مه؟ قال الجهاد. قال فإن لي والدين، قال آمرك بوالديك خيرا. فقال والذي بعثك بالحق نبياً لأجاهدن ولأ

(١٣) صحيح مسلم: ٢/٣١٣، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين وأيهما أحق به (رقم: ٢٥٤٩)

(١٤) سنن أبي داود: ١/٣٤٢، كتاب الجهاد، باب في الرجل يغزو لغيره وأبواه كارهان (رقم: ٢٥٣٠)

تركنهما. قال: فأنت أعلم"(۱۵).

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اس نے آپ سے سوال کیا کہ افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا، نماز۔ اس نے عرض کیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، جہاد۔ اس نے عرض کیا میرے ماں باپ زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا، بخدا جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا، میں ضرور جہاد کروں گا اور والدین کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تم زیادہ جانتے ہو۔

اول الذکر روایات کے ساتھ اس روایت کی تطبیق دیتے ہوئے شراح حدیث فرماتے ہیں کہ یہ روایتِ فرض عین جہاد پر محمول ہے۔ جب جہاد کی نفیر عام ہو اور فرض عین ہو جائے تو والدین کی خدمت کا حکم ساقط ہو جاتا ہے(۱۶)۔ اس لئے اس روایت میں والدین کی خدمت کا حکم ملنے کے باوجود جب سائل نے جہاد میں جانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے نکیر نہیں فرمائی۔ جن روایات میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کا حکم دیا تھا، اس وقت جہاد فرض عین نہیں تھا، فرض کفایہ تھا، نفیر عام نہ ہونے کی صورت میں کچھ لوگوں کے جانے سے فرض کفایہ ادا ہوتا ہے، اور خدمت کے محتاج والدین کو چھوڑ کر جہاد میں جانا جائز نہیں ہوتا، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کا حکم دیا۔

جہاد میں اذن والدین کی حیثیت

چنانچہ جمہور فقہاء امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور سفیان ثوری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نفیر عام نہ ہو اور جہاد فرض کفایہ ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں۔ والدین کی خدمت فرض عین اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ فرض عین کو چھوڑ کر فرض کفایہ ادا کرنا گناہ ہے(۱۷)۔ ان کا استدلال حدیث

(۱۵) صحيح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس (رقم ۱۷۱۹)

(۱٦) فتح الباري: ۱۷۳/٦، وعمدة القاري: ۲٤۸/۱٤، وفتح القدير: ۱۹۱/٥، وتكملة فتح الملهم: ۳۳۰/٥

(۱۷) فتح الباري: ۱۷۳/٦، وعمدة القاري: ۲٤۸/۱٤، وفتح القدير: ۱۹۱/٥، وتكملة فتح الملهم: ۳۳۰/٥

باب، صحیح مسلم اور سنن ابوداود کی مذکورہ روایات سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو جہاد کی بجائے والدین کی خدمت کا حکم دیا۔

البتہ اگر نفیر عام ہو اور جہاد فرض عین ہو، تو اس صورت میں سب مسلمانوں پر خروج واجب ہو جاتا ہے، والدین کا اختیار باقی نہیں رہتا، ان کی اجازت کے بغیر جانا واجب ہے (۱۸)۔

علامہ ابن حزم "مراتب الإجماع" میں فرماتے ہیں کہ اگر جہاد میں شرکت کی وجہ سے والدین کی ہلاکت یا ضیاع کا اندیشہ ہو تو بالاجماع جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ تاہم اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تب بھی جمہور کے نزدیک خروج والدین کی اجازت پر موقوف ہے (۱۹)۔

علامہ ابن حزم نے یہاں جمہور کی طرف جس مذہب کی نسبت کی ہے اس میں ان سے تسامح ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اگر والدین کے ضیاع کا اندیشہ ہو تو فرضیت جہاد ساقط نہیں ہوتی، ان کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز ہے۔ چنانچہ مسند احمد اور مستدرک حاکم میں عمرو الغفاری کی مرفوع روایت ہے: "لا طاعة لمخلوق في معصية خالق" (۲۰)۔ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "فيه دلالة على أنه لا حاجة إلى إذن الوالدين، إذا كان الجهاد فرض عين، وإن منعاه عنه فلا طاعة لهما" (۲۱).
>
> یعنی "یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو، تو والدین کی اجازت ضروری نہیں، اگر وہ خروج سے منع کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں"۔

احناف اور شوافع کے نزدیک جد اور جدہ دونوں والدین کے حکم میں ہے (۲۲)، یعنی جہاد کے فرض

---

(۱۸) فتح الباري: ۱۷۳/٦، وعمدة القاري: ۳٤۷

(۱۹) عمدة القاري: ۳٤۷/۱٤

(۲۰) مسند أحمد: ٦٦/٥، ومستدرك حاكم: ٤٤۳/۳، مناقب الحكم بن عمر الغفاري

(۲۱) إعلاء السنن: ۱۳/۱۲

(۲۲) فتح الباري: ۱۷۳/٦، وإعلاء السنن: ۱۱/۱۲

کفایہ ہونے کی صورت میں ان کی خدمت واجب ہوگی اور فرض عین ہو تو خروج واجب ہوگا اور ان کی اطاعت جائز نہیں ہوگی۔

اگر والدین مسلمان نہ ہوں؟

جمہور فقہاء کے نزدیک اگر والدین غیر مسلم ہوں تو ان سے فرض کفایہ جہاد کی صورت میں بھی اجازت لینے کی ضرورت نہیں (۲۳)۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم والدین کا وہی حکم ہے جو مسلمان والدین کا ہے، لہٰذا غیر مسلم والدین سے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جن روایات میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو جہاد کے بجائے والدین کی خدمت کا حکم دیا، ان میں عموم ہے والدین کافر ہوں یا مسلمان، ان کی خدمت کا مطلقاً حکم ہے، جس میں کافر اور مسلمان والدین دونوں شامل ہیں۔ لہٰذا جس طرح مسلمان والدین سے اجازت لی جائے گی، اسی طرح کافر والدین سے بھی اجازت لینا ضروری ہوگی (۲۴)۔

جمہور کا استدلال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد نے جہاد میں شرکت کی، جن کے والدین مشرک یا کافر تھے۔ جیسے ابوبکر صدیق، ابوحذیفہ بن عتبہ اور ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہم۔ ابوحذیفہ بن عتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ بدر میں شریک تھے، ان کے باپ رئیس المشرکین تھے، اسی طرح ابوعبید رضی اللہ عنہ کے باپ کی موت خود انہی کی تلوار کی ضرب سے واقع ہوئی (۲۵)۔

جمہور نے سفیان ثوریؒ کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ جن روایات سے عموم حکم ثابت ہورہا تھا، مذکورہ واقعات کی وجہ سے وہ عموم باقی نہ رہا، اس لئے فرض کفایہ جہاد کی صورت میں مشرک والدین کی اجازت کوئی حیثیت نہیں رکھتی (۲۶)۔

---

(۲۳) المغني لابن قدامة: ۱۰/۳۷۸، والمجموع شرح المهذب: ۲۱/۲۷

(۲٤) المغني لابن قدامة: ۱۰/۳۷۸

(۲٥) المغني لابن قدامة: ۱۰/۳۷۸

(۲٦) المغني لابن قدامة: ۱۰/۳۷۸

ترجمۃ الباب سے مطابقت

روایت باب میں والدین سے اجازت لینے کا کوئی ذکر نہیں ہوا ہے، اس لئے ترجمۃ الباب کے ساتھ بظاہر اس کی مناسبت نہیں۔

علامہ عینی اور زکریا انصاری رحمہما اللہ نے فرمایا کہ بطریق استنباط "ففیھما فجاھد" کی ترجمہ کے ساتھ مناسبت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روایت میں والدین کی خدمت کا حکم دیا، اس حکم کا اقتضاء یہ ہے کہ والدین کی رضا حاصل کی جائے، اور جب رضا حاصل ہوگئی تو گویا اجازت مل گئی (۲۷)۔

۱۳۷ - باب: ما قِيلَ في الجَرَسِ وَنَحْوِهِ في أَعْنَاقِ الْإِبِلِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

اونٹ کی گردن میں گھنٹی وغیرہ لٹکانے کا عرب معاشرے میں عام رواج تھا، اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اونٹوں کی گردن میں گھنٹی وغیرہ لٹکانا مکروہ ہے (۱)۔

الجرس: جیم اور راء کے فتحہ کے ساتھ گھنٹی کو کہتے ہیں، جو جانور کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ البتہ راء کے سکون کے ساتھ الجرْس گھنٹی بجنے سے پیدا ہونے والی آواز کو کہتے ہیں (۲)۔

ونحوہ: اس سے تانت کے بنے ہوئے ہار مراد ہیں (۳)، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ کراہت صرف گھنٹی میں نہیں، بلکہ تانت سے بنائے گئے ان ہاروں میں بھی ہے، جو نظرِ بد سے حفاظت کے لئے اونٹ کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف اونٹ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ قلادے دوسرے جانوروں کے گلے میں بھی لٹکائے جاتے ہیں۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ابل کا ذکر

---

(۲۷) عمدة القاري: ۱٤/۳٤۷، وتحفة الباري: ۳/٤۸٦

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۳٤۹، فتح الباري: ٦/۱۷٤

(۲) عمدة القاري: ۱٤/۳٤۹

(۳) عمدة القاري: ۱٤/۳٤۹

ہوا ہے (۴)۔ امام صاحب کی عادت ہے کہ حدیث کے کسی لفظ یا جملہ سے ترجمۃ الباب ثابت ہوتا ہو تو اسے ترجمہ کا جز بنا لیتے ہیں۔ دوسری وجہ ابل کی تخصیص کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عرب کے ہاں غالب استعمال اونٹ کا ہوتا تھا اور اس کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے۔

۲۸٤۳ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَميمٍ : أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصارِيَّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ كانَ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ في بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، قالَ عَبْدُ ٱللهِ : حَسِبْتُ أَنَّهُ قالَ : وَالنَّاسُ في مَبِيتِهِمْ ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ رَسُولاً أَنْ : (لَا يَبْقَيَنَّ في رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ – أَوْ قِلَادَةٌ – إِلَّا قُطِعَتْ) .

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بدء الوحی میں گزر چکے ہیں (٦)۔

۲- مالک

یہ ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک اصبحی مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بھی گزر چکے ہیں (٧)۔

۳- عبداللہ بن ابی بکر

یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری مدنی رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الوضوء میں گزر چکا ہے (٨)۔

---

(٤) عمدة القاري: ١٤/٣٤٩، إرشاد الساري: ٥/١٤٠

(٢٨٤٣) الحديث أخرجه مسلم: ٢/٢٠٢، في اللباس، باب كراهة قلادة الوتر في رقبة البعير (رقم: ٥٥٤٩)، وأبوداود في الجهاد باب تقليد الخيل بالأوتار (رقم: ٢٥٥٢)

(٦) كشف الباري: ١/٢٨٩

(٧) كشف الباري: ٢/٨٠

(٨) كتاب الوضو، باب الوضو مرتين مرتين

۴-عباد بن تمیم

یہ عباد بن تمیم بن زید المازنی رحمہ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ بھی کتاب الوضوء میں گزر چکا ہے(۹)۔

۵-ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ

یہ صحابیٔ رسول ابوبشیر الانصاری الساعدی الحارثی المدنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جمہور مؤرخین اور شراحِ حدیث فرماتے ہیں کہ ان کا صحیح نام معلوم نہیں۔ایک قول کے مطابق ان کا نام قیس بن عبید اللہ بن الحُرَیر بن عَمر و بن الجعد بتایا گیا ہے(۱۰)۔لیکن یہ قول ضعیف ہے،حقیقت یہ ہے کہ ان کا نام پردۂ خفا میں ہے،اس لئے حافظ ابن عبد البر نے فرمایا:

"لایوقف له علی اسم صحیح وقیل اسمه قیس بن عبید ولا یصح"(۱۱).

''ان کا صحیح نام معلوم نہیں ہوسکا،کہا گیا ہے کہ ان کا نام قیس بن عبید ہے،یہ صحیح نہیں''۔

اسی طرح ابواحمد حاکم رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ ان صحابہ کی فہرست میں کیا ہے،جن کے نام معلوم نہیں(۱۲)۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ واقعۂ حرہ کے بعد ان کا انتقال ہوا،اور لمبی عمر پائی(۱۳)۔واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ۴۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا(۱۴)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے واقدی کے قول کو ترجیح دی ہے کہ ان کی وفات ۶۳ ہجری میں ہوئی(۱۵)۔

---

(۹) کتاب الوضوء، باب، لایتوضأ من الشك حتی یتیقن

(۱۰) تهذیب الکمال: ۳۳/۷۹، وتهذیب التهذیب لابن حجر: ۱۲/۲۲

(۱۱) الاستیعاب لابن عبدالبر علی هامش الإصابة: ۴/۲۴

(۱۲) الإصابة في تمییز الصحابة: ۴/۲۰، وتهذیب الکمال: ۱۲/۲۲

(۱۳) تهذیب الکمال: ۳۳/۸۰، وتهذیب التهذیب: ۱۲/۲۲

(۱۴) الإصابة في تمییز الصحابة: ۴/۲۱

(۱۵) تهذیب التهذیب: ۱۲/۲۲

انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں روایت کی ہیں، ایک صحیح بخاری کی یہی ترجمۃ الباب کی روایت ہے باقی دو روایتیں صحیح مسلم اور سنن ابوداود میں منقول ہیں (۱٦)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس سند کی مختلف خصوصیات بیان کی ہیں، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"فيه التحديث بصيغة الجمع في موضع، وبصيغة الإخبار كذلك في موضع، وبصيغة الإفراد في موضع. وفيه ثلاثة مدنيّون مالك وشيخه وشيخ شيخه، وثلاثة أنصاريون وهم عبدالله وعباد وأبوبشر. وفيه تابعيان وهما عبدالله وعباد. وفيه أنه ليس لأبي بشير في البخاري غير هذا الحديث. الواحد".

"روایت کی سند میں ایک جگہ تحدیث جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے، ایک جگہ صیغۂ اخبار کے ساتھ اور ایک جگہ عنعنہ ہے اور اس میں تین راوی مدنی ہیں، امام مالک، ان کے شیخ اور شیخ کے شیخ، اسی طرح اس میں تین انصاری ہیں یعنی عبداللہ، عباد اور ابوبشیر اور دو تابعی ہیں، عبداللہ اور عباد۔ ایک خصوصیت یہ ہے کہ پوری صحیح بخاری میں حضرت ابوبشیر رضی اللہ عنہ سے علاوہ اس روایت کے دوسری روایت منقول نہیں (۱۷)۔

أنه كان مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعض أسفاره

ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔

شُرّاح حدیث میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوسکا کہ اس سے کون سا سفر مراد ہے (۱۸)۔

قال عبدالله: حسبتُ أنه قال: والناس في مبيتهم

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے یہ (بھی) کہا کہ اس وقت لوگ اپنی خوابگاہوں میں تھے۔

---

(١٦) تهذيب الكمال: ٨٠/٣٣

(١٧) عمدة القاري: ٢٥٢/١٤

(١٨) فتح الباري: ١٤١/٦، عمدة القاري: ٣٥٠/١٤

عبداللہ سے مراد خود راوی حدیث عبداللہ بن ابی بکر ہیں۔ انہیں "والناس في مبيتهم" کے بارے میں شک ہے کہ یہ جملہ ان کے شیخ عباد بن تمیم نے کہا تھا یا نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت عبداللہ کے طریق سے جہاں بھی مروی ہے، اس میں یہ الفاظِ شک موجود ہیں (۱۹)۔

فأرسل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رسولا: "لايبقينّ في رَقَبةِ بعيرٍ قِلادةٌ من وترٍ —أو قِلادةٌ— إلا قطعت

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قاصد کے ذریعے پیغام ارسال فرمایا، کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار یا (فرمایا) ہار نہ رہے، اسے کاٹ دیا جائے گا۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قاصد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ تھے (۲۰)۔

لفظ "أو" یہاں شک یا تنویع کے لئے ہے (۲۱)۔

ابوداود کی روایت میں "أو قلادة" کی جگہ "ولا قلادة" مذکور ہے۔ یہ عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے (۲۲)۔ راجح "أو قلادة" ہے، علامہ مہلب نے بھی اس کی تائید کی ہے (۲۳)۔

قِلادة: قاف کے کسرہ کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں: ہار، جانور کے گلے کا پٹا۔ انعامی تمغہ جو گردن میں لٹکایا جاتا ہے، اس پر بھی قلادہ کا اطلاق ہوتا ہے (۲۴)۔

---

(۱۹) فتح الباري: ٦/١٤١

(٢٠) التمهيد لابن عبدالبر: ١٧/١٦١

(٢١) فتح الباري: ٦/١٤١، عمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٢٢) فتح الباري: ٦/١٤١، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٢٣) فتح الباري: ٦/١٤١، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٢٤) قال العلامة الفيروز آبادى "القلادة ما جعل في العنق" انظر القاموس المحيط، ص: ٢٨٢، باب الدال، فصل القاف. وفي المعجم المحيط (القلادة): مايجعل في العنق من حَلْي ونحوه و وِسامٌ يجعل في العنق تمنحه الدولة لمن تشاء تقديراً له، ص: ٧٥٤، ماده (قلد)

وتر: واو اور تا کے زبر کے ساتھ کمان کی تانت کو کہتے ہیں (۲۵)، اس کی جمع "اَوتار" اور "وِتار" آتی ہے (۲۶)۔

وتر تمام روایات میں تاء مثناۃ کے ساتھ منقول ہے (۲۷)۔

بعض حضرات نے تا کے بجائے با کے ساتھ "وبــــر" روایت کیا ہے، علامہ ابن التین کہتے ہیں کہ داؤدی نے اس پر جزم کیا ہے کہ یہ لفظ "وبــر" ہی ہے۔ وبر اونٹ سے نکالے گئے بال کو کہتے ہیں، جو اُون کے مشابہ ہوتے ہیں۔

علامہ ابن التین کہتے ہیں کہ یہ داودی کی تصحیف ہے۔ صحیح "وتر" ہی ہے (۲۸)۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنے مزاج کے مطابق یہاں بھی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "ربما صحف من لاعلم له بالحديث فقال: وبر" (۲۹)۔ یعنی جس کو علم حدیث سے مناسبت نہیں ہوتی، وہ تصحیف کر کے وتر کو وبر پڑھ لیتا ہے۔

قلادہ باندھنے سے ممانعت کی وجہ

حدیث باب اور دیگر روایات میں جانور کے گلے میں قِلادہ باندھنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے، شراح حدیث نے اس ممانعت کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

❶ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ تانت کا قلادہ نظرِ بد سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے وہ اونٹ وغیرہ کو نظرِ بد اور بیماریوں سے بچانے کے لئے اس کے گلے میں قلادہ باندھتے تھے۔ اور اس کو موثر بالذات سمجھتے تھے، اس بناء پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی کہ قلادہ قطعاً موثر

---

(۲۵) فتح الباري: ۱۷۵/٦

(۲٦) فتح الباري: ۱۷۵/٦

(۲۷) فتح الباري: ۱۷۵/٦، وعمدة القاري: ۳۵۰/۱٤

(۲۸) فتح الباري: ۱۷۵/٦، وعمدة القاري: ۳۵۰/۱٤

(۲۹) فتح الباري: ۱۷۵/٦، وعمدة القاري: ۳۵۰/۱٤

نہیں، وہ کسی حکمِ خداوندی کونہیں ٹال سکتا (٣٠)، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر کر دیا، قلادہ میں ایسا کوئی اثر اور قوت نہیں جو اسے تبدیل کر سکے۔ اس کی تائید عقبہ بن عامر کی اس مرفوع حدیث سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

"من علّق تميمة فلا أتم الله له"(٣١)

تعویذ قلادہ میں باندھ کر عموماً نظر بد ہی سے بچنے کے لئے گلے میں باندھا جاتا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلادہ جانوروں کو نظر بد وغیرہ سے بچانے کے لئے ان کے گلوں میں لٹکائے جاتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا اعتقـد الذى قلّدها أنها ترد العين فقد ظن أنها ترد القدر وذلك لايجوز اعتقاده"(٣٢)۔

یعنی جس شخص نے قلادہ اس عقیدہ کے ساتھ جانوروں کے گلے میں لٹکایا کہ وہ نظرِ بد سے محفوظ رکھتا ہے تو اس کا یہ اعتقاد بھی ضرور ہوگا کہ قلادہ تقدیر کو ٹالتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ جائز نہیں کہ قلادہ تقدیر کو ٹالتا ہے۔

٢ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلادہ باندھنے سے اس لئے ممانعت کی گئی کہ جب جانور تیز دوڑتا ہے تو قلادہ کی وجہ سے اس کا گلا گھٹتا ہے (٣٣)۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کی اس توجیہ کی تائید ابوعبیدہ رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قلادہ باندھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس سے چوپایوں کو اذیت ہوتی ہے، ان کا گلا گھٹتا ہے اور چرنے میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور جب انہیں کسی درخت کے ساتھ باندھا

---

(٣٠) موطا إمام مالكؒ: ٢/٩٣٧، والتمهيد لابن عبدالبر: ١٧/٦٠، وفتح الباري: ٦/١٧٥

(٣١) رواه أحمد في مسنده: ٤/١٥٤، والحاكم في المستدرك: ٢١٦، والطبراني في معجمه: ١٧/٨٢٠، من حديث عقبة بن عامر -رضي الله عنه- وما قال الحافظ في الفتح(٦/١٧٥): "أخرجه أبوداود أيضاً" فقد أخطأ، لم نعثر عليه في سنن أبي داود ولا في الصحاح.

(٣٢) فتح الباري: ٦/١٧٥

(٣٣) عمدة القاري: ١٤/٣٥٠، فتح الباري: ٦/١٧٥

جائے تو اس سے گلا گھٹتا ہے یا چلنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے'' (۳۴)۔

۳ تیسرا قول علامہ خطابی رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلادہ باندھنے کی ممانعت اس لئے فرمائی کہ اس میں گھنٹی لٹکائی جاتی تھی (۳۵)۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب بھی اس قول کی تائید کرتا ہے، اس لئے کہ حدیث باب میں جرس کا لفظ وارد نہیں ہوا ہے، صرف قلادہ کا ذکر ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں جرس کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے جو توجیہ کی ہے کہ حدیث میں قلادہ سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس میں گھنٹی لٹکائی جاتی تھی اس کی تائید سنن نسائی اور سنن ابوداود میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کی اس مرفوع روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لاتصحب الملائكة رفقة فيها جرس''(٣٦).

یہی حدیث امام نسائی رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی ہے (۳۷)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب میں لفظ جرس سے امام بخاری نے حدیث باب کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں جرس کی تصریح ہے۔ یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ نے عثمان بن عمر کے طریق سے نقل کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: ''لا تبقين قلادة من وتر ولا جرس في عنق بعير إلا قطع''(٣٨)۔

قلادہ کی ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے (۳۹)۔

---

(٣٤) فتح الباري: ٦/١٧٥، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٣٥) فتح الباري: ٦/١٧٥

(٣٦) سنن أبي داود: ١/٢٤٦، كتاب الجهاد، بابٌ في تعليق الأجراس، (رقم: ٥٢٥٤)

(٣٧) سنن نسائي: ٢/٢٩٠، كتاب الزينة، باب الجلالة

(٣٨) فتح الباري: ٦/١٧٥

(٣٩) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٢٠٢، كتاب اللباس، باب كراهة قلادة الوتر في رقبة البعير

ایک قول یہ ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے(۴۰)۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ضرورت ہوتو قلادہ باندھنا جائز ہے۔ضرورت نہ ہونے کی صورت میں جائز نہیں(۴۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کراہت صرف تانت سے بنے قلادہ میں ہے، جو قلادہ تانت سے نہیں بنا ہو، اس میں کراہت نہیں۔لیکن یہ جواز بھی اس شرط پر ہے جب اس میں نظرِ بد سے بچنے کی نیت نہ ہو۔ نظر بد سے بچنے کے لئے تو اس قلادہ کا استعمال بھی ناجائز ہے جو تانت سے بنا نہ ہو(۴۲)۔

حقیقت میں یہ نہی ان قلادوں اور تعویذوں سے متعلق ہے، جن میں قرآن کریم کی آیات وغیرہ نہ لکھی گئی ہوں، تاہم جن قلادوں اور تعویذوں میں قرآنی آیات یا مسنون دعائیں لکھی گئی ہوں، انہیں جانوروں کے گلے میں لٹکانا بلاکراہت جائز ہے۔کیونکہ اس سے مقصود اللہ کی پناہ اور تبرک کا حصول ہوتا ہے(۴۳)۔

اسی طرح قلادوں کو زینت کی غرض سے لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ اس میں اسراف و تبذیر نہ ہو اور دکھلاوا مقصود نہ ہو(۴۴)۔

جرس لٹکانے کا حکم

اس میں مختلف اقوال منقول ہیں:

❶ ایک قول یہ ہے کہ تعلیق جرس مطلقاً ناجائز ہے(۴۵)۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ بلاضرورت تعلیق جرس ناجائز ہے، البتہ ضرورت کے وقت جائز

(٤٠) فتح الباري: ٦/١٧٥، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٤١) فتح الباري: ٦/١٧٥، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٤٢) فتح الباري: ٦/١٧٥، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠، ٣٥١

(٤٣) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

(٤٤) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

(٤٥) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

(٤٦) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

ہے (۴۷)۔

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ جرسِ صغیر کو لٹکانا جائز ہے لیکن جرسِ کبیر یعنی بڑا گھنٹا لٹکانا جائز نہیں (۴۸)۔

واللہ اعلم۔

جرس کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ

جرس کو کیوں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے؟ اس کی دو وجہیں ہیں:

❶ صحیح مسلم میں علاء ابن عبدالرحمٰن عن أبي هريرہ کے طریق سے مرفوعاً یہ روایت منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الجرس من مزامير الشيطان" (٤٩).

''گھنٹی شیطان کی بانسری ہے''۔

شراح حدیث اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"هذا يدل على أن الكراهة فيه لصوته؛ لأن فيه شبها بصوت الناقوس وشكله" (٥٠)۔

یعنی صحیح مسلم کی مذکورہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کراہت جرس کی آواز کی وجہ سے ہے کیونکہ جرس کی آواز اور ظاہری صورت، دونوں ناقوس کی آواز اور صورت سے مشابہ ہیں۔

❷ جرس عموماً اونٹ اور گھوڑے کے گلے میں لٹکائی جاتی تھی۔ اُس زمانہ میں جہاد کے دوران گھوڑے اور اونٹ سے سواری کا کام لیا جاتا تھا، اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ سواری کے چلنے سے گھنٹی بجنے کی آواز پیدا ہوگی تو اس سے دشمن کو مجاہدین کی آمد کا پتہ چلے گا۔ اس لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیق جرس سے منع فرمایا (۵۱)۔

---

(٤٧) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

(٤٨) عمدة القاري: ١٤/٣٥١، وفتح الباري: ٦/١٧٦

(٤٩) صحيح مسلم: ٢/٢٠٢، كتاب اللباس، باب كراهة الكلب والجرس

(٥٠) فتح الباري: ٦/١٧٥، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٠

(٥١) إعلاء السنن: ١٢/٦٨٥

ترجمۃ الباب سے تطبیق

باب میں امام رحمہ اللہ نے لفظ جرس کا ذکر فرمایا، لیکن حدیث باب میں جرس کی تصریح نہیں۔ اس لئے یہاں اشکال ہوسکتا ہے کہ ترجمہ میں جرس کی تصریح ہے اور حدیث باب میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ترجمہ کے اس جز پر دلالت کرے؟

علامہ خطابی رحمہ اللہ کا قول پیچھے گزرا کہ جرس قلادہ وغیرہ ہی میں لٹکائی جاتی تھی، اس لئے تعلیق قلائد کے بارے جو نہی حدیث میں وارد ہے، یہ نہی حقیقت میں اس جرس ہی کی وجہ سے ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور مذکورہ اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"وما قيل في وجه المطابقة بقول الخطابي أوجه، لأن الجرس لايعلق في أعناق الإبل إلا بعلاقة، وهي الوتر ونحوه، فذكر البخاري الجرس الذي يعلق بالقلادة، فإذا ورد النهي عن تعليق القلائد في أعناق الإبل يدخل فيه النهي عن الجرس بالضرورة، والأصل هو النهي عن الجرس ألا ترى أنه ورد: "أن الملائكة لاتصحب رفقة فيها جرس"(۵۲)

یعنی جرس اونٹ کے گلے میں کسی واسطے کے بغیر نہیں لٹکائی جاسکتی، وہ واسطہ ظاہر ہے کہ تانت کا قلادہ وغیرہ ہی ہوتا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جرس کا ذکر کیا، جو قلادہ کے واسطے سے لٹکائی جاتی ہے۔ لہذا اونٹ کے گلے میں قلادہ باندھنے سے متعلق جو نہی حدیث میں وارد ہے، وہ نہی بہرصورت جرس سے بھی متعلق ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ نہی جرس ہی کے بارے میں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرشتے ایسی جماعت کی مصاحبت نہیں کرتے جس میں جرس ہو۔

۱۳۸ - باب مَنِ اكْتُتِبَ فِي جَيْشٍ فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ حَاجَّةً ، وَكَانَ لَهُ عُذْرٌ ، هَلْ يُؤْذَنُ لَهُ .

اکتتب: باب افتعال سے معروف ومجہول دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔

(۵۲) عمدة القاري: ۱۴/۳۴۹

حاجَةً: یہ خرجت امرأته سے حال واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے(۱)۔

أو كــان: ابوذر کے نسخہ میں اسی طرح ضبط ہوا ہے(۲)، بعض نسخوں میں "أو" کے بجائے "واو" مذکور ہے(۳)۔

ترجمة الباب کا مقصد

مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کا نام لشکر جہاد میں لکھا گیا ہے، دوسری طرف اس کی بیوی سفرِ حج پر جا رہی ہے، یا اسے کوئی اور عذر لاحق ہو گیا ہے، کیا ایسے آدمی کو جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے گی؟

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں اس کا جواب آ گیا ہے(۴)۔

٢٨٤٤ - حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِٱمْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ ٱمْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ ٱللَّهِ، ٱكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتِ ٱمْرَأَتِي حاجَّةً، قالَ: (ٱذْهَبْ، فَحُجَّ مَعَ ٱمْرَأَتِكَ). [ر: ١٧٦٣]

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے، نہ کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے، یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، فلاں جہاد میں میرا نام لکھا گیا ہے لیکن میری بیوی حج کے لئے جا رہی ہے۔

قال: إذهب، فحُجَّ مع امرأتك: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

---

(١) عمدة القاري: ١٤/٣٥١

(٢) إرشاد الساري: ٦/٤٧٦

(٣) إرشاد الساري: ٦/٤٧٦

(٤) عمدة القاري: ١٤/٣٥١

فحُجّ: اس میں ادغام ہے۔ بعض نسخوں میں "احجج" فکِ ادغام کے ساتھ مذکور ہے (۵)۔

مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی پر حج فرض ہو اور جہاد فرض عین نہ ہو تو بیوی کے ساتھ سفرِ حج کے لئے شوہر کا جانا ضروری ہوگا اور اسے جہاد میں جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ جہاد میں کوئی دوسرا شخص اس کے قائم مقام بن کر جا سکتا ہے۔

روایت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوہر کو اس کی بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم دیا اور جہاد کرنے سے منع فرمایا، اس لئے کہ بیوی پر حج فرض تھا، اور سفرِ حج میں اس کے لئے محرم ضروری تھا، جبکہ جہاد فرض عین نہ تھا، گویا جہاد کے مقابلہ میں حج زیادہ اہم تھا، اس لئے آپ نے فرمایا تم جہاد چھوڑ کر بیوی کے ساتھ حج کرنے چلے جاؤ (۶)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مطابقته للترجمة تؤخذ من قوله: "إذهب فحجّ مع امرأتك؛ لأنه اكتتب في جيش وأرادت امرأته أن تحج الفرض، فأذِنَ له صلى الله تعالى عليه وسلم، أن يحج مع امرأته؛ لأنه اجتمع له مع حج التطوع في حقه تحصيل حج الفرض لامرأته، فكان اجتماع ذلك له أفضل من مجرد الجهاد الذي يحصل المقصود منه بغيره (۷)۔

یعنی ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا یہ جملہ مطابقت رکھتا ہے "إذهب فحج مع امرأتك" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آدمی نے اپنا نام لشکر جہاد میں لکھوا دیا تھا اور اس کی بیوی حج فرض ادا کرنا چاہتی تھی، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیوی کے ساتھ حج کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ اسے بیک وقت دو فائدے حاصل ہوتے: بیوی کا حج فرض ادا کرانا، بیوی کے ساتھ خود اپنے لئے نفلی حج ادا کرنا۔ ان دو فائدوں کو جمع

---

(۵) حواله بالا وإرشاد الساري: ٦/٣٧٦

(٦) فتح الباري: ٦/١٧٦، وإرشاد الساري: ٦/٣٧٦

(٧) عمدة القاري: ١٤/٣٥١

کرنا اس کے لئے مجرد جہاد میں جانے سے افضل تھا، کیونکہ جہاد کا مقصد تو اس کے علاوہ کوئی کسی اور کے جہاد میں جانے سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔

حدیث سے مستنبط فوائد

حدیث باب سے دو فائدے معلوم ہوئے:

❶ ایک یہ کہ لشکر جہاد میں شامل سب افراد کے نام لکھے جائیں (۸)۔

❷ دوسرے یہ کہ حاکم وقت یا امیر وغیرہ اپنے رعایا کے مصالح اور ضروریات پر نظر رکھے (۹)۔

۱۳۹ - باب : الجَاسُوسِ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ» /الممتحنة: ۱/. التَّجَسُّسُ : التَّبَحُّثُ .

ترجمة الباب کا مقصد

جاسوس کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ وہ کفار کی طرف سے ہو۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے ہو۔ اس ترجمة الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ دونوں کے احکام بتانا چاہتے ہیں۔

الجاسوس: یہ فاعول کے وزن پر ہے اور تجسس سے ہے، تجسس کے معنی ہیں: خفیہ امور کا سراغ لگانا، تفتیش کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ تجسس (جیم کے ساتھ) کے معنی ہیں: کسی اور کے لئے سراغ لگانا اور تحسس (حاء کے ساتھ) کے معنی ہیں: اپنے لئے سراغ لگانا (۱۰)۔

ترجمة الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کا قول نقل کر کے تجسس کی تشریح تبحث سے کی ہے۔ تبحث باب تفعّل سے ہے، اس کے معنی سراغ لگانے اور تفتیش کرنے کے ہیں۔ بحث الفقیہ بھی اسی سے لیا گیا ہے کیونکہ فقیہ بھی مسائل کی تفتیش کرتا ہے، ان کا سراغ لگاتا ہے (۱۱)۔

---

(۸) فتح الباري: ۱۷۶/۶

(۹) فتح الباري: ۱۷۶/۶

(۱۰) النهاية لابن الأثير: ۲٦٦/۱

(۱۱) عمدة القاري: ۳۵۲/۱۴

وقول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لاتتخذو عدوّي وعدوكم أولياء﴾.

وقول جاسوس پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں آیت کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ اس سے جاسوس کا حکم مستنبط ہوا ہے، یہ حکم حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے (۱۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب میں جو قصہ ذکر ہوا ہے، وہی اس آیت کا سبب نزول ہے۔ اس لئے آیت کو ذکر کرنے کی ایک مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے (۱۳)۔

جاسوس کا حکم

جاسوس کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً کافر حربی، معاہد، ذمی، مسلمان اور مستأمن۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کافر حربی جاسوس کو قتل کرنا بالاجماع جائز ہے (۱۴)۔

معاہد اور ذمی اگر مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے، تو جمہور فقہاء کے نزدیک جاسوسی کرنے کی وجہ سے اس کا عہد ختم نہیں ہوگا۔ شرح السیر الکبیر میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جس طرح جاسوسی کرنے کی وجہ سے مسلمان جاسوس کا ایمان نہیں جاتا، اسی طرح ذمی کا عہد بھی جاسوسی کی وجہ سے ختم نہیں ہوگا (۱۵)۔

احناف و شوافع کہتے ہیں کہ یہ اگرچہ نقضِ عہد نہیں، لیکن حاکم وقت کو چاہیے کہ اسے سخت سزا دے اور قید میں رکھے (۱۶)۔ شوافع کہتے ہیں کہ اگر ذمی یا معاہد سے جاسوسی نہ کرنے کی شرط پر معاہدہ ہوا ہو، تو پھر یہ نقض عہد ہے اور اس کو قتل کرنا جائز ہے (۱۷)۔

---

(۱۲) عمدة القاري: ۱٤/۲٥۲۔

(۱۳) فتح الباري: ٦/۱۷۷

(۱٤) شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۳۰۲، كتاب الفضائل، باب فضائل أهل بدر، وفتح الباري: ٦/۲۹۰۷، وإعلاء السنن: ۱٤/٥٦

(۱٥) إعلاء السنن: ۱٤/٥۷

(۱٦) إعلاء السنن: ۱٤/٥٦

(۱۷) شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۳۰۲، كتاب الفضائل، باب فضائل أهل بدر.

امام مالک اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ جاسوسی کی وجہ سے معاہد اور ذمی کا عہد باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا اس کو قتل کرنا جائز ہے (۱۸)۔

اگر اہل اسلام کے خلاف جاسوسی کرنے والا مسلمان ہو تو احناف وشوافع اور جمہور فقہاء کے نزدیک اسے سزا (تعزیر) دی جائے گی، قتل کرنا جائز نہیں (۱۹)۔

پھر تعزیر میں ان حضرات نے تفصیل کی ہے امام شافعی رحمہ اللہ روایت باب سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان جاسوس صاحبِ حیثیت ہو تو اسے معاف کر دیا جائے (۲۰)۔ امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ "یعزر ویطال حبسه" اسے سزا دی جائے اور طویل عرصہ کے لئے قید میں رکھا جائے (۲۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یجتهد فیه الامام" (۲۲) حاکمِ وقت اس کے بارے میں اجتہاد کرے" مطلب یہ ہے کہ اسے تعزیر اور قتل دونوں کا اختیار ہے۔ چاہے تو سزا دے کر چھوڑ دے یا پھر قتل کر دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان جاسوس کا قتل جائز ہے۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستأمن کے ساتھ اگر معاہدہ کے وقت یہ شرط رکھی گئی کہ وہ مسلمانوں کی جاسوسی نہیں کرے گا، اس کے باوجود اگر اس نے جاسوسی کی، تو اسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے تاکہ دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بنے (۲۳)۔

۲۸٤٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ : أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا

(۱۸) فتح الباري: ٦/٢٠٧، إعلاء السنن: ١٤/٥٦

(۱۹) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ٦/٣٥٦

(۲۰) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ٦/٣٥٦

(۲۱) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ٦/٣٥٦

(۲۲) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ٦/٣٥٦

(۲۳) إعلاء السنن: ١٢/٥٧

(٢٨٤٥) الحديث أخرجه البخاري في الجهاد، باب إذا اضطر الرجل إلى النظر في شعور أهل الذمة والمؤمنات =

رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ ، قالَ . (ٱنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خاخٍ ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً ، وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا) . فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا ، حَتَّى ٱنْتَهَيْنَا إِلَى الرَّوْضَةِ ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ ، فَقُلْنَا : أَخْرِجِي الْكِتَابَ ، فَقَالَتْ : ما مَعِي مِنْ كِتَابٍ ، فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا ، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَإِذَا فِيهِ : مِنْ حاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا حاطِبُ ما هٰذَا) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ ، إِنِّي كُنْتُ ٱمْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا ، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ ، يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي ، وَما فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ٱرْتِدَادًا ، وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَقَدْ صَدَقَكُمْ) . قالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ ، قالَ : (إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، وَما يُدْرِيكَ لَعَلَّ ٱللهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ ٱطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : ٱعْمَلُوا ما شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . قالَ سُفْيَانُ : وَأَيُّ إِسْنَادٍ هٰذَا .

[٢٩١٥ ، ٣٧٦٢ ، ٤٠٢٥ ، ٤٦٠٨ ، ٥٩٠٤ ، ٦٥٤٠]

تراجم رجال

۱-علی ابن عبداللہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ابوالحسن علی ابن عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ علیہ ہیں، جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۲۵)..

= إذا عصين الله وتجريدهن (رقم ٣٠٨١) وفي المغازي، باب فضل من شهد بدراً (رقم ٣٩٨٣) وباب غزوة الفتح (رقم ٤٢٧٤) وفي التفسير سورة الممتحنة، باب لاتتخذوا عدوي وعدوكم أولياء (رقم ٤٧٩٠) وفي الإستئذان باب من نظر في كتاب يحذر على المسلمين ليستبين أمره (رقم ٦٢٥٩) وفي استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب ماجاء في المتأولين (رقم ٦٩٢٩) ومسلم في فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبي بلتعة وأهل بدر رضي الله عنهم (رقم ٦٤٠١) والترمذي في التفسير، باب ومن سورة الممتحنة (رقم ٣٣٠٥) وأبوداود في الجهاد، باب في حكم الجاسوس إذا كان مسلما (رقم ٢٦٥٠ ، ٢٦٥)

(٢٥) كشف الباري: ٢٩٧/٣

۲-سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ کوفی رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم کے تحت گزر چکا ہے (۲۶)۔

۳-عمرو بن دینار

یہ عمرو بن دینار مکی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم کے تحت گزر چکا ہے (۲۶☆)۔

۴-حسن بن محمد

یہ حسن بن محمد رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی گزر چکے ہیں۔

۵-عبیداللہ بن ابی رافع

یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافع اسلم کے بیٹے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے (۲۷)۔ ان کے خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ ابن سعد نے ان کا شمار مکثرین فی الحدیث میں کیا ہے (۲۸)۔ تمام ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے (۲۹)۔

انہوں نے اپنی والدہ ام رافع سلمٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شُقران، حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں (۳۰)۔ اور ان سے درج ذیل حضرات نے روایت حدیث کی ہے:

ابراہیم بن عبیداللہ بن ابی رافع، بسر بن سعد، جعفر بن محمد بن علی بن الحسین، حسن بن محمد بن الحنفیۃ، حکم بن عتبہ، سالم ابوالنضر، عاصم بن عبیداللہ، عبداللہ بن الفضل الہاشمی، علی بن الحسین زین العابدین، ابوجعفر محمد

---

(٢٦) كشف الباري: ١٠٢/٣

(٢٦☆) كشف الباري: ٣٠٩/٤

(٢٧) تهذيب الكمال: ٣٤/١٩

(٢٨) طبقات: ٦٨١/٥

(٢٩) ثقات ابن حبان: ٦٨/٥، تهذيب الكمال: ٣٥/١٩، طبقات: ٢٨٢/٥

(٣٠) تهذيب الكمال: ٣٤/١٩

بن علی بن الحسین، محمد بن المنکدر، معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (۳۱)۔

٦-علی رضی اللہ عنہ

یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم کے تحت تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

سمعت عليا رضي الله عنه يقول بعثني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنا والزبير والمقداد بن الأسود، قال: انطلقوا حتى تأتوا روضة خاخ، فإن بها ظعينةً، ومعها كتاب فخذوه منها......الخ.

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا۔ فرمایا کہ روضہ خاخ جاؤ، وہاں تمہیں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی، اس کے پاس خط ہے، وہ اس سے لے لو۔

روضة خاخ

یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (۳۲)۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ہشیم تصحیف کر کے خاخ کو خاج پڑھتے تھے۔ ہشیم کی طرح ابوعوانہ سے بھی یہی تلفظ منقول ہے (۳۳)۔

ظعينة: اس کے معنی ہیں اونٹ کے کجاوے میں بیٹھ کر سفر کرنے والی عورت۔

یہ ظعن سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے اور سفر کرنے کے ہیں۔ پھر اس کا اطلاق ہودج یعنی اونٹ کے کجاوے اور اس میں بیٹھی مسافر عورت، دونوں پر ہونے لگا (۳۴)۔

ظعینہ کے بارے میں دو اقوال مروی ہیں:

---

(۳۱) تهذيب الكمال: ۱۹/۳۵

(۳۲) ارشاد الساري: ٦/٤٧٨

(۳۳) عمدة القاري: ١٤/٢٥٣

(٣٤) القاموس المحيط، باب النون، فصل الظاء، وشرح النووي على صحيح مسلم: ٢/٣٠٢

ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام سارہ تھا (۳۵)، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام کنود تھا (۳۶)۔
پہلا قول راجح ہے (۳۷)، علامہ نووی، علامہ کرمانی اور علامہ نسفی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے (۳۷)۔

سارہ مسلمان تھیں یا مشرکہ؟

حافظ ابونعیم، ابن مندہ (۳۸) اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ (۳۹) نے انہیں جملہ صحابیات کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ قاضی اسماعیل رحمہ اللہ نے "کتاب الاحکام" میں حاطب بن ابی بلتعہ کے قصہ کے ضمن میں جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے: قال الذین أرسلهم: "إن بها امرأة من المسلمين معها كتاب إلى المشركين، وأنهم لما أرادوا ان يخلعوا ثيابها. قالت: أو لستم مسلمين؟ (٤٠) یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارہ کو گرفتار کرنے کے لئے جن صحابہ کو روانہ کیا، ان سے فرمایا کہ روضۂ خاخ کے مقام پر ایک مسلمان عورت ہے، جس کے پاس مشرکین کے نام خط ہے۔ جب صحابہ نے سارہ کا لباس اتروانا چاہا تو اس نے انہیں غیرت دیتے ہوئے کہا کیا تم مسلمان نہیں؟

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے جو تاریخی شہادتیں پیش کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سارہ مسلمان نہیں تھی، تو پھر انہیں صحابیات کی فہرست میں شمار کرنا عجیب ہے۔ مثلاً علامہ عینی کہتے ہیں کہ حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الإكليل" میں لکھا ہے:

"وكانت، مغنّية نوّاحة تُغني بهجاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه

---

(٣٥) عمدة القاري: ١٤/٣٥٢، وإرشاد الساري: ٦/٤٧٨

(٣٦) عمدة القاري: ١٤/٣٥٣، وإرشاد الساري: ٦/٤٧٨

(٣٧) إرشاد الساري: ٦/٤٧٨

(٣٨) شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، في فضائل أهل بدر، وعمدة القاري: ١٤/٣٥٣، وشرح الكرماني: ١٣/١٩

(٣٩) الإصابة في تمييز الصحابة: ٤/٣٢٣

(٤٠) عمدة القاري: ١٤/٣٥٣

وسلم فأمر بها يوم الفتح، فقتلت"(٤١).

یعنی سارہ مغنیہ (گلوکارہ) اور نوحہ گر تھی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہجو وذم میں اشعار گاتی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کرنے کا حکم دیا، تو وہ قتل کردی گئی۔

اس طرح ابوعبیدہ البکری کی روایت میں "فإن بها امرأة من المشركين" کے الفاظ وارد ہیں۔

اس روایت میں خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تصریح ہے کہ وہ مشرکہ تھی (۴۲)۔

حاطب ابن ابی بلتعہ کے مذکورہ واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی ﴿يا أيها الذين آمنوا لاتتخذوا عدوي وعدوكم أولياء﴾ علامہ واحدی تحریر فرماتے ہیں:

"إن هذه الآية نزلت في حاطب ابن بلتعة، وذلك أن سارة مولاة أبي عمرو بن صيفي بن هاشم بن عبدمناف أتت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى المدينة من مكة وهو يتجهز لفتح مكة، فقال: ماجاء بكِ؟ قالت: الحاجة. قال: أفأين أنت عن شباب أهل المكة؟ وكانت مغنية، قالت: ماطلب مني شئ بعد وقعة بدر، فكساها وحملها، وأتاها حاطب بن أبي بلتعة كتب معها كتابا إلى أهل مكة، وأعطاها عشرة دنانير، وكتب في الكتاب إلى أهل مكة: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يريدكم فخذوا حذركم. فنزل جبريل -عليه السلام- بخبرها، فبعث عليًا وعمارا وعمر والزبير وطلحة والمقداد بن الأسود وأبا مرثد، وكانوا كلهم فرسانا، وقال: انطلقوا حتى تأتوا روضة خاخ، فإن بها ظعينة معها كتاب إلى المشركين فخذوه وخلّو سبيلها فان لم تدفعه إليكم فاضربوا عنقها"(٤٣).

"یہ آیت حاطب بن بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن صیفی بن ہاشم کی آزاد کردہ باندی "سارہ" مکہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

---

(٤١) عمدة القاري: ١٤/٣٥٣

(٤٢) عمدة القاري: ١٤/٣٥٣

(٤٣) عمدة القاري: ١٤/٣٥٣

میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ آئی، اس وقت آپ فتح مکہ کی تیاری کررہے تھے، آپ نے سارہ سے فرمایا: کیوں آئی ہو؟ سارہ نے کہا کسی ضرورت کی وجہ سے آنا ہوا۔ آپ نے فرمایا: نوجوانانِ مکہ کہاں اور تم کہاں؟ سارہ مغنیہ تھی اس لئے آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ سارہ نے جواب دیا کہ واقعۂ بدر کے بعد مجھ سے کسی نے (گانے وغیرہ) کا مطالبہ نہیں کیا اس کے بعد آپ نے سارہ کو پہننے کے لئے لباس اور سواری دی پھر اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ آئے، حاطب بن ابی بلتعہ نے اسے اہل مکہ کے نام خط دیا، اس کے علاوہ دس دینار بھی دیئے۔ خط میں انہوں نے لکھا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے خلاف جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا تم بچاؤ کے اسباب کرو۔ اس موقع پر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور واقعہ کی خبر دی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، عمار، عمر، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابومرثد کو، جو عرب کے اچھے گھڑ سوار تھے، سارہ کا تعاقب کرنے بھیجا۔ اور فرمایا کہ روضۂ خاخ جاؤ، وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ہوگی، اس کے پاس مشرکین کے نام خط ہے، خط لے کر اسے بلا مزاحمت چھوڑ دو۔ اگر وہ خط دینے سے انکار کرے، تو اس کی گردن اڑا دو"۔

اسی طرح تفسیر نسفی میں ایک روایت ہے:

أتت سارہ من مكة إلى المدينة بعد بدر بسنين ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتجهز لفتح مكه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أمسلمة جئت"؟ قالت: لا، قال: أمهاجرة جئت؟ قالت: لا.

یعنی جنگ بدر کے چند سال بعد سارہ مکہ سے مدینہ منورہ آکر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت آپ فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے، آپ نے سارہ سے دریافت فرمایا، کیا تم مسلمان ہوکر آئی ہو؟ سارہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا ہجرت کرکے آئی ہو؟ سارہ نے کہا، نہیں۔

علامہ واحدی اور علامہ نسفی رحمہ اللہ کی مذکورہ دونوں روایات اکثر مفسرین نے نقل کی ہیں (۴۴)۔ ان

(٤٤) دیکھئے تفسیر القرطبي: ١٨/٥١، والتفسير الكبير للإمام الرازي: ٢٩/٢٩٦

روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سارہ مسلمان نہیں تھی، علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی یہ روایات نقل کی ہیں۔ ان کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کا رجحان بھی یہی ہے کہ سارہ مسلمان نہیں تھی۔ (واللہ اعلم)۔

فانطلَقْنا تعادیٰ بنا خیلنا، حَتّی انتهینا إلی الروضة، فإذا نحن بالظعینة......

راوی کہتے ہیں کہ گھوڑے دوڑتے ہوئے ہمیں دور تک لے گئے، جب دیکھا تو واقعی ہم اونٹنی پر سوار عورت کے پاس تھے، ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دو، اس نے کہا میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا کہ خط نکال کر دو گی یا پھر تمہارے کپڑے اتار دیئے جائیں اس نے (مجبوراً) خط اپنے جوڑے سے نکال کر دیا، اسے لے کر ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اس میں تحریر تھا: حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کے چند مشرکین کے نام۔ جس میں حاطب نے اپنے متعلقین کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض عزائم کی خبر دی تھی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا حاطب! یہ کیا کہانی ہے؟ حاطب نے کہا'' آپ جلدی نہ فرمایئے، میں ایسا شخص ہوں جو قریش میں آکر مل گیا، حالانکہ میں اصلاً قریش میں سے نہیں ہوں، آپ کے پاس جو مہاجرین ہیں، ان سب کی اہل مکہ سے رشتہ داریاں ہیں۔ ان کے طفیل وہ اپنے اہل وعیال اور اموال کے ساتھ محفوظ ہیں، میری رشتہ داری تو ان کے ساتھ ہے نہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کر دوں جس کے نتیجہ میں وہ میرے رشتہ داروں کو کچھ نہیں کہیں گے۔ میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے کیا نہ ہی ارتداد کی وجہ سے، یا اسلام لانے کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے!'' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حاطب نے تم لوگوں کو سچ بات بتائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے چھوڑ دیجئے، (یعنی اجازت دیجئے) کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بدر کی جنگ میں شریک ہوا ہے، تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر فرمایا کہ تم چاہو جیسے اعمال کرو، میں تمہاری بخشش کر چکا ہوں۔

إلی أناس من المشركين

راوی نے مکتوب إلیہم کے نام ذکر کرنے کی بجائے ''إلی أناس مشركين'' کہہ دیا۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هو كلام الراوي، وضع موضع: "إلى فلان وفلان المذكورين في الكتاب"(٤٥).

''یہ راوی کا کلام ہے انہوں نے خط میں مذکور ''فلاں وفلاں'' یعنی ناموں کی تصریح کے بجائے إلى أناس من المشركين کہہ دیا''۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اس پر تعریض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"لم يطلع الكرماني على أسماء المكتوب إليهم، فلذلك قال هكذا. والذين كتب إليهم هم: صفوان بن أمية، وسهل بن عمرو، وعكرمة بن أبي جهل"(٤٦).

مطلب یہ ہے کہ خود علامہ کرمانی کو بھی مکتوب الیہم کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس لئے انہوں نے فلاں فلاں کہہ دیا، اگر معلوم ہوتے تو تصریح بھی ضرور کرتے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حاطب ابن ابی بلتعہ نے جن کے نام خط لکھا تھا، وہ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

قال سفيان: وأي إسناد هذا

''سفیان نے کہا، کیا خوب (عمدہ) سند ہے یہ!''۔

سفیان بن عیینہ نے روایتِ باب کی صحتِ سند اور ثقاہت پر رشک کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے کہ روایت کے تمام راوی اکابر ثقات، عدول اور حفاظ ہیں اور سند میں کہیں بھی انقطاع نہیں (۴۷)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

❶ حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہوئی ہے کہ اس خفیہ واقعہ کی پوری تفصیلات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی معلوم ہوئیں (۴۸)۔

---

(٤٥) شرح الكرماني: ١٣/ ٢

(٤٦) عمدة القاري: ١٤/ ٣٥٣

(٤٧) شرح الكرماني: ١٢/ ٢١، فتح الباري: ٦/ ٧٧، وعمدة القاري: ١٤/ ٣٥٦

(٤٨) عمدة القاري: ١٤/ ٣٥٦، شرح مسلم للنووي: ٢/ ٣٠٢

❷ جاسوس چاہے مرد ہو یا عورت، راز اگلوانے کے لئے اس سے خط وغیرہ لینا ضروری ہے (۴۹)۔

❸ حدیث باب سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ جاسوسی کرنے سے مسلمان دائرۂ ایمان سے نہیں نکلتا (۵۰)۔

❹ ضرورت کے وقت عورت کو بے لباس کرنا جائز ہے (۵۱)۔

❺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام کی اجازت کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے (۵۲)۔

❻ حاکمِ وقت کے سامنے اہل معاصی سے درشت لہجہ میں بات کرنا اور ان کے قتل کی اجازت مانگنا جائز ہے (۵۳)۔

❼ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے گناہوں کی بخشش کی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی وعیدیں نافذ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے (۵۴)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث باب میں لفظ ''ظعینہ'' کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے۔ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے جاسوس کا قائم کیا ہے، حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لے جانے والی یہ عورت بھی جاسوس تھی (۵۵)۔

---

(٤٩) شرح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢

(٥٠) شرح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ١٤/٤٥٦

(٥١) شرح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ١٤/٤٥٦

(٥٢) شرح مسلم للنووي: ٢/٣٠٢، وعمدة القاري: ١٤/٤٥٦

(٥٣) شرح ابن بطال: ٥/١٦٣

(٥٤) شرح ابن بطال: ٥/١٦٣

(٥٥) عمدة القاري: ١٤/٢٥٤

١٤٠ - باب : الْكِسْوَةِ لِلْأُسَارَى .

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ قیدیوں کا حکم بتانا چاہتے ہیں کہ اگر قیدیوں کے جسم پر لباس نہ ہو تو انہیں کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔ انہیں بے لباس حالت میں لے جانا صحیح نہیں۔ ستر کے حکم میں مسلم وغیر مسلم برابر ہیں، جس طرح مسلمان کے ستر کو دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح غیر مسلم کے ستر کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے(۱)۔

٢٨٤٦ : حدّثنا عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللَّهِ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمَ بَدْرٍ ، أُتِيَ بِأُسَارَى ، وَأُتِيَ بِالْعَبَّاسِ ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ قَمِيصًا ، فَوَجَدُوا قَمِيصَ عَبْدِ ٱللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ يَقْدُرُ عَلَيْهِ ، فَكَسَاهُ النَّبِيُّ ﷺ إِيَّاهُ ، فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ الَّذِي أَلْبَسَهُ ، قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : كانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَدٌ ، فَأَحَبَّ أَنْ يُكافِئَهُ . [ر : ١٢١١]

۱-عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد جعفی ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۳)۔

۲-ابن عیینہ

یہ سفیان بن عیینہ ابومحمد الکوفی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں(۴)۔

۳-عمرو

یہ عمرو بن دینار رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴-جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

ان کے حالات بھی گزر چکے ہیں(۵)۔

(١) فيض الباري: ٤٤٢/٣

(٢٨٤٦) مر تخريجه في كتاب الجنائز، باب الكفن في القميص يكف أولا يكف

(٣) كشف الباري: ٦٥٧/١

(٤) كشف الباري: ٢٣٨/١

(٥) كتاب الوضوء، باب صَبّ النبي الوضوء على المغمى عليه

لما كان يومُ بدر، أُتِي بأساري، وأتي بالعباس، ولم يَكُن عليه ثوب، فنظر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم له قيمصاً، فوجدوا له قميص عبدالله بن أُبي يَقدُر عليه، فكساه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إيّاه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب بدر کا دن تھا اور کفار کے قیدی لائے گئے اور عباس رضی اللہ عنہ بھی لائے گئے، ان کے بدن پر کوئی لباس نہیں تھا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے قمیص تلاش کی، صحابہ نے عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے بدن کے موافق پائی تو آپ نے وہی قمیص ان کو پہنادی۔

يَقدُر عليه......

حضرت عباس رضی اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بلند خیمے کی طرح طویل القامت تھے۔ قد میں وہ اپنے باپ پر گئے تھے۔ چنانچہ ان کے والد عبدالمطلب ان سے زیادہ طویل تھے۔ خود حضرت عباس کے بیٹے عبداللہ بھی قد آور تھے، جب وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ چلتے، تو دیکھنے والا ایسا محسوس کرتا گویا عبداللہ سوار ہیں اور دوسرے لوگ پیدل چل رہے ہیں (۵☆)۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تو ان سے بھی زیادہ دراز قد تھے (۶)، یہی وجہ تھی کہ ان کے قد کے برابر قمیص دستیاب نہیں تھی، عبداللہ بن ابی بن سلول دراز قد تھا۔ اس لئے اس کی قمیص موزوں ٹھہری تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ لے کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنادی۔

فلذلك نزع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قميصه الذي ألبسه

''اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنادی''۔

مطلب یہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اتار کر اسے پہنا دیا، اس لئے کہ جنگِ بدر میں جب حضرت عباس قیدیوں کے ساتھ پکڑے گئے تو ان کی اپنی قمیص

(۵☆) عمدة القاري: ١٤/٤٥٧

(٦) عمدة القاري: ١٤/٣٥٧

ان کے بدن پر نا کافی تھی، اس لئے عبداللہ بن ابی سے قمیص لے کر انہیں پہنائی گئی۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عبداللہ بن ابی کا احسان تھا، اس کا بدلہ آپ نے اس طرح دیا کہ جب عبداللہ ابن ابی مرا تو آپ نے اپنی قمیص اسے پہنا دی۔

اس روایت سے متعلق کچھ تفصیل کتاب الجنائز کے تحت بھی گزر چکی ہے۔

حدیث سے مستنبط فوائد

❶ علامہ مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت باب سے معلوم ہوا کہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اگر وہ بے لباس ہوں یا جسم ڈھانکنے کے لئے ان کا لباس ناکافی ہو تو انہیں لباس فراہم کیا جائے۔ ننگا نہ چھوڑا جائے، اس لئے کہ مسلمان کی طرح غیر مسلم کے ستر کو دیکھنا بھی گناہ ہے (۷)۔

❷ جس طرح زندگی میں کسی کے احسان کا بدلہ احسان سے دیا جاتا ہے، روایتِ باب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد بھی احسان کا بدلہ دیا جا سکتا ہے (۸)۔

۱٤۱ – باب : فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ رَجُلٌ .

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ اس آدمی کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں، جس کے ہاتھ پر کسی نے اسلام قبول کر لیا ہو (۱)۔

۲۸٤۷ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱبْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ قالَ : أَخْبَرَنِي سَهْلٌ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، يَعْنِي ٱبْنَ سَعْدٍ ، قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ : (لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ ٱللّٰهُ وَرَسُولُهُ) . فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ : أَيُّهُمْ يُعْطَى ، فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُونَهُ ، فَقَالَ : (أَيْنَ عَلِيٌّ) .

---

(۷) شرح ابن بطال: ١٦٦/٥، عمدة القاري: ١٤/٣٥٧

(۸) شرح ابن بطال: ١٦٦/٥، عمدة القاري: ١٤/٣٥٧

(۱) عمدة القاري: ١٤/٣٥٧

(٢٨٤٧) الحديث أخرجه البخاري في التفسير، باب كنتم خير أمة أخرجت للناس (رقم ٧٥٥٧)، وأبوداود في الجهاد، باب الأسير يوثق (رقم ٢٦٧٧)

فَقِيلَ : يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ ، فَقَالَ : أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا ؟ فَقَالَ : (انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ ، فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلاً ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ) . [ر : ٢٧٨٣]

تراجم رجال

۱-قتیبہ بن سعید

یہ ابورجاء قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں (۳)۔

۲-یعقوب بن عبدالرحمٰن

یہ یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری القُرَشی الإسکندَرانی ہیں، ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۴)۔

۳-ابوحازم

یہ ابوحازم سلمۃ بن دینار رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴-سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ

ان کے حالات بھی پہلے گزر چکے ہیں (۵)۔

یہ روایت کتاب الجہاد ہی میں باب دعاء الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی الإسلام والنبوۃ کے تحت تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث باب میں ہے "لأن یھدي اللہ بك رجلا خیرٌ لك من أن یَکون لك حُمْرُ النَّعَم"

(۳) کشف الباري: ۱۸۹/۲

(٤) دیکھئے کتاب الجہاد، باب الخطبة علی المنبر (رقم ۹۱۷)

(٥) ابوحازم اور سہیل بن سعید دونوں کے تذکرہ کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء، باب غَسل المرأة أباها الدم عن وجهه (رقم ۲۴۳)

بخدا اگر تمہارے سبب کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ ہدایت (ایمان) دے تو یہ تمہارے لئے لال اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے"۔ ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت واضح ہے۔

١٤٢ – باب : الأُسَارَى في السَّلَاسِلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

شرعاً تعذیب خلق اللہ حرام ہے، اس لئے کسی کو وہم ہوسکتا تھا کہ قیدی کو زنجیروں میں باندھنا اس قاعدہ کی رو سے حرام ہونا چاہیے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وہم کی تردید فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ قیدیوں کو زنجیروں سے باندھنا جائز ہے اور اس میں خلق اللہ کی تعذیب نہیں (۱)۔

یہی رائے امام ابوداود رحمہ اللہ کی بھی ہے، انہوں نے کتاب الجہاد، باب الأسیر یوثق کے تحت ثمامہ بن اُثال اور حارث بن برصاء کے واقعات سے استدلال کیا ہے۔ حارث بن برصاء کے واقعہ سے متعلق سنن ابی داود کی روایت جندب بن مَکِیث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، روایت یوں ہے:

"بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عبدالله بن غالب الليثي في سرية، وكنت فيهم، وأمرهم أن يشنوا الغارة على بني المُلَوّح بالكديد فخرجنا، حتى إذا كنا بالكديد، لقينا الحارث بن البرصاء الليثي، فأخذناه، فقال: إنما جئتُ أريد الإسلام، وإنما خرجت، إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلنا: إن تك مسلما لم يضرّك رِباطنا يوما وليلة، وإن تكن غير ذلك نستوثق منك، فشددناه وِثاقا"(۲)۔

جندب بن مکیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن غالب کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بنو المُلَوّح سے قتال کے لئے "کدید" کے مقام کی جانب بھیجا، جب ہم سفر کے لئے نکلے اور کدید کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہماری ملاقات حارث بن برصاء لیثی سے ہوئی، ہم نے اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا، میں تو اسلام ہی کے ارادہ سے آیا

---

(۱) الأبواب والتراجم للمحدث زكريا الكاندهلوي، ص: ۲۰۱

(۲) سنن أبي داود: ۲/۷، امدادیه

ہوں اور حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلا ہوں۔ ہم نے اس سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو چکے ہو، تو صرف ایک دن اور ایک رات کے لئے ہمارا تمہیں باندھنا تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا، اگر تم اسلام نہیں لائے ہو تو پھر ہم تم سے اطمینان چاہتے ہیں، لہٰذا ہم نے اسے باندھ دیا۔

اور ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سے متعلق سنن ابوداود کی روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس میں ہے:

"بعث رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم خيلاً قِبَلَ نجدٍ، فجاء ت برجل من بني حنيفة يقال له ثمامةُ بن أثال –سيدُ أهلِ اليمامة– فربطوه بسارية من سوارِي المسجد، فخرج إليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، فقال: ماذا عندك يا ثمامة؟ قال: عندي يا محمد خير، إن تقتل تقتل ذادمٍ، وان تنعم تنعم على شاكر، وإن كنت تريد المال فسل تعط منه ماشئتَ، فتركه رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم حتى إذا كان الغد، ثم قال له: ماعندك ياثمامة؟ فأعاد مثل هذاالكلام، فتركه رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، حتى إذا كان بعد الغدِ، فذكر مثل هذا، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: أطلقوا ثمامة، فانطلق إلى نخلٍ قريب من المسجد، فاغتسل فيه ثم دخل المسجد، فقال: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أنّ محمداً عبدهُ ورسوله"(٣).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ نجد کی طرف بھیجا، تو وہ سریہ قبیلۂ بنوحنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر لایا، جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا جو اہل یمامہ کا سردار تھا، ان لوگوں نے اس کو مدینہ میں لاکر مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا، ثمامہ! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ ثمامہ نے عرض کی، اے محمد! میرے پاس خیر ہے (یعنی اسلام لانے کا ارادہ ہے) اگر آپ مجھے قتل کردیں گے تو آپ ایسے آدمی کو قتل کریں

(٣) سنن أبي داود: ٢/٧، ٨، كتاب الجهاد، باب الأسير يوثق

گے جوذودم ہے، اگر آپ مجھ پر انعام فرماتے ہیں تو آپ ایسے شخص پر انعام فرمائیں گے جو آپ کا شکر گزار ہوگا، اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ جتنا چاہیں عطا کیا جائے گا۔ آپ اسے چھوڑ کر چلے گئے، اگلے دن وہی سوال جواب ہوا تو آپ اس کو چھوڑ کر چلے گئے، تیسرے دن بھی وہی سوال جواب ہوا تو آپ نے فرمایا، ثمامہ کو رہا کردو۔ ثمامہ بیڑی سے آزاد ہوتے ہی، مسجد کے قریب ایک باغ میں گئے جہاں پانی تھا، وہاں غسل کیا اور پھر مسجد میں آکر کلمۂ شہادت پڑھا۔

امام ابوداودرحمہ اللہ نے ان دونوں روایات سے ربط الاسیر کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

٢٨٤٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (عَجِبَ ٱللهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ في السَّلَاسِلِ) .

۱-محمد بن بشار

یہ محمد بن بشار عبدی بصری ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

۲-غندر

یہ ابوعبداللہ محمد بن جعفر ہذلی ہیں، غندر کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کے حالات کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(٦)۔

۳-شعبہ

یہ شعبہ بن الحجاج واسطی بصری ہیں۔ ان کے حالات کتاب الإیمان، باب المسلم عن سلم

(٢٨٤٨) أخرجه البخاري أيضا : ٢/٦٥٧، في كتاب التفسير، باب: كنتم خير أمة أخرجت للناس (رقم ٥٨٨٧) وعند أبي داود في سننه: ٢/٧، في كتاب الجهاد، باب الأسير يوثق (رقم ٢٦٧٧)

(٥) كشف الباري: ٣/٢٥٨

(٦) كشف الباري: ٢/ ٢٥، ٢٥١

المسلمون من لسانه ويده کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۷)۔

۴-محمد بن زیاد

یہ ابوالحرث محمد بن زیاد جمحی مدنی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (☆۷)۔

۵-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ان کے تفصیلی حالات کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۸)۔

عجب اللّٰه من قوم يدخلول الجنة في السلاسل

اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم پر تعجب فرمایا جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔

تعجب یہاں رضا وخوشنودی کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوں گے، جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت کے اندر داخل ہوں گے۔

اکثر شُرّاح حدیث نے کہا کہ اس سے وہ کفار مراد ہیں جنہیں اہل اسلام قیدی بنا کر زنجیروں میں باندھے ہوئے دارالاسلام لائے اور اسی حالت میں وہ مسلمان ہو گئے۔

جنت سے یہاں بعض حضرات نے کہا کہ اسلام مراد ہے۔ چونکہ اسلام دخولِ جنت کا سبب ہے، اس لئے علی سبیل المجاز سبب بول کر مسبّب مراد لیا گیا (۹)۔

علامہ ابن جوزی نے وضع سلاسل کو مجاز پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ "يدخلون الجنة في السلاسل" کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لوگ زنجیروں میں باندھے ہوئے اسلام میں داخل ہوں گے، بلکہ یہ اِکراہ سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قیدی بن کر، حالت اکراہ میں دارالاسلام لائے جائیں گے لیکن جب

---

(۷) کشف الباري: ۱/۶۷۸

(☆۷) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: كتاب الوضوء، باب غسل الاعقاب

(۸) کشف الباري: ۱/۶۵۹

(۹) عمدة القاري: ۶/۴۸۲، إرشاد الساري: ۶/۴۸۲

اسلام کی حقانیت کے معترف ہوں گے تو اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوں گے (۱۰)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ اور ان کے اتباع میں علامہ برماوی نے فرمایا کہ "قوم" سے یہاں وہ مسلمان قیدی بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کفار کے پاس زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوں، اور پھر دورانِ اسارت مر جائیں، یا قتل کر دیئے جائیں تو حشر کے دن وہ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔ چونکہ ایسے لوگوں کا جنت میں داخل ہونا یقینی ہے اس لئے حدیث میں یومِ حشر کو اٹھائے جانے کی تعبیر دخولِ جنت سے کی گئی (۱۱)۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک "يدخلون الجنة في السلاسل" حشر سے کنایہ ہیں۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کرمانی کی یہ توجیہ مجاز کے قبیل سے ہے، جب لفظ جنت کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے تو اس کو مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، اور کوئی مانع بھی نہیں کہ "جنت" سے یہاں مصداقِ حقیقی ہی مراد ہو اور "يدخلون الجنة في السلاسل" کی تقدیر ہو: "يدخلون الجنة، وكانوا في الدنيا في السلاسل" (۱۲)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں سلاسل سے مراد جذب کی وہ کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں کو ضلالت سے ہدایت کی طرف کھینچے، اور قعرِ مذلّت میں نیچے گرنے سے درجات عالیہ کی طرف اوپر کو کھینچے۔

ظاہر ہے کہ اس توجیہ کی صورت میں بھی حدیث کے الفاظ حقیقت پر محمول نہیں۔ اس لئے حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ کی یہ توجیہ بھی مجاز کے قبیل سے ہے (۱۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ جنت سے یہاں حقیقی معنی مراد لینا راجح ہے، جیسا کہ علامہ عینیؒ کی رائے ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کفار، مسلمانوں کو میدانِ جہاد میں پکڑ لیں اور بیڑیوں میں باندھ کر قتل کر دیں تو وہ اسی حال میں جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ ان کے لئے اعزاز کا باعث ہوگا کہ انہوں نے اس طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کر کے راہِ خدا میں اپنی جان قربان کر دی۔ واللہ اعلم۔

---

(۱۰) فتح الباري: ٦/١٧٩، إرشاد الساري: ٦/٤٨٢

(۱۱) شرح الكرماني: ١٣/٢٢، عمدة القاري: ١٥/٣٥٨، إرشاد الساري: ٦/٤٨٢

(۱۲) عمدة القاري: ١٥/٣٥٨

(۱۳) فتح الباري: ٦/١٧٩، عمدة القاري: ١٥/٣٥٨

اسی طرح وضع سلاسل بھی حقیقت پر محمول ہے۔ یہی رائے حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی کی بھی ہے۔

حافظ ابن جوزیؒ کے نزدیک اس سے ''اکراہ'' اور علامہ طیبیؒ کے نزدیک اس سے جذب کی کیفیت مراد ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ آگے کتاب التفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ وضع سلاسل حقیقت پر محمول ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ''وكنتم خير امة أخرجت للناس'' کی تفسیر یوں کی ہے: "خير الناس للناس يأتون بهم في السلال في أعناقهم حتى يدخلوا في الإسلام" (١٤)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اور روایت سے بھی استدلال کیا ہے جو ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کے طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوعاً نقل کی ہے، روایت ہے:

"رأيت ناسا من أمتي يُساقون إلى الجنة في السلاسل كُرهاً. قلتُ يارسول الله من هم؟ قال قوم من العجم يسبيهم المهاجرون فيدخولنهم في الإسلام مكرهين" (١٥).

ترجمۃ الباب سے مناسبت

علامہ ابن منیر نے فرمایا کہ اگر روایت سے حقیقتاً وضع سلاسل مراد ہو، تب تو ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔ لیکن اگر یہ حقیقت پر محمول نہ ہو بلکہ اکراہ سے کنایہ ہو تو پھر دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوگی: إن كان المراد حقيقة وضع السلاسل في الأعناق فالترجمة مطابقة، وان كان المراد المجاز عن الإكراه فليست مطابقة (١٦)۔

جب کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حقیقت پر ہی محمول ہے اور اس کی تائید سورہ آل عمران کی آیت ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

(١٤) صحيح بخاري: ٢/٦٥٤، كتاب التفسير، باب: كنتم خير أمّة أخرجت للناس (رقم ٥٨٨٧)

(١٥) فتح الباري: ٦/١٧١

(١٦) فتح الباري: ٦/١٧٩، إرشاد الساري ٦/٤٨٢

"خير الناس للناس يأتون بهم في السلاسل مكرهين"(۱۷)۔ لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت موجود ہے۔

۱۴۳ - باب : فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ .

اہلِ کتابین یعنی یہود ونصاریٰ۔ کتابین تثنیہ ہے اور اس سے تورات وانجیل مراد ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ ایمان لائیں تو ان کو دوہرا ثواب ملے گا۔

۲۸٤۹ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ أَبُو حَسَنٍ قالَ : سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ : الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ ، فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا ، وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا ، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ ، الَّذِي كانَ مُؤْمِنًا ، ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَالْعَبْدُ الَّذِي يُؤَدِّي حَقَّ اللهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ) .

ثُمَّ قالَ الشَّعْبِيُّ : وَأَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِي أَهْوَنَ مِنْهَا إِلَى الْمَدِينَةِ .

[ر : ۹۷]

۱-علی بن عبداللہ

یہ علی بن عبداللہ بن جعفر ابن المدینی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲)۔

۲-سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ الکوفی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۳)۔

---

(۱۷) إرشاد الساري: ٦/٤٨٢

(۲۸٤۹) قد مرّ تخريجه الحديث في كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله

(۲) كشف الباري: ۳/۲۹۷

(۳) كشف الباري: ۳/۱۰۲-۱۰٦

۳-صالح بن حیّ ابوالحسن

یہ صالح بن صالح بن حیان ثوری ہمدانی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۴)۔

۴-شعبی

یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی کوفی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب امور الإیمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۵)۔

۵-ابوبردہ

یہ عامر یا حارث بن موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب أي الإسلام أفضل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (٦)۔

٦-أنہ سمع اباہ

اس سے ابوبردہ کے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۷)۔

ثلثة يؤتَوْن أجرهم مرّتين: الرجل تكون له الأمة، فيعلمها فيحسن تعليمها، ويؤدّ بها فيُحسن أدبها، ثم يُعتِقُها فيتزوّجُها، فله أجران

ثلاثه: تقدیر عبارت ہے: ثلاثه من الرجال، یہ مبتدا ہے، یؤتَون أجرهم مرّتين اس کی خبر ہے۔

الرجل: اس کو مرفوع پڑھنے کی حالت میں دو صورتیں ہیں، یا تو ثلاثۃ سے بدل واقع ہو، یا پھر مبتداء

---

(٤) كشف الباري: ٥٩٣/٣

(٥) كشف الباري: ٦٧٩/١

(٦) كشف الباري: ٦٩٠/١

(٧) كشف الباري: ٢٩٠/١

محذوف کی خبر ہو،اور تقدیرِ عبارت ہو، أولهم الرجل (۸)۔

روایت میں ہے کہ تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا،ایک وہ آدمی جس کی باندی ہو،اس نے اسے تعلیم دی اور اچھی طرح تعلیم دی،اس نے اسے ادب سکھایا اور خوب اچھی طرح سکھایا، پھر اسے آزاد کر دیا اور پھر اس کے ساتھ نکاح کیا تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ تعلیم کا تعلق امورِ شرعیہ سے ہے اور تأدیب کا تعلق امورِ دنیا سے ہے (۹)۔

مطلب یہ ہے کہ احکامِ آخرت کی تعلیم بھی دی اور دنیا میں رہن سہن اور تہذیب وتمدن کے طور طریقے بھی سکھائے اور پھر آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو اسے دوہرا ثواب ملے گا۔ رِق اور حُرّیت دو متنافی امور ہیں، ہر دو کے الگ الگ تقاضے ہیں،اس لحاظ سے اس آدمی کو دو اجر دیئے جائیں گے (۱۰)۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ اَجران سے اِعتاق اور تزویج مراد ہے، یعنی ایک اجر باندی کو آزاد کرنے کا اور دوسرا اَجر، اس سے نکاح کرنے کا (۱۱)۔

ومومن أهل الكتاب الذي، كان مؤمنا، ثم آمن بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فله أجر ان

”دوسرے، مومن اہلِ کتاب جو پہلے سے (اپنے پیغمبر پر) ایمان رکھتا تھا، پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا، تو اسے بھی دوہرا اجر ملے گا“۔

اہل کتاب کا مصداق

اہل کتاب سے عموماً یہود ونصاریٰ مراد ہوتے ہیں، لیکن یہاں ابو عبدالملک اور علامہ تورپشتی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس سے صرف عیسائی مراد ہیں۔ یہی روایت دوسرے طریقے سے آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے

(۸) إرشاد الساري: ٦/٤٨٣

(۹) شرح الكرماني: ٢/٨٩

(۱۰) شرح الكرماني: ٢/٨٩

(۱۱) إرشاد الساري: ٦/٤٨٣

کتاب أحاديث الانبياء کے تحت بھی نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: "وإذا آمن بعيسى ثم آمن بـي" (۱۲)۔ ان حضرات کا پہلا مستدل روایت کے یہی الفاظ ہیں، جن میں عیسیٰ علیہ السلام اور پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تصریح ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ یہودیت، عیسائیت کی وجہ سے منسوخ ہوگئی ہے، دینِ منسوخ پر ایمان لانا نافع نہیں۔ لہٰذا روایتِ باب میں اہل کتاب سے عیسائی ہی مراد ہوں گے (۱۳)۔

علامہ طیبی، علامہ کرمانی، حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اہل کتاب سے یہاں یہود ونصاریٰ دونوں مراد ہیں (۱۴)۔ کیونکہ کتاب وسنت میں اہل کتاب کا اطلاق یہود ونصاریٰ دونوں پر ہوتا ہے۔

خود امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہے۔ ترجمۃ الباب میں "کتابین" تثنیہ وارد ہے، باب کے تحت جو روایت امام نے نقل کی ہے: ومؤمن أهل الكتاب الذى كان مؤمنا ثم آمن بالنبي فله أجران" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے نزدیک بھی روایتِ باب میں اہل الکتاب کا مصداق یہود ونصاریٰ دونوں ہیں اور اسی بناء پر ترجمۃ الباب میں صیغہ بھی تثنیہ کا لائے، اگر روایت میں "اہل الکتاب" سے ان کے نزدیک صرف عیسائی مراد ہوتے تو بجائے تثنیہ کے مفرد کا صیغہ ذکر کرتے۔ واللہ اعلم۔

فله أجران کا مطلب

مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یا پھر بعثت کے بعد، اہل کتاب کو جب تک پیغامِ رسالت نہیں ملا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور کسی نبی کی تکذیب نہیں کی، جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معبوث ہوئے تو آپ پر بھی ایمان لائے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ انہیں دوہرا ثواب ملے گا۔

ثم قال الشعبي: وأعطيتُكها بغير شيءٍ وقد كان الرجل يَرحَلُ في أهْوَنَ منها إلى المدينة

"پھر شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں یہ روایت مفت دی ہے، جب کہ پہلے آدمی اس سے بھی کم کے لئے مدینہ کا سفر کیا کرتا تھا"۔

---

(۱۲) صحيح البخاري: ۱/۴۹۰، كتاب أحاديث الانبياء، باب واذكر في الكتاب مريم ...... (رقم ۳۴۴۶)

(۱۳) فتح الباري: ۱/ ۱۹

(۱۴) شرح الطيبي: ۱/۱۲۶، شرح الكرماني: ۲/۸۸، فتح الباري: ۱/۱۹۱، المرقاة: ۱/۷۸

ایک روایت میں "وأعطيتُكها" کے بجائے صیغہ استقبال کے ساتھ "وأُعطيكها" وارد ہے(۱۵)۔

یہاں بظاہر عامر شعبی رحمہ اللہ کا روئے سخن (خطاب) صالح کی طرف ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بھی صالح کو شعبی کا شاگرد قرار دے کر اسی پر جزم کیا ہے(۱۶)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں خطاب صالح کی طرف نہیں بلکہ ایک خراسانی شخص کی طرف ہے، چنانچہ صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں خود صالح نے تصریح کی ہے:"أن رجلا من أهل خراسان قال للشعبي، فقال الشعبي: أخبرنا أبو بردة عن أبي موسىٰ رضي الله عنه"(۱۷)۔

فائدہ

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کلام سے امام شعبی رحمہ اللہ کی غرض طلب علم کی حرص اور جذبہ پیدا کرنا مقصود ہے، خصوصاً جب معلم حاضر ہو(۱۸)۔ مطلب یہ ہے کہ جب معلم موجود ہو تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر معلم سے استفادہ کرنا چاہیے۔

١٤٤ – باب : أَهْلِ ٱلدَّارِ يُبَيَّتُونَ ، فَيُصَابُ ٱلْوِلْدَانُ وَٱلذَّرَارِيُّ .

«بَيَاتًا» /الأعراف: ٤/ : لَيْلاً . «لَنُبَيِّتَنَّهُ» /النمل: ٤٩/ : لَيْلاً . «بَيَّتَ» /النساء: ٨١/ : لَيْلاً .

أهل الدار : اس سے اہل حرب مراد ہیں۔

يبيّتون: یہ تبییت باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے۔ بيَّتَ العَدُوَّ کے معنی ہیں، دشمن پر غفلت میں اچانک رات کے وقت حملہ کرنا، شب خون مارنا۔ تبییــــت کے معنی نیت کرنے، رات کے وقت غور و فکر کرنے کے بھی آتے ہیں(۱)۔ چنانچہ سنن نسائی کی ایک روایت میں ہے "لا صيام لمن لم يُبَيِّت الصيام"(۲) أي لم ينوبه من الليل.

---

(١٥) عمدة القاري: ١٤/٣٥٩

(١٦) شرح الكرماني: ٢/٩٠

(١٧) صحيح البخاري: ١/٤٩٠، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: واذكر في الكتاب مريم ...... (رقم ٣٤٤٦)

(١٨) عمدة القاري: ١٤/٣٥٩

(١) النهاية لابن الأثير: ١/١٧٢

(٢) سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ذكر اختلاف النافلين، (رقم ٢٣٣٠) وأخرجه الدارمي في كتاب =

الـوالدان: فعیل کے وزن پر ولید کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں، نومولود بچہ یا غلام (۳)، مؤنث کے لئے ولیدۃ استعمال ہوتا ہے۔اس کی جمع ولائد ہے (۴)، علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے فرمایا "وقـد تـطـلق الوليدة عـلى الجارية والأمة، وإن كانت كبيرة" (۵) ولیدہ کا اطلاق لونڈی اور باندی پر بھی ہوتا ہے اگر چہ وہ بڑی عمر کی ہوں"۔

الـــذراريّ: یاء کی تشدید کے ساتھ ذرية کی جمع ہے، بمعنی نسلِ انسانی، مرد وعورت دونوں کو شامل ہے۔اس کی اصل ذرّيئة ہے، چونکہ عرب اس کو غیر مہموز ہی استعمال کرتے ہیں، اس لئے تخفیف کی وجہ سے ہمزہ حذف کر دیا گیا ہے (۶)۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل ذرٌّ ہے، اس کے معنی تفریق اور پھیلنے کے ہے، نسل انسانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر پھیلایا، اس لئے اسے ذریۃ کہتے ہیں (۷)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کفار پر رات کے وقت، بے خبری کے عالم میں، اچانک شب خون مارنا جائز ہے، اگر تبعاً عورتیں اور بچے قتل ہو جائیں تو یہ معفوّ عنہ ہے، تاہم قصداً ان کا قتل جائز نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے "أهـل الـدار يبيتـون فيصـاب الوالدان والذراريُّ" شارحین نے کہا کہ یہاں عبارت محذوف ہے، تقدیر عبارت ہے۔"هـل يـجوز ذلك أم لا؟" یعنی: "اہل حرب پر اگر شب خون مارا جائے اور اس کے نتیجہ میں بچے اور عورتیں ہلاک ہو جائیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟"

= الصوم، باب من لم يجمع الصيام (الحديث: ۷/۲)

(۳) النهاية لابن الأثير: ۸۷۸/۲، والقاموس الوحيد، ص: ۱۷۹۷، مادة: ولد

(٤) النهاية لابن الأثير: ۸۷۹/۲

(٥) النهاية لابن الأثير: ۸۷۹/۲

(٦) النهاية: ٦٠٢/١، قال ابن الأثيرؒ: الذريّة اسم يجمع نسل الإنسان من ذكر وأنثى، وأصلها الهَمْزُ، وتجمع على ذُرّيات وذراريّ مشدّداً

(٧) النهاية: ٦٠٢/١

اس مسئلہ کا حکم حدیثِ باب میں تصریح کے ساتھ آرہا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں تصریح نہیں کی (۸)۔

"بیاتا" "لیلا"

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ اگر حدیث کا کوئی لفظ قرآن مجید کی کسی آیت میں وارد لفظ کے ہم معنی ہو تو اس کی تفسیر اسی آیت میں وارد لفظ سے کردیتے ہیں (۹)، اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی امام بخاری نے ایسا ہی کیا ہے کہ بیاتا کی تفسیر "لیلا" سے کردی، اس لئے کہ قرآن مجید کی جن آیات میں یہ مادہ وارد ہے، وہ لیل ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث باب میں لفظ "یبیتون" وارد ہوا ہے۔ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی تین آیات نقل کی ہیں جو لفظ "یبیتون" میں حدیث باب کے موافق ہیں۔ بیاتا سے سورہ اعراف کی آیت ﴿وكم من قرية أهلكنا ها فجاء ها بأسنا بياتا أوهم قائلون﴾ (۱۰) مراد ہے (۱۱)۔ آیت کا ترجمہ ہے "کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کردی ہیں، جن پر ہمارا عذاب رات کو آیا، یا ایسی حالت میں کہ دوپہر کو سونے والے تھے"۔

علامہ ابن منیرؒ کا تسامح

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے "بیاتا" کی بجائے "نیاما" نقل کیا ہے۔ ان کے نزدیک ترجمۃ الباب کی عبارت اس طرح ہے "فیصاب الولدان والذراری نیاماً لیلا" ان کا خیال ہے کہ "نیاما لیلا" کے الفاظ بھی ترجمہ کا حصہ ہیں، چنانچہ امام بخاری پر اعتراض کرتے ہوئے ابن منیرؒ کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ میں "نیاما" کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ حدیث باب میں "نیاما" کی تصریح نہیں، اگرچہ ضمناً اس کا ذکر آگیا ہے، ظاہر ہے کہ تبییت یعنی شب خون مارتے وقت اکثر لوگ سو رہے ہوتے ہیں، تو گویا نیاما کا ذکر

(۸) فتح الباري: ۱۸۱/۶، وعمدة القاري: ۳۵۹/۱٤، وإرشاد انساري: ٤۸۵/٦

(۹) فتح الباري: ۱۸۱/۶

(۱۰) سورة الاعراف: ٤

(۱۱) إرشاد الساري: ٤۸۵/٦

"یبیتون" کے ضمن میں آ گیا۔ لیکن نوم کی قید لگانے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ مشرکین چاہے "نیام" یعنی سو رہے ہوں یا "أیقاظ" یعنی جاگ رہے ہوں، دونوں صورتوں میں ان پر شب خون مارنے کا ایک ہی حکم ہے، لہٰذا تقیید بالنوم کی ضرورت ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ علامہ ابن منیر رحمہ اللہ سے یہاں دو فروگذاشتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے "بیاتا" کی بجائے "نیاما" نقل کر دیا، حالانکہ صحیح "بیاتا" ہی ہے۔ یا تو یہ خود ان کی تصحیف ہے یا پھر یہ کہ ان کے پاس صحیح بخاری کا جو نسخہ تھا، وہ مصحَّف تھا۔ دوسری فروگزاشت ان سے یہ ہوئی کہ انہوں نے "بیاتا لیلا" کو ترجمۃ الباب کا جز سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ ترجمۃ الباب کا جزء نہیں بلکہ قرآن کی آیت ہے (☆۱۱)۔

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ عالم بیداری کے مقابلہ میں حالت نوم میں شب خون مارنا اور اچانک حملہ کرنا چونکہ دھوکہ، فریب میں آتا ہے، اس لئے "نیاما" سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا کہ حالت نوم میں شب خون مارنا دھوکہ کے ذیل میں تو آتا ہے، لیکن ایسا کرنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں (۱۲)۔

لنبیتنّه

اس سے سورہ نمل کی آیت ﴿قالوا تقاسموا باللّٰه لنبیتنه وأهله ثم لنقولنَّ لولیّه ما شهدنا

(۱۱☆) عمدة القاري: ۱٤/۳٦۰

(۱۲) قال العینی رحمه اللّٰه: "وقال بعض الشراح، موضع بیاتاً، نیاما، بنون ومیم، من النوم، وجعل هذه اللفظه من الترجمة، فقال: والعجب لزیادته في الترجمة نیاما، وما هو في الحدیث إلا ضمنا؛ لأن الغالب أنهم إذا أوقع بهم في اللیل لم یخلوا من نائم، وما الحاجة إلی کونهم نیاما أو أیقاظ وهما سواء؟ وکأن هذا القائل وقعت له نسخة مصحفة أو تصحّف علیه: بیاتا بنیاماً". (عمدة القاري: ۱٤/۳٦۰)

وقال الحافظ ابن حجر رحمه اللّٰه: "وأغرب ابن المنیر فصحّف "بیاتاً" فجعلها نیاما بنون ومیم من النوم فصارت هکذا: "فیصاب الولدان والذراري نیاما لیلا" ثم تعقبه فقال: العجب من زیادته في الترجمة نیاما وما هو في الحدیث إلا ضمنا، إلا أن الغالب أنهم إذا وقع بهم لیلا کان أکثرهم نیاماً، ولکن ما الحاجة إلی التقیید بالنوم، والحکم سواء نیاما کانوا أو أیقاظاً؟ إلا أن یقال: إن قتلهم نیاماً أدخل في الاغتیال من کونهم أیقاظا، فنبه علی جواز مثل ذلك انتهی. وقد صحّف ثم تکلّف. (فتح الباري: ٦/۱۸۱)

مَهلك أهله وإنا لصادقون﴾(۱۳) مراد ہے، آیت کا ترجمہ ہے: ''وہ کہنے لگے، آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں پھر اس کے وارث سے کہہ دیں ہم تو اس کے کنبہ کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں''۔

ابوذر کی روایت میں یہ لفظ اسی طرح بغیر اضافے کے ہے، تاہم دوسرے نسخوں میں ہے: ''لـنـبـيـتـنـه ليلا''، اس میں لیلا کا اضافہ بھی ہے(۱۴)۔

''بیّت'' لیلا

بیت سے سورہ نساء کی آیت ﴿بَيَّتَ طائفةٌ منهم غير الذي تقول﴾(۱۵) مراد ہے(۱۶)۔

آیت کا ترجمہ ہے: ''تو ان میں سے ایک گروہ رات کو جمع ہو کر تمہاری باتوں کے خلاف مشورہ کرتا ہے''۔

٢٨٥٠ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ قالَ : مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ ، وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ ٱلدَّارِ يُبَيَّتُونَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ ، قالَ : (هُمْ مِنْهُمْ) . وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : (لَا حِمَى إِلَّا لِلهِ تَعَالَى وَلِرَسُولِهِ – ﷺ –) .

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ ٱللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا الصَّعْبُ فِي ٱلذَّرَارِيِّ : كانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ الصَّعْبِ ، قالَ : (هُمْ مِنْهُمْ) . وَلَمْ يَقُلْ كما قالَ عَمْرٌو : (هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ) . [ر : ٢٢٤١]

---

(١٣) سورة النمل: ٤٩

(١٤) فتح الباري: ١٨١/٦

(١٥) سورة النساء: ٨١

(١٦) فتح الباري: ١٨١/٦

(٢٨٥٠) مرّ تخريج الحديث في كتاب المساقاة، باب لاحمى إلا لله ولرسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (رقم ٢٣٧٠)

۱-علی بن عبداللہ

یہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح سعدی بصری ہیں۔ان کے حالات کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۱۸)۔

۲-سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ کوفی ہیں۔ان کے حالات کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا أو أنبانا أو أخبرنا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۱۹)۔

۳-زہری

یہ مشہور محدث عبداللہ بن شہاب زہری ہیں۔ان کے حالات بدءالوحی کے تحت گزر چکے ہیں (۲۰)۔

۴-عبیداللہ

یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔ان کے حالات بھی بدء الوحي کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲۱)۔

۵-ابن عباس رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات بھی بدء الوحی کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲۲)۔

---

(۱۸) كشف الباري: ۳۰۲/۳

(۱۹) كشف الباري: ۱۰۲/۳

(۲۰) كشف الباري: ۳۲٦/۱

(۲۱) كشف الباري: ٤٦٦/۱

(۲۲) كشف الباري: ٤۳٥/۱

٦-صعب بن جثامہ

یہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۲۳)۔

مرّبي النبيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالأبواء -أو بوَدَّان

لفظِ أو یہاں شک کے لئے ہے۔ راوی کو یاد نہیں رہا اس لئے شک کا اظہار کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ابواء" یا "ودان" میں میرے پاس سے گزرے۔

أبواء:

ابواء فُرع (فا کے ضمہ اور را کے سکون کے ساتھ) کے زیر انتظام ایک علاقہ تھا (۲۴)، جیسے ضلع کی تحصیل ہوتی ہے اور وہ انتظامی طور پر ضلع کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک وسیع اور باثروت بستی تھی۔ انصار قریش اور مزینہ یہاں آباد تھے (۲۵) فُرع میں رَبَـض اور نجف نام کے دو چشمے تھے، یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ ان سے بیس ہزار کھجور کے درخت سیراب ہوتے تھے (۲۶)۔

تبوّأ المکان وبه کے معنی ہیں ٹھہرنا، مقیم ہونا، جگہ بنانا (۲۷) چونکہ اس مقام پر سیلاب کا پانی ٹھہرتا اور جمع ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام ابواء پڑ گیا (۲۸)۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کا انتقال اسی مقام پر ہوا تھا (۲۹)۔

وَدّان: ودان ایک بڑے گاؤں کا نام ہے، جو ابواء سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ بھی فُرع کے زیرِ انتظام تھا (۳۰)۔

---

(۲۳) كتاب جزاء الصيد، باب إذا أهدى للمحرم حماراً وحشيا لم يقبل.

(۲٤) معجم البلدان للحموي: ٢٥٢/٤

(٢٥) معجم البلدان للحموي: ٢٥٢/٤

(٢٦) معجم البلدان للحموي: ٢٥٢/٤

(٢٧) القاموس الوحيد، ص: ١٨٥

(٢٨) عمدة القاري: ٣٦١/١٤، وإرشاد الساري: ٤٨٥/٦، ٤٨٦

(٢٩) عمدة القاري: ٣٦١/١٤

(٣٠) عمدة القاري: ٣٦١/١٤، وإرشاد الساري: ٤٨٦/٦

فسئل عن أهل الدار يبيتون من المشركين فيصاب من نسائهم وذراريهم،

قال: هم منهم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرکینِ اہل حرب کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان پر شب خون مارا جائے تو ان کی عورتیں اور بچے بھی ہلاک ہوں گے، مطلب یہ تھا کہ اس کا کیا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتیں اور بچے بھی انہی میں سے ہیں۔

فسئل

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے والا کون تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے میں اس کے نام سے واقف نہیں تھا، پھر صحیح ابن حبان میں مجھے محمد بن عمرو بن الزہری کے طریق سے صعب بن جثامہ ہی کی یہ روایت ملی جس میں وہ کہتے ہیں: "سئلت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن أولاد المشركين أنقتلهم معهم؟ قال نعم" (۳۱) "میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا کہ مشرکین کے ساتھ، کیا ان کے بچے بھی ہم قتل کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں قتل کر سکتے ہیں"۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ راوی خود سائل ہیں (۳۲)۔

هم منهم کا مطلب

آپ نے فرمایا عورتیں اور بچے بھی انہی میں سے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورتوں اور بچوں کو بطریقِ القصد قتل کرنا مباح اور جائز ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بچوں کو روندے بغیر ان کے آباء تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور اختلاط کی وجہ سے بچے بھی مارے جا رہے ہوں تو تبعاً ان کے بچوں کو قتل کرنا جائز ہے (۳۳)۔ ورنہ اصالۃً

---

(۳۱) مجمع الزوائد للهيثمي: ۳۱۵/۵

(۳۲) فتح الباري: ۱۸۱/٦، وإرشاد الساري: ٤٨٦/٦

(۳۳) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: " "هم منهم" أي في حكم تلك الحالة، وليس المراد إباحة قتلهم بطريق القصد إليهم، بل المراد إذا لم يمكن الوصول إلى الآباء إلا بوطء الذرية فإذا أصيبوا لاختلاطهم بهم جاز قتلهم"، فتح الباري: ۱۸۱/٦

قدرت کے باوجود بچوں اور عورتوں کو علی طریق القصد قتل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ دوسری صریح روایات میں بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت وارد ہے۔

حدیث باب اور اس سے معارض روایات میں تطبیق

اس بحث کو اشکال و جواب کی صورت میں سمجھیں۔ اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ صعب بن جثامہ کی روایت باب سے نساء اور صبیان کے قتل کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے، جب کہ اس سے آگے باب یعنی باب قتل النساء في الحرب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن قتل النساء والصبيان" "رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا"۔ اسی طرح صحیح مسلم میں بریدہ سے منقول حدیث میں ہے: "اغزوا فلا تقتلوا وليدا، وسيروا ولا تمثلوا" (٣٤).

جامع ترمذی میں سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اقتلوا شيوخ المشركين واستبقوا شرخهم" (٣٥) یعنی مشرکین کے بڑوں یعنی جوانوں کو قتل کرو اور بچوں کو رہنے دو"۔ لفظِ شیخ کا استعمال شاب اور صبی دونوں کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جب یہ صبی کے مقابلہ میں استعمال ہو تو اس سے شاب ہی مراد ہوتا ہے، جیسا کہ اس روایت میں لفظ شیخ صبی کے مقابلہ میں وارد ہوا ہے۔ شرخ شارخ کی جمع ہے، شارخ کے معنی صبی اور صغیر کے ہیں (٣٦)۔

رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ایک غزوہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کی طرف کسی شخص کو بھیجا اور فرمایا "قل لخالد: لا تقتلن امرأة ولا عسيفاً" (٣٧)۔ عسیف وہ اجیر اور خادم، جو مجاہد کی خدمت کرتا ہے۔ یعنی خالد سے کہنا کہ کسی عورت یا مجاہد کے خادم کو ہرگز قتل نہ کرنا۔

---

(٣٤) صحيح مسلم (٢/٨٢) كتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث (رقم ١٧٣١)

(٣٥) جامع الترمذي: ١/٢٨٥، كتاب السير، باب ماجاء في النزول على الحكم. وقال حديث حسن صحيح غريب (رقم ١٥٨٣) وسنن أبي داود: ٢/٦٦، كتاب الجهاد، باب: في قتل النساء (رقم ٢٦٧٠)

(٣٦) النهاية لابن الاثير: ١/٨٥٣، دار المعرفة

(٣٧) أخرجه أبوداود في سننه: ٢/٦ في الجهاد، باب في قتل النساء (رقم ٢٦٦٩)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن قتل النساء والصبيان" (۳۸) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتقتلوا شيخا فانيا، ولا طفلاً، ولا صغيرا، ولا امرأة" (۳۹)۔

ان سب روایات میں بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت وارد ہے۔ لیکن روایتِ باب کے الفاظ "هم منهم" سے جواز ثابت ہوتا ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "هم منهم" کا مطلب یہ ہے کہ نساء اور ولدان، دین اور مذہب کے اعتبار سے رجالِ مشرکین کے حکم میں ہیں، اس لئے کہ کافر کا بیٹا دین اور مذہب کے لحاظ سے حکماً اپنے باپ کے تابع ہوتا ہے۔ اس قول سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منشأ نساء اور ولدان کو مباح الدم اور علی طریق القصد ان کے قتل کو جائز قرار دینا نہیں تھا، بلکہ منشأ یہ تھا کہ جب رجال مشرکین تک رسائی حاصل کرنے میں نساء اور ذراری کے قتل کے سواء کوئی دوسرا چارہ نہ ہوتو تبعاً نساء اور ولدان کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے اگر اختلاط بالآباء کی وجہ سے بچے مارے جائیں تو مجاہدین کا شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ نہی والی روایات اصالۃً بالقصد ان کے مارے جانے سے متعلق ہیں (۴۰)۔ لہٰذا "هم منهم" کا مطلب ہے کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے اس صورت میں رجال مشرکین ہی کے حکم میں ہیں اور ممانعت نہی والی روایات کی وجہ سے اب بھی موجود ہے، لیکن یہ ممانعت بالقصد ان کے قتل سے متعلق ہے۔ شب خون مارنے سے متعلق نہیں، بلکہ اس صورت میں تبعاً ان کا مارا جانا معفوٌ عنہ ہے۔

شب خون مارنے کا حکم

ایک ہے شب خون مارنا، اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا

---

(۳۸) مجمع الزوائد للحافظ نور الدين الهيثمي: ۳۱۸/۵، باب ما نهى عن قتله من النساء وغير ذلك.

(۳۹) أبوداود، كتاب الجهاد، باب دعاء المشركين (رقم ۲۶۱٤)

(٤٠) "قال الخطابي: قوله: ((هم عنهم)) يريد في حكم الدين، فإن ولد الكافر محكوم له بالكفر، ولم يرد بهذا القول إباحة دمائهم تعمدا لها، وقصدا إليها، وإنما هو إذا لم يمكن الوصول إلى الآباء إلا بهم، فإذا أصيبوا لاختلاطهم بالآباء لم يكن عليهم في قتلهم شيء". دیکھئے: عمدة القاري: ۳٦۳/۱٤

"لا بأس بالبيات ولا أعلم أحداً يكرهه"(٤١) یعنی شب خون مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسے مکروہ کہنے والا میرے علم میں نہیں۔ دوسرا ہے شب خون میں عورتوں اور بچوں کا مارا جانا اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ بچوں اور عورتوں کا قتل مطلقاً ناجائز ہے، یہاں تک کہ اگر قتال کرنے والے مردان کو ڈھال بنا کر استعمال کریں یا قلعہ میں پناہ لیں یا کشتی میں سوار ہوں اور ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہوں تب بھی انہیں تیر سے مارنا جائز ہے نہ ہی تحریق جائز ہے(۴۲)۔ ان کا استدلال احادیث نہی سے ہے، جو پیچھے تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

ابن حبیب مالکی نے فرمایا "لايجوز القصد إلى قتلها إذا قاتلت، إلا إن باشرت القتل وقصدت إليه، وكذلك الصبي المراهق"(٤٣)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عورت لڑے تو اس کے قتل کا قصد وارادہ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر اقدام قتل کرے تو جائز ہے اور یہی حکم صبی مراہق کا بھی ہے۔

جمہور فقہاء امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، ثوری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر عورتوں اور بچوں کو قتل کئے بغیر مردوں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو ان کا قتل جائز ہے(۴۴)۔

ان کا پہلا استدلال حدیثِ باب سے ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شب خون مارنے کے دوران عورتوں اور بچوں کے قتل کا حکم پوچھا گیا تو آپ نے "هم منهم" فرما کر ان کے قتل کی اجازت دی۔

---

(٤١) المغني لابن قدامه: ١٠/٤٩٥، (رقم الفصل: ٧٥٧٥).

(٤٢) "قال مالك والأوزاعي: "لايجوز قتل النساء والصبيان بحال حتى لو تترس أهل الحرب بالنساء والصبيان أو تحصنوا بحصن أو سفينه وجعلوا معهم النساء والصبيان لم يجز رميهم وتحريقهم" انظر فتح الباري: ١٨٢/٦، وعمدة القاري: ٣٦٢/١٤، وأوجز المسالك: ٦٢/٩

(٤٣) وقال ابن حبيب من المالكية: "لايجوز القصد إلى قتلها إذا قاتلت إلا إذا باشرت القتل وقصدت إليه" انظر فتح الباري: ١٨٢/٦

(٤٤) عمدة القاري: ٣٦٢/١٤، وفتح الباري: ١٨٢/٦، وبذل المجهود: ٢٠/١٢، وأوجز المسالك: ٦٣/٩

ان کا دوسرا استدلال سنن ابوداوٗد میں رباح بن الربیع رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے:

"کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم في غزوة فرأی الناس مجتمعین علی شيء فبعث رجلا فقال انظر علی ما اجتمع هؤلا؟ فجاء فقال علی امرأة قتیل فقال: ما کانت هذه لتقاتل"(٤٥).

رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک تھے (اس سے غزوۃ الفتح مراد ہے) تو آپ نے لوگوں کا ایک مجمع دیکھا، اور ایک شخص کو بھیج کر فرمایا کہ دیکھو یہ لوگ کیوں جمع ہیں، اس نے آ کر جواب دیا کہ ایک عورت مقتول پڑی ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ تو قتال نہیں کر رہی تھی۔

شراح حدیث نے اس جملہ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ آپ کا منشأ یہ تھا کہ عورت تو قتال نہیں کرتی، لیکن اگر قتال کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے (۴۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جمہور فقہاء نے جمع بین الحدیثین پر عمل کیا ہے (۴۷)۔ ترجمۃ الباب اور سنن ابوداود کی ان دو روایات سے استدلال کرتے ہوئے جمہور نے فرمایا کہ شب خون مارنے کے دوران عورتوں کو قتل کئے بغیر مردوں تک رسائی ممکن نہ ہو تو پھر ان کا قتل جائز ہے۔ تاہم جن روایات میں نساء اور صبیان کے قتل کی ممانعت وارد ہے، ان روایات کے پیش نظر جمہور فقہاء کے نزدیک بھی جہاد میں نساء وصبیان کے قتل کا قصد ناجائز ہے۔ لیکن اگر نساء اور صبیان رجالِ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھا کر قتال کریں تو پھر ترجمۃ الباب اور سنن ابوداود میں رباح بن الربیع رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ ممانعت باقی نہیں رہے گی اور ان کے قتل کا قصد جائز ہوگا۔ چنانچہ علامہ باجی رحمہ اللہ نے فرمایا

"إن قاتلوا فإنهن یقتلن؛ لأن العلة التی منعت من قتلهن عدم القتال منهن، فإذا وجد منهن وجدت علة إباحة قتلهن"(٤٨).

---

(٤٥) سنن أبي داود: ٢/٦، کتاب الجهاد، باب في قتل النساء

(٤٦) فتح الباري: ٦/١٨٢، وبذل المجهود: ١٢/٢٠٠، وأوجز المسالك: ٩/٦٣

(٤٧) فتح الباري: ٦/١٨٢، والمغني لابن قدامه: ١٠/٤٩٥، (رقم الفصل: ٧٥٧٥)

(٤٨) أوجز المسالك: ٩/٦١

مطلب یہ ہے کہ اگر عورتیں قتال کریں تو ان کا قتل جائز ہوگا، اس لئے کہ عورتوں کے قتل سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے، اس ممانعت کی علت عورتوں کی طرف سے قتال کا نہ پایا جانا ہے، البتہ جب عورتوں کی طرف سے قتال کا عمل پایا جائے گا تو پھر ان کے قتل کے مباح ہونے کی علت بھی پائی جائے گی۔

وسمعته يقول: "لا حمى إلا لله ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

یہ مستقل حدیث ہے اور کتاب الشرب میں پہلے تفصیل سے گزر چکی ہے۔

کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ حدیث کا یہ جملہ اس باب کے تحت کس مناسبت سے روایت کیا گیا ہے؟

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ محدثین کی عادت تھی کہ وہ اپنے شیخ سے روایت جس طرح سنتے تھے، بعینہ اسی طرح دوسروں سے بھی روایت کرتے تھے (۴۹)، یہاں بھی راوی نے اپنے شیخ سے روایت جس طرح سنی، اسی طرح نقل کردی۔

وعن الزهري أنه سمع عبيد الله عن ابن عباس ....

یہ روایت باب کی پہلی روایت کی سند کے ساتھ متصل ہے۔

وكان عمرو يحدثنا عن الزهري......

علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے سفیان ابن عیینہ رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ روایت ہمیں عمرو بن دینار، امام زہری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت کرتے تھے (۵۰)، بعد میں یہ روایت ہم نے عمرو بن دینار کا واسطہ چھوڑ کر براہِ راست امام زہری سے سنی تو انہوں نے عن عبيدالله عن ابن عباس عن الصعب کے طریق سے متصلاً روایت کی، چنانچہ عمرو بن دینار نے انہی سے روایت کرتے ہوئے "هم من آبائهم" کے جو الفاظ نقل کئے تھے، اس کے بجائے زہری نے "هم منهم" کے الفاظ روایت کئے۔ یہاں روایت میں الفاظ کے فرق کو بیان کیا گیا ہے، مطلب دونوں الفاظ کا ایک ہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ کرمانی رحمہ اللہ کی رائے کو وہم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ عمرو بن دینار

---

(٤٩) عمدة القاري: ١٤/٣٦٣، وإرشاد الساري: ٦/٤٨٦

(٥٠) شرح الكرماني: ١٣/٢٤

عن الزھری کے طریق سے سفیان بن عیینہ کی اس روایت کو مرسل کہنا درست نہیں، دیگر شرّاح نے بھی اسے مرسل کہا، اسے مرسل کہنا غلط ہے(۵۱)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار کی اس روایت کے ایک اور طریق سے استدلال کیا ہے، یہ روایت علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ نے عباس بن یزید عن سفیان کے طریق سے تخریج کی ہے، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

"كان عمرو يحدثنا قبل أن يقدم المدينة الزهري، عن الزهري عن عبيدالله عن ابن عباس عن الصعب ابن جثامة"(۵۲)۔

یعنی ابن شہاب زہری کے مدینہ آنے سے پہلے عمرو بن دینار یہ روایت ہمیں عن الزهري عن ابن عباس عن الصعب ابن جثامة کے طریق سے روایت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عمرو دینار کی یہ روایت ایک طریق سے موصولاً بھی مروی ہے، لہٰذا ترجمۃ الباب کے اندر عمرو بن دینار کی یہ روایت بھی موصول ہے اور اسے مرسل کہنا غلط ہے۔

اس پر رد کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ کرمانی رحمہ اللہ کی رائے درست ہے کہ یہاں عمرو بن دینار کی روایت مرسل ہے اس لئے کہ اس کی صورت ارسال ہی کی ہے، جب روایت یہاں صورۃً مرسل ہی ہے تو پھر علامہ اسماعیل کی تخریج کردہ طریق سے ارسال کی یہ صورت ختم نہیں ہوسکتی(۵۳)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حدیث باب میں ہے "وسئل عن أهل الدار يبيتون من المشركين فيصاب من نسائهم

---

(۵۱) قال الحافظ ابن حجر: "قوله في سياق هذا الباب: "عن الزهري عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" يوهم أن رواية عمرو بن دينار عن الزهري هكذا بطريق الإرسال، وبذلك جزم بعض الشُرّاح، وليس كذلك فقد أخرج الإسماعيلي من طريق العَباس بن يزيد حدثنا سفيان قال: "كان عمرو يحدثنا قبل أن يقدم المدينة الزهري عن الزهري عن عبيدالله عن ابن عباس عن الصعب، قال سفيان فقدم علينا الزهري فسمعته يعيده ويبديه" فتح الباري: ۱۸۲/٦

(۵۲) فتح الباري: ۱۸۲/٦

(۵۳) عمدة القاري: ۳٦٤/۱٤، وقد تبعه القسطلاني أيضا، انظر إرشاد الساري: ٤۸٦/٦، ٤۸۷

وذراريهم، قال هم منهم". ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مطابقت ظاہر ہے(۵۴)۔

١٤٥ - باب : قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الحَرْبِ .

باب سابق سے مناسبت اور ترجمۃ الباب کا مقصد

باب سابق میں شب خون مارنے کے دوران بچوں کے قتل کا حکم بیان کیا گیا تھا۔ یہاں دورانِ جنگ ان کے قتل کا حکم بیان کیا جارہا ہے۔

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دورانِ جنگ بچوں کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ اس کی مختلف وجوہ ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ طفولیت کی وجہ سے ارتکابِ کفر سے عاجز ہیں، دوسرے یہ کہ بچوں کو زندہ چھوڑنے کی صورت میں ان کو غلام بنانے کا فائدہ ہے۔ تیسرے یہ کہ جو حضرات بچوں کے بدلے فدیہ لینے کے جواز کے قائل ہیں تو ان کے قول کے مطابق بچوں کے عوض فدیہ لینے کا بھی فائدہ ہے(۱)۔

٢٨٥١ · حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ ٱمْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ مَقْتُولَةً ، فَأَنْكَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ . [٢٨٥٢]

تراجم رجال

۱-احمد بن یونس

یہ احمد بن یونس بن یونس یربوعی کوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان، باب من قال ان

---

(٥٤) عمدة القاري: ١٤/٣٦١

(١) عمدة القاري: ١٤/٣٦٤، قال العيني رحمه الله: "هذا بابٌ في بيان النهي عن قتل الصبيان في الحرب لقصورهم عن فعل الكفر؛ ولأن في استبقائهم انتفاعا بالرقبية أو بالفداء عند من يجور أن بفادى بهم". (وتبعه القسطلاني أيضا. انظر إرشاد الساري: ٦/٤٨٧

(٢٨٥١) أخرجه البخاري أيضا (١/٤٢٣)في الجهاد، باب قتل النساء في الحرب (رقم ٣٠١٥)، وعند مسلم في صحيحه(٢/٨٤) في كتاب الجهاد، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب (رقم ٤٥٤٧)، وعند أبي داود في =

الإيمان هو العمل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۳)۔

۲-لیث

یہ ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۴)۔

۳-نافع

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ابوعبداللہ نافع عدوی مدنی ہیں (۵)۔

۴-عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بُني الإسلام علی خمس کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۶)۔

أن امرء ة وُجِدَت في بعض مغازي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقتولة فأنكر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قتل النساء والصبيان.

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غزوہ میں ایک مقتولہ عورت پائی گئی، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

امرء ة: شراح حدیث کہتے ہیں کہ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوسکا (۷)۔

= سننه(۲/۶)، في كتاب الجهاد، باب في قتل النساء (رقم ۲۳۶۶۸)، وعند ابن ماجة في سننه(، ص: ۲۰۳)، في كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء

(۳) كشف الباري: ۲/۱۵۹

(۴) كشف الباري: ۱/۳۲۴، ۳۲۵

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: كتاب العلم، باب ذكر العلم والفتيا في المسجد

(۶) كشف الباري: ۱/۶۳۷

(۷) إرشاد الساري: ۶/۴۸۷

في بعض مغازي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

امام طبرانی کی "أوسط" میں تصریح ہے کہ اس غزوہ سے فتح مکہ مراد ہے (۸)۔

مراسیلِ ابوداود میں عن عکرمۃ کے طریق سے ایک روایت میں اسی طرح کا ایک واقعہ منقول ہے، روایت ہے:

"إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رأى امرأة مقتولة بالطائف، فقال: ألم أنه عن قتل النساء؟ من صاحبها؟ فقال رجل: أنا يا رسول الله أردفتُها، فأرادت أن تصرعني، فتقتلني فقتلتها، فأمر بها أن توارى"(۹).

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف میں ایک مقتولہ عورت دیکھی تو فرمایا، "میں نے تمہیں عورتوں کے قتل سے منع نہیں کیا تھا؟ اس کا قاتل کون ہے؟" ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں نے اسے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، اس نے مجھے سواری سے گرا کر قتل کرنا چاہا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقتولہ عورت کو دفن کرنے کا حکم دیا"۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ قتلِ نساء سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کے موقع پر ممانعت فرمائی تھی، جب کہ حدیثِ باب میں ہے کہ یہ ممانعت فتح مکہ کے موقع پر وارد ہوئی تھی۔

شُراحِ حدیث تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہو سکتے ہیں (۱۰)۔

گذشتہ باب کے تحت صعب بن جثامہ کی روایت گزر چکی ہے، یہی روایت صحیح ابن حبان میں منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے "ثم نهى عنهم يوم حنين"(۱۱)۔ اس میں تصریح ہے کہ یہ ممانعت غزوہ حنین کے موقع پر ہوئی تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جملہ مدرج من الراوی ہے (۱۲)۔

---

(۸) إرشاد الساري: ٦/٤٨٧، وأوجز المسالك: ٩/٦٠

(۹) فتح الباري: ٦/١٨٢

(۱۰) فتح الباري: ٦/١٨٢، وأوجز المسالك: ٩/٨٠

(۱۱) فتح الباري: ٦/١٨٢

(۱۲) فتح الباري: ٦/١٨٢

کیا جنگ کے دوران عورتوں اور بچوں کا قتل جائز ہے؟

دورانِ جنگ بچوں اور عورتوں کا قتل ناجائز ہے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے(۱۳)۔

تاہم اس میں کچھ تفصیل ہے، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کے نزدیک عورتوں اور بچوں کا قتل مطلقاً ناجائز ہے، یہاں تک کہ اگر مردان کو ڈھال کے طور پر استعمال کریں، یا جب لڑنے والے مرد قلعہ میں پناہ لیں، یا کشتی میں سوار ہوجائیں اور ان کے ساتھ عورتیں اور بچے ہوں، تب بھی ان حضرات کے نزدیک بچوں اور عورتوں کو تیر سے مارنا جائز ہے نہ ہی تحریق جائز ہے(۱۴)۔ ان کا استدلال ان روایات سے ہے، جن میں عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت وارد ہے۔ یہ سب روایات گذشتہ باب کے تحت تفصیلاً گذر چکی ہیں۔

جمہور فقہاء کے نزدیک بھی جنگ میں عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے، تاہم یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نساء اور صبیان مردوں کے ساتھ مل کر ہتھیار اٹھا کر مسلمانوں کے خلاف قتال کریں تو پھر یہ ممانعت باقی نہیں رہے گی اور ان کا قتل جائز ہوگا(۱۵)۔

ان کا پہلا استدلال سورۂ بقرہ کی ان آیات سے ہے: ﴿وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم﴾، ﴿واقتلوهم حيث ثقفتموهم﴾ ان آیات میں عموم ہے کہ مسلمانوں سے جو بھی قتال کرے، اسے قتل کردیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس عموم میں عورتیں اور بچے دونوں شامل ہیں(۱۶)۔

جمہور کی دوسری دلیل سنن ابی داود میں رباح بن الربیع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ یہ روایت باب سابق میں گزر چکی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقتولہ عورت دیکھ کر فرمایا "ما كانت هذه لتقاتل" (۱۷) شراحِ حدیث نے فرمایا کہ اس جملہ سے آپ کا منشا یہ تھا کہ عورت تو قتال نہیں کرتی، لیکن اگر قتال

---

(۱۳) شرح ابن بطال: ۵/ ۱۷۰

(۱٤) فتح الباري: ٦/ ١٨٦، وعمدة القاري: ١٤/ ٣٦٢، وأوجز المسالك: ٩/ ٦٢

(١٥) فتح الباري: ٦/ ١٨٢، وعمدة القاري: ١٤/ ٣٦٢، وبذل المجهود: ١٢/ ٢٠٠، وأوجز المسالك: ٩/ ٦٣

(١٦) أحكام القرآن لأبي بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن عربي: ١/ ١٠٤

(١٧) سنن أبي داود: ٢/ ٦، كتاب الجهاد، باب في قتل النساء

کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے (۱۸)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو قریظہ اور غزوۂ خندق میں عورتوں اور بچوں کے قتل کا حکم فرمایا تھا، اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر دو گانے والی عورتوں کو، جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو پر مشتمل اشعار گاتی تھیں، قتل کر دیا گیا تھا (۱۹)۔

علامہ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وللمرءة آثارٌ عظيمة في القتال: منها الإمداد بالأموال، ومنها التحريض على القتال، فقد كُنّ يخرجن ناشرات شعور هن، نادبات، مثيرات للثأر، معيّرات بالفرار، وذلك يبيح قلتهن" (۲۰).

مطلب یہ ہے کہ جنگ میں عورت کا کردار بہت مؤثر ہوتا ہے۔ جیسے مالی امداد فراہم کرنا، اپنے مردوں کو دشمن کے خلاف لڑائی پر ابھارنا، چنانچہ کفار کی عورتیں میدانِ جنگ کی طرف بال کھول کر نکلتی تھیں، اپنے مقتولین پر نوحے اور مرثیے پڑھتیں اور ان کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ کرتیں اور قتال سے بھاگنے پر عار دلاتیں، یہی امور عورتوں کے قتل کے مباح ہونے کا سبب ہیں۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب جنگ کے دوران بچوں کے قتل کی ممانعت بیان کرنے کے لئے قائم کیا ہے، چنانچہ حدیث باب کے لفظ "والصبیان" کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے (۲۱)۔

١٤٦ - باب: قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الحَرْبِ

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جنگ میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے۔

---

(۱۸) فتح الباري: ٦/١٨٢، وبذل المجهود: ١٢/٢٠٠، وأوجز المسالك: ٩/٦٣

(۱۹) شرح ابن بطال: ٥/١٧٠

(۲۰) أحكام القرآن لأبي بكر محمد عن عبدالله المعروف بابن عربي: ١/١٠٥

(۲۱) عمدة القاري: ١٤/٣٢٤

٢٨٥٢ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ قالَ : قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ : حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ . [ر : ٢٨٥١]

تراجم رجال

۱-اسحٰق بن ابراہیم

یہ مشہور امامِ فقہ وحدیث اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی ہیں، ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کتاب العلم، باب فضل من علِم وعلَّم کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں (۲)۔

۲-ابواُسامۃ

یہ ابواسامۃ حماد بن اسامہ بن زید قرشی ہیں، ان کے حالات بھی کتاب العلم، باب فضل من علِم وعلَّم کے تحت گزر چکے ہیں (۳)۔

۳-عبیداللہ

یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۴)۔

۴-نافع

یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ابوعبداللہ نافع عدوی ہیں۔ ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۵)۔

(٢٨٥٢) مرّ تخريجه في الباب السابق

(٢) كشف الباري: ٣/٤٢٨

(٣) كشف الباري: ٣/٤١٤

(٤) دیکھئے: كتاب الصلوة، باب الحلق والجلوس في المسجد

(٥) دیکھئے: باب العلم والفتيا في المسجد

۵- ابن عمر رضی اللہ عنہما

ان کے حالات کتاب الایمان کے تحت گزر چکے ہیں (٦)۔

قلت لأبي أسامة: حدثكم عبيدالله عن نافع......

یہاں اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ حماد بن اسامہ سے پوچھا کہ کیا عبیداللہ ابن عبداللہ نے ''عن نافع'' کے طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت تمہیں بیان کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غزوہ میں مقتولہ عورت پائی گئی تو آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا؟

اس روایت میں ابواسامہ نے اسحاق بن ابراہیم کے سوال کا جواب دینے کے بجائے سکوت اختیار کیا ہے۔

کیا سکوتِ شیخ اجازت کے حکم میں ہے؟

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفيه أنه إذا قال لشيخه حدثكم أو أخبركم فلان، وقال نعم، أو سكت في جوابه مع قرينة الإجابة جاز الرواية عنه"(٧).

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اگر شاگرد اپنے شیخ سے پوچھے کہ کیا فلاں نے آپ کو یہ حدیث روایت کی ہے؟ اس کے جواب میں شیخ اقرار کرے یا اقرار کا قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے سکوت اختیار کرے تو ایسی صورت میں شاگرد کو اپنے شیخ سے روایت کی اجازت ہوگی۔

علامہ کرمانیؒ پر حافظ ابن حجرؒ کا رد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسحٰق بن ابراہیم نے یہ روایت اپنی

(٦) كشف الباري: ١/٦٣٧

(٧) شرح الكرماني: ١٣/٢٥

مسند میں نقل کی ہے، جس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے: "فأقر به أبو أسامة وقال: نعم".

چونکہ اس روایت میں اقرار کی تصریح ہے، اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایتِ باب علامہ کرمانی کی اس رائے کے لئے دلیل نہیں بن سکتی کہ قرینۂ اقرار کے ہوتے ہوئے، شیخ کا سکوت اجازت پر محمول ہوتا ہے، اس لئے کہ روایت کے دوسرے طریق میں اسحق بن ابراہیم کے سوال کے جواب میں ان کے شیخ ابوسلمہ کے اقرار کی تصریح ہے (۸)۔

ترجمۃ الباب سے ساتھ مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ "عن قتل النساء" کی مطابقت ظاہر ہے۔

۱۴۷ - باب: لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ.

۲۸۵۳: حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: (إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ). ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: (إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا).

تراجم رجال

۱- قتیبہ بن سعید

یہ ابورجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی ہیں۔ ان کے حالات کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام کے تحت گزر چکے ہیں (۲)۔

---

(۸) فتح الباري: ۱۸۳/۶

(۲۸۵۳) مرّ تخريجه في كتاب الجهاد، باب التوديع

(۲) كشف الباري: ۱۸۹/۲

۲-لیث

یہ ابو الحارث لیث بن سعد فہمی ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں (۳)۔

۳-بکیر

یہ بکیر بن عبداللہ بن الاشج ہیں۔ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۴)۔

۴-سلیمان بن یسار

یہ حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام سلیمان بن یسار ہیں۔ ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۵)۔

۵-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ان کے حالات بھی كتاب الإيمان، باب، أمور الإيمان کے تحت تفصیلاً گزر چکے ہیں (٦)۔

بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعث، فقال: إن وجدتم فلانا وفلانا فأحرقوهما بالنار......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا، اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ تو ان دونوں کو آگ میں جلا ڈالنا، پھر جب ہم نکلنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا ڈالنا، مگر آگ سے صرف اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں، لہٰذا اگر تم ان دونوں کو پاؤ تو ان کو قتل کردو۔

---

(٣) كشف الباري: ١/٣٢٤

(٤) دیکھئے كتاب الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ

(٥) دیکھئے كتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه......

(٦) كشف الباري: ١/٦٥٩

اس واقعہ کے ایک راوی حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس لشکر کا ذکر کیا ہے، حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ اس کے امیر تھے، سنن ابوداود میں یہ روایت منقول ہے، اس میں ہے:

"عن محمد بن حمزة الأسلمي، عن أبيه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمّره على سرية، قال: فخرجت فيها، وقال: ان وجدتم فلانا فأحرقوه بالنار. فوليتُ فناداني فرجعت إليه، فقال: إن وجدتم فلانا فاقتلوه، ولا تحرقوه فإنه لايعذب بالنار إلا ربُّ النار(۷).

حمزہ بن عمرو اسلمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، چلتے وقت آپ نے فرمایا کہ اگر فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو آگ میں جلا دینا، جب میں جانے لگا تو آپ نے آواز دے کر بلایا، میں واپس پلٹا تو آپ نے فرمایا، اگر تم اس شخص کو پاؤ تو قتل کر دینا اور اسے آگ میں نہ جلانا، اس لئے کہ آگ کا عذاب وہی دیتا ہے جو آگ کا خالق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بخاری نے کتاب الجہاد، باب التودیع میں بھی ذکر کی ہے، اس روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس پر تفصیلی بحث باب التودیع میں گزر چکی ہے۔ یہاں مختصراً سمجھ لیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں دو آدمیوں کے قتل کا حکم وارد ہے۔ ایک کا نام ھبار بن اسود اور دوسرے کا نام نافع عبدقیس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا جب اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف محو سفر تھی تو ان دونوں نے حضرت زینب کی سواری کو نیزا مار کر ان کو گرا دیا تھا۔ جس سے ان کا حمل بھی ساقط ہو گیا تھا(۸)۔

روایتِ باب پر ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حدیث باب میں "فلانا وفلانا" کے الفاظ وارد ہیں اور اس میں دو

(۷) سنن أبي داود: ۲/۶، ۷ كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدوّ بالنار

(۸) نصب الراية للزيلعي: ۳/۴۰۷

آدمیوں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے، جب کہ سنن ابی داود میں حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف ایک شخص کے قتل کا حکم وارد ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنن ابوداود کی روایت میں "فلانا" سے هبار بن اسود مراد ہے، اور صرف هبار کا ذکر اس لئے کیا کہ اصل حملہ آور یہی تھا، نافع عبد قیس تو تابع تھا(۹)۔

وإن النار لايعذب بها إلا الله، فإن وجدتموهما فاقتلوهما

یہ خبر بمعنی النہی کے قبیل سے ہے(۱۰)۔ دوسری روایات میں "لا ینبغي" کے الفاظ کی تصریح ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے: "ثم رأيت، أنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا الله"(۱۱)۔ اسی طرح سنن ابوداود میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے: "إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا ربُّ النار"(۱۲).

پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحریق کا حکم دیا پھر تحریق کی بجائے قتل کا حکم دیا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس دوسرے حکم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم آپ نے وحی کے ذریعے دیا ہوگا یا اپنے اجتہاد سے دیا ہوگا، بہر حال دونوں صورتوں میں پہلے حکم کے لئے ناسخ ہے(۱۳)۔

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے روایت باب سے مختلف فوائد مستنبط کئے ہیں:

---

(۹) فتح الباري: ۱۸۵/٦

(۱۰) فتح الباري: ۱۸۵/٦

(۱۱) السيرة النبوية لابن هشام: ۲۹۸/۲، وفتح الباري: ۱۸۵/٦

(۱۲) سنن أبي داود: ۷۰٦/۲

(۱۳) فتح الباري: ۱۸٦/٦

۱۴ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ھبار بن اسود اور نافع عبد قیس کی تحریق کا حکم دیا، بعد میں آپ نے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اجتہادی فیصلہ سے رجوع کرنا جائز ہے (۱۴)۔

۱۵ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعذیب بالنار کے حکم سے رجوع کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ آگ سے عذاب دینا صرف خدا کو زیبا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم صادر کرتے وقت رفعِ الباس کے لئے دلیل پیش کرنا مستحب ہے (۱۵)۔

۱۶ ہبار بن اسود اور ان کے ساتھی نافع بن عبد قیس نے حضرت زینب کی سواری پر نیزے سے وار کیا اور وہ زمین پر آگریں، اس واقعہ پر کافی عرصہ گزرنے کے بعد آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستحق سزا شخص کے ارتکابِ جرم پر اگر زیادہ عرصہ گزر جائے تو اس سے وہ سزا کالعدم نہیں ہو جاتی (۱۶)۔

حافظ ابن حجر نے اور فوائد بھی مستنبط کئے ہیں مثلاً:

۴ پسّو اور دیگر حشرات الارض کو آگ میں جلانا مکروہ ہے (۱۷)۔ چنانچہ مسند بزار کی روایت میں عثمان بن حبان کہتے ہیں کہ میں ام درداء رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ ایک پسّو کو پکڑ کر میں نے آگ میں ڈال دیا، اس پر وہ فرمانے لگی کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا يعذب بالنار إلا رب النار" (۱۸)۔ ابن أبي شیبہ نے بھی اپنی 'مصنف' میں یہ روایت ذکر کی ہے (۱۹)۔

---

(١٤) فتح الباري: ١٨٦/٦

(١٥) فتح الباري ١٨٦/٦

(١٦) فتح الباري ١٨٦/٦

(١٧) فتح الباري ١٨٦/٦

(١٨) نصب الراية للزيلعي: ٤٠٨/٣

(١٩) مصنف ابن أبي شيبه: ٥٨٦/١٧، ٥٨٧

۵ ایک سنت دوسری سنت کے لئے ناسخ ہوسکتی ہے۔

۶ مسافر کا اپنے اکابرِ بلد کی خدمت میں جا کر رخصت ہونا اور دوست احباب کا سفر پر جانے والے ساتھی کو الوداع کہنا جائز ہے (۲۰)۔

٢٨٥٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا ، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ ٱللهِ). وَلَقَتَلْتُهُمْ ، كما قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ) .

[٦٥٢٤]

تراجم رجال

۱-علی بن عبداللہ

یہ علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح سعدی ہیں، ابن المدینی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے حالات کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت گزر چکے ہیں (۲۲)۔

۲-سفیان

یہ ابو محمد سفیان بن عیینہ الکوفی ہیں۔ ان کے حالات كتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا کے تحت گزر چکے ہیں (۲۳)۔

---

(٢٠) فتح الباري: ١٨٦/٦

(٢٨٥٤) أخرجه البخاري أيضا: ١٠٢٣/٢، في استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم (رقم ٦٩٢٢) وعند الترمذي في جامعه (٢٧٠/١) في الحدود، باب ماجاء في المرتد (رقم ١٤٥٨) وعند أبي داود في سننه (٢٥٠/٢) في الحدود، باب الحكم فيمن ارتد (رقم ٤٣١٥) وعند النسائي في سننه (١٦٤/٢) في المحاربة، باب الحكم في المرتد (رقم ٤٠٦٥)

(٢٢) كشف الباري: ٢٩٧/٣

(٢٣) كشف الباري: ١٠٢/٣

۳-ایوب

یہ ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب حلاوة الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۲۴)۔

۴-عکرمہ

یہ مشہور امام حدیث وتفسیر ابوعبداللہ عکرمہ مولی عبداللہ بن عباس ہیں۔ان کے حالات کتاب العلم، باب قول النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: أللهم علمه الكتاب کے تحت گزر چکے ہیں(۲۵)۔

أن عليًّا حرّق قوما

یہی روایت مسند حمیدی میں بھی منقول ہے۔اس میں ہے:"أن عليا رضي الله عنه حرّق المرتدين"(٢٦)۔ اس میں قوم کی بجائے مرتدین کی تصریح ہے،اس سے عبداللہ بن سبا اوراس کے پیروکار مراد ہیں۔جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے باطل اور نہایت ہی خطرناک عقائد کی وجہ سے نذر آتش کرنے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن سبا اصلاً یہودی تھا(۲۷) مؤرخین نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا اسلامی تاریخ میں وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت فرض ہونے اوران کے دشمنوں سے براءت کا اعلان کر کے انہیں کافر ٹھہرایا(۲۸)۔عبداللہ بن سبا نے اپنے غلط عقائد کی علانیہ تبلیغ کر کے متبعین کی ایک بڑی جماعت بنالی تھی،جوفرقۂ سبائیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

---

(٢٤) كشف الباري: ٢/٢٦

(٢٥) كشف الباري: ٣/٣٦٣

(٢٦) فتح الباري: ٦/١٨٦، وعمدة القاري: ١٤/٣٦٦

(٢٧) البداية والنهاية لابن الكثير: ٧/١٦٢، دار الكتب العلمية بيروت

(٢٨) المرتضىٰ، ص: ٢٦٢

عبداللہ ابن سبا اور اس کے پیروکاروں نے حُبّ علی رضی اللہ عنہ میں غلو سے کام لے کرانہیں نبی مانا اور پھر وفورِ محبت میں اس قدر بڑھے کہ انہیں اپنا معبود اور الٰہ تک بنا دیا (۲۹)۔

اس گمراہ کن عقیدے کی انہوں نے پرزور تبلیغ کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سرگرمیوں کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو دو گڑھوں میں نذر آتش کئے جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سبا کو نذر آتش کرنے کے نتیجہ میں یورش برپا ہونے اور حالات ابتر ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے اسے جلاوطن کر کے ساباط المدائن بھیج دیا (۳۰)۔

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت علی نے عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کو نذرِ آتش نہیں کیا تھا۔

چنانچہ اسماعیلی نے ابن أبي عمر عن سفیان اور محمد بن عباد عن سفیان دو طریقوں سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار، ایوب اور عمار الدہنی کو ایک مجلس میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دیکھا جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نذر آتش کیا تھا، ایوب نے باب کی یہ روایت بیان کی تو عمار نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نذر آتش نہیں کیا تھا، بلکہ گڑھے کھد وا کر ان پر آگ کا دھواں چھوڑا تھا۔ اس پر عمرو بن دینار نے یہ اشعار کہے:

لترم بي المنايا حيث شاءت　　　إذا لم ترم بي في الحفرتين

إذا ما أجّجوا حطبا ونارا　　　هناك الموت نقدا غير دين (۳۱)

"یعنی موت مجھے جہاں چاہے پھینک دے، تاہم دو گھڑوں میں نہ پھینکے، کیونکہ

---

(۲۹) المرتضیٰ، ۲٦۲

(۳۰) المرتضیٰ، ص: ۲٦۳

(۳۱) فتح الباري: ٦/١٨٦، قال الحافظ: "وفي رواية ابن أبي عمرو محمد بن عباد عند الإسماعيلي جميعا عن سفيان قال: "رأيت عمرو بن دينار وأيوب وعمارا الدهني أجتمعوا فتذاكروا الذين حرّقهم عليّ، فقال أيوب" فذكر الحديث "فقال عمار لم يحرقهم، ولكن حفرلهم حفائر وخرق بعضها إلى بعض ثم دخن عليهم، فقال عمر ابن دينار: وقال الشاعر:

لترم بي المنايا حيث شاءت

وكان عمرو بن دينار...... أراد بذلك الرّد على عمار الدهني في إنكاره أصل التحريق".

(وہ گڑھے اس قدر وحشت ناک ہیں) کہ جب لکڑیاں جلا کر آگ روشن کر دی جائے تو وہاں موت اُدھار نہیں بلکہ نقد ہوتی ہے“۔

شاعر نے مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب گھڑوں میں لکڑیاں جلا کر آگ دھکائی گئی تو وہ اسی وقت موت کے منہ میں چلے گئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حماد بن زید عن أیوب عن عکرمه کے طریق کتاب الحدود کے اندر جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں بھی تحریق کی تصریح ہے، روایت کے الفاظ ہیں:

”أتی عليّ زنادقة فأحرقهم“(۳۲).

اسی طرح مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے:

”أن علیاً أتی بقوم من هؤلاء الزنادقة ومعهم كتب، فأمر بنار فأججت ثم أحرقهم وكتبهم“(۳۳).

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض زنادقہ (مرتدین) کو پکڑ کر لائے، جن کے پاس کتابیں تھیں، آپ نے آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور پھر ان کو ان کی کتابوں سمیت نذر آتش کر دیا۔

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمن بن عبید عن أبیه کے طریق سے جو روایت منقول ہے، اس میں بھی تحریق کی تصریح ہے، روایت ہے:

”كان أناس يعبدون الأصنام في السرّ ويأخذون العطاء، فأُتي بهم عليٌّ –رضي الله عنه– فوضعهم في السجن، واستشار الناس، فقالوا: اقتلهم، فقال: لا، ولكن أصنع بهم كما صنعوا بأبينا إبراهيم، فحرّقهم بالنار“(۳٤).

---

(۳۲) صحيح البخاري: ۲/۱۰۲۳، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم (رقم ٦٩٢٢)

(۳۳) فتح الباري: ٦/١٨٦

(۳٤) مصنف ابن أبي شيبة: ۱۷/۸۹، كتاب السير، باب من رخّص في التحريق في أرض العدوّ وغيرها (رقم ٣٣٨٢١)

''کچھ لوگ خفیہ طور پر بتوں کی پوجا کرتے اور ہدایا وصول کرتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کر جیل میں قید کردیا، ان کے بارے میں لوگوں سے رائے طلب کی تو انہوں نے یہ رائے دی کہ سب کو قتل کردیں، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ میں ان کے ساتھ وہ عمل کروں گا جو انہوں نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے سب کو نذرِ آتش کردیا''۔

ابوطاہر المخلص رحمہ اللہ نے ایک طویل روایت عبدالله بن شريك العامري عن أبيه کے طریق سے نقل کی ہے۔ اس میں مذکورہ واقعہ دیگر روایات کے مقابلہ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

قيل لعليّ إن هنا قوما على باب المسجد يدعون أنك ربهم! فدعاهم، فقال لهم: ويلكم ماتقولون؟ قالوا: أنت ربنا وخالقنا ورازقنا، فقال: ويلكم! إنما أنا عبد مثلكم آكل الطعام كما تأكلون، وأشرب كما تشربون، إن أطعتُ اللّٰه أثا بني إن شاء، وإن عصيته خشيت أن يعذبني، فاتقوا اللّٰه وارجعوا، فأبوا، فلما كان الغد غدوا عليه، فجاء قنبر فقال. قد واللّٰه رجعوا يقولون ذلك الكلام! فقال: أدْخِلهم فقالوا: كذلك، فلما كان الثالث قال: لئن قلتم ذلك لأقتلنكم بأخبث قتلة. فأبوا إلا ذلك فقال: ياقنبر! ائتني بِفَعَلَة معهم مرورهم فخُذلهم أخدودا بين باب المسجد والقصر، وقال: احفروا فأبعدوا في الأرض، وجاء بالحطب فطرحه بالنار في الأخدود قال: إني طارحكم فيها أو ترجعون؟ فأبوا أن يرجعوا فقذف بهم فيها حتى إذا احترقوا قال:

إنـي إذا رأيـتُ أمـرا منـكـرا

أوقـدتُ نـاري، ودعـوتُ قـنبرا (۳۵)

روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ مسجد کے دروازے پر کچھ لوگ آپ کو اپنا رب اور الٰہ کہہ کر پکار رہے ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے سب کو بلا کر فرمایا: ''تمہارا ناس ہو تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے رب، ہمارے خالق و رازق ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارا ناس ہو، میں تمہاری طرح

(۳۵) فتح الباري: ۱۲/۲۷۰، ۲۶۹، كتاب المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد، ط: دارالفكر، وبذل المجهود: ۱۷/۲۸٤، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن ارتد

ایک بندہ ہوں، جس طرح تم لوگ کھاتے پیتے ہو، اسی طرح میں بھی کھاتا پیتا ہوں۔ اگر میں خدا کی اطاعت کروں تو خدا کی مرضی، چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو اندیشہ ہے کہ وہ مجھے عذاب دے۔ لہٰذا تم بھی اللہ سے ڈرو اور یہاں سے لوٹ جاؤ"۔ لیکن انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کیا۔ اگلے دن کی صبح وہ دوبارہ آئے، قنبر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا، "بخدا! وہ لوگ پھر لوٹ آئے ہیں اور وہی باتیں کررہے ہیں"، آپ نے فرمایا "انہیں اندر لے کر آؤ"، جب وہ اندر لائے گئے تو انہوں نے وہی باتیں دہرائیں، تاہم جب تیسری مرتبہ انہوں نے وہی پرانا راگ الاپنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اگر تم لوگوں نے وہی بات کی تو میں تمہیں بہت برے طریقے سے قتل کردوں گا"، لیکن یہ لوگ نہ مانے اور اپنے موقف پر اصرار کیا، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "قنبر! ایسے مزدوروں کو لے کر آؤ، جن کے پاس بیلچے ہوں"، چنانچہ مسجد اور مکان کے درمیان گڑھے کھدوائے گئے، پھر فرمایا، "گڑھوں کو خوب گہرا کرکے کھودو"، لکڑیاں لاکر گڑھوں میں جلتی آگ میں ڈال دی گئی، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "واپس لوٹتے ہو یا پھر تمہیں اس آگ میں ڈال دوں؟" انہوں نے جانے سے انکار کیا تو آپ نے ان سب کو گڑھوں میں دھکتی آگ میں ڈال دیا، جب وہ جل کر سوختہ جان ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

"جب کوئی ناپسندیدہ معاملہ دیکھوں، تو آگ دہکا کر قنبر کو بلا لیتا ہوں"۔

خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کو (راجح یہی ہے کہ) آگ میں جلا دیا گیا تھا۔ تاہم عبداللہ بن سبا کو نذر آتش کرنے سے فتنہ اندازوں کو یورش برپا کرنے کا موقع مل جاتا، اس اندیشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جلاوطن کرکے ساباط المدائن جلاوطن کردیا(۳۶)۔

فبلغ ابن عباس فقال لو کنت أنا لم أحرّقهم لأن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال لا تعذبوا بعذاب اللّٰه.

ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا، اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو ان کو کبھی نذر آتش نہ کرتا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب مت دو۔

---

(۳٦) المرتضیٰ، ص: ۲٦۲

لو كنت أنا

یہاں خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہے: "لو كنت أنا بدله" لقتلتهم جواب شرط ہے اور اس میں لام تاکید کے لئے ہے (۳۷) یعنی اگر میں ان کی جگہ ہوتا یا ان کی جگہ خلیفہ ہوتا تو ان کو نذر آتش نہ کرتا، البتہ قتل ضرور کرتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی بصرہ تھے۔ اور وہیں انہیں تحریق کے اس واقعہ کی خبر پہنچی تھی (۳۸)۔

سنن ابوداود میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ منقول ہے، تحریق کے واقعہ پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی حدیث پیش کر کے اپنی ناگواری ظاہر کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر مطلع ہوئے تو فرمایا، "ويح ابن عباس" ایک روایت میں "ويح أم ابن عباس" کے الفاظ وارد ہیں (۳۹)۔

اہل لغت کے نزدیک لفظ "ويح" بعض مواقع پر مدح وتعریف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، یہاں اسی معنی میں مستعمل ہے، چنانچہ بعض روایات میں "صدق ابن عباس" کے الفاظ بھی منقول ہیں (۴۰)۔

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تحریق سے منع فرمایا ہے، انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد کی بنیاد پر سبائیوں کو نذر آتش کیا تھا۔ اس لئے جب انہیں ابن عباس کے ذریعے ممانعت کا علم ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید وتصویب کی (۴۱)۔

مسئلہ تحریق بالنار میں مذاہب کی تفصیل

علامہ موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اس کو نذر آتش کرنا

---

(۳۷) شرح الكرماني: ۱۳/۲٦، وعمدة القاري: ١٤/٢٦٦، ٢٦٧، وإرشاد الساري: ٤٨٩/٦

(۳۸) بذل المجهود: ۱۷/۲۸٤

(۳۹) بذل المجهود: ۱۷/۲۸٤

(٤٠) بذل المجهود: ۱۷/۲۸٥

(٤١) إرشاد الساري: ٤٨٩/٦، وشرح الكرماني: ٢٦/٣

بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح تحریق کے بغیر دشمن پر قابو پانا ممکن ہو تو تب بھی تحریق جائز نہیں۔ تاہم اگر تحریق کے بغیر قابو پانا ناممکن ہو تو اس صورت میں اکثر علماء کے نزدیک تحریق جائز ہے (۴۲)۔

صحابہ کرام میں سے حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک تحریق مطلقاً ناجائز ہے، اس کا سبب چاہے کفر ہو یا قصاص ہو یا حالت جنگ میں ہونا ہو (۴۳)۔

حضرت علی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے نزدیک تحریق جائز ہے۔ یہی رائے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی ہے (۴۴)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نہی عن التحریق، تحریمی نہیں بلکہ یہ نہی علی سبیل التواضع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تعذیب بالنار چونکہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اس لئے تواضعاً للہ اس کی ممانعت ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں زانی عورتوں کو نذر آتش کیا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بعض مرتدین کی تحریق کی۔ اکثر فقہاء مدینہ قلعہ بند دشمنوں کی تحریق کو جائز قرار دیتے ہیں اور دشمن کی سواری کو نذر آتش کرنے کے بھی قائل ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی عن التعذیب بالنار تحریمی اور وجوبی نہیں بلکہ ندب واستحباب کے درجہ میں ہے (۴۵)۔

---

(٤٢) الدر المنضود: ٤٠٢/٤، بحواله تراجم بخاري: ١٦/١٤

(٤٣) فتح الباري: ١٨٥/٦، وإرشاد الساري: ٤٨١/٦

(٤٤) فتح الباري: ٢٧٤/١٢، ٢٧٥

(٤٥) شرح ابن بطال: ١٧٢/٥، "قال المهلب: ليس نهيه عليه السلام عن التحريق بالنار على معنى التحريم، وإنما هو على سبيل التواضع لله، وأن لايتشبه غضبه بغضبه في تعذيب الخلق؛ إذا القتل يأتي على ما يأتي عليه الإحراق.

والدليل على أنه ليس بحرام سمل الرسول أعين العرنيين بالنار في مصلى المدينه بحضرة الصحابة، وتحريق علي بن أبي طالب الخوارج بالنار، وأكثر علماء المدينة يجيزون تحريق الحصون على أهلها بالنار، وقول أكثرهم بتحريق المراكب، وهذا كله يدلّ أن معنى الحديث على الحض والندب لاعلى الإيجاب والفرض". والله أعلم۔ نیز دیکھئے: فتح الباري: ١٨٥/٦، وإرشاد الساري: ٤٨٩/٦

١٤٨ - باب : «فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً» /محمد : ٤/ .

فِيهِ حَدِيثُ ثُمَامَةَ . [ر : ٤٥٠]

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ : «ما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ - يَعْنِي : يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ - تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا» . الآيَةَ /الأنفال: ٦٧/ .

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق اکثر قرآن مجید کی آیت یا حدیث کو باب کا عنوان بناتے ہیں، یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سورہ محمد کی آیت کے ایک حصہ کو باب کا عنوان بنایا ہے، پوری آیت ہے:﴿فإذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب حتى إذا أثخنتموهم فشدُّ والوثاق فإمامنا بعد وإما فداء حتى تضع الحرب أوزارها﴾(۱)۔ یعنی جب تم کفار کے مدمقابل آجاؤ تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب ان کی خوب خونریزی کر چکو تو کفار کو قید کر کے خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کر دیا معاوضہ لے کر چھوڑ دو، جب تک کہ لڑنے والے اپنا ہتھیار نہ رکھ دیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کفار کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا اور فدیہ لئے بغیر چھوڑنا دونوں صورتیں جائز ہے(۲)۔

سورہ محمد کی اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب اثخان یعنی خوب خون ریزی کرنے کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ جائے اور ان کی شان وشوکت باقی نہ رہے تو (ظاہر ہے ان میں جنگ کا حوصلہ سرد پڑ جائے گا اس لئے) اب قتال کی راہ اختیار کئے بغیر، ان کو رسیوں سے مضبوط باندھ کر قید کر لیا جائے۔ پھر مسلمانوں کو دو باتوں کا اختیار ہے یا تو احساناً چھوڑ دیں اور کوئی مالی معاوضہ ان سے وصول نہ کریں یا مالی معاوضہ یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔

غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کو غیر معمولی فتح ہوئی، ڈھیر سارا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور کفار کے ستر سردار گرفتار کر لئے گئے، صحابہ نے ان کو فدیہ لے کر آزاد کرنا چاہا تو اس پر عتاب خداوندی نازل ہوا، اس موقع پر سورۂ انفال کی جو آیت نازل ہوئی:﴿ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في

(۱) سوره محمد : ٤

(۲) عمدة القاري: ١٤/٣٦٧، وإرشاد الساري: ٦/٤٨٩

الارض﴾ اس میں فرمایا گیا کہ دشمنانِ اسلام پر قابو پانے کے بعد ان کی شوکت وقوت پر ضرب کاری نہ لگانا اور قیدیوں کو آزاد چھوڑ دینا کسی نبی کے شایانِ شان نہیں۔ بہرحال سورۂ انفال کی اس آیت میں دشمن کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ جب کہ سورہ محمد کی آیت میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ بظاہر دونوں حکم معارض ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ کون سی آیت ناسخ اور کون سی منسوخ ہے۔ چنانچہ عطاء بن ابی رباح، شعبی، حسن بصری، ضحاک اور امام ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک سورۂ محمد کی آیت سے سورہ انفال کی آیت منسوخ ہے(۳)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول مروی ہے(۴)۔ ان حضرات کے نزدیک امام مسلمین کو اختیار ہے کہ مالی معاوضہ یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دے یا احساناً بلا کسی فدیئے اور معاوضے کے رہا کر دے یا ان مسلمانوں سے جو دشمن کی قید میں ہوں، ان کا تبادلہ کرلیا جائے۔ البتہ قتل جائز نہیں۔ لیکن عبداللہ بن عباس، قتادہ، مجاہد، سدی، ابن جریج، عوفی اور اکثر اہل کوفہ کے نزدیک سورۂ محمد کی آیت سورۂ انفال کی آیت ﴿اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم﴾ اور ﴿فإما تثقفنهم في الحرب فشرّد بهم من خلفهم﴾ سے منسوخ ہے(۵)۔

صاحبین اور ایک روایت میں امام اعظم ابوحنیفہ کا قولِ مشہور بھی یہی ہے(۶)۔ ان حضرات کے نزدیک سورہ محمد کی آیت منسوخ ہونے کی وجہ سے جنگی قیدیوں کو احساناً یا فدیہ لے کر آزاد کرنا جائز نہیں، لیکن مشہور حنفی فقیہ ومفسر ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے فرمایا:

> "فهذه الآية ناسخة لقوله تعالىٰ: ﴿ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض تريدون عرض الدنيا والله يريد الآخرة، والله عزيز حكيم﴾ فإنها نزلت في غزوة بدر سنة اثنين، وقد منّ رسول الله صلى الله

(۳) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲۲۷/۱٦، وفتح الباري: ۱۸۸/٦، وعمدة القاري: ۳٦۷/۱٤

(٤) عمدة القاري: ۳٦۷/۱٤

(٥) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲۲۷/۲۱٦

(٦) فتح القدير: ۲۱۹/٥، ۲۲۰، كتاب السير

تعالىٰ عليه وسلم على الأسرى بعد ذلك في الحديبية سنة ست، وغير ذلك"(۷).

یعنی سورۂ انفال کی آیت منسوخ ہے اور سورۂ محمد کی آیت ناسخ ہے اس لئے کہ سورۂ انفال کی آیت غزوہ بدر کے موقع پر سن ہجری کے دوسرے سال کے بعد نازل ہوئی جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر ۶ ھ میں بعض قیدیوں کو بلا معاوضہ احساناً آزاد کر دیا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہتھیار سے مسلح دشمن کے ۸۰/ افراد نے کوہِ تنعیم سے اتر کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر اچانک حملہ کرنا چاہا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کو گرفتار کر کے آزاد کر دیا۔ اس موقع پر سورۂ فتح کی آیت ﴿وهو الذي كف أيديهم عنكم ببطن مكة من بعد أن أظفركم عليهم﴾ نازل ہوئی (۸)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اور بعض مفسرین کے نزدیک سورۂ انفال کی آیت پہلے اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی ہے چونکہ متاخر، متقدم کے لئے ناسخ ہوتا ہے اس لئے سورۂ محمد کی آیت ناسخ اور سورہ انفال کی آیت منسوخ ہوگی اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مختار مسلک بھی ہے۔ امام اعظم سے دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ قیدیوں کو فدیہ کے عوض رہا کرنا جائز نہیں، دوسرا قول امام محمد نے سیر کبیر میں جواز کا نقل کیا گیا ہے، یہی قول راجح اور اظہر ہے (۹)۔ اور امام طحاویؒ کی رائے بھی یہی ہے اور انہوں نے بہت ہی عمدہ طرز استدلال کے ساتھ اس مذہب کو راجح قرار دیا ہے (۱۰)۔

---

(۷) التفسير المظهري: ۳۳٤/٦

(۸) صحيح مسلم: ۱۱٤/۲ كتاب الجهاد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وهو الذي كف أيديهم عنكم﴾، (رقم ٤٤٤٣)

(۹) السير الكبير مع شرحه لمحمد بن أحمد السرخسيؒ: ۲۹٦/٤، باب: من الفداء. دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

(۱۰) تفصیل کے لئے دیکھئے: شرح مشكل الآثار للإمام الطحاوي: ۳۸٦/۱۰-۳۸۸، باب بيان مشكل ماروي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من قوله: ﴿ولو كان مُطعِمُ ابن عدي حيا وكلّمني في هؤلاء النتنى -يعني أسرى بدر- لأطلقتهم له﴾، و: ۳۹۹/۱۰، باب بيان مشكل ماروي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الأسارى هل جائز أن يقتلوا أم لا؟

حقیقت یہ ہے کہ مضمون اور مفہوم کے اعتبار سے دونوں آیات میں تعارض نہیں اور دونوں میں سے کسی آیت کو بھی ناسخ اور منسوخ نہیں قرار دیا جاسکتا، چنانچہ ابن زید اور ابوعبید بن سلام نے فرمایا کہ یہ دونوں آیات محکم ہیں اور یہی قول امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوثور اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کا بھی ہے (۱۱)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، اس وقت من وفداء کی ممانعت وارد ہوئی، اس کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور ان کی شوکت وسلطنت میں اضافہ ہوا تو من وفدا کی اجازت دی گئی (۱۲)۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ غزوہ بدر میں مَن وفداء کی ممانعت اور اثخان کے حکم سے کفر کی شوکت پامال کرنا مقصود تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہوا کہ کفار کو فدیہ کے عوض زندہ چھوڑ دیا جائے، لیکن کفر کی شوکت ملیامیٹ ہوکر جب اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور ان کی شوکت وسطوت قائم ہوئی تو اثخان کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے من وفدیہ کی اجازت دی گئی۔ گویا دونوں آیات محکم ہیں، جب اہل اسلام کا مفاد اثخان اور خون ریزی میں مضمر تھا اور حالات کا اقتضا بھی یہی تھا تو من وفداء کی ممانعت ہوئی اور اثخان کا حکم وارد ہوا، تاہم جب اقتضائے حال بدل گیا اور اثخان کی ضرورت نہ رہی تو من وفداء کی اجازت دی گئی۔ اس لئے یہاں کسی بھی آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں، نسخ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دو آیات میں جمع اور تطبیق ممکن نہ ہو (۱۳)۔

اسی بناء پر جمہور فقہاء نے فرمایا کہ امامِ وقت کو مصلحت کے پیشِ نظر احسان، فداء اور ترقیق میں سے کسی بھی فیصلہ پر عمل کا اختیار حاصل ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ان سب کی نظیریں موجود ہیں۔ چنانچہ ابوعبید بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والقول في ذلك عندنا أن الآيات جميعا محكمات لا منسوخ فيهن، وذلك أنه – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – عمل بالآيات كلها من

---

(۱۱) تفسير الإمام البغوي: ١٧٨/٤، وعمدة القاري: ٣٦٨/١٤

(۱۲) تفسير الإمام البغوي: ١٧٨/٤، والتفسير المظهري: ٢١٨/٣، دار الكتب العلمية بيروت

(۱۳) جامع البيان في تفسير القرآن للإمام الطبري: ٢٧/٢٦، وتفسير البغوي: ١٧٨/٤، والجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٢٢٨/١٦

القتل والأسر والفداء حتى توفاه الله تعالىٰ على ذلك، فكان أوّل أحكامه فيهم يوم بدر، فعمل بها كلها يومئذ، بدأ بالقتل فقتل عقبة بن أبي معيط والنضر بن الحارث في قفوله، ثم قدم المدينة فحكم في سائرهم بالفداء، ثم حكّم يوم بني قريظة سعد ابن معاذ رضي الله عنه، فقتل المقاتلة وسبى الذرية، فنفذه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأمضاه، ثم كانت غزاة بني المصطلق -رهط جويرية بنت الحارث- فاستحياهم جميعا وأعتقهم، ثم كان فتح مكة فأمر بقتل ابن خطل والقينتين وأطلق الباقين، ثم كانت حنين فسبى هوازن ومن عليهم وقتل أباغره الجمحي يوم أحد وقد كان منّ عليه يوم بدر، وأطلق ثمامة بن أثال. فهذه كانت أحكامه -عليه السلام- بالمن والفداء والقتل، فليس شيء منها منسوخا، والأمر فيهم إلى الإمام وهو مخير بين القتل والمن والفداء، يفعل الأفضل في ذلك للإسلام وأهله"(١٤).

''ہمارے نزدیک درست قول یہ ہے کہ یہ سب آیات محکم ہیں اوران میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں، اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک قتل، فدیہ اور قید کے احکام والی سب آیتوں پر عمل کیا۔ اور مشرکین کے بارے میں ان احکام پر عمل کی ابتداء، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر کی، چنانچہ غزوۂ بدر کے (ستر قیدیوں میں سے) آپ نے صرف عقبہ بن اُبی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا، پھر مدینہ پہنچ کر مشرکین کے تمام قیدیوں کو فدیہ کے عوض رہا کر دیا، پھر آپ نے غزوہ بنی قریظہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کا اختیار دیا، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جنگجو مردوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قید کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے ان کے فیصلہ کو نافذ کیا، اس کے بعد غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا، بنو مصطلق جویریہ بنت الحارث کے ہم قبیلہ تھے، چنانچہ آپ نے ان کو زندہ چھوڑ دیا اور آزاد کر دیا۔ اس کے بعد فتح مکہ پیش آیا تو آپ

(١٤) فتح الباري: ١٨٨/٦

نے ابن خطل اور دو باندیوں کے قتل کا حکم دیا اور باقی سب کو آزاد کر دیا۔ پھر حنین کا معرکہ پیش آیا آپ نے ہوازن کے لوگوں کو قید کرنے کے بعد احساناً آزاد کر دیا، اُحد کے دن ابوغرہ جمحی کو (جسے بدر کے موقع پر آپ نے احساناً آزاد کر دیا تھا) قتل کیا، اور ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا تھا۔ بہرحال من، فداء، ترقیق اور قتل کے سب احکام آپ نے جاری کئے، ان میں سے کوئی حکم منسوخ نہیں، یہ احکام امام کی رائے پر موقوف ہیں، اسے قتل ، من وفداء میں سے کسی بھی ایک پر عمل کا اختیار ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے مفاد میں وہ جس حکم کو زیادہ بہتر سمجھے، اس پر عمل کر سکتا ہے''۔

یہی رائے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی بھی ہے، چنانچہ سورۂ محمد کی مذکورہ آیت کے ذیل میں وہ فرماتے ہیں:

''حق و باطل کا معرکہ تو رہتا ہی ہے اور جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہیے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں۔ اس لئے ہنگامۂ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف وتردّد کو راہ نہ دو اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو، کافی خونریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے، اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿ما كان لنبي أن يكون له أسرىٰ حتى يثخن في الأرض﴾ یہ قید وبند ممکن ہے، ان کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر اپنی اور تمہاری حالت کے جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع بہم پہنچائے۔ شدہ شدہ وہ لوگ حق وصداقت کا راستہ اختیار کر لیں، یا مصلحت سمجھو تو بدون کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے، قید سے رہا کر دو۔ اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے تمہارے احسان اور خوبیٔ اخلاق سے متأثر ہو کر تمہاری طرف راغب ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں اور یہ بھی کر سکتے ہو کہ زرِ فدیہ لے کر مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان قیدیوں کو چھوڑ دو، اس میں کئی طرح کے

فائدے ہیں۔ بہرحال اگر ان اسیرانِ جنگ کو ان کے وطن کی طرف واپس کردو تو دو ہی صورتیں ہیں: معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو بھی صورت امام کے نزدیک اصح ہو، اختیار کرسکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں" (۱۵)۔

فيه حديث ثمامة بن أثال

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کو صحابہ نے گرفتار کرکے، مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور پھر چند دن بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کردیا۔ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "أطلقوا ثمامه" ثمامہ کو کھول کر آزاد کردو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ثمامہ قیدی تھے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو احساناً آزاد کردیا۔ ترجمۃ الباب کے ساتھ ان الفاظ کی مطابقت بھی ظاہر ہے۔ ثمامہ بن اثال کا یہ واقعہ آگے کتاب المغازی میں تفصیلاً آرہا ہے۔

"ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض —حتى يغلب في الأرض— تريدون عرض الدنيا"

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کا قول نقل کیا ہے (۱۶)۔ ابوعبیدہ نے "يثخن" کی تفسیر يغلب سے کی ہے، یعنی اہل اسلام جب تک دشمنوں کی خونریزی اور کثرتِ قتل سے ملک میں غلبہ نہ حاصل کرے، اس وقت قیدی کافروں کو باقی رکھنا مناسب نہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ نے اثخان کے معنی قتل سے کیے ہیں (۱۷)۔ یعنی جب تک زمین میں قتل نہ کرے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اثخان کے معنی قتل میں مبالغہ کے ہیں۔

غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر معمولی فتح عطا فرمائی، قریش کا ڈھیر سارا مال مسلمانوں کو غنیمت میں ملا اور ان کے ستر سردار قید کردیئے گئے، انہی قیدیوں کے بارے میں سوال پیدا ہوا کہ ان کے ساتھ

---

(۱۵) تفسير عثماني، ص: ٦٧٢

(١٦) فتح الباري: ١٨٨/٦، وإرشاد الساري: ٤٩٠/٦

(١٧) فتح الباري: ١٨٨/٦، وإرشاد الساري: ٤٩٠/٦

کیا برتاؤ کیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی: هم أئمة الكفر، والله أغناك عن الفداء فاضرب أعناقهم۔ ''یہ کفر کے سرغنے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فدیہ سے مستغنی کردیا ہے، لہٰذا آپ ان کی گردنیں اڑا دیجئے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی: ''هم قومك وأهلك، لعلّ الله أن يتوب عليهم، خذمنهم فدية تقوي بها أصحابك'' یعنی یہ آپ کی قوم اور اپنے خاندان کے لوگ ہیں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے، آپ ان سے فدیہ وصول کرلیں، جس سے آپ کے اصحاب کو قوت حاصل ہوگی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کی اور سب سے فدیہ وصول کر کے معاف کردیا۔ اس پر سورہ انفال کی مذکورہ آیت بطور عتاب نازل ہوئی کہ کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے پاس کافر قیدی ہوں اور ان کو چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کی شوکت ختم کرنے کے لئے خونریزی کرنی چاہیے تاکہ اہل اسلام پر حملہ آور ہونے کا ان میں حوصلہ ہی نہ رہے (۱۸)۔

سورۂ انفال کی آیت ذکر کرنے کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سورہ انفال کی آیت ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے امام مجاہد رحمہ اللہ کے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک کافر قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں (۱۹)۔ اس کا جواب سورۂ محمد اور سورۂ انفال کی آیات میں تطبیق اور مذاہب کی تفصیل کے ضمن میں ہم تفصیل سے دے چکے ہیں۔

١٤٩ - باب : هَلْ لِلأَسِيرِ أَنْ يَقْتُلَ وَيَخْدَعَ الَّذِينَ أَسَرُوهُ حَتَّى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ .

فِيهِ الْمِسْوَرُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٥٨١]

ترجمۃ الباب کا مقصد

مقصد یہ ہے کہ کیا مسلمان اسیر رہائی پانے اور کفار سے نجات حاصل کرنے کے لئے قتل یا دھوکہ وفریب کرسکتا ہے؟ شراح نے فرمایا، چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں حکم کی

(۱۸) إرشاد الساري: ٦/ ٤٩٠

(۱۹) فتح الباري: ٦/ ١٨٨

تصریح نہیں کی (۱)۔

کفار جب کسی مسلمان کو گرفتار کر کے قید کرلیں، تو گویا یہ معاہدہ ہو جاتا ہے کہ اب تم ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے، تو کیا اس صورت میں مسلمان قیدی کے لئے اس معاہدہ کی خلاف ورزی جائز ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے لئے کفار کی قید سے بھاگنا جائز نہیں (۲) یہی قول سحنون اور ابن مواز کا بھی ہے (۳)۔ لیکن مالکیہ میں سے اشہب مالکی فرماتے ہیں کہ اگر کفار نے کسی مسلمان کو اس غرض سے قید کیا ہو کہ اس کے بدلہ وہ کسی کافر قیدی کو رہا کرائیں تو اس صورت میں مسلمان قیدی کو کفار کی قید سے نجات حاصل کرنے کے لئے قتل بھی جائز ہے (۴)۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام طبری رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگر مسلمان قیدی نے کسی قسم کا عہد و پیمان کیا ہو اور اطمینان دلایا ہو کہ تمہارے کہنے پر چلوں گا، تو یہ معاہدہ ہی باطل ہے، اور اس کے لئے یہ عہد توڑنا جائز ہے (۵)۔

مطلب یہ ہے کہ قتل اور دھوکہ دونوں جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ باب کے تحت انہوں نے مسور بن مخرمہ کی روایت کا حوالہ دے کر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جو مشرکین کی قید سے فرار اختیار کر کے مدینہ آئے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ قید سے نجات کے لئے دھوکہ وغیرہ دینا جائز ہے۔ (واللہ اعلم)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عہد و پیمان کی صورت میں بھاگنے کی تو اجازت ہے لیکن کفار کے مال و جان سے تعرض جائز نہیں، تاہم اگر عہد نہیں ہوا ہو تو پھر اس کو کفار سے نجات حاصل کرنے کے لئے قتل، تحریق اور اخذِ مال میں سے کوئی بھی راہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ مسور بن مخرمہ کی روایت والے واقعہ میں

---

(۱) فتح الباري: ۶/۱۸۸، وعمدة القاري: ۱۴/۳۶۹، وإرشاد الساري: ۶/۴۹

(۲) فتح الباري: ۶/۱۸۸، وشرح ابن بطال: ۵/۱۷۸

(۳) شرح ابن بطال: ۵/۱۷۸

(۴) شرح ابن بطال: ۵/۱۸۷، فتح الباري: ۶/۱۸۸، وعمدة القاري: ۱۴/۳۶۹

(۵) شرح ابن بطال: ۵/۱۷۷، وفتح الباري: ۶/۱۸۸، وعمدة القاري: ۱۴/۳۶۹

ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور مشرکینِ مکہ کے درمیان کسی معاہدہ کی تصریح نہیں۔ اس لئے ابوبصیر نے اقدامِ قتل کیا، مشرکین کے ایک آدمی کو انہوں نے قتل کرڈالا اور دوسرا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا(۶)۔

ابن قاسم اور ابن مواز وغیرہ نے فرمایا کہ مسلمان، کفار کی قید میں آنے کے بعد مکرَہ ہوجاتا ہے، حالت اکراہ میں عہد وپیان باطل ہے، لہٰذا اگر وہ کفار سے عہد وپیان کرکے انہیں اطمینان دلائے کہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا یا قسم کھائی ہو تو وہ باطل ہوگی، چاہے کفار نے اس کو حالت امن میں رکھا ہو یا حالتِ خوف میں۔ اور یہ عہد وحلف اس لئے باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار کے احکام کی اطاعت نہ کرنے کو فرض قرار دے کر ایسے حالات میں ان پر ہجرت واجب کی ہے۔ لہٰذا مسلمان قیدی کو راہ فرار اختیار کرنے کے لئے کوئی بھی حربہ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ ان حضرات نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ وہ کفارِ مکہ کی قید سے فرار ہوکر مدینہ آئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی اور ان کے طرزِ عمل پر رضامندی کا اظہار کیا(۷)۔

ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حدیبیہ کے موقع پر مشرکینِ مکہ کے ساتھ جن شرائط پر صلح ہوئی تھی، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے تو وہ واپس کردیا جائے گا، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ چنانچہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اسلام لاکر مکہ سے مدینہ آئے۔ اہلِ مکہ کی طرف سے دو افراد ان کو لینے آئے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرط کے مطابق ان کو واپس کردیا، واپسی میں مقام ذوالحلیفہ پر ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے دونوں میں سے ایک کو قتل کردیا، دوسرا بھاگ کر بچ نکلا اور مدینہ آکر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ ضرور کوئی خطرناک بات پیش آئی ہے۔ اس نے کہا میرا ساتھی تو قتل کیا جاچکا ہے۔ میں بھی قتل ہونے والا ہوں۔ اس کے بعد ابوبصیر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کی جو ذمہ داری تھی، وہ تو اللہ نے پوری کردی، آپ نے مجھے واپس کردیا۔ پھر اللہ

---

(٦) فتح الباري: ٦/١٨٨، وعمدة القاري: ١٤/٣٦٩

(٧) شرح ابن بطال: ٥/١٨٨، وعمدة القاري: ١٤/٣٦٩

نے مجھے ان سے نجات دے دی۔ آپ نے فرمایا، یہ لڑائی کو بھڑ کانے والا ہے کاش اسے کوئی سمجھانے والا ہوتا! یہ سن کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ آپ مجھے واپس کر دیں گے۔ اس لئے وہ مدینہ منورہ سے نکل گئے اور سمندر پر پڑاؤ ڈال دیا، ابو جندل کو معلوم ہوا تو وہ بھی ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ قریش مکہ میں سے جو مسلمان ہوتا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جاتا، یہاں تک کہ سمندر کے کنارے ایک جماعت اکٹھی ہوگئی۔ قریش کا جو بھی قافلہ شام کی طرف جاتا، یہ لوگ اسے روک لیتے اور قافلہ کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے اور ان کے اموال چھین لیتے۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو قریش مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلالیں اور اب ہم اس شرط کو واپس لیتے ہیں کہ ہمارا کوئی شخص آپ کے پاس آئے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا جو **بھی شخص ہم میں سے آپ کے پاس پہنچ گا** اسے واپس کرنے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہوگی، اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کو پیغام بھیج دیا کہ واپس آجائیں (۸)۔ لیکن ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس جب آپ کا پیغام پہنچا تو وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر رہے تھے، اس لئے مدینہ نہ آسکے (۹)۔

۱۵۰ – باب : إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب کو "باب لایعذب بعذاب اللّٰہ" کے بعد متصلاً ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا، شاید یہ ناقلین کا تصرف ہے کہ اس باب کو "لایعذب بعذاب اللّٰہ" سے دو ابواب کے بعد ذکر کر دیا۔ اس کی تائید نسفی کے نسخے سے بھی ہوتی ہے، جس میں زیرِ نظر باب، بابِ لایعذب...... کے متصلاً بعد ہے اور بیچ میں دونوں ابواب ساقط ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ماقبل باب میں تعذیب بالنار کی جو ممانعت وارد ہوئی، وہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب تحریق بالنار علی

---

(۸) صحيح البخاري: ۱/۳۸۰، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد مع أهل الحرب

(۹) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بصیر کے نام خط لکھا تھا کہ مدینہ آجائیں، جب مکتوب مبارک پہنچا تو اس وقت وہ اس دنیا سے کوچ کر رہے تھے، روح اس حال میں پرواز کر گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک ان کے ہاتھ میں تھا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے ان کی تدفین کی اور وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ (فتح الباري: ۵/۳۵۱)

سبیل القصاص نہ ہو، تاہم اگر علی سبیل القصاص تحریق کی نوبت آئے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۱)۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ اس پر رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس باب کو "باب لا یعذب بعذاب اللہ" کے بعد متصلاً ذکر کرنا کوئی امرِ مہم نہیں، لہٰذا موجودہ ترتیب کو ناقلین کے تصرّف کی طرف منسوب کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ حافظ ابن حجر نے علامہ نسفی کے نسخہ کی ترتیب کا بطور تائید حوالہ دیا ہے۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ اس نسخہ کی ترتیب سے حافظ ابن حجر کی رائے کی تائید نہیں ہوتی، کیونکہ ساقط چیز معدوم کے درجہ میں ہوتی ہے اور کسی معدوم شی کو بطور تائید نہیں پیش کیا جا سکتا (۲)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے ہی درست ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ کا رد تکلف اور تعسّف سے خالی نہیں۔ (واللہ اعلم)۔

۲۸۵۵ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ، ثَمَانِيَةً ، قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَٱجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ٱبْغِنَا رِسْلاً ، قالَ : (ما أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِٱلذَّوْدِ) . فَٱنْطَلَقُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا ، حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا ، وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَٱسْتَاقُوا ٱلذَّوْدَ ، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ، فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَبَعَثَ الطَّلَبَ ، فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ ، فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا ، وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ ، يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ ، حَتَّى مَاتُوا .

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ : قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا ٱللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا . [ر : ۲۳۱]

تراجم رجال

۱۔ معلّٰی

یہ معلّٰی بن اسد رحمہ اللہ ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۴)۔

---

(١) فتح الباري: ٦/١٨٩

(٢) عمدة القاري: ١٤/٣٧٠

(٢٨٥٥) مرّ تخريجه في كتاب الوضوء، باب أبوال الإبل والدواب والغنم ومرابضها رقم: ٢٣٣

(٤) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: كتاب الحيض، باب المرأة تحيض بعد الإفاضة

۲-وہیب

یہ وہیب بن خالد بن عجلان باہلی بصری ہیں، ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

۳-ایوب

یہ ایوب بن أبی تمیمہ کیسان سختیانی بصری ہیں، ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۶)۔

۴-ابوقلابہ

یہ مشہور تابعی عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ ہیں، اور اسی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۷)۔

۵-انس بن مالک

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب نفسه کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۸)۔

اہلِ عرینہ کا واقعہ

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں عرنیین کا مشہور واقعہ مذکور ہے یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے مختلف ابواب کے تحت ذکر کی ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ افراد نے مدینہ آکر اسلام قبول کیا اور وہاں رہنے لگے، مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے یہ سب بیمار پڑ گئے،

---

(۵) كشف الباري: ۲/۱۱۸، ۱۱۹

(٦) كشف الباري: ۲/۲٦

(۷) كشف الباري: ۲/۲٦

(۸) كشف الباري: ۲/۵۰٤

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے باہر اپنے اونٹوں کے پاس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پی لو، ٹھیک ہو جاؤ گے، چنانچہ دودھ اور پیشاب کے استعمال سے وہ سب صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے اونٹوں کے نگہبان اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راعی حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے چند صحابہ کو، ان کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا، جب وہ انہیں گرفتار کر کے لائے تو آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیری گئی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ (پتھریلی زمین) کی ایک جانب ڈال دیا گیا (۹)۔

اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علی سبیل القصاص تحریق بالنار جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال پر اشکال

لیکن اس استدلال پر اشکال ہوسکتا ہے کہ حدیث باب میں تو اس بات کی تصریح نہیں کہ عرنیین نے راعیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی، جس کے نتیجہ میں ان کے ساتھ بھی قصاصاً یہی عمل کیا گیا۔

حافظ ابن حجرؒ کا جواب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں (۱۰) کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کے دوسرے طُرق کی طرف اشارہ کیا ہے، جن میں اس بات کی تصریح ہے کہ عرنیین نے راعی کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إنما سمل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعين العرنيين لأنهم سملوا أعين الرعاة"(۱۱).

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباري: ۱/۳۳۷

(۱۰) فتح الباري: ۶/۱۸۹

(۱۱) صحیح مسلم: ۲/۵۸، کتاب القسامة، باب حکم المحاربین والمرتدین

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں میں سلائی اس لئے پھیری کہ عرنیین نے راعیوں کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی۔

علامہ ابن بطالؒ کا جواب

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر روایت کے دوسرے طریق میں اس بات کی صراحت وارد نہ ہوتی کہ عرنیین نے راعیِ رسول کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی، تب بھی اس سے تحریق بالنار کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہلِ عرینہ نے راعیِ رسول کی آنکھوں میں سلائی نہیں پھیری، اس کے باوجود آپ نے اہل عرینہ کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیرنا جائز قرار دیا، اگر واقعتاً اہلِ عرینہ نے اس شقاوت کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اس صورت میں بطریق اولیٰ ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیرنا جائز ہوتا (۱۲)۔

قصاصاً تحریق بالنار کا حکم

شوافع اور مالکیہ کے نزدیک قصاص میں مساوات ضروری ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قاتل نے جس فعل کے ذریعہ مقتول کو قتل کیا، اگر وہ مشروع ہے اور منہی عنہ نہیں تو قاتل کو بھی قصاصاً اسی فعل کے ذریعہ مارا جائے گا۔ البتہ قاتل کا عمل اگر غیر مشروع ہے تو اس میں مساوات جائز نہیں۔ مثلاً اگر قاتل کے پتھر مارنے سے کسی کی موت واقع ہو تو قاتل کو بھی پتھر مار کر قتل کیا جائے گا۔ اگر قاتل نے کسی کو پانی میں ڈبو دیا تو اسے بھی ڈبو دیا جائے گا، لیکن اگر قاتل کا عمل غیر مشروع ہو یعنی اس نے کسی کو سحر کر کے یا شراب پلا کر یا زنا یا لواطت کے ذریعہ مار ڈالا تو قاتل سے اسی فعل کے ذریعہ قصاص نہیں لیا گا بلکہ اس صورت میں قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا (۱۳)۔

ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے (۱۴)۔

---

(۱۲) شرح ابن بطال: ۱۷۹/۵، وفتح الباري: ۱۸۹/۶

(۱۳) المغني لابن قدامة: ۳۹۰/۹، ۳۹۱، وفتح القدير: ۱۵۶/۹

(١٤) العدة شرح العمدة في مذهب الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ، ص: ٥٠١، باب شروط وجوب القصاص واستيفاءه، والمغني لابن قدامة: ٣٩١/٩، رقم الفصل: ٦٦٥٤

ان کا استدلال قرآن مجید کی ان آیات سے ہے: ﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم﴾(۱۵)۔ ﴿من اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل مااعتدى عليكم﴾(۱٦)، ﴿جزاء سيئة سيئة مثلها﴾(۱۷) ان آیات میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ظلم اور زیادتی کا بدلہ اسی قدر لینا جائز ہے جس قدر دوسرے فریق نے کی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص صرف ہتھیار اور اسلحہ سے لینا جائز ہے۔ ان کا استدلال ابن ماجہ کی روایت سے ہے: "لا قود إلا بالسيف" (۱۸)، یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جائے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سیف سے ہر قسم کا اسلحہ مراد ہے، لہٰذا ان کے نزدیک تلوار کے علاوہ بندوق وغیرہ سے بھی قصاص لینا جائز ہے (۱۹)۔

شوافع اور مالکیہ نے جن آیات سے استدلال کیا ہے، یہی آیات احناف کا بھی مستدل ہیں، آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس پر زیادتی اور ظلم ہو تو اس کا بدلہ اسی قدر لیا جائے، اس سے تجاوز حرام ہے۔ چنانچہ اگر قصاص میں مماثلت اور مساوات پر عمل کیا جائے تو اس میں انصاف پر عمل ممکن نہیں رہتا۔ مثلاً بسا اوقات ایک آدمی پتھر کی ایک ضرب سے ہلاک ہو جاتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ایک آدمی کی موت اس پر کئی پتھر مارنے سے بھی واقع نہیں ہوتی۔ اب اگر قاتل کے پتھر کی ایک ہی ضرب سے کسی کی موت واقع ہو جائے، لیکن قصاص کے دوران خود قاتل کی موت اگر ایک ضرب سے واقع نہ ہو تو اس پر کئی پتھر برسانے پڑیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے کیونکہ قاتل نے تو صرف ایک ہی پتھر مارا تھا کمیت کے اعتبار سے قصاص قاتل کے فعل سے زیادہ لیا جا رہا ہے۔ اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص بالمثل جائز نہیں، بلکہ قصاص صرف اسلحہ اور ہتھیار سے لیا جائے گا (۲۰)۔

---

(۱۵) سورة النحل: ۱۲٦

(۱٦) سورة البقرة: ۱۹٤

(۱۷) سورة الشورىٰ: ٤٠

(۱۸) سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۱، كتاب الديات، باب لاقود إلا بالسيف (رقم ۲٦٦۷، ۲٦٦۸)

(۱۹) المغني لابن قدامة: ۳۱۹/۱۹، وفتح القدير: ۱۵٦/۹، وتكملة فتح الملهم: ۳۳۹/۲

(۲۰) الشرح الكبير لشمس الدين ابن قدامة: ٤۰۰/۱۹، ٤۰۱، وتكملة فتح الملهم: ۳۳۹/۲

یہی مذہب عطاء بن ابی رباح، امام ثوری اور صاحبین کا ہے (۲۱)۔ ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی قول مروی ہے (۲۲)۔

قصاصاً تحریق بالنار امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں، ان کے نزدیک قصاص صرف ہتھیار سے لیا جائے گا۔ تحریق بالنار کو ناجائز قرار دیتے ہوئے امام اعظم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "لایعذب بالنار إلا رب النار" (۲۳)۔ ان کے نزدیک اس حدیث کے عموم میں قصاصاً تحریق بالنار بھی شامل ہے (۲۴)۔

امام احمد رحمہ اللہ سے دو قول مروی ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک قصاصاً تحریق جائز نہیں، ان کی دلیل بھی امام اعظم رحمہ اللہ کی مستدل روایت ہے (۲۵)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تحریق قصاصاً جائز ہے (۲۶)، یہی مسلک امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے (۲۷)۔ ان کا استدلال براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من حرّق حرّقناه ومن غرّق غرّقناه" (۲۸)۔ ان کے نزدیک "لایعذب بالنار إلا رب النار" کے عموم سے تحریق علی سبیل القصاص مستثنیٰ ہے (۲۹)۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے عموم میں تحریق علی سبیل القصاص بھی شامل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور حدیث "لا قود إلا بالسيف" کی رو سے قصاص صرف اسلحہ اور ہتھیار سے لیا جائے گا۔

---

(۲۱) الشرح الكبير لشمس الدين ابن قدامة: ١٩/٤٠١

(۲۲) الشرح الكبير: ١٩/٤٠١، والعدة شرح العمدة في مذهب الإمام أحمد بن حنبل: ٥٠١، باب شروط وجوب القصاص واستيفاءه

(۲۳) سنن أبي داود: ٢/٨، كتاب الجهاد، باب كراهية حرق العدوّ بالنار

(۲٤) المغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢، رقم الفصل: ٦٦٥٥

(۲٥) المغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢، رقم الفصل: ٦٦٥٥، والعدة شرح العمدة في مذهب الإمام أحمد بن حنبل: ٥٠١

(۲٦) العدة شرح العمدة: ٥٠١، والمغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢

(۲۷) المغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢، والشرح الكبير: ١٩/٤٠٢

(۲۸) المغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢، والعدة شرح العمدة، ص: ٥٠١

(۲۹) المغني لابن قدامة: ١٩/٣٩٢

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حدیث باب میں یہ صراحت نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں کو اس لئے داغا تھا کہ یہی عمل عرنیین نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راعیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس لئے بظاہر ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مطابقت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت باب کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا، جس میں تصریح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں کو اس لئے داغا تھا کہ عرنیین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعیوں کی آنکھوں کو داغا تھا (۳۰)۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "إنما سمل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعين العرنيين لأنهم سملوا أعين الرعاة" (۳۱)۔

باب

ترجمۃ الباب کا مقصد اور باب سابق سے مناسبت

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب بلا ترجمہ قائم کیا ہے، اور یہ باب سابق ہی کا تتمہ ہے (۱)۔

باب سابق میں تحریق کا ذکر تھا، اس باب میں یہ بتانا مقصود ہے تحریق میں تجاوز جائز نہیں۔ یعنی جو مستحق تحریق نہ ہو، اس کی تحریق حد سے تجاوز اور گناہ ہے (۲)۔

۲۸۵۶ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ :

---

(۳۰) فتح الباري: ۱۸۹/٦

(۳۱) صحيح مسلم: ۵۸/۲، كتاب القسامة، باب حكم المحاربين والمرتدين

(۱) فتح الباري: ۱۹۰/٦، وعمدة القاري: ۳۷۱/۱٤، وإرشاد الساري: ٤۹۳/٦

(۲) فتح الباري: ۱۹۰/٦

(۲۸۵٦) رواه البخاری أيضاً (٤۲۷/۱) في بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه فإن في أحد=

(قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ) . [٣١٤١]

تراجم رجال

۱-یحییٰ بن بکیر

یہ ابوزکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر القرشی ہیں۔ان کا تذکرہ بدء الوحي کے تحت گزر چکا ہے(۴)۔

۲-لیث

یہ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی ہیں۔ان کے حالات بدء الوحي کے تحت گزر چکے ہیں(۵)۔

۳-یونس

یہ یونس بن یزید ہیں۔ان کا تذکرہ بھی بدء الوحي کے تحت گزر چکا ہے(۶)۔

۴-ابن شہاب

مشہور محدث عبداللہ بن شہاب زہری ہیں۔ان کے حالات بھی بدء الوحي کے تحت گزر چکے ہیں(۷)۔

۵-سعید بن المسیب

یہ امام التابعین سعید بن المسیب بن حزن بن أبی وھب قرشی ہیں۔ان کا تفصیلی تذکرہ کتاب

= جنـا حيـه داء وفـي الآخـر شـفـاء، وخـمـس مـن الـدواب فـواسق يقتلن في الحرم (رقم ٣٣١٩)، وعند مسلم في صحيحه(٢/٢٣٦) في قتل الحيات وغيرها، باب النهي عن قتل النمل (رقم ٥٨٤٩)، وعند أبي داود في سننه (٢/٣٦٢) في الأدب، باب في قتل الذر (رقم ٥٢٦٥)، وعند النسائي في سننه(٢/١٩٨) في الصيد، باب قتل النمل (رقم ٤٣٦٣، ٤٣٦٤)، وعند ابن ماجه في سننه(ص: ٢٣٢) في الصيد، باب ماينهى عن قتله (رقم ٣٢٢٥)

(٤) كشف الباري: ١/٢٣٢

(٥) كشف الباري: ١/٣٢٤

(٦) كشف الباري: ١/٤٦٣

(٧) كشف الباري: ١/٣٢٦

الإيمان، باب من قال ان الإيمان هو العمل کے تحت گزر چکا ہے(۸)۔

۶-ابوسلمہ

یہ ابوسلمة بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب صوم رمضان احتساباً من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۹)۔

۷-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ان کے تفصیلی حالات کتاب الإیمان، باب امور الایمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۰)۔

قَرَصَتْ نملةٌ نبياً من الأنبياء، فأمر بقرية النمل فأحرقت، فأوحى الله إليه: أن قَرَصَتْك نملةٌ أحرقتَ أُمَّةً من الأمم تسبّح

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹا، انہوں نے چیونٹیوں کا بل جلا دینے کا حکم دیا جو جلا دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا لیکن تم نے ایک خلقت جلا دی، جو اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

نبیّا: شُراح نے اس میں دو اقوال نقل کئے ہیں کہ اس سے کون سے نبی مراد ہیں؟

❶ علامہ کرمانی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں(۱۱)۔نوادر میں حکیم ترمذی نے بھی یہی قول نقل کیا ہے(۱۲)۔

❷ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے عُزیر علیہ السلام مراد ہیں(۱۳)۔

---

(۸) کشف الباري: ۲/۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱

(۹) کشف الباري: ۲/۳۲۳

(۱۰) کشف الباري: ۱/۶۵۹-۶۶۳

(۱۱) شرح الكرماني: ۱۳/۲۸، وعمدة القاري: ۱۴/۳۷۱، ۳۷۲

(۱۲) إرشاد الساري: ۶/۴۹۳

(۱۳) إرشاد الساري: ۶/۴۹۳

چند اِشکالات اوران کے جواب

علامہ کرمانی نے اشکال کیا ہے کہ چیونٹی تو غیر مکلّف ہے، لہٰذا قصاصاً اس کا جلانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟
علامہ کرمانی نے اس کا جواب دیا کہ شاید اس نبی کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا (۱۴)۔
دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ سانپ اور اژدھے پر قیاس کرتے ہوئے طبعاً ہر موذی حیوان کا قتل جائز ہے (۱۵)۔
اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ جب ان کی شریعت میں یہ عمل جائز تھا تو پھر اللہ کی طرف سے عتاب کیوں نازل ہوا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ فعل جائز تو تھا لیکن اولیٰ نہیں تھا اور یہ عتاب ترک اولیٰ پر نازل ہوا (۱۶)۔
اس پر علامہ عینی رحمہ اللہ نے اشکال کیا کہ یہ جواب محلِ نظر ہے کہ یہ فعل اس وقت کی شریعت میں جائز تھا۔ اس لئے کہ یہ جواب محض ظن اور تخمین کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ درست جواب یہ ہے کہ مذکورہ نبی نے جس وقت تحریق کی، اس وقت اس کے ناجائز ہونے کا ان کو علم نہیں تھا (۱۷)۔
علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اس کا نفیس جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"وقد روي لهذه القصة سبباً وهو أن هذا النبي مرّ على قرية أهلكها الله بذنوب أهلها فوقف متعجبا فقال: يارب كان فيهم صبيان، ودواب ومن لم يقترف ذنبا، ثم نزل تحت شجرة فجرت له هذه القصة، فنبهه الله على أن الجنس المؤذي يقتل وإن لم يؤذ، وتقتل أولاده وإن لم يبلغ الأذى. والحاصل أنه لم يعاتبه إنكارا لما فعل بل جوابا له وإيضاحا لحكمة شمولِ الإهلاك لجميع أهل تلك القرية، فضرب له المثل بذلك أي إذا اختلط من يستحق

---

(١٤) شرح الكرماني: ١٣/٢٨

(١٥) شرح الكرماني: ١٣/٢٨

(١٦) شرح الكرماني: ١٣/٢٨

(١٧) عمدة القاري: ١٤/٣٧٢

الإهلاك بغيره وتعين إهلاك الجميع طريقاً إلى إهلاك المستحق جاز إهلاك الجميع"(۱۸).

یعنی اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ مذکورہ نبی ایک ایسی بستی سے گزرے جس میں رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا تھا۔ وہ یہاں تعجب سے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے لگے کہ اس بستی میں بچے، چوپائے اور ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے ارتکاب گناہ نہیں کیا، پھر وہ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے، حدیث باب میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، وہ یہیں پیش آیا کہ انہوں نے ایک چیونٹی کے کاٹنے پر قصاصاً چیونٹیوں کے بل کو نذر آتش کر کے، سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ ایک تکوینی واقعہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعے انہیں متنبہ کیا کہ جو جنس بالطبع موذی ہو، اگر چہ وہ (بالفعل) ایذا نہ دے اس کا قتل جائز ہے اور اس کے بچوں کا قتل بھی جائز ہے، اگر چہ ان میں ایذا رسانی کی صلاحیت پیدا نہ ہوئی ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نبی کے فعل پر اس وجہ سے عتاب نہیں ہوا کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے تھا بلکہ اس عتاب سے ان کے سوال کا جواب دیا گیا اور جس ہلاکت نے بستی والوں کا احاطہ کیا، اس کی حکمت واضح کرنا مقصود تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بطورِ تمثیل پیش کیا کہ جب مستحقِ ہلاکت اور غیر مستحق ہلاکت باہم ایک ساتھ ہوں اور یہ طے ہو جائے کہ مستحق ہلاکت کو برباد کرنے کے لئے سب کو ہلاک کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تو ایسی صورت میں سب کو ہلاک کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

۱۵۱ - باب : حَرْقِ الدُّورِ وَالنَّخِيلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت گھروں اور کھجوروں کے درخت جلا دینا جائز ہے(۱)۔

حرق: حاء کے زبر اور راء کے سکون کے ساتھ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کے سب نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ضبط کیا گیا ہے، لیکن یہ ضبط محلِ نظر ہے کیونکہ اس مادہ کا مصدر ''حرق'' نہیں آتا چونکہ

(۱۸) إرشاد الساري: ٦/٤٩٤

(۱) عمدة القاري: ١٤/٤٧٢

یہ رباعی ہے اس لئے اس کا مصدر تحریق یا اِحراق آئے گا۔ ممکن ہے یہ لفظ اصل میں راء کی تشدید کے ساتھ ماضی کا صیغہ تھا اور اس صورت میں حدیث باب کے مطابق بھی بنتا ہے۔ اس صورت میں "حرّق" کا فاعل محذوف ہوگا، "دور" اور "نخیل" مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوں گے اور تقدیر عبارت ہوگی: حرّق النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بفعله أو بإذنه(۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مذکورہ ضبط کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا محلِ نظر کہنا بجائے خود محلِ نظر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ تصریح نہیں کی یہ لفظ اس طرح نُسّاخ نے ضبط کیا ہے یا مشائخ فن نے؟ اگر نساخ نے ضبط کیا ہے تو ان کے ضبط کا کوئی اعتبار نہیں، اگر مشائخ فن نے ضبط کیا ہے تو پھر یہ ضبط درست ہے کہ حرق اس صورت میں "اِحراق" سے اسمِ مصدر ہوگا نہ کہ مصدر(۳)۔ دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب نے تحریق کو رباعی کہا ہے حالانکہ فن صرف کی اصطلاح میں رباعی کا اطلاق ایسے لفظ پر ہوتا ہے جس کے چار حروف اصلی ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ تحریق ثلاثی مزید فیہ ہے(۴)۔

۲۸۵۷ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ : حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حازِمٍ قالَ : قالَ لِي جَرِيرٌ : قالَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الخَلَصَةِ) . وَكانَ بَيْتًا في خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ اليَمَانِيَةِ ، قالَ : فَٱنْطَلَقْتُ في خَمْسِينَ وَمِائَةِ فارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، قالَ : وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ

(۲) فتح الباري: ۱۹۰/٦

(۳) عمدة القاري: ٤٧٢/١٤

(٤) عمدة القاري: ٤٧٢/١٤

(۲۸۵۷) أخرجه البخاري أيضا(۱/۲۷٦) في الجهاد باب من لايثبت على الخيل (رقم ۳۰۳٦)، و(۱/٤٣٢) باب البشارة في الفتوح (رقم ۳۰۷٦) و(۱/٥٣٩) في مناقب الأنصار، باب ذكر جرير بن عبدالله البجلي رضي الله عنه (رقم ۳۸۲۳) و(۲/٦٦٤) في المغازي باب غزوة ذي الخلصة (رقم ٤٣٥٥-٤٣٥٦-٤٣٥٧)، و(۲/۸۹۸) في الأدب، باب التبسم والضحك (رقم ٦٠٨٩)، وفي الدعوات، باب قول الله تبارك وتعالى ﴿وصل عليهم﴾ ومن خص بالدعاء دون نفسه (رقم ٦٣٣٣)، وعند مسلم في صحيحه (۲/۲۹۷) في فضائل الصحابة، باب من فضائل جرير بن عبدالله رضي الله عنه (رقم ٦٣٦٣)، وعند أبي داود(۲/۲٦) في الجهاد، باب في بعثة البشراء (رقم ۲۷۷۲)

أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ : (اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا) . فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يُخْبِرُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ ، ما جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ ، أَوْ أَجْرَبُ . قالَ : فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ . [٢٨٧١ ، ٢٩١١ ، ٣٦١١ ، ٤٠٩٧–٤٠٩٩ ، ٥٧٣٩ ، ٥٩٧٤]

تراجم رجال

۱-مسدد

یہ مسدد بن مسرهد بن مسربل اسدی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه کے تحت گزر چکے ہیں(٦)۔

۲-یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید فروخ القطان تمیمی ہیں۔ان کے حالات بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکے ہیں(٧)۔

۳-اسماعیل

یہ اسماعیل بن أبی خالد احمسی بجلی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت گزر چکے ہیں(٨)۔

۴-قیس بن ابی حازم

یہ مشہور تابعی قیس بن ابی حازم احمسی بجلی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی الله تعالی علیه وسلم الدین النصیحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم کے تحت گزر

---

(٦) کشف الباري: ٢/٢

(٧) کشف الباري: ٢/٢

(٨) کشف الباري: ١/٦٧٩

چکے ہیں (۹)۔

۵- جریر

یہ حضرت جریر بن عبداللہ احمسی بجلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکے ہیں (۱۰)۔

یہ روایت آگے کتاب الجہاد ہی میں باب البشارة فی الفتوح کے تحت اور کتاب المغازی میں تفصیل کے ساتھ آرہی ہے (۱۱)۔ اس روایت میں ذوالخلصۃ کا ذکر ہے۔ جو قبیلہ دوس اور خثعم کا بت تھا اور اس کو کعبۂ یمانیہ کہتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منہدم کرنے کے لئے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، جنہوں نے اس کو مسمار کر دیا اور جلا ڈالا۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

روایت میں ہے: "فانطلق إليها فكسّرها وحرّقها" ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

۲۸۵۸ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : حَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ . [ر : ۲۲۰۱]

تراجم رجال

۱- محمد بن کثیر

یہ محمد کثیر عبدی بصری ہیں۔ ان کے حالات کتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى مايكره کے تحت گزر چکے ہیں (۱۳)۔

---

(۹) كشف الباري: ۲/۷٦۱

(۱۰) كشف الباري ۲/۷٦٤

(۱۱) كشف الباري، كتاب المغازي، باب غزوة ذي الخلصة، ص: ۵۷٤-۵۷۷

(۲۸۵۸) مر تخريجه في كتاب الحرث والمزارعة، باب قطع الشجرة والنخل (۲۳۲٦)

(۱۳) كشف الباري: ۳/۵۳٦

۲-سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ الکوفی ہیں۔ان کے حالات کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا...... کے تحت گزر چکے ہیں (۱۴)۔

۳-موسیٰ بن عقبہ

یہ موسیٰ بن عقبہ اسدی مدنی ہیں۔ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۱۵)۔

۴-ابن عمر رضی اللہ عنہما

ان کے حالات کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بُني الإسلام علی خمس کے تحت گزر چکے ہیں (۱۶)۔

حرّق النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نخلَ بني النضیر

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درخت جلادیئے۔

دشمن کے مکانات اور درختوں کی تحریق کا مسئلہ

علامہ خرقی نے فرمایا کہ دشمن کے درختوں اور کھیتوں کی تحریق جائز نہیں، تاہم اگر دشمن مسلمانوں کی زمین میں ان کی تحریق کرتے ہوں تو بطور تنبیہ ان کی زمین میں ایسا کرنا جائز ہے، تاکہ آئندہ دشمن تحریق سے باز رہے (۱۷)۔

موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کھیتوں اور درختوں کی مختلف قسمیں ذکر کرکے ہر قسم کا حکم بیان کیا

---

(۱٤) کشف الباري: ۳/۱۰۲

(۱٥) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: کتاب العلم، باب العلم والفتیا في المسجد

(۱٦) کشف الباري: ۱/۶۳۷

(۱۷) المغني لابن قدامة: ۱۰/۵۰۱ (۷۵۸٤)، وأوجز المسالك: ۹/۸، کتاب الجهاد، دار القلم

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ درخت اور کھیت کی تین قسمیں ہیں:

❶ دشمن کے قلعوں کے اردگرد وہ درخت اور کھیت جو اُن کے قتل میں رکاوٹ بنتے ہوں یا دشمن درختوں کی اوٹ میں مسلمانوں سے چھپ جاتے ہوں یا راستوں کو کشادہ کرنے کے لئے درختوں کو کاٹنے کی ضرورت ہو، یا دشمن مسلمانوں کے درختوں اور کھیتوں کو تباہ کر دیا کرتے ہوں تو ان تمام صورتوں میں بلا اختلافِ فقہاء، دشمن کے درختوں اور کھیتوں کو تلف کرنا جائز ہے۔

❷ اگر درخت اور کھیت کی بقاء میں مسلمانوں کا فائدہ اور تلف کرنے میں نقصان ہو، فائدہ کا مطلب یہ ہے کہ دشمن پر غلبہ پانے کے بعد مسلمان ان کے درختوں کی چھاؤں سے لطف اندوز ہوں گے اور ان کے مویشیوں کو چارہ فراہم ہوگا تو اس صورت میں درختوں اور کھیتوں کو تلف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اہل اسلام اور دشمنوں کے درمیان دورانِ جنگ ان چیزوں کو نقصان پہنچانے کا رواج نہ ہو تو اس صورت میں بھی درخت اور کھیت کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، ظاہر ہے ردعمل کے طور پر دشمن بھی مسلمانوں کے علاقے پر حملہ آور ہونے کے بعد ان کے درخت اور کھیت کو نقصان پہنچائیں گے۔

❸ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ درخت اور کھیت کو تلف کرنے میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ ہو، نہ ہی نقصان، مقصد محض دشمن کو دھوکہ دینا اور نقصان سے دوچار کرنا ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے (۱۸)۔

جمہور فقہاء کا مسلک اور ان کا استدلال

جمہور فقہاء امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحاق، ثوری اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دشمن کے درختوں، کھیتوں اور مکانات کی تحریق جائز ہے (۱۹)۔

ان کا استدلال احادیث باب سے ہے، پہلی روایت میں ہے کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصۃ کو مسمار کر کے جلا ڈالا۔ دوسری روایت میں تصریح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درخت جلا دیئے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے جمہور کہتے

---

(۱۸) المغني لابن قدامة: ۱۰/۵۰۱، ۵۰۲، (۷۵۸٤)، وأوجز المسالك: ۹/۸۰، ۸۱

(۱۹) الأم للامام الشافعي: ۷/۳۵٦، والمغني: ۱۰/۵۰۲، وشرح ابن بطال: ۵/۱۸۱

ہیں کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دشمن کی قوت وشوکت ختم کرنے اور ان پر غلبہ پانے کے لئے مسلمانوں کو ان کے درخت کاٹنا، پانی کا کھارا بنا دینا، چاروں اطراف سے ان کو محصور کرنا اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہے، جس سے ان کی کمر ٹوٹ جائے (۲۰)۔

امام اوزاعی، لیث بن سعد اور ابوثور کا مسلک اور ان کا استدلال

امام اوزاعی، لیث بن سعد اور ابوثور رحمہم اللہ کے نزدیک دشمن کے درختوں اور مکانات کی تحریق وتخریب مکروہ ہے (۲۱)۔ ان کا استدلال مؤطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید کی روایت سے ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف جو مختلف لشکر روانہ کئے، ان میں سے یزید بن أبی سفیان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر آپؓ نے یہ وصیت کی "ولا تقطعن شجرا مثمرا ولا تخربن عامرا" (۲۲) یعنی ثمر بار درخت کو قطعاً نہ کاٹنا اور آبادی کو کبھی ویران نہ کرنا۔

امام اوزاعی وغیرہ کے استدلال کے جوابات

❶ علامہ طبری رحمہ اللہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے أصالتاً اور قصداً تحریق سے منع کیا تھا۔ اگر دورانِ جنگ دشمن کو مغلوب اور زیر کرنے کے لئے اتفاقاً تحریق ناگزیر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں (۲۳)۔

❷ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ بلادِ شام پر مسلمانوں کو فتح ہوگی اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے مفاد کے پیش نظر،

---

(۲۰) عمده القاري: ۱٤/۳۷۵

(۲۱) المغني لابن قدامة: ۱۰/۲،۵، وشرح ابن بطال: ۵/۱۸۱، وفتح الباري: ٦/۱۹۱، وعمدة القاري: ۱٤/۳۷۵

(۲۲) موطأ الإمام مالك رحمه الله، ص: ٤٦٥، ٤٦٦، كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغرو، نیز دیکھئے المغني لابن قدامة ۱۰/۵۰۲، وفتح الباري: ٦/۱۹۱، وعمدة القاري: ۱٤/۳۷٤

(۲۳) شرح ابن بطال ۵/۱۸۰، وفتح الباري ٦/۱۹۱، وعمدة القاري: ۱٤/۳۷٤، ۳۷۵

یزید بن ابی سفیان کو تحریق اور قطعِ اشجار سے منع کیا تھا (۲۴)۔ مطلب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس پیش گوئی پر یقین تھا کہ شام پر لشکر اسلام غلبہ پائے گا اور وہاں کے درخت اور کھیت وغیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے۔ لہٰذا اگر درختوں کو جلایا اور کاٹا گیا تو مستقبل میں مسلمانوں ہی کا نقصان ہوگا، اس لئے انہوں نے تخریب اور تحریق سے منع فرمایا۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث باب میں بنونضیر کے باغات کی تحریق کا ذکر ہے۔ ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مطابقت واضح ہے۔

۱۵۲ - باب : قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سوئے ہوئے مشرک کا قتل جائز ہے۔

۲۸۵۹/۲۸۶۰ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ ، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ ، قَالَ : فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ ، قَالَ : وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ ، فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ ، فَخَرَجْتُ فِيمَنْ خَرَجَ ، أُرِيهِمْ أَنَّنِي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ ، فَوَجَدُوا الْحِمَارَ فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ .

وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا ، فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيحَ فِي كُوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا ، فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيحَ ، فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ ، ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ، فَأَجَابَنِي ، فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ ، فَخَرَجْتُ ثُمَّ جِئْتُ ، ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّي مُغِيثٌ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ،

---

(۲٤) الأم للإمام الشافعي رحمه الله: ۳۵۷/۷

(۲۸۵۹/۲۸٦۰) أخرجه البخاري أيضا في الجهاد متصلا بعد هذا الحديث (رقم ۳۰۲۳)، وفي المغازي، باب قتل أبي رافع عبدالله بن أبي حقيق، (رقم ٤۰۳۸-٤۰٤۰)، وقد تفرّد به البخاري رحمه الله.

وَغَيَّرْتُ صَوْتِي ، فَقَالَ : ما لَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ ، قُلْتُ : ما شَأْنُكَ ؟ قالَ : لَا أَدْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي ، قالَ : فَوَضَعْتُ سَيْفِي فِي بَطْنِهِ ، ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ ، فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ ، فَوُثِئَتْ رِجْلِي ، فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ : ما أَنَا بِبَارِحٍ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِي رَافِعٍ تَاجِرِ أَهْلِ الْحِجَازِ ، قالَ : فَقُمْتُ وَما بِي قَلَبَةٌ ، حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ.

تراجم رجال

۱-علی بن مسلم

یہ یحییٰ بن مسلم بن سعید ابوالحسن الطّوسی رحمہ اللہ ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۲)۔

۲-یحییٰ بن زکریا

یہ ابوزائدہ یحییٰ بن زکریا کوفی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۳)۔

۳-أبی

اس سے یحییٰ کے والد زکریا بن ابی زائدہ مراد ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۴)۔

۴-ابواسحاق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید سَبیعی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۵)۔

---

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: کتاب الحج، باب ذات عرق لأهل العراق

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے: کتاب الوصایا، باب قول الله عزوجل: ﴿یا أیها الذین آمنوا شهادة بینکم إذا حضر أحدکم الموت﴾.

(٤) کشف الباري: ٢/٦٧٣

(٥) کشف الباري: ٢/٣٧٠

۵- براء بن عازب رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب بن الحارث حارثی دوسی ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے(٦)۔

کتاب المغازی میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ آرہی ہے، اس میں ابورافع عبداللہ بن ابی حقیق کے قتل کا بیان ہے۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ابورافع کے گھر میں گھس کر، رات کے اندھیرے میں اسے بستر پر سوتے ہوئے قتل کر دیا تھا۔ قتل کا یہ منصوبہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے بنایا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی واقعہ سے حالتِ نوم میں قتلِ مشرک کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

(٢٨٦٠) : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : بَعَثَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيلاً ، فَقَتَلَهُ وَهُوَ نَائِمٌ . [٣٨١٢ - ٣٨١٤]

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان جعفی بخاری ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت پہلے گزر چکا ہے(٨)۔

۲- یحییٰ بن آدم

یہ یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی ہیں۔ ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(٩)۔

---

(٦) كشف الباري: ٣٧٥/٢

(٢٨٦٠) مرّ تخريجه في الحديث السابق

(٨) كشف الباري: ٦٥٧/١

(٩) ان کے تذکرہ کے لئے دیکھئے: کتاب الغسل، باب الغسل بالصائغ ونحوه

بقیہ رجالِ سند کا تذکرہ باب کی پہلی روایت کے تحت آ گیا ہے۔

بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رهطا من الأنصار إلى أبي رافع فدخل عليه عبدالله بن عتيك بيته ليلا فقتله وهو نائم

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند انصاری صحابہ کو ابورافع کے پاس بھیجا، چنانچہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کو اس کے گھر میں گھس گئے اور سوتے ہوئے اس کو قتل کر دیا۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عتیک نے ابورافع کو سوتے میں قتل کیا۔

بیتہ : باء کے فتحہ اور یا کے سکون کے ساتھ، اس کے معنی ہیں گھر، منزل۔ مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کو ابورافع کے گھر میں گھسے۔ حموی اور مستملی کی روایت میں یہ یا کی تشدید کے ساتھ "بَيَّتَهُ" ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ "تبییت" سے ہوگا، تبییت کے معنی رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنے کے ہیں (۱۰)۔ مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتیک نے رات کے وقت ابورافع کو قتل کیا۔

باب کی دونوں روایات میں ابورافع کے قتل کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی روایت طویل اور دوسری مختصر ذکر کی ہے، پہلی روایت علی بن مسلم کے طریق سے ذکر کی اور دوسری عبداللہ بن محمد کے طریق سے۔ دونوں میں فرق ہے کہ پہلی روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے شیخ یحییٰ بن زکریا کے درمیان علی بن مسلم کا صرف ایک واسطہ ہے، اور دوسری میں عبداللہ بن محمد اور یحییٰ بن آدم کے دو واسطے ہیں۔

حدیث سے مستنبط فوائد

شراح حدیث نے اس روایت سے مختلف فوائد مستنبط کئے ہیں:

❶ مشرکین کی جاسوسی کرنا اور ان کی غفلت سے فائدہ اٹھانا اور اذیت دینے والوں پر بے خبری میں حملہ کرنا جائز ہے (۱۱)۔

❷ ابورافع رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور دوسروں کو بھی اس پر ابھارتا تھا، اسی

---

(۱۰) إرشاد الساري: ٦/٤٩٨، وعمدة القاري: ١٤/٣٧٩

(۱۱) شرح ابن بطال: ٥/١٨٣، وفتح الباري: ٦/١٩٢، وعمدة القاري: ١٤/٣٧٨

بناء پراس کو قتل کر دیا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسے مشرک کو اسلام کی دعوت پہلے سے پہنچ چکی ہو تو اسے دوبارہ دعوت دینے سے قبل قتل کر دینا جائز ہے۔تاہم سوتے میں مشرک کا قتل اس وقت جائز ہے کہ جب وحی یا قرائن وآثار سے یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے کفر پر سختی سے جما اور اڑا ہوا ہے اور اس کے مسلمان ہونے کی امید ہی باقی نہیں رہی ہے (۱۲)۔

۳ تیسری بات اس روایت سے یہ معلوم ہوئی کہ جنگ میں شدّت اختیار کرنا، دشمن کے انبوہِ کثیر سے تعارض کرنا اور فی سبیل اللہ اپنی جان کو ہلاکت کے منہ میں ڈالنا جائز ہے (۱۳)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهي ظاهرة فيما ترْجَم له؛ لأن الصحابيَّ طلب قتل أبي رافع وهو نائم، وإنما ناداه ليتحقّق أنه هو؛ لئلا يقتل غيره ممن لاغرض له إذ ذاك في قتله وبعد أن أجابه كان في حكم النائم؛ لأنه حينئذ استمرّ على خيال نومه، بدليل أنه بعد أن ضربه لم يفرّ من مكانه، ولا تحوّل من مضجعه حتى عاد إليه فقتله"(١٤).

یعنی ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت ظاہر ہے، اس لئے کہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع کو سوتے میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ابورافع کو انہوں نے آواز اس لئے دی تھی تا کہ یقین ہو جائے کہ یہ ابورافع ہی ہے، اس کی جگہ کوئی اور شخص قتل نہ ہو جائے جس کے قتل سے اس وقت ان کو کوئی غرض نہیں تھی۔عبداللہ بن عتیک کی آواز کا جواب دینے کے بعد ابورافع نائم کے حکم میں تھا۔اس وقت وہ دوبارہ پکی نیند میں چلا گیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عتیک کی تلوار کی پہلی ضرب کھانے کے بعد ابورافع نہ تو اپنی جگہ سے بھاگا اور نہ ہی اپنے بستر سے ادھر ادھر ہلا، یہاں تک کہ ابن عتیک نے دوبارہ آکر اس کو قتل کر دیا۔

---

(١٢) فتح الباري: ١٩٢/٦

(١٣) شرح ابن بطال: ١٨٣/٥

(١٤) فتح الباري: ١٩٢/٦

١٥٣ - باب : لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دشمن سے مقابلہ کی خواہش اور تمنا کرنا جائز نہیں (۱)۔

٢٨٦٢/٢٨٦١ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا عاصِمُ بْنُ يُوسُفَ الْيَرْبُوعِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ ، مولى عمر بن عُبَيْدِ اللّٰهِ كنتُ كَاتِبًا لَهُ ، قالَ : كَتَبَ إِليهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى ، حِينَ خَرَجَ إِلَى الحَرُورِيَّةِ ، فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ ، انْتَظَرَ حَتَّى مالَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ قامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ : (أَيُّهَا النَّاسُ ، لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ . ثُمَّ قالَ : اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهازِمَ الْأَحْزَابِ ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ) .

تراجم رجال

۱- یوسف بن موسیٰ

یہ ابو یعقوب بن موسیٰ بن عیسیٰ المروزی ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۳)۔

۲- عاصم بن یوسف الیربوعی

یہ ابو عمرو عاصم بن یوسف الیربوعی ہیں (۴)، انہوں نے درج ذیل محدثین سے روایت حدیث کی ہے۔

---

(١) عمدة القاري: ٢٧٩/١٤

(٢٨٦١) قد مر تخريجه في الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف (رقم ٢٨١٨)

(٣) دیکھئے: كتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسلٌ من النساء والصبيان وغيرهم.

(٤) الثقات لابن حبان: ٥٠٨/٨

ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری، اسرائیل بن یونس، حسن بن عیاش، حماد بن شعیب الحمانی، ابوالاحوص سلام بن سلیم اور فضیل بن عیاض رحمہم اللہ۔

ان سے روایت کرنے والے تلامذہ میں ابوشیبہ ابراہیم بن أبی بکر بن أبی شیبہ، ابراہیم بن القعقاع، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، ابوعمرو احمد بن حازم، أبوبکر أحمد بن أبی خیثمہ، ابوبکر احمد بن محمد البغدادی، احمد بن منصور اور احمد بن یوسف السلمی جیسے اعلام حدیث شامل ہیں (۵)۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ امام نسائی اور امام ترمذیؒ نے بھی ان سے روایات لی ہیں (۶)۔

تمام ائمۂ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے (۷)۔ ۲۲۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا (۸)۔

۴-ابواسحاق الفزاری

یہ ابراہیم بن محمد الفزاری ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۹)۔

۵-موسیٰ بن عقبہ

یہ موسیٰ بن عقبہ الاسدی المدنی ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۱۰)۔

۶-سالم ابوالنضر

یہ ابوالنضر سالم بن امیہ المدنی القرشی التیمی ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۱۱)۔

---

(۵) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے: تهذيب الكمال: ۱۳/۵٤۹

(٦) تهذيب الكمال: ۱۳/٥٥٠

(۷) الثقات لابن حبان: ۸/۵۰۸، والجرح والتعديل (رقم الترجمة ۱۹٤۰)، وتهذيب التهذيب: ٥/٦٠

(۸) تهذيب التهذيب لابن حجر: ٥/٦٠

(۹) دیکھئے كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة

(۱۰) دیکھئے كتاب الوضوء، باب اسباغ الوضوء

(۱۱) دیکھئے كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين.

۷-عبداللہ بن ابی اُوفی رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی ہیں، ان کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے (۱۲)۔

كنت كاتبا له

لہ کی ضمیر کا مرجع عمر بن عبداللہ ہیں۔سالم ابوالنضر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں عمر بن عبداللہ کا کاتب تھا۔

یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الجنة تحت بارقة السيوف کے تحت نقل کی ہے، وہاں علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے فرمایا کہ "ہ" ضمیر عبداللہ بن ابی اوفی کی طرف راجع ہے۔علامہ قسطلانی نے یہاں فرمایا کہ ترجمۃ الباب کی اس روایت سے ان دونوں حضرات کے قول کی تغلیط ہورہی ہے۔کیونکہ یہاں سالم نے خود تصریح کردی کہ وہ عمر بن عبداللہ کے کاتب تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ "لہ" کی ضمیر کا مرجع عبداللہ بن ابی اوفی ہیں، درست نہیں (۱۳)۔

أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعض أيامه.........

سالم ابوالنضر کہتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ کے پاس جب وہ خارجیوں سے جنگ کرنے نکلے، عبداللہ بن ابی اُوفی کی طرف سے جو خط آیا، وہ میں نے پڑھا تھا، اس میں لکھا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن سے جنگ کے ایام میں زوالِ آفتاب کا انتظار فرمایا۔

سورج کے زوال کے بعد ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، بدن میں نشاط پیدا ہوتا ہے۔اس لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کا آغاز کرنے کے لئے زوال آفتاب کا انتظار کیا (۱۴)۔شراح نے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں، باب كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا لم يقاتل أوّل النهار أخرّ القتال حتى تزول الشمس کے تحت ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

---

(۱۲) كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين

(۱۳) إرشاد الساري: ٦/٥٠٠

(۱٤) فتح الباري: ٦/١٤٩، باب كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا لم يقاتل أوّل النهار أخر القتال حتى تزول الشمس.

ثم قام في الناس فقال: لا تمنوا لقاء العدوّ وسلو الله العافية

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا أیھا الناس! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن وعافیت کی دعا کرو۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی آرزو کرنا جہاد ہے اور ظاہر ہے کہ جہاد طاعت ہے تو پھر آپ نے طاعت کی آرزو کرنے سے منع کیوں فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کو اپنا انجام معلوم نہیں ہوتا، اس امکان کو یقیناً مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جم کر لڑنے اور سرخرو ہونے کا عزم لے کر دشمن سے مقابلہ کے لئے نکلے، لیکن عین وقت پر اس کو اپنے عزائم اور ارادوں کو پورا کرنے کا موقع نہ ملے۔ موانع وشدائد کا رفع ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا اس کے اختیار میں نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے اعضاء وجوارح، اپنے ارادوں اور عزائم پر اس کا کوئی تصرف نہیں۔ واقعہ مشہور ہے کہ غزوہ خیبر میں ایک آدمی زخموں سے لہولہان تھا، زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کر لی (۱۵)۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے انجام سے بے خبر رہتا ہے، وہ نہیں جانتا کہ شدائد اور مصیبتوں میں وہ کتنا صبر کر سکتا ہے، وہ نہیں جانتا کہ قتال میں ثابت قدم رہ سکے گا یا بھاگ جائے گا؟ خدا کی رضا کے لئے لڑے گا یا ریا وسُمعہ کے لئے؟ قتال میں احکام شریعت پر عمل کا التزام کر سکے گا یا نہیں؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے میں عُجب کا شائبہ ہے، اس سے گویا اپنے نفس وقوت پر اعتماد وتوکل اور دشمن کو کمزور سمجھنے کا تاثر ملتا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن سے مقابلے کی آرزو کرنے سے منع کیا اور عافیت وسلامتی کی دعا کرنے کی تلقین فرمائی (۱۶)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا: لأن أعافي فأشكر أحب إليّ من أن أبتلي فأصبر (۱۷)، "عافیت میں رہ کر اس پر شکر ادا کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر اس پر صبر کروں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا: "لا تدع أحدا إلى المبارزة ومن دعاك إليها فاخرج إليه لأنه باغ، والله

(۱۵) إرشاد الساري: ۶/۴۹۹

(۱۶) فتح الباري: ۶/۱۹۳، إرشاد الساري: ۶/۴۹۹، وتكملة فتح الملهم: ۳/۳۴

(۱۷) شرح ابن بطال: ۵/۱۸۵، فتح الباري: ۶/۱۹۳، إرشاد الساري: ۶/۴۹۹، وعمدة القاري: ۱۴/۲۸۰

قد ضمن نصر من بُغي عليه"(۱۸)۔ یعنی "کسی کو دعوت مبارزت نہ دو، البتہ اگر تمہیں کوئی مبارزت کی دعوت دے تو اس سے لڑو، کیونکہ وہ باغی ہے اور اللہ تعالیٰ نے باغیوں سے لڑنے والے کی نصرت کی ضمانت دی ہے"۔

دشمن کو دعوتِ مبارزت دینے کا حکم

حسن بصری رحمہ اللہ نے حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کو دعوتِ مبارزت دینا مکروہ ہے(۱۹)۔

امام ثوری، اوزاعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کی رائے بھی یہی ہے(۲۰)۔

علامہ ابن منذر نے فرمایا کہ دشمن کو امیر کی اجازت سے دعوتِ مبارزت دینا جائز ہے۔ اس پر انہوں نے اجماع نقل کیا ہے(۲۱)۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک دعوتِ مبارزت جائز ہے اور اس میں امیر کی اجازت ضروری نہیں(۲۲)۔

امام مالک رحمہ اللہ سے ایسے مجاہد کے بارے میں رائے پوچھی گئی جو صف کے بیچ سے "من یبارز" کا نعرہ بلند کر کے دشمن کو دعوتِ مبارزت دے کہ کون مجھ سے مقابلہ کرے گا؟ تو امام نے جواب دیا:

"ذلك إلى نيته، إن كان يريد بذلك وجه الله تعالىٰ فأرجو أن لايكون به بأس، قد كان فعل ذلك من مضى"(۲۳).

مطلب یہ ہے کہ مجاہد کی نیت پر موقوف ہے اگر دعوت مبارزت سے اس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو تو مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسلاف نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

---

(۱۸) شرح ابن بطال: ۱۷۵/۵، إرشاد الساري: ٤٩٩/٦، وعمدة القاري: ۳۸۰/۱٤

(۱۹) فتح الباري: ۱۹۳/٦

(۲۰) شرح ابن بطال: ۱۸۵/۵، وعمدة القاري: ۳۸۰/۱٤

(۲۱) شرح ابن بطال: ۱۸۵/۵، وعمدة القاري: ۳۸۰/۱٤

(۲۲) شرح ابن بطال: ۱۸۵/۵، وعمدة القاري: ۳۸۰/۱٤

(۲۳) شرح ابن بطال: ۱۸۵/۵، وعمدة القاري: ۳۸۰/۱٤

چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ براء بن مالک نے مرزبان کو دعوت مبارزت دی اور اسے قتل کر دیا (۲۴)۔

اسی طرح ابوقتادہ کہتے ہیں کہ حنین کے دن میں نے ایک آدمی کو مقابلہ کی دعوت دے کر قتل کر دیا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مال ومتاع مجھے عنایت فرمایا (۲۵)۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ کی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ انہوں نے دعوتِ مبارزت کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لی تھی (۲۶)۔

فإذا لقيتموهم فاصبروا

جب دشمن سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو پھر صبر وثبات سے کام لو۔

مطلب یہ ہے کہ پہلے تو مقابلہ کی آرزو نہ کرو، لیکن جب مقابلہ کی نوبت آجائے تو پھر خم ٹھونک کر جواں مردی سے لڑو۔ اس جملہ کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

أن الجنة تحت ظلال السيوف

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ تلواروں کے زیرِ سایہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

ثم قال: اللهم منزل الكتاب، ومجري السحاب وهازم الأحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم.

پھر آپ نے فرمایا: اے قرآن کے نازل کرنے والے، بادلوں کو ہانکنے والے اور کفار کے لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دیجئے اور ان کے مقابلہ میں ہماری نصرت ومدد کیجئے۔

---

(۲٤) شرح ابن بطال: ١٨٦/٥، وعمدة القاري: ٣٨٠/١٤، نیز دیکھئے: الإصابة في تمييز الصحابة: ١٤٤/١

(۲٥) شرح ابن بطال: ١٨٦/٥، وعمدة القاري: ٣٨٠/١٤

(۲٦) شرح ابن بطال: ١٨٦/٥

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس دعا میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرتِ الٰہی کی مختلف صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ "کتاب" سے قرآن مجید کی آیت ﴿قاتلوهم يعذبهم الله بأيديكم﴾ کی طرف اشارہ ہے، "مجري السحاب" سے بادلوں کی تسخیر میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ ظاہرہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ہواؤں کو اپنی مشیت سے حرکت دیتا ہے، لیکن ہوا کے تیز و تند جھکڑ چلنے کے باوجود بادل کبھی اپنی جگہ بے حرکت رہتے ہیں، کبھی بارش کا پانی برسایا اور کبھی نہیں، سو بادل کی حرکت سے جہاد کے دوران مجاہدین کی حرکت میں اعانت کی طرف اشارہ ہے۔ اپنی جگہ رُکے ہوئے بادلوں سے اہل اسلام کی طرف کفار کے بڑھتے ہاتھ کو روکنے کی طرف اشارہ ہے، انزال مطر سے مالِ غنیمت کے حصول کی طرف ہے۔ ھازم الاحزاب سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعا میں سابقہ نعمتوں کا بھی حوالہ دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل توکل کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ ہر کام کو انجام دینے والی وہی یکتا ذات ہے۔ پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس دعا میں متنبہ کیا گیا ہے کہ تین بڑی نعمتیں مسلمانوں کو ملیں گی:

1. اِنزال کتاب سے اخروی نعمت حاصل ہوئی، اس سے مراد اسلام ہے۔
2. اجراء سحاب سے دنیوی نعمت حاصل ہوئی، اس سے مراد رزق ہے۔
3. ہزیمۃ الاحزاب سے مذکورہ دونوں نعمتوں کے تحفظ کی نعمت حاصل ہونے کی طرف اشارہ ہے (۲۷)۔

(٢٨٦٢) : وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ : كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ ، فَأَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ) . [ر : ٢٦٦٣]

یہ تعلیق نہیں، بلکہ سند سابق پر معطوف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت ان کے پاس ایک ہی سند کے ساتھ طویل اور مختصر دونوں طرح مروی ہے (۲۸)۔

ابوذر کے نسخہ میں طویل و مختصر دونوں روایات مذکور ہیں، بعض حضرات نے صرف مختصر روایت نقل

(٢٧) فتح الباري: ٦/١٩٣

(٢٨) فتح الباري: ٦/١٩٤، إرشاد الساري: ٦/٥٠٠

کی ہے(۲۹)۔

۲۸۶۳ : وَقَالَ أَبُو عَامِرٍ : حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا) .

تراجم رجال

۱-ابوعامر

یہ ابوعامر عبدالملک بن عمرو عقدی ہیں(۳۰)، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ شاید یہ عبداللہ بن براد اشعری ہیں، یہ ان کا وہم ہے(۳۱)۔

۲-مغیرہ بن عبدالرحمٰن

یہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن حزامی ہیں، ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۳۲)۔

۳-ابی الزناد

یہ عبداللہ بن ذکوان مدنی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الایمان، باب حب الرسول من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۳۳)۔

۴-اعرج

یہ أبوداود عبدالرحمٰن بن ھرمز مدنی ہیں، ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر

---

(۲۹) فتح الباري: ٦/١٩٤، وإرشاد الساري: ٦/٥٠٠

(۳۰) فتح الباري: ٦/١٩٤، وإرشاد الساري: ٦/٥٠٠، ابوعامر عقدی کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے دیکھئے: کشف الباري: ١/٦٥١

(۳۱) فتح الباري: ٦/١٩٤، وإرشاد الساري: ٦/٥٠٠

(۳۲) دیکھئے کتاب الاستسقاء، باب دعاء النبي صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم : "واجعلها سنين كسني يوسف".

(۳۳) كشف الباري: ٢/١٠

چکا ہے(۳۴)۔

۵-ابو ہریرہ

ان کا تفصیلی تذکرہ کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۳۵)۔

روایت کی تشریح باب کی پہلی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

١٥٤ - باب : الحَرْبُ خَدْعَةٌ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ **جنگ دھوکہ، فریب اور خفیہ تدبیر کا نام ہے**، دشمن کو شکست دینے اور زیر کرنے کے لئے اس طرح کی خفیہ تدبیریں کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)۔

٢٨٦٤/٢٨٦٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (هَلَكَ كِسْرَى ، ثُمَّ لَا يَكُونُ كِسْرَى بَعْدَهُ ، وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُونُ قَيْصَرٌ بَعْدَهُ ، وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ ٱللهِ) . وَسَمَّى الحَرْبَ خُدْعَةً .

(٢٨٦٥) : حدّثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَصْرَمَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَمَّى النَّبِيُّ ﷺ الحَرْبَ خُدْعَةً .

[٢٩٥٢ ، ٣٤٢٢ ، ٦٢٥٥]

٢٨٦٦ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الحَرْبُ خُدْعَةٌ) .

---

(٣٤) كشف الباري: ٢/١١

(٣٥) كشف الباري: ١/٦٥٩

(٢٨٦٤) أخرجه أيضاً (١/٤٣٩) في الخمس، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : أحلت لكم الغنائم، و(١/٥١١) في المناقب، باب علامة النبوة في الإسلام، و(٢/٩٨٠) في الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وعندمسلم في صحيحه (٢/٣٩٦) في الفتن، باب هلاك كسرى وقيصر، (رقم ٢٩١٨) وعندالترمذي (٢/٤٥) في الفتن، باب ماجاء إذا ذهب كسرى فلا كسرى بعده (رقم ٢١٢٧)

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی بخاری مسندی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۲)۔

۲-عبدالرزاق

یہ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی یمانی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب حسن إسلام المرء کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

۳-معمر

یہ معمر بن راشد ازدی بصری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب کتابة العلم کے تحت گزر چکا ہے(۴)۔

۴-ہمام

یہ ہمام بن منبہ بن کامل بن سیج بن ذی کبار الیمانی البصری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب السمر في العلم کے تحت گزر چکا ہے(۵)۔

هلك كسرى، ثم لايكون كسرى بعده، وقيصر ليهلكن ثم لايكون قيصر بعده، ولتقسمن كنوزهما في سبيل الله.

''کسری ہلاک ہوگیا۔پھر اس کے دوسرا کسری نہیں ہوگا اور قیصر ضرور ہلاک ہوگا، اس کے بعد پھر دوسرا

(۲) كشف الباري: ۱/۶۵۷

(۳) كشف الباري: ۳/۴۲۱

(٤) كشف الباري: ٤/۳۲۱

(٥) كشف الباري: ٤/۳۱۷

قیصر نہیں ہوگا''۔

کسری: کاف پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ کسرہ فصیح لغت ہے، یہی رائے ابوحاتم کی بھی ہے۔ کسریٰ فارسی کے تخت نشینوں کا لقب ہے اور خسرو کا معرّب ہے۔ اور قیصر روم کے بادشاہوں کا لقب ہے(٦)۔

اس روایت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روم اور فارس کی ناقابل تسخیر اور مستحکم سلطنتوں کی ہلاکت اور بربادی کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ روم وفارس اس عہد کی سب سے طاقت ور اور مضبوط سلطنتیں تھیں۔ امریکہ جو سپر پاور اسٹیٹ ہے، اور ایک زمانے میں یہ حیثیت روس کو بھی حاصل تھی، اسی طرح روم وفارس بھی اپنے عہد کی سپر پاور حکومتیں تھیں۔ تاریخ نے مشاہدہ کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے کچھ عرصہ بعد سلطنت روم وفارس کو زوال کا ایسا گھن لگ گیا کہ شکست وریخت سے دوچار ہوجانے کے بعد نہ روم میں کوئی قیصر بن کر ابھرا، نہ فارس کے باشندوں نے کسی کسریٰ کی صورت دیکھی۔

تعارضِ روایات اور اس کا حل

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ روایتِ باب کے جملہ "هلك كسرى" میں بصیغۂ ماضی تصریح ہے کہ کسری ہلاک ہوگیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ رہے گا۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں بھی "قد مات كسرى فلا كِسرى بعد"(٧) کے الفاظ وارد ہیں۔ اس میں قد حرفِ تاکید کے ساتھ زمانۂ ماضی میں کسری کی ہلاکت کی خبر دی گئی۔ لیکن جامع ترمذی میں یہی روایت عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة کے طریق سے مروی ہے، اس میں ہے:

"إذا هلك كسرى فلا كسرى بعد، وإذا هلك قيصر فلا قيصر بعد"(٨).

إذا حرف شرط مستقبل کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے اس وقت کسریٰ وقیصر دونوں زندہ تھے

---

(٦) فتح الباري: ٧٧٦/٦، كتاب المناقب، باب علامة النبوة في الإسلام

(٧) صحيح مسلم: ٣٩٦/٢، كتاب الفتن

(٨) جامع الترمذي: ٤٥/٢

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقبل میں ان کی ہلاکت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور تاریخی حقیقت بھی یہی ہے کہ فارس کا آخری کسریٰ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہلاک ہوا تھا۔

علامہ قرطبیؒ دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن روایات میں بصیغۂ ماضی "قد مات كسرى" اور "هلك كسرى" کے الفاظ وارد ہیں، ممکن ہے کہ ایسی روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کی ہلاکت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہوں اور جن روایات میں مستقبل میں ہلاکتِ کسریٰ کی پیشین گوئی دی گئی ہے وہ ہلاکتِ کسریٰ سے قبل سنی ہو(۹)۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی یہ توجیہ ہمارے نزدیک درست نہیں۔ اشکال یہ ہے کہ کسریٰ کی ہلاکت تو آپ کے زمانے میں نہیں ہوئی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، پھر یہ توجیہ کیسے صحیح ہوگی کہ جن روایات میں کسریٰ کے ہلاک ہونے کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے، ممکن ہے وہ روایات راوی نے کسریٰ کے ہلاک ہونے سے پہلے سنی ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی ہے اور یقینی ہونے کی وجہ سے کسریٰ اور اس کی سلطنت کے ہلاک ہونے کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

علامہ قرطبی نے دوسری یہ تطبیق دی ہے کہ لفظ "هلك" اور "مات" میں معناً تغایر ہے۔ چنانچہ روایت باب میں ہلاکت سے مراد کسریٰ کی سلطنت کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں خود کسریٰ کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ گویا دونوں روایات میں پیشین گوئی ہے اور یقینی ہونے کی وجہ سے کسریٰ اور اس کی سلطنت کے ہلاک ہونے کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عرب کی عام عادت ہے کہ جس واقعہ کا پیش آنا مستقبل میں یقینی ہوتا ہے، وہ ماضی کے صیغے میں بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں احوالِ قیامت کو ماضی کے صیغوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ نحل کی آیت ﴿أتى أمر الله فلا تستعجلون﴾ میں پیش آمدہ واقعہ کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دوسری تطبیق اولیٰ ہے اس لئے کہ روایات کا مخرج ایک ہی ہے، اس صورت میں ان کو تعدّد پر محمول کرنا خلاف الاصل قرار پائے گا(۱۰)۔

---

(۹) إرشاد الساري: ٦/٥٠٠، وفتح الباري: ٦/٧٧٧

(۱۰) فتح الباري: ٦/٧٧٧

وقيصر ليهكن

قیصر مبتداء اور علیت وعجمۃ کی وجہ سے غیر منصرف ہے، لیھلکن اس کی خبر ہے۔

بعض نسخوں میں "ولا قیصر" کے الفاظ وارد ہیں۔ اس صورت میں قیصر حرفِ نفی کے بعد واقع ہے اور بوجہ تنکیر علیت کے زائل ہونے کی وجہ سے منصرف ہے (۱۱)۔

لتقسمن كنوزهما في سبيل الله

یعنی قیصر وکسریٰ دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم کردیئے جائیں گے۔

کنوز کنز کی جمع ہے، وہ مال جو زمین میں دفن ہو یا کہیں بھی ذخیرہ کیا گیا ہو، کنز کہلاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ پیشین گوئی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو تسلی دینے کے لئے فرمائی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے تجارتی قافلے عراق وشام جایا کرتے تھے، جب قریش کے اکثر لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں دشمن عراق وشام کی طرف جانے والے تجارتی راستوں کو ان کے اسلام لانے کی پاداش میں بند نہ کردے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تطییبِ قلوب اور تسلی کے لئے فرمایا کہ تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا، روم میں قیصر رہے گا نہ فارس میں کسریٰ، بلکہ ان کے قیمتی اموال اور خزانے مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہوں گے (۱۲)۔

وسمّى الحرب خدعة

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کو مکر وفریب فرمایا۔

خدعہ کا مطلب

خدعہ کے ضبط میں پانچ صورتیں ذکر کی گئی ہیں، اور ہر صورت میں اس کے معنی مختلف ہیں:

❶ خاء کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ، اس کے معنی ہیں لڑائی، دھوکہ، فریب (۱۳)۔

---

(١١) فتح الباري: ٦/٧٧٧

(١٢) عمدة القاري: ١٤/٣٨١، وإرشاد الساري: ٦/٥٠١

(١٣) إرشاد الساري: ٦/٥٠١

❷ خاء کے ضمہ اور دال کے فتح کے ساتھ۔ اس صورت میں یہ "هُمزہ" اور "لُمزہ" کی طرح مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی لڑائی آدمیوں کو بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ لمحہ بھر کی غفلت اور بے پرواہی کے نتیجہ میں انہیں کسی بڑے خطرے سے دوچار کرسکتی ہے۔ لہٰذا جنگ کے دوران کسی بھی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہر لحظہ بیدار اور چوکنا رہنا چاہیے اور دشمن کو حقیر سمجھ کر غافل نہیں رہنا چاہیے (۱۴)۔

❸ خاء اور دال دونوں کے فتحہ کے ساتھ، خادع کی جمع ہے، یعنی دھوکہ دینے والا۔ اس صورت میں الحرب خدعة کا مطلب یہ ہوگا کہ لڑنے والا دھوکہ باز ہوتا ہے (۱۵)۔

❹ خاء کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں حقیقت کو پوشیدہ رکھ کر اس کے خلاف ظاہر کرنا (۱٦)۔

❺ پانچویں اور آخری صورت یہ ہے کہ خدعة خا کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ ہو۔ اور یہی افصح بھی ہے۔ ابوذر ہروی اور قزاز نے اس کے افصح ہونے پر جزم کیا ہے۔ اس صورت میں یہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہے جو مرۃ کے لئے آتا ہے یعنی جنگ میں ایک ہی مرتبہ میں چال چلنے سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ خدعة کے اس ضبط کے بارے میں ثعلب کہتے ہیں: بلغنا أنها لغة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. یعنی ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لغت ہے۔ ثعلب کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے ابوبکر بن طلحہ کہتے ہیں:

> "أراد ثعلب أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يستعمل هذه البنية كثيراً لوجازة لفظها ولكونها تُعطي معنى البنيتين الأخيرتين، ويُعطي معناها أيضا الأمر باستعمال الحيلة مهما أمكن ولو مرة وإلا فقاتل، فكانت مع اختصارها كثيرة المعنى" (۱۷).

ثعلب کا مقصد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اسی صیغہ کو استعمال

(١٤) فتح الباري: ٦/٩٥.

(١٥) فتح الباري: ٦/١٩٥

(١٦) فتح الباري: ٦/١٩٥

(١٧) فتح الباري: ٦/١٩٥؛

فرماتے تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ صیغہ مختصر مگر جامع اور بلاغت آمیز ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باقی دوصیغوں (خُدْعَة اور خُدَعَة) کے معنی بھی دیتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کے معنی اس حکم کو بھی متضمن ہیں کہ جب بھی موقع ملے، چال سے کام لیا جائے اگر چہ ایک بار ہی کیوں نہ ہو، ورنہ لڑو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ صیغہ مختصر ہونے کے ساتھ کثیر المعانی ہے۔

خدعۃ کے آخر میں تائے مدوّرہ وحدت پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو لڑائی میں چال چلنے کی ترغیب دی ہے کہ دشمن کو فریب دو، اگر چہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا آپ نے مسلمانوں کو حزم واحتیاط اور چوکنا رہنے کی تلقین فرمائی ہے کہ دشمن کو کمزور سمجھ کر غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ اگر چہ ان کی طرف سے دھوکہ فریب کا ایک ہی واقعہ پیش آجائے کہ اس سے مسلمانوں کو غیر معمولی نقصان پہنچ سکتا ہے (۱۸)۔

جنگ میں دھوکہ کا حکم

جنگ میں دھوکہ کی کوئی بھی صورت اختیار کرنا جائز ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس پر جمہور کا اتفاق نقل کیا ہے (۱۹)۔

البتہ ایسی صورت اختیار کرنا جائز نہیں، جس سے عہد وپیان کی خلاف ورزی لازم آتی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مختلف بلاد وامصار کی طرف بھیجے گئے اسلامی لشکروں کو لکھا کرتے تھے کہ جو شخص عجمی کافر کو امان دینے کے بعد قتل کرے گا، اس کے بدلے میں اس کو قتل کردوں گا (۲۰)۔

خداع کی دو مثالیں

مشہور محدث عبداللہ بن ابی جمرہ نے جنگ میں خداع کی دو مثالیں ذکر کی ہیں

۱ ایک تو یہ کہ آپ دشمن کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھیں تو فوراً اسے کہہ دیں "تمہارے پیچھے کون آرہا

---

(۱۸) فتح الباري: ٦/١٩٤، وعمدة القاري: ١٤/٣٨٢

(۱۹) إرشاد الساري: ٦/٥٠٠، ٥٠١

(۲۰) فتح الباري: ٦/١٩٥

ہے"، حالانکہ پیچھے کوئی نہیں ہوتا، جب وہ پیچھے مڑ کر دیکھے، تو تم حملہ کر کے اس کو قتل کر دو (۲۱)۔

❷ یا پھر اس کو یہ کہا جائے کہ تمہارے کجاوے کی رسی کیوں ڈھیلی ہے؟ کیا تم مجھے اپنی شہسواری کی ایک جھلک دکھا سکتے ہوں؟ جب کجاوے کی طرف اس کی توجہ مبذول ہو جائے تو اس کو قتل کر دو (۲۲)۔

١٥٥ - باب : الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ.

ترجمة الباب کا مقصد

باب سابق میں خداع فی الحرب کے جواز کا بیان تھا، اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کذب في الحرب کا حکم بتانا چاہتے ہیں، یعنی كذب في الحرب جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو صراحتاً جائز ہے یا تلویحاً؟ (۱)۔

٢٨٦٧ : حَدَّثَنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى ٱللهَ وَرَسُولَهُ) . قالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . قالَ : فَأَتَاهُ فَقَالَ : إِنَّ هٰذَا - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - قَدْ عَنَّانَا وَسَأَلَنَا الصَّدَقَةَ ، قالَ : وَأَيْضًا ، وَٱللهِ لَتَمَلُّنَّهُ ، قالَ : فَإِنَّا قَدِ ٱتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ ، حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى مَا يَصِيرُ أَمْرُهُ ، قالَ : فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتَّى ٱسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ . [ر : ٢٣٧٥]

تراجم رجال

۱- قتیبہ بن سعید

یہ ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی ہیں، ان کے حالات کتاب الإيمان، باب إفشاء

---

(٢١) بهجة النفوس، لابن أبي جمرة: ١٢١/٢

(٢٢) بهجة النفوس، لابن أبي جمرة: ١٢١/٢

(١) عمدة القاري: ٣٨٣/١٤، وإرشاد الساري: ٥٠٢/٦

(٢٨٦٧) مرّ تخريجه في كتاب الرهن، باب رهن السلاح (رقم ٢٥١٠)

السلام من الاسلام کے تحت گزر چکے ہیں (۳)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ بن أبی عمران ہلالی کوفی ہیں۔ان کا تفصیلی تذکرہ کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا او أخبرنا أو أنبأنا کے تحت گزر چکا ہے (۴)۔

۳-عمرو بن دینار

یہ ابو محمد عمرو بن دینار مکی جمحی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب كتابة العلم کے تحت پہلے گزر چکا ہے (۵)۔

۴-جابر بن عبداللہ

یہ مشہور صحابی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (٦)۔

أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من لكعب بن الأشرف، فإنه قد آذى الله ورسوله؟ قال محمد بن مسلمة: أتحب أن أقتله يا رسول الله؟ قال نعم

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے، جو کعب بن اشرف کا کام تمام کردے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے، حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی: "کیا آپ یہ پسند فرمائیں گے، کہ میں اس کو قتل کردوں؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

فأتاه فقال: إن هذا —يعني النبيَّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم— قد عنَّانا وسألنا الصدقة قال: وأيضا والله لتملُّنَّه.

کعب بن اشرف کے پاس آکر محمد بن مسلمہ نے کہا "اس آدمی (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

---

(۳) كشف الباري: ۱۸۹/۲

(٤) كشف الباري: ۱۰۲/۳

(٥) كشف الباري: ۳۰۹/٤

(٦) دیکھئے: كتاب الوضوء، باب صبّ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضوءه على المغمى عليه.

نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے اور وہ ہم سے صدقہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا ''خدا کی قسم! تم اس سے ابھی مزید اکتاؤ گے''۔

قالَ : فإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ ، حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى ما يَصِيرُ أَمْرُهُ

محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی اتباع کی ہے، اس لئے ہم یہ نہیں چاہتے کہ انہیں چھوڑ دیں، یہاں تک کہ ہم ان کے ساتھ ہونے والا انجام دیکھ لیں۔ مغازی کی روایت میں ہے "فائذن لي أن أقول شيئاً قال نعم" یعنی اس موقع پر محمد بن مسلمہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بھی عرض کی تھی کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ بات کروں (مطلب یہ تھا کہ ایسی ذومعنی اور مبہم بات کروں جو اس کے خیال کے ہم آہنگ ہو اور مجھے اس کا قتل کرنا آسان ہو جائے) چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

مغازی میں یہ واقعہ تفصیل سے آرہا ہے (۷)۔

کذب صریح کا حکم

حدیث باب میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کے ساتھ جو مکالمہ کیا اس میں کذب صریح کی تصریح نہیں، علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ یہ تعریض ہے۔ البتہ یہی روایت اگلے باب کے تحت منقول ہے، اس میں کذب صریح کی اجازت کی تصریح ہے، روایت کے الفاظ ہیں: "فأذن لي، فأقول؟ قال قد فعلت" یہ الفاظ کذب صریح کی اجازت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض مواقع میں کذب صریح کی اجازت دی ہے۔

سنن ترمذی کی روایت اس سے زیادہ صریح ہے، اس میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ کذب صریح کون سے مواقع میں جائز ہے۔ چنانچہ اسماء بنت یزید کی مرفوع روایت میں ہے:

"لايحل الكذب إلا في ثلاث تحديث الرجل امرأته يرضيها والكذب في الحرب وفي الإصلاح بين الناس" (۸).

---

(۷) كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ۱۹۱-۱۹۶

(۸) سنن الترمذي: ۲/۱۵، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في إصلاح ذات البين

علامہ طبری نے فرمایا کہ اس روایت میں بعض حضرات کے نزدیک کذبِ مرخص سے سب انواع کذب مراد ہے اور یہ اپنے اطلاق پر محمول ہے۔ اگر کذب میں مصلحت ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ ان کے نزدیک منہی عنہ اور مذموم کذب وہ ہے، جو نقصان دہ ہو اور فائدہ سے خالی ہو۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ کذب کی کوئی بھی قسم جائز نہیں۔ اس روایت میں جس کذب مرخص کا ذکر آیا ہے، اس سے توریہ اور تعریض مراد ہے (۹)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں کذب اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔ علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ حدیث میں کذب اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، لیکن علما نے احتیاطاً فرمایا کہ اس سے توریہ اور تعریض مراد ہے، تاکہ عوام جھوٹ کہنے کے معاملے میں جری اور بے باک نہ بن جائیں (۱۰)۔

۱۵٦ – باب : الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ .

فتك: باب سمع سے فاء کے فتحہ اور تاء کے سکون کے ساتھ اس کے معنی ہیں: دھوکہ یا غفلت سے قتل کرنا، حملہ کرنا، علی الاعلان مار ڈالنا (۱)۔ یہاں اس کے معنی غفلت کی حالت میں قتل کر دینے کے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ غفلت کی حالت میں دشمن پر اچانک حملہ کرنا اور اس کو قتل کرنا جائز ہے (۲)۔

۲۸٦۸ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ) . فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . قالَ : فَأْذَنْ لِي فَأَقُولَ ، قالَ : (قَدْ فَعَلْتُ) . [ر : ۲۳۷۵]

---

(۹) الكوكب الدري في شرح جامع الترمذي: ۵۳/۳

(۱۰) الكوكب الدري في شرح جامع الترمذي: ۵۳/۳

(۱) القاموس الوحيد: ۱۲۰۲

(۲) عمدة القاري: ۳۸۵/۱۴، وإرشاد الساري: ۵۰۳/٦

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن محمد

یہ عبداللہ بن محمد جعفی، بخاری، مسندی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب أمور الایمان کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ بن أبی عمران ہلالی کوفی ہیں۔ کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا او أخبرنا کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۳-جابر رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

گزشتہ باب کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے مناسبت کے پیش نظر مختصراً یہاں بھی ذکر کردی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے جو کعب بن اشرف کو بہلا کر قتل کیا، یہی فتک ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث باب کا کوئی لفظ صراحتاً ترجمہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت معناً ترجمۃ الباب کے مناسب ہے(۶)۔

---

(۳) كشف الباري: ۱/۶۵۷

(٤) كشف الباري: ۳/۱۰۲

(٥) كتاب الوضوء، باب صَبّ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضوء ه على المغمى عليه

(٦) إرشاد الساري: ٦/٥٠٤

۱۵۷ – باب : ما يَجُوزُ مِنَ الْاحْتِيَالِ وَالحَذَرِ ، مَعَ مَنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ .

الاحتيال: اس کے معنی دھوکہ دہی، مکر اور چال چلنے کے ہیں۔

الحذر: حَذِرَ یحذر (س) کے معنی ہیں: چوکنا ہونا، چوکس ہونا، حذر الشیَٔ ومنه: ڈرنا، بچنا محتاط ہونا(۱)۔ یہاں احتیاط مراد ہے۔

مَعَرَّةٌ: اس کے معنی ہیں: تکلیف واذیت (۲)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی سے شر وفساد اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کے لئے احتیاطی تدبیر اختیار کرنا اور خفیہ چال چلنا جائز ہے۔

۲۸۶۹ : قالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قالَ : انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ ، فَحُدِّثَ بِهِ فِي نَخْلٍ ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّخْلَ ، طَفِقَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، وَابْنُ صَيَّادٍ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا صَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ ، فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ) . [ر : ۱۲۸۹]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابی ابن کعب کے ساتھ ابن صیاد کے پاس تشریف لے گئے، بتایا گیا کہ وہ کھجوروں کے درخت میں ہے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو اپنے آپ کو کھجور کی شاخوں کی آڑ میں چھپاتے ہوئے چلنے لگے (تا کہ ابن صیاد دیکھ نہ سکے) اس وقت ابن صیاد چادر میں (لپٹا) تھا اور چادر کے اندر سے گنگنانے کی آواز آرہی تھی۔ اس کی ماں نے آپ کو دیکھ لیا

---

(۱) القاموس الوحيد، ص: ۳۲۱

(۲) القاموس الوحيد: ۱۰٦٤

(۲۸٦۹) قد مرّ تخريجه في كتاب الجنائز، باب: إذا أسلم فمات، هل يُصَلّى عليه؟ وهل يُعرض على الصبي الإسلام؟ (رقم ۱۳۵۵)

اور پکار اٹھی، اے صاف (یہ ابن صیاد کا نام ہے) یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپہنچے، ابن صیاد چونک اٹھا۔ آپ نے فرمایا، اگر اس کی ماں اس کو (میری آمد کے بارے میں) نہیں بتاتی تو وہ کھل کر بیان کرتا۔ یعنی اس کی باتوں سے اندازہ ہو جاتا کہ وہ حقیقت میں دجال ہے یا کوئی اور ہے۔

یہ روایت تفصیل کے ساتھ کتاب الجنائز کے تحت گزر چکی ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

علامہ اسماعیل نے ''مستخرج'' میں اس تعلیق کو عن أبي عمران بن هانئ عن الرمادي، عن ابن بكير وأبي صالح عن الليث کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے (۴)۔

مذکورہ تعلیق کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا ہے کہ شر اور نقصان سے بچنے کے لئے حذر واحتیال دونوں جائز ہیں، اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حذر واحتیال کے جواز پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرز عمل بطور استدلال پیش کیا ہے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے چلے، کیونکہ ام ابن صیاد کے دیکھنے سے نقصان کا اندیشہ تھا۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعلیقِ باب کا جز "طفق يتقي بجذوع النخل" ترجمۃ الباب سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے چلنے لگے تاکہ ام ابن صیاد آپ کو نہ دیکھ سکے۔ یہی حذر واحتیال ہے اس لئے کہ ام ابن صیاد سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا (۵)۔

---

(٤) تغليق التعليق لابن حجر رحمه الله: ٤٥٦/٣

(٥) دیکھئے: عمدة القاري: ٣٨٦/١٤

۱۵۸ - باب : الرَّجَزِ فِي الحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِي حَفْرِ الخَنْدَقِ .

الـرَّجَـز: رجز اشعار کے مختلف بحروں کی ایک معروف قسم ہے۔اس کی هیئت سجع سے مماثلت رکھتی ہے،لیکن یہ وزن میں شعر کی طرح موزوں ہوتا ہے۔اس کے اوزان قریب قریب ہوتے ہیں اور مصرے مختصر اور چھوٹے ، جو پڑھنے اور سمجھنے میں عام اشعار کی بنسبت نہایت سہل ہوتے ہیں۔جس طرح اشعار پڑھنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے اسی طرح رجز پڑھنے والے کو راجز کہا جاتا ہے(۱)۔

لسان العرب کے مؤلف علامہ ابن منظور نے فرمایا کہ لغت میں رجز کے معنی تتابع الحركات ہیں۔ ومنـه قـولهم: نـاقة رَجْـزاء. رجزاء عرب کے ہاں اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے پاؤں اٹھتے وقت کپکپاتے ہوں۔رجز یہ شعر کے لئے بھی رجز کی اصطلاح اس بناء پر مشہور ہوئی کہ اس کے مصرع چھوٹے اور مختصر ہوتے ہیں، پڑھنے والا ،ایک مصرع سے دوسرے مصرع کی طرف سرعت کے ساتھ منتقل ہوتا ہے گویا یہاں تتابع الانتقال ہوتا ہے،جیسا کہ اونٹنی کے پاؤں میں کپکپی کے وقت تتابع الحرکات ہوتا ہے(۲)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

عرب عموماً میدانِ جنگ میں نشاط پیدا کرنے اور حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے رجزیہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میدانِ جنگ اور خندق کی کھدائی کے دوران بلند آواز سے رجزیہ اشعار پڑھنا جائز ہے۔(واللہ اعلم)۔

سنن ابوداود میں قیس بن عباس کے طریق سے مروی روایت میں ہے ”كـان أصـحـاب رسـول الله صلـى الله تـعـالىٰ عليه وسلم يكرهون الصوت عند اللقاء“(۳) یعنی صحابہ کرام دشمن پر حملہ کے وقت شور و پکار کو ناپسند کرتے تھے کہ یہ گھبراہٹ اور خوف زدہ ہونے کی علامت ہے، جب کہ خاموشی ثبات کی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے دوسرے جز ”ورفـع الـصـوت في

---

(۱) لسان العرب لابن منظور الأنصاري: ٥/٤١٠، مادة رجز، والنهاية لابن الأثير: ١/٦٣٦، ٦٣٧

(۲) لسان العرب: ٥/١٢؛

(۳) سنن أبي داؤد: ٢/٤، كتاب الجهاد، باب فيما يؤمر به من الصمت عند اللقاء

حفر الخندق" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رفعِ صوت عین حالتِ قتال میں ناپسندیدہ ہے، البتہ جنگ کے دوسرے مواقع میں رجز یہ اشعار پڑھنا جائز ہے(۴)۔

فِيهِ سَهْلٌ وَأَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۲٦٧٩ ، ۳٥٨٦]

یہ روایت امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں باب غزوۃ الخندق کے تحت موصولاً روایت کی ہے ۔اس میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسم سرما کی سرد صبح میں صحابہ کو خندق کھودتے ہوئے اور ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا

اللهم لا عيش إلا عيش الآخره فاغفر الأنصار و المهاجره

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب میں کہا:

نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا أبدا(۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کے اسی جز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران آپ اور آپ کے اصحاب نے اشعار کہے۔

وأنس: یہ "سہل" پر عطف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے، جو کتاب الجہاد ہی میں باب حفر الخندق کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے۔اس میں ہے کہ مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینے کے چاروں طرف خندقوں کی کھدائی کے دوران یہ شعر پڑھتے تھے:

نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا أبدا

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے جواب میں کہتے تھے:

اللهم إنه لاخير إلا خير الآخرة فبارك في الأنصار والمهاجرة(٦)

---

(٤) فتح الباري: ٦/١٩٨

(٥) تفصیل کے لئے دیکھئے كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٢٨٢، ٢٨٣

(٦) دیکھئے كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٢٨٣

وَفِيهِ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ . [ر : ٣٩٦٠]

یزید سے یزید بن ابی عبید اور سلمہ سے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے كتاب المغازي، باب غزوة خيبر (۷) اور كتاب الدعوات، باب قول الله تبارك وتعالىٰ ﴿وصل عليهم﴾ کے تحت موصولاً روایت کی ہے (۸)۔ چنانچہ یزید بن ابی عبید عن سلمہ ابن الاکوع کے طریق سے مروی روایت میں عامر بن اکوع کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے۔ عامر بن اکوع، سلمۃ بن اکوع کے چچازاد بھائی تھے۔ روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف جارہے تھے، رات کا وقت تھا، عامر بن اکوع سے کسی آدمی نے کہا: "ألا تُسمعنا من هُنيهاتك؟" کیا آپ ہمیں کچھ رجزیہ اشعار نہیں سنائیں گے، چنانچہ عامر بن اکوع نے سواری سے اتر کر قوم کے سامنے حدی خوانی شروع کردی:

اللهم لولا أنتَ ما اهتدينا
ولا تصدقنا ولا صلينا
فاغفر فداءً لك ما أبقينا
وثبت الأقدام إن لاقينا
وألقين سكينة علينا
إنا إذا صيح بنا أتينا
وبالصياح عوّلوا علينا

٢٨٧٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الخَنْدَقِ ، وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتَّى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهِ ، وَكَانَ رَجُلاً كَثِيرَ الشَّعَرِ ، وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ :

---

(۷) دیکھئے صحیح بخاری: ۲/۶۰۳، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر (رقم ٤١٠٦)

(۸) دیکھئے صحیح بخاری: ۲/۹۳۷، كتاب الدعوات، باب قول الله تعالىٰ وصل عليهم" (رقم ٦٣٣١)

(٢٨٧٠) مرّ تخريجه في الجهاد، باب حفر الخندق (رقم ٣٨٣٦)

(اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ ما اهْتَدَيْنَا ٭ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ٭ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأَعْدَا قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ٭ إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا)
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ . [ر : ٢٦٨١]

تراجم رجال

۱-مسدّد

یہ مسدّد بن مسرہد بن مرعبل الاسدی البصری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۱۰)۔

۲-ابوالأحوص

یہ ابوالأحوص سلام بن سلیم الحنفی الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۱۱)۔

۳-ابواسحٰق

یہ ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ بن عبید السبیعی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۱۲)۔

۴-البراء

مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۱۳)۔

---

(۱۰) كشف الباري: ۲/۲

(۱۱) دیکھئے كتاب الأذان، باب الالتفات في الصلوة (رقم ۷۵۱)

(۱۲) كشف الباري: ۳۷۰/۲

(۱۳) كشف الباري: ۳۷۵/۲

رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الخندق وهو ينقل التراب حتى وارى التراب شعر صدره وهو ير تجز برجز عبدالله.

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ مٹی ڈھور ہے تھے، یہاں تک کہ مٹی نے آپ کے سینہ کے بالوں کو چھپادیا۔ ایک روایت میں "بیاض بطنه" کے الفاظ وارد ہیں، یعنی مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپادیا (۱۴)۔ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ مٹی سینے اور پیٹ دونوں کے بالوں پر لگی ہوگی، ایک روایت میں صدر اور دوسری میں بطن کا ذکر آ گیا۔

اس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ ابن رواحہ کے رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللهم لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

فأنزلن سكينة علينا وثبت الأقدام إن لاقينا

إن الأعداء قد بغوا علينا إذا أرادوا فتنة أبينا

❶ اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔
❷ ہم پر سکینہ نازل فرما اور جنگ کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔
❸ دشمنوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

يرفع بها صوته: یہ جملہ "وهو ير تجز" سے حال واقع ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان اشعار کو آپ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے (۱۵)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "وهو ير تجز برجز عبدالله" اور "يرفع بها صوته" حدیث باب کے یہ دونوں اجزاء ترجمۃ الباب سے مطابقت رکھتے ہیں (۱۶)۔

---

(١٤) صحيح بخاري: ١/٣٩٨، كتاب الجهاد، باب حفر الخندق، رقم ٢٨٣٧

(١٥) عمدة القاري: ١٤/٣٨٧

(١٦) عمدة القاري: ١٤/٣٨٧

۱۵۹ - باب : مَنْ لَا يَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

❶ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے حق میں دعائے خیر فرمائی جو گھوڑے پر سوار نہیں ہوسکتا تھا(۱)۔

❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جو شخص گھوڑے پر سواری نہیں کرسکتا ہو، اہل خیر کو چاہیے کہ اس کے لئے ثبات کی دعا کریں (۲)۔اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ نے گھوڑے پر سوار ہونے اور جم کر بیٹھنے کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے(۳)۔

۲۸۷۱ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ إِسْماعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ما حَجَبَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ ، وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ في وَجْهِي . وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ في صَدْرِي وَقالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَٱجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا) . [ر : ۲۸۵۷]

تراجم رجال

١-محمد بن عبداللہ بن نمیر

یہ ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیر الہمدانی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

---

(۱) عمدة القاري: ۳۸۷/۱٤

(۲) فتح الباري: ۱۹۹/٦

(۳) فتح الباري: ۱۹۹/٦؛

(۲۸۷۱) أخرجه البخاري(۵۳۹/۱) أيضا في مناقب الأنصار، باب ذكر جرير بن عبدالله البجلي رضي الله عنه (رقم ۳۸۲۲)، وفي (۸۹۸/۲) كتاب الأدب، باب التبسم والضحك (رقم ۶۰۹۰)، رعندمسلم في صحيحه(۲۹۷/۲) في فضائل الصحابة، باب من فضائل جرير بن عبدالله رضي الله عنه (رقم ۲٤۷۵)، وعند الترمذي في جامعه(۲٦۱/۲) في المناقب، باب مناقب جرير بن عبدالله البجلي رضي الله عنه (رقم ۳۸۲۲)

(۵) دیکھئے کتاب العمل في الصلوة، باب ماينهى من الكلام في الصلوة، رقم ۱۱۹۹

۲-ابن ادریس

یہ أبو محمد عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن الأسود الأودی الکوفی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ادریس بن یزید الأودی اور ربیعہ بن عثمان، سفیان ثوری، سلیمان الأعمش، شعبہ بن الحجاج، سہیل بن أبی صالح، عبدالملک بن عزیز بن جریج، لیث بن ابی سُلیم، مالک بن أنس، محمد بن اسحٰق بن یسار، ھشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید التیمی، یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن أبی زیاد جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث سے روایات لیں۔

اوران سے حدیث روایت کرنے والوں میں نمایاں نام یہ ہیں:

عبداللہ بن مبارک، ابراہیم بن مہدی، احمد بن جواس الحنفی، احمد بن حرب الموصلی، احمد بن محمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم، حسن بن ربیع بجلی، زہیر بن حرب، عمر بن حفص، قتیبہ بن سعید، مالک بن أنس، محمد بن سعد، محمد بن سلام البیکندی، یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن أکثم، یحییٰ بن معین وغیرہم۔

مالک بن أنس اور عبداللہ بن ادریس دونوں نے ایک دوسرے سے روایات لیں، گویا مالک بن انس ان کے شیخ بھی ہیں اور تلمیذ بھی (٦)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا: كان نسيج وحده(٧)۔

امام ابوحاتم نے فرمایا: حجة يحتج بها، إمام من أئمة المسلمين ثقة(٨)۔

امام نسائی نے فرمایا: ثقة، ثبت۔

ابن ادریس بڑے پائے کے جلیل القدر محدث تھے، تمام ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے۔

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا، ابن ادریس اور ابن نمیر میں سے آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ یحییٰ بن معین نے جواب دیا: ثقتان، إلا أنّ ابن إدريس أرفع، وهو ثقة في كل شيء، یعنی دونوں ثقہ ہیں، لیکن ابن ادریس زیادہ بلند مرتبہ کے ہیں، وہ تو ہر چیز میں

---

(٦) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال للحافظ المزي: ١٤/٢٩٤-٢٩٦، وتهذيب التهذيب لابن حجر: ٥/١٤٤

(٧) تهذيب الكمال: ١٤/٢٩٦، تهذيب التهذيب: ٥/١٤٤

(٨) الجرح والتعديل، الترجمة ٤٤، تهذيب الكمال: ١٤/٢٩٩، تهذيب التهذيب: ٥/١٤٥

ثقہ تھے(۹)۔

۱۰/ ذوالحجہ ۱۹۲ھ میں ہارون الرشید کی خلافت کے آخری دور میں ان کی وفات ہوئی(۱۰)۔

۳-اسماعیل

یہ اسماعیل بن ابی خالد احمسی بجلی کوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت گزر چکا ہے(۱۱)۔

۴-قیس

یہ مشہور تابعی قیس بن ابی حازم احمسی بجلی کوفی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الدین النصیحة للہ ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم کے تحت گزر چکا ہے(۱۲)۔

۵-جریر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت جریر بن عبداللہ احمسی بجلی کوفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکے ہیں(۱۳)۔

ما حجبني النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم منذ أسلمتُ، ولا رآني إلا تبسّم في وجهي.

یعنی جب سے میں مسلمان ہوا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے گھر کے اندر داخل

(۹) تهذيب الكمال للمزي: ١٤/٢٩٧، وتهذيب التهذيب: ٥/١٤٥

(١٠) طبقات ابن سعد: ٣٨٩/٦، وتهذيب الكمال: ١٤/٣٠٠

(١١) كشف الباري: ١/٦٧٩

(١٢) كشف الباري: ٢/٧٦١

(١٣) كشف الباري: ٢/٧٦٤

ہونے سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو مسکرادیئے۔

في وجهي

سرخسی اور کشمیہنی کے نسخے میں یہ لفظ اسی طرح ضبط ہوا ہے۔ جب کہ ابوذر کے نسخے میں "وجهه" نقل ہے، یہ التفات من المتكلم إلى الغائب کے قبیل سے ہے۔ معنی دونوں صورتوں میں ایک ہے (۱۴)۔

ولقد شكوتُ إليه أني لا أثبت على الخيل فضرب بيده في صدري وقال: اللهم ثبته واجعله هاديا مهديا.

میں نے آپ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر نہیں جمتا، آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے اللہ! اس کو گھوڑے پر جمادے اور سیدھی راہ بتلانے والا اور راہ پانے والا بنادے۔

في صدري

ابوذر کی روایت میں اس کے بجائے "صدره" وارد ہوا ہے، یہ بھی پہلے لفظ کی طرح التفات من المتكلم إلى الغائب کے قبیل سے ہے (۱۵)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ "أني لا أثبت على الخيل" کی مناسبت ظاہر ہے (۱۶)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

علامہ عینی رحمہ اللہ نے حدیث باب سے مختلف فوائد مستنبط کئے ہیں:

❶ روایت سے معلوم ہوا کہ تبسم اور خندہ پیشانی سے ملنا، اخلاق نبوت میں سے ہے، تبسم اور خندہ پیشانی

---

(١٤) فتح الباري: ١٩٩/٦، وعمدة القاري: ٣٨٨/١٤، وإرشاد الساري: ٥٠٦/٦

(١٥) إرشاد الساري: ٥٠٦/٦

(١٦) فتح الباري: ١٩٩/٦، وعمدة القاري: ٣٨٨/١٤

سے ملنا تکبر کو دور کرتا ہے اور الفت ومودّت پیدا کرتا ہے (۱۷)۔

❷ روایت میں گھڑ سواری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اشراف اور رؤساء کو چاہیے کہ گھوڑ سواری کی مشق کریں اور اس فن کو سیکھیں (۱۸)۔

❸ اگر کسی عالم دین یا امامِ وقت سے کوئی آدمی اپنے جسم پر ان کا ہاتھ رکھنے یا ضرب دینے کی درخواست کرے تو اس کی درخواست قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کہ یہ عمل تو تواضع ہے اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کا سبب ہے (۱۹)۔

۱۶۰ – باب : دَوَاءِ الجرْحِ بِإِحْرَاقِ الحَصِيرِ ، وَغَسْلِ المَرْأَةِ عَنْ أَبِيهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ ، وَحَمْلِ المَاءِ في التُّرْسِ .

یہ باب تین اجزاء پر مشتمل ہے، ہر جز میں ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔

دواء الجرح بإحراق الحصير: یہ پہلا جز ہے، اس میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ علاج کے لئے زخم پر لگانا جائز ہے۔

وغسل المرء ة عن أبيها الدم عن وجهه: یہ دوسرا جز ہے، اس میں بتانا چاہتے ہیں کہ اگر عورت اپنے والد کا زخم سے خون آلود چہرہ دھوئے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

وحمل الماء في الترس: ترس، ڈھال کو کہتے ہیں، اس میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ڈھال کو پانی کے برتن کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کو حدیث باب سے معناً اخذ کیا ہے۔ چنانچہ "مرء ۃ" سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، انہوں نے ہی پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ پر لگے خون کو دھو کر، چٹائی کا ٹکڑا جلا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخم پر چپکایا تھا۔ جب کہ ڈھال میں پانی لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (۱)۔

---

(۱۷) عمدة القاري: ۱٤/۳۸۸

(۱۸) عمدة القاري: ۱٤/۳۸۸

(۱۹) عمدة القاري: ۱٤/۳۸۸

(۱) عمدة القاري: ۱٤/۳۸۸

٢٨٧٢ : حدّثنا عَليُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ قالَ : سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَقَالَ : ما بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي ، كانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِالْمَاءِ فِي تُرْسِهِ ، وَكَانَتْ - يَعْنِي فاطِمَةَ - تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ ، وَأُخِذَ حَصِيرٌ فَأُحْرِقَ ، ثُمَّ حُشِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ . [ر : ٢٤٠]

تراجم رجال

۱-علی بن عبداللہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح سعدی بصری ہیں۔ان کا تفصیلی تذکرہ کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

۲-سفیان

یہ سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہلالی کوفی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا أو أخبرنا کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۴)۔

۳-ابوحازم

یہ سلمۃ بن دینار ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

۴-سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ

مشہور انصاری صحابی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے(۶)۔

(٢٨٧٢) مرّ تخريجه في كتاب الوضوء، باب غسل المرءة أباها الدم عن وجهه (رقم ٢٤٣)

(٣) كشف الباري: ٣/٢٩٧-٣٠٢

(٤) كشف الباري: ٣/١٠٢

(٥) دیکھئے كتاب الوضوء، باب غسل المرءة أباها الدم عن وجهه

(٦) دیکھئے كتاب الوضوء، باب غسل المرءة أباها الدم عن وجهه

سألوا سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه بأيّ شيءٍ دُووِي جُرح رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؟......

لوگوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ یہ زخم جنگِ اُحد میں لگا تھا۔ سہل نے کہا: اب لوگوں میں اس کا جاننے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ کیونکہ مدینہ میں اس وقت سہل کے علاوہ کوئی صحابی زندہ نہیں بچا تھا، سب وفات پا چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے سے خون دھوتی تھیں، ایک چٹائی لے کر اس کو جلا دیا گیا اور اس سے آپ کا زخم بھر دیا گیا۔ یہاں روایت میں "أُخِذَ" اور "أُحْرِقَ" مجہول صیغے وارد ہیں، لیکن مغازی کی روایت میں تصریح ہے کہ چٹائی جلانے والی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں (۷)۔

یہ روایت بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ کتاب الوضوء کے تحت پہلے گزر چکی ہے اور آگے کتاب المغازی میں بھی تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

۱۶۱ – باب : ما يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالاِخْتِلَافِ فِي الحَرْبِ ، وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصَى إمامَهُ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کے تحت امام بخاری دو باتیں بتلانا چاہتے ہیں:

❶ مایکرہ من التنازع میں امام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنگ کے وقت اختلاف مکروہ ہے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور انتشار کو دیکھ کر دشمن جری اور بے خوف ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں سے مسلمانوں کی ہیبت نکل جاتی ہے، ظاہر ہے کہ اس انتشار کا نتیجہ دشمن کے مقابلہ میں شکست جیسے ناقابل تلافی نقصان کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

❷ وعقوبة من عصى إمامه میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امیر کی نافرمانی کی سزا شکست اور مال غنیمت سے محرومی کی صورت میں اسی دنیا میں مل جاتی ہے (۱)۔

---

(۷) تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب المغازي، ص: ۲۴۷

(۱) فتح الباري: ۶/۲۰۰، وعمدة القاري: ۱۴/۳۸۹، وإرشاد الساري: ۶/۵۰۷

غزوۂ احد میں تیر اندازوں نے عبیداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی بات نہیں مانی، تو فتح ہزیمت میں تبدیل ہوگئی، معاملات باہمی اتفاق رائے اور مشاورت سے طے ہوں تو اس میں برکت ہوتی ہے۔ اگر امیر کسی کی رائے کو ترجیح دے اور اس سے کسی کو اختلاف ہو، تو اپنی رائے سے اختلاف کی وجہ سے آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے، ایسے مواقع پر صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے عظیم فاتح حرب کو ان کے عہدہ سے معزول کردیا، انہوں نے تصادم اور محاذ آرائی اختیار کرنے کی بجائے یہ فیصلہ خوشی سے قبول کرلیا اور مسلمانوں کا شیرازہ بندھا رہا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ» /الأنفال : ٤٦/ .

امام نے اپنی عادت کے مطابق باب کی مناسبت سے آیت نقل کی ہے، پوری آیت ہے: ﴿وأطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين﴾ ”اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، اور (آپس میں) جھگڑا مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرتے رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تو بہر حال واجب ہے، سیاقِ آیت میں اس اطاعت کی تاکید کا مطلب یہ ہے کہ احکام وتدابیرِ حرب میں بھی اللہ ورسول کے حکم اور ان کی مرضی ومنشا کی پیروی واجب ہے، خود رائی وپیرویٔ نفس اور آپس میں نزاع واختلاف کروگے تو اس کا نتیجہ تمہاری پست ہمتی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور دشمن کے دلوں پر تمہارا جو رعب چھایا ہوا ہے، وہ جاتا رہے گا، اس لئے اگر حالتِ جنگ میں ناگوار حالات پیدا ہوں تو صبر وثبات سے کام لو، صابرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت شاملِ حال ہوتی ہے، اور یہی معیت فتح ونصرت کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ : الرِّيحُ الحَرْبُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے، انہوں نے ریح کی تفسیر ”حرب“ کے ساتھ کی ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب ہے: ”اگر تم آپس میں جھگڑو گے تو پست ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری جنگی قوت باقی نہیں رہے گی“ (۲)۔

---

(٢) فتح الباري: ٦/ ٢٠٠

قتادہ کا یہ اثر عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ''عن معمر عن قتادہ'' کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۳)۔

مجاہد نے ''ریح'' کی تفسیر ''نصر'' سے کی ہے(۴)۔یعنی نزاع کی صورت میں تم نصرت الٰہی سے محروم کردیئے جاؤ گے۔

ایک قول یہ ہے کہ ''ریح'' سے دولت وسلطنت مراد ہے،یعنی باہمی اختلاف ونزاع کی وجہ سے تمہاری حکومت وسلطنت ختم ہوجائے گی(۵)۔

۲۸۷۳ : حدّثنا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسٰى إِلَى الْيَمَنِ ، قالَ : (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعا وَلَا تَخْتَلِفَا) . [٤٠٨٦ - ٤٠٨٨ ، ٥٧٧٣ ، ٦٧٥١]

تراجم رجال

۱-یحییٰ

یہ ابوزکریا یحییٰ بن جعفر ازدی البخاری البیکندی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۷)۔

۲-وکیع

یہ مشہور امام حدیث ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤاسی الکوفی ہیں۔ان کے حالات کتاب العلم، باب کتابة العلم کے تحت گزر چکے ہیں(۸)۔

---

(۳) تغليق التعليق لابن حجرؒ: ۴۵۷/۳

(٤) عمدة القاري: ۳۹۰/۲

(٥) عمدة القاري: ۳۹۰/۱٤

(۲۸۷۳) مرّ تخريجه في كتاب الإجارة، باب استئجار الرجل الصالح (رقم ۲۲٦۱)

(۷) دیکھئے كتاب الخوف، باب: يحرس بعضهم بعضا في صلاة الخوف (رقم ۹٤٥)

(۸) كشف الباري: ٤/۲۱۹-۲۲٦

۳-شعبہ

یہ شعبہ بن الحجاج ابن الورد العتکی الواسطی ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ويده کے تحت گزر چکا ہے(۹)۔

۴-سعید بن ابی بردہ

یہ سعید بن ابی بردۃ عامر بن موسیٰ الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۱۰)۔

۵-عن ابیہ

اس سے سعید بن اَبی بردہ کے والد عامر یا حارث بن موسیٰ الاشعری مراد ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب أيّ الإسلام أفضل کے تحت گزر چکا ہے(۱۱)۔

عن جده

اس سے ابو بردہ کے دادا مشہور صحابی ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری مراد ہیں۔ان کا تذکرہ مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے(۱۲)۔

أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعث معاذا وأبا موسىٰ إلى اليمن قال: يسّرا ولاتعسّرا، وبشّرا ولا تنفرا، وتطاوَعا ولا تختلفا.

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا واقعہ ہے۔یعنی ان دونوں کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا،آپ نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرنا،سختی نہ کرنا،ان کو خوش خبری سنانا اور نفرت نہ دلانا،اتفاق کرنا اختلاف نہ کرنا۔

---

(۹) كشف الباري: ۱/۶۷۸

(۱۰) دیکھئے كتاب الزكاة، باب: على كل مسلم صدقة، (رقم ۱٤٤٥)

(۱۱) كشف الباري: ۰/۲۹۰

(۱۲) كشف الباري: ۱/۲۹۰

آگے کتاب المغازی میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ آرہی ہے (۱۳)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

روایت میں ہے "ولا تختلفا" ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے (۱۴)۔

٢٨٧٤ : حدَّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حدَّثَنا زُهَيْرٌ : حدَّثَنا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَراءَ ابْنَ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما يُحَدِّثُ قالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ - وَكانُوا خَمْسِينَ رَجُلاً - عَبْدَ ٱللهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقالَ : (إِنْ رَأَيْتُمُونا تَخْطَفُنا الطَّيْرُ فَلا تَبْرَحُوا مَكانَكُمْ هٰذا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونا هَزَمْنا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْناهُمْ ، فَلا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ). فَهَزَمُوهُمْ ، قالَ : فَأَنا وَٱللهِ رَأَيْتُ النِّساءَ يَشْتَدِدْنَ ، قَدْ بَدَتْ خَلاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ ، رافِعاتٍ ثِيابَهُنَّ . فَقالَ أَصْحابُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ جُبَيْرٍ : الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ، ظَهَرَ أَصْحابُكُمْ فَما تَنْتَظِرُونَ ؟ فَقالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ جُبَيْرٍ : أَنَسِيتُمْ ما قالَ لَكُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ قالُوا : وَٱللهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ ، فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ ، فَذاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْراهُمْ ، فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً ، فَأَصابُوا مِنَّا سَبْعِينَ ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحابُهُ أَصابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً ، سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلاً . فَقالَ أَبُو سُفْيانَ : أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، فَنَهاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجِيبُوهُ ، ثُمَّ قالَ : أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحافَةَ ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ قالَ : أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحابِهِ فَقالَ : أَمَّا هٰؤُلاءِ فَقَدْ قُتِلُوا ، فَما مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهُ ، فَقالَ : كَذَبْتَ وَٱللهِ يا عَدُوَّ ٱللهِ ، إِنَّ الَّذِينَ عَدَدْتَ لَأَحْياءٌ كُلُّهُمْ ، وَقَدْ بَقِيَ لَكَ ما يَسُوؤُكَ . قالَ : يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ ، وَالْحَرْبُ سِجالٌ ، إِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً ، لَمْ آمُرْ بِها وَلَمْ تَسُؤْنِي ، ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ :

---

(١٣) دیکھئے كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٥٦٥

(١٤) عمدة القاري: ١٤/٣٩٠

(٢٨٧٤) أخرجه البخاري أيضاً في المغازي، باب بلا ترجمه (رقم ٣٩٨٦)، وباب غزوة أحد (رقم ٤٠٤٣)، وباب: "إذ تصعدون ولا تلوون على أحد" (رقم ٤٠٦٧)، وفي كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿والرسول يدعوكم في أخراكم﴾ (رقم ٤٥٦١)

أُعْلُ هُبَلْ ، أُعْلُ هُبَلْ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تُجِيبُونَهُ) . قالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ما نَقُولُ ؟ قالَ : (قُولُوا : اَللّٰهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ) . قالَ : إِنَّ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تُجِيبُونَهُ) . قالَ : قالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ما نَقُولُ ؟ قالَ : (قُولُوا : اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ) .

[۳۷٦٤ ، ۳۸۱۷ ، ۳۸٤٠ ، ٤٢٨٥]

تراجم رجال

۱-عمرو بن خالد

یہ أبوالحسن عمرو بن خالد بن فروخ بن سعید التمیمی الحرانی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۱۶)۔

۲-زہیر

یہ ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ بن حُدیج بن الرحیل بن زہیر بن خیثمہ الجعفی الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے(۱۷)۔

۳-ابواسحٰق

یہ ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ بن عبید السبیعی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے(۱۸)۔

۴-براء بن عازب رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی براء بن عازب بن الحارث بن عدی الأنصاری الحارثی الأوسی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی

(١٦) كشف الباري: ٢/٣٦٦

(١٧) كشف الباري: ٢/٣٦٧

(١٨) كشف الباري: ٢/٣٧٠

مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے (۱۹)۔

جعل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على الرجالة يومَ أحد —وكانوا خمسين رجُلا— عبدَ الله بن جبير

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُحد کے دن پچاس پیدل آدمیوں کا امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

الرجالة: یہ خلاف القیاس "راجل" کی جمع ہے (۲۰)۔ یعنی پیدل چلنے والے۔

فقال إن رأيتمونا تخطفنا الطير فلا تبرحوا مكانكم هذا حتى أرسل إليكم، فهزموهم.

"آپ نے فرمایا، اگر تم ہمیں دیکھو کہ چڑیاں ہمیں اچک رہی ہیں، تب بھی اپنی جگہ سے نہ سرکنا، یہاں تک کہ میں تمہارے پاس پیغام بھیج دوں، سو مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی"۔

تخطفنا: خَطَفَ يَخْطُفُ نصر سے اس کے معنی ہیں: اچک لینا، کھینچ لینا، چھین لینا۔ شراح نے اس جملہ کی تقدیر بیان کی ہے: إن قُتلنا وأكلت الطيرُ لحومَنا فلا تبرحوا مكانكم (۲۱)۔ "اگر ہم قتل کر دیئے جائیں اور پرندے ہمارا گوشت اچک کر کھائیں، تب بھی تم اپنی جگہ سے مت ہلنا"۔

وإن رأيتمونا هزمنا القوم وأوطأناهم فلا تبرحوا حتى أرسل إليكم

"اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم نے قوم کفار کو شکست دے دی اور ان کو روند ڈالا تب بھی تم اپنی جگہ سے مت سرکنا، یہاں تک کہ میں تمہارے پاس پیغام بھیج دوں"۔

أوطأناهم: وطِئَ الشيءَ وطأً کے معنی ہیں: پاؤں سے روند ڈالنا، کچلنا۔ وطئ العدوّ، دشمن پر

---

(۱۹) كشف الباري: ۲/۳۷۵

(۲۰) عمدة القاري: ۱۴/۳۹۱، وإرشاد الساري: ۶/۵۰۸، ۵۰۹

(۲۱) إرشاد الساري: ۶/۵۰۹، وعمدة القاري: ۱۴/۳۹۲

چڑھائی کرنا۔علامہ کرمانی نے فرمایا کہ أوطناهم کی ابتداء میں ہمزہ تعریض کے لئے ہے،أي جعلنا هم في معرض الدوس بالقدم(۲۲) یعنی ہم ان کو ایسی جگہ ڈال دیں، جہاں پاؤں سے روندا جاتا ہے۔

أحمد، حاکم اور طبرانی کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أقامهم في موضع ثم قال:

"احموا ظهورنا فإن رأيتمونا نقتل فلا تنصرونا وإن رأيتمونا قد غنمنا فلا تشركونا"(۲۳)۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کی اس جماعت کو ایک جگہ پر مقرر کر کے فرمایا تم ہماری پشت پناہی کرنا، اگر تم ہمیں قتل ہوتے ہوئے دیکھو تو ہماری مدد نہ کرنا، اگر تم ہمیں غنیمت لیتے دیکھو، تو اس میں ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا۔

قال: فأنا واللهِ رأيتُ النساء يَشْدُدْنَ، قد بَدَتْ خلا خِلُهن وأسوقُهنّ، رافعاتٍ ثيابهن

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بخدا میں نے (مشرک) عورتوں کو اس حال میں بھاگتے ہوئے دیکھا کہ ان کی پازیبیں اور پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں اور اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں۔

يشددن

أي يسرعن في المشي(۲۴) یعنی عورتیں بھاگ رہی تھیں، تیز رفتاری سے چل رہی تھیں۔ یا پھر یہ حملہ کرنے کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ کفار پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔أي: يشتددن على الكفار يقال: شد عليه في الحرب أي حمل عليه(۲۵).

بعض نسخوں میں "یسندن" کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ یہ سند سے ہے یعنی دامنِ کوہ کا بلند حصہ۔ اس

---

(۲۲) شرح الكرماني: ۱۳/۳۷

(۲۳) مسند أحمد بن حنبل: ۱/۲۸۷

(۲۴) إرشاد الساري: ۶/۵۰۹

(۲۵) عمدة القاري: ۱۴/۲۹۲، وإرشاد الساري: ۶/۵۰۹

صورت میں مطلب یہ ہے کہ عورتیں دامنِ کوہ کے بلند حصہ میں چل رہی تھیں تا کہ پہاڑ کے اوپر چڑھ جائیں۔

أي يمشين في سَنَدِ الجبل يَرِدْنَ أن يَرْقينَ الجبل(٢٦).

ان مشرک عورتوں کی تعداد پندرہ تھی، ابن اسحاق نے ان میں سے بعض عورتوں کے نام بھی ذکر کیے ہیں:

۱-ہند بنت عتبہ، یہ ابوسفیان کے ساتھ تھیں۔۲-اُم حکیم بنت الحرث بن ھشام، یہ اپنے شوہر عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ نکلی تھی۔۳-فاطمۃ بنت ولید بن مغیرہ، یہ اپنے شوہر حرب بن ہشام کے ساتھ نکلی تھی۔۴-برزہ بنت مسعود، یہ صفوان بن اُمیہ کے ساتھ گئی تھی۔۵-ریطۃ بن شیبۃ، یہ اپنے شوہر عمرو بن عاصی کے ساتھ گئی تھی۔۶-سلافہ بنت سعد، یہ اپنے شوہر طلحہ بن ابی طلحہ الجحمی کے ساتھ نکلی تھی (۲۷)۔

فقال أصحاب ابن جبير: الغنيمةَ أي قوم الغنيمة، ظهر أصحابكم فما تنتظرون؟ فقال عبدالله بن جبير:......

عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا، غنیمت کا مال لُوٹو، تمہارے ساتھی غالب آچکے، اب کس چیز کا انتظار کرتے ہو؟ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے؟ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنی جگہ سے مت سرکنا، کیا یہ فرمان تم بھول گئے؟ ابن جبیر کے ساتھیوں نے کہا، ''بخدا! ہم تو لوگوں کے پاس جا کر مال غنیمت ضرور لوٹیں گے''۔ جب یہ سب ان کے پاس مال غنیمت لوٹنے گئے تو کفار نے ان کے منہ پھیر دیئے، اور شکست کھا کر واپس آئے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بارہ آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا اور کافروں نے ہمارے ستر آدمی شہید کر دیئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے بدر کے دن ایک سو چالیس کافروں کا نقصان کیا تھا، ستر کو قید کیا تھا اور ستر کو قتل کر ڈالا تھا۔

اس کے بعد ابوسفیان نے تین بار کہا أفي القوم محمد؟ ''کیا لوگوں میں محمد ہیں؟'' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرمایا۔ سوال بے فائدہ تھا، اس لئے آپ نے اس کا جواب دینا خلافِ مصلحت سمجھا۔ ابوسفیان نے پھر تین بار کہا أفي القوم ابن أبي قحافه ''کیا لوگوں میں ابن ابوقحافہ (ابوبکرؓ)

---

(٢٦) عمدة القاري: ١٤/٢٩٢، وإرشاد الساري: ٦/٥٠٩، والنهاية لابن الأثير: ١/٨٥٠

(٢٧) عمدة القاري: ١٤/٥٠٩، وإرشاد الساري: ٦/٥٠٩

ہیں؟''۔ابوقحافہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ عثمان کی کنیت تھی۔ پھر اس نے تین بار کہا أفي القوم ابن الخطاب ''کیا لوگوں میں عمر بن الخطاب ہیں؟'' یہ کہہ کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ سب تو قتل ہو چکے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے اور بے اختیار پکار اُٹھے ''اے خدا کے دشمن! تم نے جھوٹ کہا، جن کے نام تم نے لئے، وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تم پر بُرا وقت آنے والا ہے''۔ ابوسفیان نے کہا، ''آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے، لڑائی تو ڈول کی طرح ہے (کہ کبھی ایک کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح فتح کبھی ایک فریق کی کبھی دوسرے فریق کی ہوتی ہے)۔ تم اپنی قوم میں مثلہ پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، لیکن مجھے برا بھی نہیں لگا''۔ ابوسفیان قریشِ مکہ کا سردار تھا اور مسلمانوں کا دشمن، اس جملہ سے اس کا مقصد یہ بتانا تھا کہ مثلہ جیسی قبیح حرکت کا حکم، میں نے نہیں دیا اس لئے کہ اس کا نقصان خود مثلہ کرنے والوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے، البتہ جب مجھے مثلہ کا علم ہوا تو مجھے بُرا نہیں لگا کہ تم میرے دشمن ہو، تمہیں تکلیف پہنچنے سے مجھے خوشی ہی ہوسکتی ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان رجز یہ مصرعہ پڑھنے لگا، اُعْلُ، هُبَلُ، اُعْلُ، هُبَلُ ''اے ہبل! تو بلند رہ، اے ہبل! تو بلند رہ''، ہبل قریش کے بت کا نام تھا جو عمرو بن لحی نے قریش کے لئے لاکر کعبہ میں رکھا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا، ''کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا، یہ جواب دو، الله أعلى وأجلّ ''اللہ سب سے بلند اور بڑا ہے''۔

ابوسفیان نے کہا، إن لنا عُزّى ولا عُزّى لكم ''ہمارے لئے عُزیٰ (بت) ہے، تمہارے لئے نہیں'' آپ نے پھر فرمایا، ''کیا اس کو جواب نہیں دیتے'' صحابہ نے عرض کی، کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا تم یوں کہو الله مولانا ولا مولا لكم ''اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں''۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

یہ طویل حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بتانے کے لئے نقل کی ہے کہ جنگِ اُحد میں اہل اسلام کی شکست کا سبب عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا لا تبرحوا مكانكم ''تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا''، لیکن انہوں نے مخالفت کی اور اس مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں کو

شکست ہوئی۔ علامہ عینی نے فرمایا، ترجمۃ الباب کی مناسبت روایت کے اس جملہ "أصحاب عبد الله بن جبیر" کے ساتھ ہے کیونکہ انہی کی مخالفت کے نتیجہ میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا (۲۸)۔

١٦٢ – باب : إذا فزِعوا باللَّيْلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر رات کو ایسا واقعہ پیش آ جائے جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو، تو امیر کو چاہیے کہ یا تو از خود اس کی تحقیق کرنے نکلے یا جس کو مناسب سمجھے، تحقیق کرنے بھیج دے (۱)۔

٢٨٧٥ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ ، قَالَ : وَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً ، سَمِعُوا صَوْتًا ، قَالَ : فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ ، وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ ، فَقَالَ : (لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا) . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (وَجَدْتُهُ بَحْرًا) . يَعْنِي الْفَرَسَ . [ر : ٢٤٨٤]

تراجم رجال

۱- قتیبہ بن سعید

یہ ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف الثقفی ہیں۔ کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے (۳)۔

---

(٢٨) عمدة القاري: ٣٩١/١٤

(١) فتح الباري: ٢٠١/٦، عمدة القاري: ٣٩٤/١٤، إرشاد الساري: ١١٠/٦

(٢٨٧٥) مرّ تخريجه في كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب من استعار من الناس الفرس (رقم ٢٦٢٧)

(٣) كشف الباري: ١٨٩/٢

۲-حماد

یہ حماد بن زید بن درهم الأزدی البصری ہیں۔ كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها إلا بالشرك کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۳-ثابت

یہ ابو محمد ثابت بن اسلم البُنانی البصری ہیں۔ كتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۵)۔

۴-انس

یہ مشہور صحابی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحبّ لأخيه مايحبّ لنفسه کے تحت گزر چکا ہے(٦)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے، اہل مدینہ گھبرا اُٹھے، انہوں نے کوئی آواز سنی تھی (اور خبر لینے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے تھے) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جو سب سے پہلے پہنچ گئے تھے) ابوطلحہ کے گھوڑے پر ننگی پیٹھ پر سوار تلوار لٹکائے ہوئے واپسی میں ان سے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لم تراعوا لم تراعوا "کچھ ڈر نہیں، کچھ ڈر نہیں"۔ پھر فرمایا "ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا" یہ گھوڑا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریتاً لیا تھا۔ سبک رفتاری اور وسعتِ سیر میں آپ نے اس کو بحر سے تشبیہ دی اور یہ آپ کی برکت کا اثر تھا۔

یہ روایت کتاب الہبہ کے آواخر اور مختلف ابواب کے تحت کتاب الجہاد ہی میں کئی بار گزر چکی ہے(۷)۔

---

(٤) كشف الباري: ٢/٢١٩

(٥) كشف الباري: ٣/١٨٣

(٦) كشف الباري: ٢/٤٠٠

(٧) حدیث کی تفصیل کے لئے دیکھئے: كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٢٢٠

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ "فتلقاهم النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم" کی مناسبت ظاہر ہے۔

١٦٣ – باب : مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ : يَا صَبَاحَاهْ ، حَتَّى يُسْمِعَ النَّاسَ .

یـاصبــاحــاه: حاء کے بعد الف استغاثہ کے لئے ہے اور آخر میں "ہ" ندبہ کے لئے ہے۔ یہ جملہ استغاثہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور عرب اسے حملہ آور دشمن سے غافل لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ شراح نے اس کی وجہ تسمیہ یہ تحریر کی ہے کہ دشمن رات کے وقت قتال سے رُک جاتے تھے اور پھر صبح کو تازہ دم ہو کر دوبارہ حملہ آور ہوتے۔ گویا یاصباحاہ سے قوم کو یہ کہہ کر خبردار کیا جاتا تھا کہ صبح ہوگئی ہے، لہٰذا حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ فکأنه یرید بقوله یا صباحاه: قد جاء وقت الصباح فتأهبوا للقتال(١)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کفار حملہ آور دشمن کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو مدد کے لئے پکارتے وقت زمانۂ جاہلیت میں "یاصباحاہ" کہا کرتے تھے۔ یہ جملہ اگرچہ دورِ جاہلیت میں کفار استعمال کرتے تھے، لیکن مسلمانوں کے لئے بھی اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ منہی عنہا دعویٰ جاہلیت میں سے نہیں(٢)۔

٢٨٧٦ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ : خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ ، قُلْتُ : وَيْحَكَ ما بِكَ ؟ قَالَ : أُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ ﷺ ، قُلْتُ : مَنْ أَخَذَهَا ؟ قَالَ : غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ ، فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ ما بَيْنَ لَابَتَيْهَا : يَا صَبَاحَاهْ يَا صَبَاحَاهْ ،

---

(١) النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: ٨/٢، وعمدة القاري: ٣٩٥/١٤

(٢) فتح الباري: ٢٠٢/٦

(٢٨٧٦) وعند البخاري (٦٠٣/٢) أيضا في المغازي، باب غزوة ذي قرد (رقم ٤١٩٤)، وعند مسلم في صحيحه (١١٣/٢) في الجهاد والسير، باب غزوة ذي قرد وغيرها (رقم ٤٤٤)، وعند أبي داود في سننه (٢٢/٢) في الجهاد، باب في السرية ترد على أهل العسكر (رقم ٢٧٥٢)

ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ وَقَدْ أَخَذُوهَا ، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُولُ :

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوا ، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوقُهَا ، فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ ، وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا سِقْيَهُمْ ، فَابْعَثْ فِي أَثَرِهِمْ ، فَقَالَ : (يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ : مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ ، إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ) . [۳۹۵۸]

تراجم رجال

۱-المکی بن ابراهیم

یہ مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد تمیمی حنظلی بلخی ہیں۔ کتاب العلم، باب من أشار الفتیا بإشارة الید والرأس کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۲-یزید بن ابی عبید

یہ مشہور تابعی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوخالد یزید بن ابی عبید اسلمی حجازی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کے تحت گزر چکا ہے(۵)۔

۳-سلمہ

یہ سلمہ بن عمر بن الاکوع الأسلمی المدنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب و باب کے تحت گزر چکا ہے(۶)۔

---

(٤) کشف الباري: ٣/٤٨١

(٥) کشف الباري: ٤/١٨٢

(٦) کشف الباري: ٤/١٨٣

خرجت من المدينة ذاهباً نحو الغابة حتى إذا كنت بثنية الوداع لقيني غلام......

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے باہر غابہ (صحرا) کی طرف نکلا، جب میں غابہ کی پہاڑی پر پہنچا تو مجھے عبدالرحمن بن عوف کا غلام ملا، میں نے کہا تم یہاں کیسے؟ اس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں، میں نے کہا، کس نے؟ غلام نے کہا غطفان اور فزارہ کے لوگوں نے۔ میں نے تین مرتبہ "یاصباحاہ" بلند آواز سے پکارا اور مدینہ کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کی پوری آبادی کو اپنی آواز سنادی۔ پھر میں آگے کی طرف روانہ ہوا، یہاں تک کہ ان سے جاملا، وہ اونٹنیاں پکڑے ہوئے تھے، چنانچہ میں ان کو تیر مارتا جاتا، اور یہ کہتا جاتا

أنــــا ابــن الاكــوع   واليــوم يــوم الــرُّضَّــع

''میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج کمینوں کی بربادی کا دن ہے''۔

میں نے وہ اونٹنیاں ان سے چھین لیں اس سے پہلے کہ وہ پانی پی لیتے، بس آگے بڑھتے ہو چلا اتنے میں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملے، میں نے عرض کی: یارسول الله! إن القوم عطاش، وإني أعجلتُهم أن يشربوا سقيهم، فابعث في أثرهم ''وہ لوگ پیاسے ہیں، میں نے اونٹنیاں چھڑا لی ان کے پانی پینے سے پہلے، لہٰذا آپ ان کے پیچھے فوج روانہ کردیجئے''۔ آپ نے فرمایا: يا ابن الأكوع! ملكت فأسجع، إن القوم يُقْرَون في قومهم ''اے ابن اکوع! جب تم نے قوم پر غلبہ پالیا تو اب نرمی سے کام لو، ان لوگوں کی تو اپنی قوم میں مہمان نوازی ہورہی ہے''۔

يُقْرَوْن: یہ قراء سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے، قراء کے معنی ہیں: مہمان نوازی، ضیافت۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ لوگ اپنے قبیلہ ''غطفان'' کے پاس پہنچ گئے ہیں، وہاں ان کی خاطر تواضع اور ضیافت ہورہی ہے، اس لئے اب ان کے پیچھے فوج بھیجنے کا فائدہ نہیں۔ معناه أنهم وصلوا إلى غطفان وهم يضيفونهم ويساعدونهم فلا فائدة في الحال في البعث لأنهم لحقو بأصحابهم"(۷).

---

(۷) عمدة القاري: ۳۹۷/۱٤، وإرشاد الساري: ٥١٣/٦

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ لفظ "یَقْرُوْنَ" یا کے زبر اور راء کے پیش کے ساتھ وارد ہوا ہے، اس کے معنی ہیں: وہ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ اس صورت میں مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں، کیونکہ یہ لوگ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے تائب ہونے کی امید تھی، اس لئے آپ نے ان کے ساتھ یہ رعایت کی (۸)۔

فائدہ

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی ثلاثیات میں سے ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث باب میں ہے "یا صباحاہ، یا صباحاہ" ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مطابقت ظاہر ہے۔

١٦٤ - باب : مَنْ قالَ : خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ .

خذھا وأنا ابن فلان: یہ جملہ اظہارِ فخر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شُراحِ حدیث نے فرمایا کہ اس طرح کے مختلف جملے عرب کے بہادر جنگجو، دشمن پر اپنی بہادری کا سکہ جمانے اور امورِ حرب میں اپنی مہارت جتلانے کے لئے بطورِ فخر استعمال کرتے تھے۔ خذھا وأنا ابن فلان کہنے والے کا یہ مقصد بھی ہوتا تھا کہ اگر مدمقابل فریق میں کوئی شجاعت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے باہر نکلے (۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی میدانِ جنگ میں دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے "خذھا وأنا ابن فلان" کہتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر بطورِ تفاخر کہتا ہے تو جائز نہیں،

(۸) إرشاد الساري: ٦/٥١٣.

(۱) شرح ابن بطال: ٥/١٩٩، وعمدة القاري: ١٤/٣٩٨

کیونکہ فخر، تکبر کی علامت ہے اور تکبر حرام ہے۔ اگرچہ یہ جملہ بظاہر سننے والے کو فخر یہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر نیت محض دشمن کو مرعوب کرنے کی ہو اور دل احساسِ تفاخر سے عاری ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں۔
چنانچہ علامہ ابن منیر نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ جملہ اقتضائے حال کی وجہ سے منہی عنہ افتخار کے ذیل میں نہیں آتا (۲)۔

وَقَالَ سَلَمَةُ : خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ . [ر : ۲۸۷۶]

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تعلیق من حیث المعنی بابِ سابق کی روایت کا جز ہے (۳)۔

۲۸۷۷ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : يَا أَبَا عُمَارَةَ ، أَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ قَالَ الْبَرَاءُ ، وَأَنَا أَسْمَعُ : أَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ ، كَانَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ ، فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُونَ نَزَلَ ، فَجَعَلَ يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) . قَالَ : فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ . [ر : ۲۷۰۹]

تراجم رجال

۱۔عبیداللہ

یہ عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام عبسی کوفی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بني الإسلام علی خمس کے تحت گزر چکا ہے (۴)۔

---

(۲) فتح الباري: ۲۰۲/۶

(۳) فتح الباري: ۲۰۲/۶، وعمدة القاري: ۳۹۸/۱۴

(۲۸۷۷) مرّ تخريجه في كتاب الجهاد، باب من قاد دابة غيره في الحرب

(۴) كشف الباري: ۶۳۶/۱

۲-اسرائیل

یہ اسرائیل بن یونس بن أبی إسحق ہمدانی سبیعی کوفی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب من ترك بعض الاختیار مخافة أن یقصر فهم بعض الناس عنه فیقعوا في أشد منه کے تحت گزر چکا ہے(۵)۔

۳-ابواسحق

یہ أبواسحق عمرو بن عبداللہ بن عبید السبیعی ہیں۔کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإیمان کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۶)۔

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے أبوعمارہ! کیا تم لوگ غزوۂ حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ابواسحاق کہتے ہیں "میں سن رہا تھا کہ براء نے یہ جواب دیا" ،أنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فلم یُولّ یومئذ "لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو اس دن نہیں بھاگے"۔یعنی ہم تو بھاگ گئے تھے لیکن آپ نہیں بھاگے تھے۔ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے جب مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

أنا النبي لا كذب أنا ابن عبدالمطلب

"میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کا جملہ "أنا النبي لا كذب" مناسبت رکھتا ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شجاعت اور جنگ میں ثابت قدمی کی تعریف کی گئی ہے(۷)۔

(۵) کشف الباري: ٥٤٦/٤

(٦) کشف الباري: ٣٧٠/٢

(٧) عمدة القاري: ٣٩٩/١٤

١٦٥ – باب : إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلَى حُكْمِ رَجُلٍ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب میں إذا حرفِ شرط کا جواب محذوف ہے، اور تقدیرِ عبارت ہے:

"ينفذ إذا أجازهُ الإمام"(١)

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اگر کفار کسی مسلمان کو یہ کہہ کر اپنا ثالث بنالیں کہ ہمارے بارے میں وہ جو بھی فیصلہ کرے گا، ہمیں تسلیم ہوگا، اگر امام وقت نے اس کو فیصلہ کرنے کی اجازت دی، تو اس فیصلہ کا نفاذ جائز ہے(٢)۔

٢٨٧٨ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ ، هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ ، بَعَثَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ ، وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ ، فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ) . فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ لَهُ : (إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ) . قَالَ : فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ ، قَالَ : (لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ) . [٣٥٩٣ ، ٣٨٩٥ ، ٥٩٠٧]

---

(١) عمدة القاري: ١٤/٣٩٩

(٢) فتح الباري: ٦/٢٠٣، وعمدة القاري: ١٤/٣٩٩، وإرشاد الساري: ٦/٥١٤

(٢٨٧٨) وعند البخاري أيضاً(٢/٥٩١) في المغازي، باب مرجع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الأحزاب (رقم ٤١٢١)، و(١/٥٣٦، ٥٣٧) في فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب مناقب سعد بن معاذ، و(٢/٩٢٦) في الاستئذان، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قوموا إلى سيّدكم (رقم ٦٢٦٢)، وعند مسلم في صحيحه(٢/٩٥) في الجهاد والسير، باب جواز قتل من نقض العهد(رقم ٩٦٤٥)، وعند أبي داود في سننه (٢/٣٦١، ٣٦٢) في كتاب الأدب، باب ماجاء في القيام (رقم ٥٢١٥)

تراجم رجال

۱-سلیمان بن حرب

یہ ابوایوب سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی بصری ہیں۔ کتاب الإیمان، باب من کره أن یعود في الکفر کما یکره أن یُلقی في النار من الإیمان کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴)۔

۲-شعبہ

یہ شعبہ بن الورد العتکی الواسطی ہیں۔ کتاب الإیمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۵)۔

۳-سعد بن ابراہیم

یہ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی المدنی ہیں۔ ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۶)۔

۴-ابواُمامہ

یہ اَبوامامۃ اسعد بن سہل بن حنیف الأنصاری المدنی ہیں۔ ان کا تذکرہ باب من کره أن یعود في الکفر کما یکره أن یُلقی في النار عن الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۷)۔

۵-ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب

(٤) كشف الباري: ٢/١٠٥

(٥) كشف الباري: ١/٦٧٨

(٦) دیکھئے: كتاب الوضوء، باب الرجل يوضئ صاحبه

(٧) كشف الباري: ٢/١٢٢

الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن کے تحت گزر چکا ہے(۸)۔

لـما نزلت بنو قريظة على حكم سعد هو ابن معاذ بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكان قريباً منه......

راویت میں ہے کہ جب بنوقریظہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم اور فیصلہ پر قلعہ سے اترے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد کو بلا بھیجا، جو آپ کے قریب تھے اور زیادہ دور نہیں تھے۔ چنانچہ سعد گدھے پر سوار ہوکر جب قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایاقوموا إلى سيدكم ''اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاؤ''۔ سعد آپ کے قریب آکر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر راضی ہوکر نیچے اترے ہیں۔ حضرت سعد نے عرض کی، میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کردیئے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنالئے جائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایاحكمت فيهم بحكم الملك ''آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق ان کا فیصلہ کیا''۔

غزوۂ بنوقریظہ کا یہ واقعہ آگے کتاب المغازی میں تفصیل کے ساتھ آرہا ہے(۹)۔

حـكمت فيهم بحكم الملك: الملک لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔ چنانچہ بعض روایات میں ملک کی بجائے لفظ ''اللہ'' کی تصریح ہے(۱۰)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح بخاری کے نسخوں میں ''ملک'' لام کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔ اگر فتحہ درست مان لیا جائے تو اس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہوں گے اور تقدیر عبارت ہوگی:

لـقـد حكمت فيهم بالحكم الذي جاء به الملك عن الله تعالىٰ یعنی ''آپ نے ان کا فیصلہ ٹھیک اس حکم کے مطابق کیا جس کو جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے''(۱۱)۔

---

(۸) كشف الباري: ۸۲/۲

(۹) دیکھئے: كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ۲۹٦-۳۰۷

(۱۰) عمدة القاري: ۱٤/٤۰۰، إرشاد الساري: ٦/٥۱٥

(۱۱) عمدة القاري: ۱٤/٤۰۰، وإرشاد الساري: ٦/٥۱٥

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض کی اس توجیہ پر رد کیا ہے کہ ملک سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ان کے نزدیک ملک لام کے کسرہ کے ساتھ ہی درست ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ ہی مراد ہیں۔اس کی دو دلیلیں ہیں:

❶ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ کسی روایت میں یہ ذکر نہیں ہوا ہے کہ اس معاملے میں جبرئیل علیہ السلام آسمان سے کوئی حکم لے کر آئے ہوں۔اگر ایسا ہوتا تو سعد کو اجتہاد کی دعوت ہی نہ دی جاتی۔

❷ دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں "قضيت بحكم الله" کی تصریح ہے۔لہٰذا باب کی روایت میں ملک سے جبرئیل علیہ السلام مراد لینا درست نہیں (۱۲)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

❶ روایت سے معلوم ہوا کہ اگر دو خصم کسی ثالث کے فیصلہ پر رضامند ہوجائیں تو ثالث کا فیصلہ بہرصورت تسلیم کرنا واجب ہوگا۔علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس روایت سے خوارج کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم کا انکار کیا تھا (۱۳)۔

❷ اگر حکمران کی مجلس میں کوئی مسلمان سردارِ قبیلہ یا صاحبِ فضل شخص موجود ہو تو حکمران کو چاہیے کہ وہ ان کی تکریم کا حکم دے اور دوسرے حاضرین مجلس سے کہے کہ وہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجائیں۔علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ طرزِ عمل حضرت معاویہ کی اس حدیث کے معارض نہیں جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "من سره أن يتمثل له الرجال فليتبوء مقعده من النار" اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وعید متکبرین اور ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے جو اپنی تعظیم میں کھڑے نہ ہونے والوں پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوں (۱۴)۔

---

(۱۲) عمدة القاري: ۱۴/۴۰۰، وإرشاد الساري: ۶/۵۱۵

(۱۳) عمدة القاري: ۱۴/۴۰۰

(۱۴) عمدة القاري: ۱۴/۴۰۰، ۴۰۱

١٦٦ - باب : قَتْلِ الْأَسِيرِ ، وَقَتْلِ الصَّبْرِ .

الصبر: لغت میں صبر کے معنی ہیں: الحبس(۱)، روکنا، صبراً قتل کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قیدی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں اور اس کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے (۲)۔

پیش نظر نسخوں میں ترجمۃ الباب کے دو جزء ہیں، قتل الأسیر اور قتل الصبر۔ پہلے جزء سے یہ بتانا مقصد ہے کہ قیدی کو مروّجہ طریقہ کے مطابق قتل کرنا جائز ہے۔ اور دوسرے جزء کا مقصد یہ ہے کہ قیدی کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر بھی قتل کرنا جائز ہے۔

تاہم کشمیہنی کی روایت میں باب کی عبارت ہے: باب قتل الأسیر صبراً(۳)۔ اس روایت میں دوسرا جز "وقتل الصبر" نہیں ہے۔ اگر کشمیہنی کی اس روایت کا اعتبار کیا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں صرف ایک ہی بات بتانا چاہتے کہ قیدی کو ہاتھ پاؤں سے باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کے پیش نظر نسخہ کی عبارت اس طرح ہے: باب قتل الأسیر صبراً وقتل الصبر. اس روایت میں باب کے دونوں جملوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ قیدی کو ہاتھ پاؤں سے باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔ اس لئے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب کا دوسرا جملہ "وقتل الصبر" لا طائل ور بے فائدہ ہے (۴)۔

جمہور کے نزدیک قیدیوں کے بارے میں امام المسلمین کو اختیار ہے کہ ان کو قتل کر دے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے یا احساناً بلا کسی فدیہ کے رہا کر دے یا ان مسلمانوں سے جو دشمن کی قید میں ہوں، ان کا تبادلہ کر لیا جائے۔ ان امور میں سے جو مسلمانوں کے مفاد میں ہو، امام المسلمین کو اس پر عمل کا اختیار ہے۔ اس مسئلہ میں مذاہب کی تفصیل باب المنّ والفداء کے تحت گزر چکی ہے۔

٢٨٧٩ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ

---

(۱) النهاية في غريب الحديث والأثر: ٢/٩، وعمدة القاري: ١٤/٤٠١، وإرشاد الساري: ٦/٥١٥

(۲) عمدة القاري: ١٤/٤٠١، وإرشاد الساري: ٦/٥١٥

(۳) عمدة القاري: ١٤/٤٠١، وإرشاد الساري: ٦/٥١٥

(٤) عمدة القاري: ١٤/٥١٥

(٢٨٧٩) مرّ تخريجه في كتاب جزاء الصيد، باب دخول الحرم ومكة بغير احرام

رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جاءَ رَجُلٌ فَقَالَ : إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ : (اقْتُلُوهُ) . [ر : ١٧٤٩]

تراجم رجال

۱-اسماعیل ابن ابی اویس

یہ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی اویس اصبحی مدنی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإیمان في الأعمال کے تحت گزر چکا ہے(٦)۔

۲-مالک

یہ امام دارالہجر ، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی المدنی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن کے تحت گزر چکا ہے(٧)۔

۳-ابن شہاب

یہ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب الزہری ہیں۔ان کا تذکرہ بدء الوحی کے تحت گزر چکا ہے(٨)۔

۴-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی رسول ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه کے تحت گزر چکا ہے(٩)۔

أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل عام الفتح وعلى رأسه

---

(٦) كشف الباري: ١١٣/٢

(٧) كشف الباري: ٢/ ٨٠، ٨١

(٨) كشف الباري: ٣٢٦/١

(٩) كشف الباري: ٤/٢

المغفر، فلما نزعه جاء رجلٌ فقال: ان ابن خطل متعلق بأ ستار الكعبه فقال: اقتلوه.

المغفر: (بكسر الميم وسكون الغين المعجمة وفتح الفاء وفي آخره راء) ٹوپی کے نیچے کا خود جو زرہ سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ زرد ينسج من الدروع على قدر الرأس يلبس تحت القلنسوة(۱۰)۔

روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اتارا تو ایک آدمی آیا، یہ ابو برزہ اسلمی تھے(۱۱)۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردے پکڑے لٹکا ہوا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کو وہیں مار ڈالو''۔

چنانچہ اسی حالت میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ قتل کرنے والا کون تھا۔ روایات میں مختلف نام آئے ہیں۔

بیہقی اور حاکم کی روایت میں ہے "فأما هلال بن خطل فقتله الزبير" (۱۲) یعنی ہلال ابن خطل کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مسند بزار، اور بیہقی کی ''السنن الکبریٰ'' میں ہے:

"فأما عبدالله ابن خطل فأدرك وهو متعلق بأستار الكعبة فاستبق اليه سعيد بن حريث وعمار بن ياسر فسبق سعيد عماراً وكان أشب الرجلين فقتله" (۱۳).

یعنی ابن خطل غلافِ کعبہ پکڑے لٹکا ہوا پایا گیا، سعید بن حریث اور عمار بن یاسر اس کی طرف بڑھے، لیکن سعید نوجوان تھے اس لئے وہ سبقت لے گئے اور ابن خطل کو عمار سے پہلے قتل کر ڈالا۔

---

(۱۰) عمدة القاري: ۱۴/ ۴۰۱

(۱۱) إرشاد الساري: ۶/ ۵۱۶

(۱۲) السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۹/ ۲۱۲، كتاب الجزية، باب الحربي إذا لجأ إلى الحرم، والمستدرك على الصحيحين للحاكم النيسابوري: ۲/ ۵۴

(۱۳) السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۸/ ۲۰۵، كتاب المرتد، باب من قال في المرتد يستتاب مكانه فإن تاب وإلا قُتل، والمصنف لابن أبي شيبة: ۲۰/ ۴۷۴، ۴۷۵

اسی طرح ابن ابی شیبہ نے ابوعثمان الہندی کے طریق سے روایت نقل کی ہے:

"أن أبا برزة الأسلمي قتل ابن خطل وهو متعلق بأستار الكعبة"(١٤).

''ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے ابن خطل کو قتل کیا اور اس وقت وہ غلافِ کعبہ سے لٹکا ہوا تھا''۔

اس آخری روایت کی متابعت میں عبداللہ بن مبارک نے "البر والصلة" میں خود ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت نقل کی ہے(۱۵)۔ دوسری بات یہ ہے کہ قاتلِ ابن خطل کے نام کی تعیین میں جو روایات منقول ہیں، ان کے مقابلہ میں یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ علامہ بلاذری نے اور دیگر علماء اخبار نے اس پر جزم کیا ہے(۱۶)۔

ابن ھشام نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ابو برزہ اسلمی اور سعید بن حریث دونوں نے مل کر ابن خطل کا خاتمہ کیا(۱۷)۔

بعض حضرات نے کہا کہ سعید بن ذویب نے ابن خطل کو قتل کیا(۱۸)۔ علامہ طبری کہتے ہیں کہ زبیر بن عوام ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ابن خطل کو مار ڈالا(۱۹)۔

شارحین ان سب روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابن خطل کو سب نے مشترکہ طور پر قتل کیا ہو اور ابو برزہ اسلمی نے وا[illegible] تیر پہل کی ہو(۲۰)۔

---

(١٤) المصنف لابن أبي شيبة: ٢٠/٧٦: (ر[illegible] ٣/٠٧) كتاب المغازي

(١٥) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام

(١٦) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام

(١٧) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام

(١٨) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام

(١٩) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام

(٢٠) فتح الباري: ٤/٧٩، دار السلام، إرشاد الساري: ٦/٥١٦

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن خطل کو صبراً قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔لہٰذا ترجمۃ الباب کے ساتھ روایت کی مطابقت ظاہر ہے(۲۱)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت پر اشکال اور اس کا جواب

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن خطل تو خود استارِ کعبہ سے چمٹا ہوا تھا،لہٰذا اس کے قتل پر قتلِ صبر کی صورت کیسے صادق آئے گی؟اس کا جواب یہ ہے کہ وہ استار کعبہ سے چمٹا ہوا تھا اور اس حالت میں قتل کر دیا گیا تھا گویا یہ چمٹنا ایسا ہی ہے جیسے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں۔اسی طرح اس پر اسیر کا قتل کیا جانا بھی صادق ہوا، اس لئے کہ اس وقت مسلمان مکہ فتح کر چکے تھے اور انہیں ہر طرح کی قدرت اور طاقت حاصل ہوگئی تھی، گویا ابن خطل اس وقت ایک اسیر کی حیثیت میں تھا(۲۲)۔

زمانۂ جاہلیت میں ابن خطل کا نام عبدالعزیٰ تھا،اسلام لانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا تھا۔لیکن بعد میں یہ بدبخت مرتد ہوگیا،شارحین نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مباح الدم قرار دے کر اس کے قتل کا حکم اس لئے دیا کہ اس میں مختلف اسباب قتل جمع ہوگئے تھے۔ ایک سبب تو اس کا ارتداد تھا،ارتداد کے بعد یہ اشعار میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو بیان کرتا۔اس طرح اس کی دو گانے والی لونڈیاں بھی اشعار میں آپ کی ہجو کرتی تھی۔

دوسرا سبب جنایتِ قتل تھا۔اس نے اپنے ایک مسلمان غلام کو بے گناہ قتل کر دیا تھا اس لئے پناہ مانگنے کے لئے غلاف کعبہ سے چمٹنے کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قصاصاً قتل کرانے کا حکم دیا(۲۳)۔

---

(۲۱) عمدة القاري: ۱٤/٤٠١

(۲۲) فتح الباري: ٤/٨١، كتاب جزاء الصيد، باب دخول الهرم ومكة بغير إحرام

(۲۳) فتح الباري: ٤/٨١، وعمدة القاري: ١٤/٤٠١

١٦٧ – باب : هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ ، وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ .

اس ترجمة الباب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ تین باتیں کہنا چاہتے ہیں۔ هل يستأسر الرجل کے تحت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ایسا موقع آجائے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو کافروں کی قید میں دینا چاہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ دوسرے جز "ومن لم يستأسر" میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عزیمت پر عمل کرتے ہوئے کفار کا قیدی بننے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو اباء وانکار کی اجازت ہے۔ آخری جز ومن ركع ركعتين عند القتل میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب کفار قتل کرنے لگیں تو شہادت کے وقت دو رکعت پڑھنی چاہیے۔

٢٨٨٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ ، وَهْوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشْرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدْأَةِ ، وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ، ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ ، يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ ، فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ ، فَقَالُوا : هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ ، فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلَى فَدْفَدٍ وَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ ، فَقَالُوا لَهُمْ : انْزِلُوا وَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ ، وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا . قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ السَّرِيَّةِ : أَمَّا أَنَا فَوَاللهِ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةٍ ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ آخَرُ ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوهُمْ ، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ : هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ ، إِنَّ فِي هٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً ، يُرِيدُ الْقَتْلَى ،

(٢٨٨٠) وعند البخاري أيضا في صحيحه (٢/٥٨٥، ٥٨٦) في المغازي، باب غزوة الرجيع (رقم ٤٠٨٦) و(٢/١١٠٠) في التوحيد، باب مايذكر في الذات والنعوت وأسامي الله، وعند أبي داود في سننه (٢/٤) في الجهاد، باب الرجل يستأسر (رقم ٢٦٦٠، ٢٦٦١) و(٢/٨٧) في الجنائز، باب المريض يؤخذ من أظفاره وعانته (رقم ٣١١٢)

فجرّروه وعالجوه على أن يصحبهم فأبى فقتلوه ، فانطلقوا بخبيب وابن دثنة حتّى باعوهما بمكّة بعد وقعة بدر ، فابتاع خبيبًا بنو الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ، وكان خبيب هو قتل الحارث بن عامر يوم بدر ، فلبث خبيب عندهم أسيرًا ، فأخبرني عبيد الله بن عياض : أنّ بنت الحارث أخبرته : أنّهم حين اجتمعوا استعار منها موسى يستحدّ بها فأعارته ، فأخذ ابنًا لي وأنا غافلة حين أتاه ، قالت : فوجدته مجلسه على فخذه والموسى بيده ، ففزعت فزعة عرفها خبيب في وجهي ، فقال : تخشين أن أقتله ؟ ما كنت لأفعل ذلك . والله ما رأيت أسيرًا قطّ خيرًا من خبيب ، والله لقد وجدته يومًا يأكل من قطف عنب في يده ، وإنّه لموثق في الحديد ، وما بمكّة من ثمر ، وكانت تقول : إنّه لرزق من الله رزقه خبيبًا ، فلمّا خرجوا من الحرم ليقتلوه في الحلّ ، قال لهم خبيب : ذروني أركع ركعتين ، فتركوه فركع ركعتين ، ثمّ قال : لولا أن تظنّوا أنّ ما بي جزع لطوّلتها ، اللّهمّ أحصهم عددًا :

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ... عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ... يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

فقتله ابن الحارث ، فكان خبيب هو سنّ الرّكعتين لكلّ امرىء مسلم قتل صبرًا ، فاستجاب الله لعاصم بن ثابت يوم أصيب ، فأخبر النّبيّ ﷺ أصحابه خبرهم وما أصيبوا . وبعث ناس من كفّار قريش إلى عاصم حين حدّثوا أنّه قتل ليؤتوا بشيء منه يعرف . وكان قد قتل رجلاً من عظمائهم يوم بدر ، فبعث على عاصم مثل الظّلّة من الدّبر ، فحمته من رسولهم ، فلم يقدروا على أن يقطعوا من لحمه شيئًا . [٣٧٦٧ ، ٣٨٥٨ ، ٦٩٦٧]

تراجم رجال

١-ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع بہرانی حمصی ہیں۔ان کا تذکرہ بدءالوحی کے تحت گزر چکا ہے(۲)۔

---

(۲) كشف الباري: ۱/۴۷۹

۲-شعیب

یہ ابو بشر شعیب بن ابی حمزہ القرشی الأموی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی بدء الوحی کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۳)۔

۳-زہری

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری ہیں۔ان کا تذکرہ بدء الوحی کے تحت گزر چکا ہے(۴)۔

۴-عمرو بن أبی سفیان......

یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مصاحبین میں سے تھے۔بعض حضرات نے ان کا نام عُمر (بضم العین) لکھا ہے(۴☆)۔صحیح عمرو(بفتح العین)ہی ہے،چنانچہ امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں ان کا نام عَمرو لکھا ہے(۵)۔

انہوں نے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، عمر بن خطاب، ابوموسیٰ اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں:الحجاج بن فُرافِصہ،عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی حسین،ان کے بھتیجے عبد الملک بن عبد اللہ بن أبی سفیان بن أسید بن جاریہ الثقفی،محمد بن مسلم بن شہاب الزہری،ھشام بن سعد(۶)۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور امام نسائی، ان سب حضرات نے عمرو بن ابی سفیان کی روایت نقل کی ہے(۷)۔

---

(۳) كشف الباري: ۱/۴۸۰

(٤) كشف الباري: ۱/۳۲٦

(٤☆) تهذيب الكمال: ۲۲/٤٥

(٥) التاريخ الكبير: ٦/۳۳٦، (رقم الترجمة ٦٥٦٧)

(٦) تهذيب الكمال: ۲۲/٤٥، تهذيب التهذيب: ۸/٤١

(۷) تهذيب الكمال: ۲۲/٤٥

ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے(۸)۔اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں ان کو ثقہ قرار دیا ہے(۹)۔

۵-ابوهريرة رضی اللہ عنہ

ان کے تفصیلی حالات کتاب الإیمان، باب أمو الایمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۰)۔

اس روایت میں غزوۂ رجیع کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے مغازی میں بھی غزوہ رجیع کے تحت تفصیل سے نقل کی ہے(۱۱)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عشرةَ رَهْطٍ سريةً عيناً وأمّر عليهم عاصم بن ثابت الأنصاري جَدَّ عاصم بن عمر بن الخطاب

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ جاسوسی کی غرض سے روانہ فرمایا اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے، ان پر امیر مقرر فرمایا۔

رهط: دس تک یا دس سے کم افراد پر مشتمل جماعت۔ أرهُط اور أرْهاط اس کی جمع ہے(۱۲)۔

فانطلقوا حتى كانوا بالهدأة......

یہ لوگ روانہ ہوگئے جب ہداۃ کے مقام پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے تو کسی نے بنولحیان کو اطلاع دی جو قبیلۂ ہزیل کی شاخ ہے۔ انہوں نے دو سو تیر انداز صحابہ کے تعاقب میں بھیجے یہ لوگ صحابہ کے نشاناتِ قدم کا تتبع کرتے ہوئے چلے ایک جگہ صحابہ نے کھجوریں کھائی تھیں جو مدینہ سے ساتھ لی تھیں انہوں نے

---

(۸) ثقات ابن حبان: ۱۸۰/۵

(۹) تقريب التهذيب: ۷۱/٦

(۱۰) كشف الباري: ٦۵۹/۱

(۱۱) دیکھئے كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ۲۵۳-۲٦۱

(۱۲) النهاية في غريب الحديث: ۷۰۷/۱

کھجور کی گھٹلیاں پا کر پہچان لیا کہ یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں، چنانچہ یہ لوگ ان کے نشاناتِ قدم پر چلتے رہے جب عاصم اوران کے ساتھیوں نے ان کو دیکھ لیا تو انہوں نے ایک اونچے ٹیلے پر پناہ لی۔ کافروں نے ان کو گھیر لیا اور کہا ''اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کردو، تمہارے لئے عہد و پیمان ہے، ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے''۔

اس پر جماعت کے امیر عاصم نے کہا ''أما أنا فوالله لا انزل اليوم في ذمة كافر اللهم أخبر عنا نبيك'' ''میں تو خدا کی قسم کافر کی پناہ میں نہیں اُتروں گا، اے اللہ ہماری حالت سے اپنے نبی کو باخبر کیجئے'' پھر کفار نے ان پر تیروں کی بارش شروع کردی اور عاصم کو سات ساتھیوں سمیت شہید کردیا۔ خُبیب انصاری، ابن دثنہ اور ایک دوسرے آدمی عبداللہ بن طارق ان کے عہد و پیمان پر ٹیلے سے اُتر آئے۔ جب کافروں نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانت کھولی اور اس تانت سے تینوں کو باندھ دیا۔

اس پر تیسرے شخص عبداللہ ابن طارق نے کہا ''یہ پہلی غداری ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لئے تو ان شہداء میں نمونہ ہے'' کافروں نے ان کو کھینچا اور ان کو ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ عبداللہ بن طارق نے انکار کیا تو ان کو قتل کردیا جب کہ خُبیب اور زید بن دثنہ کو لے جا کر غزوۂ بدر کے بعد مکہ میں فروخت کردیا۔ خبیب کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا، اس لئے کہ حارث کو حضرت خبیب نے بدر میں قتل کیا تھا لہٰذا باپ کا قصاص لینے کے لئے حارث کے بیٹوں نے ان کو خریدا۔ حضرت خبیب ان کے ہاں قیدی بن کر ٹھہرے۔

فأخبرني عبيدالله بن عياض......

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حارث کی بیٹی (زینب) نے ان کو بتایا کہ جب انہوں نے خبیب کو قتل کرنے کا عزم کیا تو خبیب نے زینب سے استرا مانگا تا کہ وہ زیرناف کی صفائی کرلیں۔

زینب نے استرا عاریتاً دے دیا۔ آگے کہتی ہیں کہ مجھے خبر نہیں تھی کہ میرا ایک بچہ خبیب کے پاس آگیا میں نے دیکھا کہ انہوں نے بچے کو ران پر بٹھایا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے، یہ دیکھ کر میں بہت گھبرائی، خبیب میری گھبراہٹ والا چہرہ دیکھ کر جان گئے، کہنے لگے ''کیا تو اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں اس کو قتل کردوں گا، میں

اس کو قتل نہیں کروں گا''۔

واللہ مارأیت أسیر اقط خیراً من خبیب واللہ لقد وجدتہ یوماً یأکل من قطفِ عنب في یدہ، وإنہ لموثق في الحدید......

زینب کہتی ہے خدا کی قسم! میں نے خبیب سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا، میں نے ان کو انگور کے خوشے سے کھاتے دیکھا اور وہ لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان دنوں مکہ میں میوہ بالکل نہ تھا، یہ اللہ کی روزی تھی جو اس نے خُبیب کو دی۔ پھر جب یہ لوگ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم کے باہر لے گئے تو حضرت خبیب نے کہا ذروني ارکع رکعتین، ''مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کا موقع دو'' چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا، خبیبؓ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر قاتلوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈرتا ہوں تو (اپنی نماز) طویل کر کے پڑھتا۔ اے اللہ! ان کافروں کو گن گن کر ہلاکر'' پھر آپؓ نے یہ شعر پڑھے:

ما أن أبالي حین أُقتل مسلما
علی أي جنب کان لِلّٰہ مصرعي
وذلك في ذات الإلٰہ وإن یشأ
یبارك علی أوصال شِلو ممزّع

❶ جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں، تو مجھے اس بات کی کوئی فکر اور پرواہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کس پہلو پر میرا (زمین پر) پچھڑنا ہوگا۔

❷ اور میرا قتل ہونا اللہ کی رضا کے لئے ہے، اگر وہ چاہے تو ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے عضو کے جوڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

اس کے بعد عقبہ بن حارث نے ان کو شہید کر دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے اسیر ہو کر شہید کئے جانے والے ہر مسلمان کے لئے دو رکعت نماز کی سنت قائم کی۔

حضرت ابوہریرہ نے اسے سنت اس لئے فرمایا کہ خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ عمل، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں کیا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا تھا (۱۳)۔

---

(۱۳) إرشاد الساري: ٦/٥٢٠

فاستجاب الله لعاصم بن ثابت يوم أصيب

''جس دن عاصم بن ثابت قتل ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی''۔

عاصم رضی اللہ عنہ جو امیر سریہ تھے انہوں نے دعا کی تھی "اللهم أخبرنا عنا نبيك" ''اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو باخبر کیجئے'' مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی حالت کی خبر ہوگئی۔ اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ان کے واقعہ کی خبر اور ان پر جو اذیتیں ہوئیں، بیان فرمائیں۔

وبعث ناس من كفار قريش إلى عاصم حين حدثوا أنه قُتِل ليؤتوا بشيءٍ منه يُعرف وكان قد قتل رجلا من عظمائهم يوم بدر

یعنی بعض کفار قریش کو جب عاصم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہوں نے چند آدمی روانہ کئے کہ جاکر عاصم کے جسم کا کوئی ایسا حصہ (کاٹ کر) لے آئیں جس سے وہ پہچانے جاسکتے ہوں۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے بدر کے موقع پر قریش کا ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کیا تھا۔ گویا کفارِ قریش انتقام کی ہوس پوری کرنا چاہتے تھے۔

فبُعِث على عاصم مثل الظُّلّة من الدَّبْر، فحَمَتْه من رَسُولهم، فلم يَقْدِروا على أن يقطعوا من لحمه شيئاً

''عاصم کے جسم پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک دستہ بھیج دیا گیا، جس نے قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں سے حضرت عاصم کی حفاظت کی، چنانچہ ان لوگوں کو حضرت عاصم کے جسم کا کوئی حصہ کاٹنے پر دسترس حاصل نہ ہوسکی''۔

بعث یہاں مجہول کا صیغہ ہے۔ آگے مغازی کی روایت میں ہے: فبعث الله على عاصم اس روایت میں تصریح ہے کہ اللہ نے بھڑوں کا دستہ بھیجا۔

الظلة: (ظاء کے ضمہ کے ساتھ) سائبان کو کہتے ہیں۔

الدبر: (دال کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ) زنبوروں اور بھڑوں کو کہتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

❶ هل يستأسر الرجل میں بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کو کفار کی قید میں دینا جائز ہے۔ حدیث میں ہے "فنزل إليهم ثلاثة رهط بالعهد والميثاق" ''تین آدمی (خبیب انصاری، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق) کفار کے عہد و پیمان پر اتر آئے''۔ حدیث باب کے اس جز کی مناسبت ترجمۃ الباب کے اس پہلے جز کے ساتھ ظاہر ہے۔

❷ دوسرے جزو من لم يستأسر میں بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کو کفار کی قید میں دینے سے انکار کرنا بھی جائز ہے۔ حدیث باب میں ہے "وقال عاصم بن ثابت أمير السرية: أما أنا فوالله لا أنزل اليوم في ذمة كافر" ''امیر سریہ عاصم بن ثابت نے کہا کہ میں تو خدا کی قسم! کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا''۔ اس جملہ کی مناسبت ترجمۃ الباب کے اس دوسرے جز کے ساتھ واضح ہے۔

❸ ترجمۃ الباب کے تیسرے جزو من ركع ركعتين عند القتل میں بتایا گیا ہے کہ شہادت کے وقت دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ حدیث باب کا یہ جملہ اس کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے: "قال لهم خُبيب: ذروني أركع ركعتين فتركوه فركع ركعتين" (۱۴)۔

۱۶۸ – باب : فَكاكِ الأَسيرِ.

شُرّاح حدیث کے نزدیک یہاں عبارت مقدر ہے "باب وجوب فكاك الأسير من أيدي العدوّ أو بغيره" (۱).

فـكـاك: فا کو مفتوح بھی پڑھنا درست ہے اور مکسور بھی (۲)۔ اس کے معنی ہیں: رہا کرنا، چھڑانا (۳)۔

---

(١٤) عمدة القاري: ١٤/٤٠٣

(١) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨، فتح الباري: ٦/١٦٧، إرشاد الساري: ٦/٤٢١

(٢) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

(٣) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے مسلمان قیدی کو رہا کرانا واجب ہے اور رہائی کے عوض مال یا اس کے متبادل کسی اور چیز کا مطالبہ کیا جائے، تو اسے پورا کرنا چاہیے(۴)۔

فِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح (۵) اور کتاب الأحکام (۶) کے تحت مسدد کے طریق سے، کتاب الأطعمۃ (۷) میں عن محمد بن کثیر عن سفیان کے طریق سے اور کتاب المرضیٰ (۸) میں قتیبہ بن سعید کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے (۹)۔

نیز سنن ابوداود میں کتاب الجنائز (۱۰) کے تحت اور امام نسائی کی سنن کبریٰ میں کتاب السیر کے تحت بھی مذکورہ تعلیق موصولاً روایت کی گئی ہے (۱۱)۔

مذکورہ تعلیق کا مقصد

اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس باب کے اندر جو حدیث مروی ہے، وہ

(٤) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨، فتح الباري: ٦/١٦٧، إرشاد الساري: ٦/٤٢١

(٥) أخرجه في صحيحه: ٢/٧٧٧ في باب حق إجابة الوليمة، (رقم: ٥١٧٤)

(٦) أخرجه في: ٢/١٠٦٣، باب إجابة الحاكم الدعوة (رقم: ٧١٧٣)

(٧) أخرجه: ٢/٨٠٩ في باب قول الله تعالىٰ: ﴿كلوا من طيبات مارزقنكم﴾ (رقم: ٥٣٧٣)

(٨) أخرجه في صحيحه في: ٢/٢، باب وجوب عيادة المريض (رقم: ٥٦٤٩)، فتح الباري: ٦/١٦٧.

(٩) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

(١٠) أخرجه أبوداود في سننه في باب الدعاء للمريض عند العيادة (رقم: ٣١٠٥)

(١١) أخرجه النسائي في السنن الكبرى: ٥/٢٠٢ في باب الأمر بفكاك الأسير (رقم: ٨٦٦٦)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے (۱۲)۔مطلب یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی باب کی حدیث کو روایت کرنے میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوذر کی روایت میں مذکورہ تعلیق نہیں (۱۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کا مدعیٰ ثابت کرنے کے لئے یہاں دو حدیثیں نقل کی ہیں:

۲۸۸۱ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (فُكُّوا الْعَانِيَ ، يَعْنِي : الْأَسِيرَ ، وَأَطْعِمُوا الجَائِعَ ، وَعُودُوا المَرِيضَ) . [٤٨٧٩ ، ٥٠٥٨ ، ٥٣٢٥ ، ٦٧٥٢]

تراجم رجال

۱۔قتیبہ بن سعید

یہ شیخ الاسلام ابورجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں (۱۴)۔

۲۔جریر

یہ جریر بن عبدالحمید بن قرط ضبی رازی ہیں،ان کے حالات کتاب العلم کے تحت گزر چکے ہیں (۱۵)۔

۳۔منصور

یہ ابوعتاب منصور بن المعتمر سلمی کوفی ہیں،ان کے حالات کتاب العلم کے تحت گزر چکے ہیں (۱۶)۔

---

(۱۲) عمدة القاري: ۱۴/۴۰۸، فتح الباري: ۶/۱۶۷، إرشاد الساري: ۶/۵۲۱

(۱۳) إرشاد الساري للقسطلاني: ۶/۵۲۱

(۱۴) كشف الباري: ۲/۱۸۹

(۱۵) كشف الباري: ۳/۲۶۸

(۱۶) كشف الباري: ۳/۲۷۰

۴-ابووائل

یہ مشہور تابعی ابووائل شقیق بن سلمہ اسدی کوفی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا زمانہ پایا، لیکن زیارت کی سعادت حاصل نہ ہوسکی، کتاب الإیمان کے تحت ان کا ترجمہ گزر چکا ہے (۱۷)۔

۵-ابوموسیٰ

یہ مشہور اور جلیل القدر صحابی أبوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں (۱۸)۔

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فكو العاني يعني الأسير

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیدی کو رہا کراو۔

العاني

بروزن قاضی، قیدی کے معنی میں ہے، عُناۃ اس کی جمع ہے، مؤنث سے اس کی جمع "عوان" اور مفرد "عانية" ہے۔ عنا يعنو (ن) سے اس کے معنی ذلت اور رسوائی کے آتے ہیں۔ "العاني بالعين المهملة وبالنون مثل القاضي من عنا يعنو فهوعان والجمع عناة، والمرء ة عانية، والجمع عوان، وقال ابن الأثير: والعاني الأسير وكل من ذلّ واستكان وخضع فقد عنا" (۱۹)۔

يعني الأسير

یہ مُدرَج من الراوی ہے اور "فكوا العاني" کی تفسیر ہے (۲۰)۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابوذر کی

(۱۷) كشف الباري: ۲/۵۵۹

(۱۸) كشف الباري: ۱/۶۹۰

(۱۹) عمدة القاري: ۱۴/۲۹۴، وفتح الباري: ۶/۱۶۷

(۲۰) عمدة القاري: ۱۴/۲۹۴، وفتح الباري: ۶/۱۶۷

روایت میں یہاں "یعني" کی بجائے "أي" ضبط ہوا ہے (۲۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اِدراج قتیبہ یا جریر ہی کا ہوسکتا ہے، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو کتاب الطب میں ''ابوعوانہ عن منصور'' اور کتاب الأطعمۃ میں ''ثوری عن منصور'' کے طریق سے بھی نقل کیا ہے، پہلے طریق میں مذکورہ ادراج کی تصریح نہیں۔ البتہ ''ثوری عن منصور'' والے طریق کے آخر میں یہ اضافہ ہے: "قال سفیان: العاني الأسیر" گویا اس طریق میں کوئی ابہام نہیں۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

والتفسير من قبل جرير أو قتيبة، وإلا فقد أخرج المصنف في الطب من طريق أبي عوانة عن منصور فلم يذكره، وأخرجه في الأطعمة من طريق الثوري عن منصور وقال في آخره "قال سفيان: العاني الأسير (٢٢).

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کی روشنی میں یہ ادراج قتیبہ یا جریر ہی کا ہوسکتا ہے، چونکہ روایتِ باب میں قائل کی تصریح نہیں، اس لئے تعیین نہیں ہوسکتی۔

مسلمان قیدی کی رہائی کا مسئلہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان قیدی کو رہا کرنا بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ اس پر انہوں نے "وعلیہ کافۃ العلماء" کہہ کر جمہور کا اتفاق نقل کیا ہے (۲۳)۔

البتہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ مسلمان قیدی کی رہائی کے عوض دشمن کو کیا دیا جائے۔

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ مال دے کر رہا کیا جائے گا (۲۴)۔ ایک روایت میں امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے (۲۵)۔

(٢١) إرشاد الساري شرح صحيح البخاري: ٥٢١/٦

(٢٢) فتح الباري: ٢٠٥/٦

(٢٣) شرح ابن بطال: ٢١٠/٥

(٢٤) فتح الباري: ١٦٧/٦، وعمدة القاري: ٢٩٤/١٤

(٢٥) فتح الباري: ١٦٧/٦، وعمدة القاري: ٢٩٤/١٤

امام احمد بن حنبل (۲۶) اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک رأس کے بدلہ رأس ہے (۲۷)، مطلب یہ ہے کہ مسلمان قیدی کی رہائی کے بدلہ میں کافر قیدی کو رہا کیا جائے گا۔

جہاں تک مال کے عوض رہائی کا حکم ہے، اس سلسلہ میں امام احمد رحمہ اللہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "وأما بالمال فلا أعرفه" (۲۸)۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دو قول منقول ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کا پہلا قول

ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک **رأس کے بدلے میں رأس** ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ رہائی کے بعد کافر قیدی دوبارہ اہل اسلام سے جنگ کریں گے، کافر قیدی کی رہائی سے دشمنوں کی عددی حیثیت بڑھے گی، ان کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ مسلمانوں کے لئے فائدہ مند نہیں، بلکہ نقصان دہ ہے۔ اس لئے مسلمان قیدی کو رہا کرانے کے مقابلہ میں اس نقصان کا سد باب کرنا زیادہ بہتر ہے جو کافر قیدی کی رہائی سے پیدا ہوگا۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"ولا يفادىٰ بالأسارىٰ عند أبي حنيفة -إلى أن قال-: له أن فيه معونة الكفرة؛ لأنه يعود حربا علينا، ودفع شرِّ حربه خيرٌ من استنقاذ الأسير المسلم" (۲۹)۔

دوسرا قول

امام اعظم رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ رأس کے بدلہ رأس جائز ہے۔ یعنی مسلمان قیدی کے تبادلہ

---

(٢٦) فتح الباري: ٦/١٦٧، وعمدة القاري: ١٤/٢٩٤

(٢٧) المجموع شرح المهذب: ٢١/٨٠، وهداية: ٢/٥٦٧

(٢٨) عمدة القاري: ١٤/٢٩٤، وفتح الباري: ٦/١٦٧

(٢٩) هداية: ٢/٥٦٧، وردّ المحتار على الدر المختار: ١٢/٥٣٥

میں کافر قیدی کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ یہی رائے صاحبین کی بھی ہے (۳۰)۔

ان کا استدلال عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مشرک قیدی کے بدلہ دو مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا تھا، "لأنه فدى رجلين من المسلمين برجل من المشركين" (۳۱)۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کافر قیدی کو قتل کرنے یا اسے مسلمانوں کی منفعت میں استعمال کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ مسلمان قیدی کو اس کے بدلہ رہائی میسر ہو۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے دوسرے قول کو امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں نقل کیا ہے، اسی کو امام زیلعی اور علامہ ابن ہمام رحمہما اللہ (۳۲) نے "أظهر الروايتين عن أبي حنيفة" قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه لابأس بأن يفادىٰ بهم أسارى المسلمين، وهو قول محمد؛ لأن تخليص المسلم من أيديهم واجب، ولا يتوصل إليه إلا به......، ومنفعة تخليص المسلم أولىٰ من استرقاقهم أو جعلهم ذمة، وقد روى أنه عليهم الصلوة والسلام فادىٰ بهم أسرى المسلمين، وذكر في السير الكبير أن هذا هو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة" (۳۳)۔

نومسلم قیدی کی رہائی کا حکم

اگر کافر قیدی اسلام لائیں، تو ان کے بدلے میں مسلمان قیدیوں کو اس شرط پر رہا کرانا جائز ہے جب

---

(۳۰) هداية: ۲/۵٦۷، وردّ المحتار على الدر المختار: ۱۲/۵۳۵

(۳۱) أخرجه مسلم في صحيحه كتاب الإيمان، باب لا وفاء لنذر في معصية الله ولا فيما لايملك العبد (رقم: ۱٦٤۱)، وأبوداود في سننه كتاب الإيمان، باب النذر فيما لايملك (رقم: ۳۳۱٦)، وأحمد في مسنده: مسند الكوفيين، حديث عمران بن حصين رضى الله عنهما (رقم: ۱۰۱۰۳)

(۳۲) فتح القدير: ٥/٤٧٤

(۳۳) تبيين الحقائق للزيلعي رحمه الله: ٤/٩٩، وردالمحتار: ۱۲/۵۳۵

مسلمانوں کی قید میں اسلام لانے والے یہ نومسلم قیدی، اس تبادلہ پر رضامند ہوں اور اسلام کی پاداش میں کسی قسم کے خطرات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ انہیں لاحق نہ ہو۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"ولو كان أسلم الأسارىٰ في أيدينا لا يفادىٰ بمسلم أسير في أيديهم؛ لأنه لايفيد إلا إذا طابت نفسه به، وهو مأمون على إسلامه"(۳٤)۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا تسامح

صاحبین کے نزدیک مسلمان قیدی کی رہائی کے عوض اہل اسلام کی قید میں رہنے والی غیر مسلم عورت کو رہا کرنا ناجائز ہے۔

جب کہ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ مذکورہ صورت کے جواز کے قائل ہیں، ان حضرات کے نزدیک اس صورت پر عمل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لیکن صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں نقل مذاہب میں تسامح ہوا ہے، ان کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی طرح امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ بھی عدم جواز کے قائل ہیں (۳۵)۔

حالانکہ ان حضرات کا نقطۂ نظر وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی اتباع کرتے ہوئے صاحب اعلاء السنن، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو بھی نقل مذاہب میں مغالطہ ہوا ہے۔

چنانچہ إعلاء السنن میں ہے:

"وعن أبي حنيفة أنه يفادى بهم كقول أبي يوسف ومحمد، والشافعي وأحمد إلا بالنساء فإنه لاتجوز المفاداة بهن عندهم(۳٦)۔

حالانکہ "شرح المہذب" میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک اور "المغنی" میں امام احمد کا مسلک بالکل

---

(۳٤) هداية: ۲/۵۲۷

(۳۵) دیکھئے: فتح القدير: ۵/٤۷۵

(۳٦) دیکھئے: إعلاء السنن: ۱۲/۱۰٤

صریح ہے کہ مسلمان قیدی کی رہائی کے عوض کافرہ عورت کو رہا کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

ان حضرات کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کے دوران حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو ایک قیدی عورت دی تھی، جو بعد میں سلمہ بن اکوع نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کردی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بدلہ میں فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہونے والے مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا (۳۷)۔

صحیح مسلم کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد مسلک شافعیؒ کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وفي الحديث: جواز المفاداة، وجواز فداء الرجال بالنساء الكافرات" (۳۸)۔

اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ابن قدامہؒ نے امام احمد رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ "المغني" میں ہے:

"وجوّز أن يُفادىٰ بهنّ أسارىٰ المسلمين لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فادى بالمرءة التي أخذها من سلمة بن الأكوع" (۳۹).

احناف کا استدلال

صاحبین کے نزدیک کافر عورت کے بدلہ مسلمان قیدی کو رہا کرنا اس لئے جائز نہیں کہ عورت کی

---

(۳۷) أخرجه مسلم في صحيحه في كتاب الجهاد، باب التنفيل وفداء المسلمين بالأسارىٰ (رقم: ۱۷۵۵)، عن سلمة بن الأكوع –رضي الله عنه–: خرجنا مع أبي بكر أمره علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم –إلى أن قال–: فلقيني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في السوق فقال لي: ياسلمة هب لي المرءة لله أبوك: أعني التي كان أبوبكر نفله إياها، فقلتُ هي لك يارسول الله، والله ماكشفتُ لها ثوبا، فبعث بها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ففدى بها ناساً من المسلمين كانوا أسروا بمكة" أنظر أيضاً شرح المهذب: ۷۹/۲۱، حيث نقله مستدلاً به.

(۳۸) دیکھئے: الجموع شرح المهذب: ۸۰/۲۱

(۳۹) دیکھئے: المغني لابن قدامة: ۳۹۸/۱۰

رہائی کے نتیجہ میں، اہل کفر کے توالد وتناسل میں ترقی ہوگی، اور ظاہر ہے کہ یہ کفار کی شوکت وقوت میں اضافہ کا باعث ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی کی توجیہ

لیکن علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے، احناف کے نزدیک یہ ممانعت، مال کے عوض کافر قیدیوں کی رہائی سے متعلق ہو، ورنہ تو احناف کے نزدیک کافر قیدیوں کے بدلہ مسلمان قیدیوں کو رہا کرانا جائز ہے، اور اس صورت میں ان کے نزدیک کوئی کراہت نہیں، حالانکہ کفار کے مرد قیدی بھی توالد وتناسل کا ذریعہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ممانعت کی وہ علت جو احناف کے نزدیک مسلمان قیدیوں کی رہائی کے عوض کافر عورتوں کی رہائی میں موجود تھی، وہ کافر مردوں کو مسلمان مردوں کی رہائی کے عوض رہا کرنے میں بھی موجود ہے، اس لئے رأس بالرأس کی صورت بھی ناجائز ہونی چاہیے، جب کافر مردوں کے تبادلہ کی صورت جائز ہے، تو پھر کافر عورتوں کے تبادلہ والی صورت بھی جائز ہی ہوگی۔

چنانچہ ردالمحتار میں علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”قوله: واتفقوا أنه لايفادى بنساء وصبيان لما إذا الصبيان يبلغون فيقاتلون، والنساء يلدن، فيكثر نسلهم، ولعل المنع فيما إذا أخذ البدل مالا، وإلا فقد جوّزوادفع أسراهم فداءً لأسرانا، مع أنهم إذا ذهبوا لدارهم يتناسلون“(٤٠).

أطعموا الجائع وعودوا المريض

”بھوکے کو کھلایا کرو اور مریض کی عیادت کیا کرو“۔

بھوکے کو کھلانا فرض کفایہ ہے، البتہ اگر بھوک کی شدت سے کسی کی موت واقع ہونے کا اندیشہ ہو اور دوسرے شخص کے پاس اسے کھلانے کے لئے اتنا کچھ ہو، جس سے وہ زندہ رہ سکے، اس صورت میں اس شخص پر

---

(٤٠) ردالمحتار: ١٢/٥٣٧

بھوکے کو کھلانا فرض عین ہے۔ بشرطیکہ اس کے علاوہ کھلانے کے لئے کوئی اور موقع پر موجود نہ ہو۔ البتہ عدم ضرورت اور عام حالات میں کھانا کھلانا مندوب و مستحسن ہے (۴۱)۔

وعودوا المريض

مریض کی عیادت کرنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ جب کہ اصحاب ظواہر کے نزدیک واجب ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المرضیٰ میں "باب وجوب عيادة المريض" کا باب قائم کر کے اپنے مسلک کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کا استدلال "عودوا المريض" سے ہے، جو مفیدِ وجوب ہے، جب کہ جمہور اسے ندب پر محمول کرتے ہیں (۴۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مریض کی عیادت فرض کفایہ ہے (۴۳)۔ بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے (۴۴)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا اثبات

ترجمۃ الباب کی مناسبت "فكوا العاني" کے ساتھ ظاہر ہے۔

٢٨٨٢ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ : أَنَّ عامِرًا حَدَّثَهُمْ ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا ما في كِتَابِ ٱللهِ ؟ قالَ : وَالَّذِي فَلَقَ الحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ ، ما أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ ٱللهُ رَجُلًا في الْقُرْآنِ ، وَما في هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ . قُلْتُ : وَما في الصَّحِيفَةِ قالَ : الْعَقْلُ ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكافِرٍ . [ر : ١١١]

---

(٤١) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

(٤٢) كشف الباري (ص: ٤٧٩) كتاب المرضىٰ، باب وجوب عيادة المريض.

(٤٣) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

(٤٤) عمدة القاري: ١٤/٤٠٨

(٢٨٨٢) والحديث أخرجه البخاري أيضا في صحيحه: (١/٢٥٠، ٢٥٢) كتاب فضائل المدينة ، باب حرم =

تراجم رجال

۱-احمد بن یونس

یہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس تمیمی یربوعی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الایمان، باب من قال إن الإیمان هو العمل کے تحت گزر چکا ہے(۴۶)۔

۲-زہیر

یہ زُہیر بن معاویہ بن حُدیج بن رُحَیل بن زُہیر بن خیثمہ جعفی ہیں،ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب الصلوۃ من الایمان کے تحت گزر چکا ہے(۴۷)۔

= المدینة، (رقم ۱۸۷۰)، و(۱/۴۵۰) الجزیة والموادعة، باب ذمة المسلمین وجوارهم واحدة یسعی بها أدناهم، (رقم: ۳۱۷۲)، و(۱/۴۵۱) کتاب الجزیة والموادعة باب إثم من عاهد ثم غدر، (رقم: ۳۱۷۹)، و(۲/۱۰۰۰) کتاب الفرائض، باب إثم من تبرأ من موالیه، (رقم: ۶۷۵۵)، و(۲/۱۰۲۰) کتاب الدیات، باب العاقلة، (رقم: ۲۹۰۳) و(۲/۱۰۲۱) کتاب الدیات، باب لایقتل المسلم بالکافر، (رقم: ۶۹۱۵)، و(۲/۱۰۸٤) کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، باب مایکره من التعمّق والتنازع في العلم والغلو في الدین والبدع، (رقم: ۷۳۰۰)، وعندمسلم في صحیحه، في کتاب الحج، باب فضل المدینة، (رقم: ۳۳۲۷-۳۳۲۹) وفي کتاب العتق، باب تحریم تولي العتیق غیر موالیه، (رقم: ۳۷۹٤)، وعندالترمذي في جامعه، في أبواب الدیات، باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر، (رقم: ۱٤۱۲)، وفي أبواب الولاء والهبة، باب ماجاء في تولي غیر موالیه أو ادعی إلی غیر أبیه، (رقم: ۲۱۲۷)، والنسائي في سننه، في کتاب القسامة، باب القود بین الأحرار والممالیك، (رقم: ٤۷۳۸، ٤۷۳۹)، وباب سقوط القود من المسلم للکافر، (رقم: ٤۷٤۸-٤۷۵۰)، وعند أبي داود في سننه في کتاب المناسك، باب في تحریم المدینة (رقم: ۲۰۳٤)، وفي کتاب الدیات، باب إیقاذ المسلم من الکافر (رقم: ٤۵۳۰)، وعندابن ماجة في سننه، في کتاب الدیات، باب لایقتل مسلم بکافر (رقم: ۲۶۵۸)

(٤۶) کشف الباري: ۲/۱۵۹

(٤۷) کشف الباري: ۲/۳۶۷

۳-مُطرّف

یہ مطرف بن طریف حارثی کوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب کتابة العلم کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-عامر

یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی کوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت گزر چکا ہے(۴۸)۔

۵-ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ

یہ صحابی رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ابوجحیفہ وھب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب کتابة العلم کے تحت گزر چکا ہے۔

اس روایت کی تخریج میں علامہ عبدالغنی نابلسی کا تسامح

ترجمة الباب کی اس روایت کے متعلق علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے "ذخائر المواریث" میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت "دیات" میں احمد بن یونس کے طریق سے ذکر کی ہے(۴۹)۔ یہ ان کا تسامح ہے، کیونکہ کتاب الدیات میں یہ روایت احمد بن یونس کے طریق سے نہیں، بلکہ صدقہ بن الفضل کے طریق سے نقل کی گئی ہے(۵۰)۔

"قلتُ لعلي رضی الله عنه هل عند کم شئ من الوحي إلا مافي کتاب الله؟ ......

---

(٤٨) کشف الباري: ١/٦٧٩

(٤٩) "ذخائر المواريث": ٢/٤٤، ٣٤٥، (رقم: ٥٤٤٠)، قال النابلسيؒ: "أخرجه البخاري في كتاب الجهاد، وفي الديات عن أحمد بن يونس" اهـ

(٥٠) صحيح البخاري: ٢/٢٠٢١، كتاب الديات، باب لايقتل المسلم بالكافر، (رقم: ٦٩١٥)

اس حدیث کو "حدیث قرطاس" کہتے ہیں، کتاب العلم، باب کتابة العلم کے تحت اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب کی مناسبت "وفکاك الأسیر" کے ساتھ ہے، ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "العقل وفکاك الأسیر" ترجمۃ الباب کے ساتھ اس جملہ کی مناسبت بالکل ظاہر ہے (۵۱)۔

۱۶۹ - باب : فِدَاءِ الْمُشْرِكِينَ .

باب سابق سے مناسبت

سابقہ باب میں کفار اور مشرکین کی قید میں رہنے والے مسلمان اسیروں کو رہا کرانے کا حکم بیان کیا گیا تھا، اس باب میں کافر اور مشرک قیدی کی رہائی سے متعلق حکم بیان کیا جارہا ہے کہ دورانِ جہاد قید ہونے والے مشرکین کو فدیہ لے کر رہا کیا جاسکتا ہے؟

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اہل اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بننے والے مشرکین کو قتال اور خونریزی کے بعد، فدیہ لے کر رہا کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے اور عقیل رضی اللہ عنہ کی طرف سے فدیہ دے کر رہائی حاصل کر لی تھی، یہ صورت خونریزی (اُثخان) سے پہلے کی تھی، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا تھا، اس لئے فدیہ لے کر مشرک قیدیوں کو رہا کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے، جب اہل اسلام اور مشرکین کے درمیان قتال ہو چکا ہو، یا پھر یہ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرک کمزور

(۵۱) عمدة القاري: ۱٤/۴۰۹.

ہوں(۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے اثبات کے لئے یہاں تین حدیثیں نقل کی ہیں:

۲۸۸۳ : حدّثنا إسْماعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ : حَدَّثَنَا إِسْماعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رِجالاً مِنَ الْأَنْصارِ ٱسْتَأْذَنُوا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱئْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِٱبْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ . فَقَالَ : (لَا تَدَعُونَ مِنْهَا دِرْهَمًا) . [ر : ۲٤۰۰]

تراجم رجال

۱-اسماعیل بن ابی اویس

یہ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی اویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

۲-اسماعیل بن ابراہیم

یہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ بن أبی عیّاش قُرَشی اسدی ہیں۔ یہ امام المغازی موسیٰ بن عقبہ کے بھتیجے تھے(۴)۔ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

---

(۱) شرح ابن بطال: ۲۱۲/۵.

(۲۸۸۳) والحديث أخرجه البخاري رحمه الله أيضا في المغازي، باب شهود الملائكة بدراً، وفي كتاب العتق، باب إذا أسر أخو الرجل أو عمه.

(۳) كشف الباري: ۱۱۳/۲

(٤) تهذيب الكمال للحافظ المزّي: ۱۷/۳ (رقم الترجمة: ٤۱٥)

(٥) دیکھئے: كتاب جزاء الصيد، باب ماينهى من الطيب للمحرم والمحرمة.

۳-موسی بن عقبہ

یہ امام المغازی موسیٰ بن عقبہ اسدی ہیں، ان کا تذکرہ پہلے گزار چکا ہے(۵☆)۔

۴-ابن شہاب

یہ جلیل القدر امام حدیث ابوبکر محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں۔ان کے حالات باب بدء الوحی میں تیسری حدیث کے تحت گزر چکے ہیں(٦)۔

۵-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات كتاب الإيمان کے تحت گزر چکے ہیں(۷)۔

أن رجالا من الانصار استأذنوارسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالوا: يارسول الله! ائذن لنا فلنترك لابن أختنا عباس فداءهُ؟ فقال: "لاتدعوا منه درهما"

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار کے بعض افراد نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت چاہی کہ وہ اپنے بھانجے عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کرنا چاہتے ہیں''۔

اس وقت عباس رضی اللہ عنہ اسلام نہیں لائے تھے، اور بدر کے قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی، اور فرمایا:

''ان کے فدیہ میں ایک درہم بھی معاف نہ کرنا''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے۔انصاری صحابہ چونکہ آپ پر

(۵☆) دیکھئے كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء.

(٦) كشف الباري: ١/٣٢٦

(٧) كشف الباري: ٢/٤

دل و جان سے فدا تھے، اس لئے قرابت داری کے پیش نظر انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رعایت کرتے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن آپ کا خیال تھا کہ فدیہ دینے میں مشرکین کی اہانت ہوگی اور اس سے ان کی قوت کمزور پڑ جائے گی، اس لئے آپ نے قرابت داری کو نظر انداز کرتے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ وصول کرنے کا حکم صادر فرمایا (۸)۔

ترجمۃ الباب کا اثبات

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کی مناسبت "ائذن لنا" کے ساتھ ہے (۹)، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے "ائذن لنا فلنترك لابن أختنا عباس فداءہ". کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عباس کا فدیہ معاف کرنے کی درخواست کی تھی، جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ فدیہ لے کر مشرک قیدیوں کو رہا کرنے کی صورت موجود تھی، اس لئے ترجمۃ الباب کے ساتھ "ائذن لنا" کی مناسبت ظاہر ہے۔

٢٨٨٤ : وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ، فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَعْطِنِي ، فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلاً . فَقَالَ : (خُذْ) . فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ . [ر : ٤١١]

تراجم رجال

۱- ابراہیم بن طہمان

یہ ابراہیم بن طہمان ہروی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الغسل، باب من اغتسل عریانا وحدہ في الخلوۃ کے تحت گزر چکا ہے۔

---

(۸) شرح ابن بطال: ٥/٢١٢

(۹) عمدة القاري: ١٤/٤٠٩

۲-عبدالعزیز بن صہیب

یہ عبدالعزیز بن صہیب بنانی بصری ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۰)۔

۳-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ترجمۃ الباب کی پہلی حدیث میں ان کا حوالہ گزر چکا ہے۔

أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أتي بمال من البحرین، فجاء ہ العباس فقال: یارسول اللہ! أعطني، فإني فادیتُ نفسي، وفادیتَ عقیلا. فقال: "خذ"، فأعطاہ في ثوبه

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین کا خراج آیا، تو حضرت عباس نے آپ کی خدمت میں عرض کی، "یارسول اللہ! مجھے بھی عنایت فرمائیں کیونکہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تھا" آپ نے فرمایا: "لے لیجئے" اوران کا حصہ ان کے دامن میں ڈال دیا"۔

بدر کے موقع پر گرفتار کئے جانے والے مشرک قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس وقت آپ اسلام نہیں لائے تھے، چونکہ معاشی لحاظ سے غنی اور آسودہ حال تھے، اس لئے اپنا اور عقیل کا فدیہ دے کر رہائی حاصل کرلی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق ان کے ساتھ حارث بن نوفل بھی قیدیوں میں شامل تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے بھی فدیہ ادا کیا تھا(۱۱)۔

فائدہ

لیکن علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ یہ فدیہ عباس رضی اللہ عنہ نے قرض لے کر ادا کیا تھا۔ اسلام لانے تک یہ رقم ان کے ذمہ واجب الاداء تھی، بحرین کے مالِ خراج سے عباس رضی اللہ عنہ نے

---

(۱۰) کشف الباري: ۱۲/۲

(۱۱) فتح الباري: ۲۰۶۰/۶

کچھ لینے کا مطالبہ اس بناء پر کیا تھا کہ اپنا قرضہ اتار سکیں (۱۲)۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

یہ تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اختصار سے اور کتاب الصلوۃ میں تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے کتاب الصلوۃ میں بھی یہ معلق ہی ہے (۱۳)۔

جب کہ حافظ ابونعیم نے "مستخرج" میں اور حاکم نے "مستدرك" میں احمد بن حفص کے طریق سے اس تعلیق کو موصولاً روایت کیا ہے (۱۴)۔

تعلیق کا مقصد

اس تعلیق میں خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کے موقع پر اپنا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا فدیہ ادا کرنے کی تصریح کی ہے، جو ترجمۃ الباب کی روایت کے لئے مؤید ہے۔ دوسری بات اس تعلیق سے یہ معلوم ہوئی کہ جو فدیہ انہوں نے قرض لے کر ادا کیا، وہ قرض ان کے ذمہ ابھی تک واجب الاداء تھا، جیسا کہ علامہ ابن بطال نے نقل فرمایا ہے۔ اور یہ قرض انہوں نے بعد میں بحرین کے جزیہ یا مال خراج سے ادا کیا (۱۵)۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہی وجوہ کی بناء پر مذکورہ تعلیق نقل فرمائی ہے کہ ایک تو یہ تعلیق پہلی روایت کے لئے موید ہے، دوسرے افادہ زائدہ کے طور پر اس سے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

روایت باب کے اس جملہ "فإني فاديتُ نفسي وفاديتُ عقيلاً" کی مناسبت ترجمۃ الباب کے

---

(۱۲) شرح ابن بطال: ۵/ ۱۲۰، قيل: إنه كان يداين في ذلك عباس، وبقي عليه الدين إلى وقت إسلامه، ولذلك قال للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أعطني، فإني فاديتُ نفسي وفاديتُ عقيلا، فغرم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ماتحمله العباس من ذلك بعد إسلامه مما آفاء الله على رسوله".

(۱۳) دیکھئے صحیح بخاری: ۱/ ۶۰، كتاب الصلوة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد، (رقم: ۴۲۱)

(۱۴) فتح الباري: ۱/ ۵۱۶، كتاب الصلوة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد

(۱۵) بحرین کا یہ مال، مالِ خراج یا جزیہ کے قبیل سے تھا؟ اس کی تفصیل آگے کتاب الجزیہ میں آرہی ہے۔

ساتھ ظاہر ہے(۱۶)۔

٢٨٨٥ : حدّثني مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَكَانَ جَاءَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ . [ر : ٧٣١]

تراجم رجال

۱-محمود

محمود بن غیلان العدوی المروزی ہیں، ان کے حالات کتاب مواقیت الصلوة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب کے تحت گزر چکے ہیں۔

۲-عبدالرزاق

یہ عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی یمانی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب حسن إسلام المرء کے تحت گزر چکا ہے(۱۸)۔

۳-معمر

یہ معمر بن راشد ازدی ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کی پانچویں حدیث کے تحت گزر چکے ہیں(۱۹)۔

۴-زہری

یہ مشہور امام حدیث ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری ہیں۔ ان کے حالات

(١٦) عمدة القاري: ١٤/٤٠٩

(٢٨٨٥) وقد سبق تخريج الحديث في كتاب الأذان، باب الجهر في المغرب، (رقم: ٧٦٥)

(١٨) كشف الباري: ٢/٤٢١

(١٩) كشف الباري: ١/٤٦٥

گزر چکے ہیں (۲۰)۔

۵-محمد بن جبیر

یہ مشہور تابعی محمد بن جبیر مطعم ابن عدی ہیں، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور ان کا شمار علم الانساب کے مشہور ماہرین میں ہوتا ہے۔ کتاب الأذان، باب الجهر في المغرب کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں۔

۶-عن ابیہ

اس سے محمد بن جبیر کے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ ان کے حالات کتاب الغسل، باب من أفاض على رأسه ثلاثا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

وكان جاء في أسارىٰ بدر

اس حدیث سے متعلق تفصیلی بحث کتاب الأذان، باب الجهر في المغرب کے تحت گزر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث باب کا یہ جملہ "وكان جاء في أساري بدر" ترجمہ کے مناسب ہے (۲۱)۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فدیہ دے کر بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنے آئے تھے، چونکہ اس میں فدیہ کا ذکر ہے، اس لئے ترجمۃ الباب سے اس کی مطابقت ظاہر ہے۔

---

(۲۰) كشف الباري: ۱/۳۲٦

(۲۱) فتح الباري: ٦/۱٦۸، وعمدة القاري: ۱٤/٤۱۰، وإرشاد الساري: ٥/۱٦۷، وتحفة الباري: ۳/٥۱۰

١٧٠ - باب : الحَرْبِيُّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ .

باب سابق سے مناسبت

سابقہ باب میں جہاد کے دوران گرفتار ہونے والے قیدیوں کا حکم بیان کیا گیا تھا، اس باب کے تحت امان طلب کئے بغیر دارالاسلام کی حدود میں داخل ہونے والے حربی کا حکم بیان کیا جارہا ہے، کہ اسے قتل کیا جائے یا قیدی بنایا جائے؟

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ایک سوال اٹھایا ہے کہ اگر حربی دارالاسلام میں داخل ہوجائے تو اسے قتل کیا جاسکتا ہے؟ اس صورت میں عبارت مقدر ہوگی: باب الحربي إذا دخل دارالإسلام بغير أمان، هل يجوز قتله؟(١)

علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ چونکہ مختلف فیہا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں حکم کی تصریح نہیں فرمائی (٢)۔

٢٨٨٦ : حدّثنا أبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ) . فَقَتَلَهُ فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ .

---

(١) عمدة القاري: ١٤/ ٤١٠، والأبواب والتراجم، للشيخ زكريا الكاندهلويؒ، ص: ٢٠٣

(٢) عمدة القاري: ١٤/ ٤١٠، والأبواب والتراجم، للشيخ زكريا الكاندهلويؒ، ص: ٢٠٣

(٢٨٨٦) الحديث عند مسلم في صحيحه (٢/ ٨٨)، في كتاب الجهاد، باب استحقاق سلب القتيل (رقم: ١٧٥٤)، وعند أبي داود في سننه (٢/ ٣)، في كتاب الجهاد، باب في الجاسوس المستأمن (رقم: ٢٦٥٣)، وعند ابن ماجه في سننه (ص: ٢٠٣) في الجهاد، باب المبارزة والسلب (رقم: ٢٨٣٦)

تراجم رجال

۱-ابونعیم

یہ مشہور محدث ابونعیم الفضل بن دکین الملائی الکوفي الاحول ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه کے تحت گزرچکا ہے(۴)۔

۲-اَبوالعمیس

یہ ابوالعمیس عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود الہندلی المسعودی الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه کے تحت گزرچکا ہے(۵)۔

۳-اِیاس بن سلمہ

یہ مشہور صحابی سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوسلمۃ اِیاس بن سلمہ بن اکوع الأسلمی المدنی ہیں(۶)،انہوں نے اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے(۷)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ انہوں نے اپنے والد کے علاوہ کسی اور سے روایت حدیث کی ہے(۸)۔

لیکن حافظ مزی رحمہ اللہ نے محمد ابن عمار بن یاسر کی تصریح کی ہے کہ ایاس بن سلمہ نے ان سے بھی حدیث روایت کی ہے(۹)۔

---

(٤) كشف الباري: ٦٦٩/٢

(٥) كشف الباري: ٤٧٠/٢

(٦) تهذيب الكمال: ٤٠٣/٣، (رقم الترجمة: ٥٩٠)

(٧) تهذيب الكمال: ٤٠٣/٣، وسير أعلام النبلاء: ٤٤٤/٥، (رقم الترجمة: ١٠٧)

(٨) قال العلامة الذهبي: "وما علمته روى عن غير أبية" انظر سير أعلام النبلاء: ٢٤٤/٥

(٩) تهذيب الكمال: ٤٠٣/٣

دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ علامہ ذہبی کا نہ جاننا اس بات کی دلیل نہیں کہ واقع میں بھی ایاس بن سلمہ نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے حدیث کی روایت نہ کی ہو۔

حافظ یوسف مزی نے ان سے روایتِ حدیث کرنے والوں کی ۲۰ رجالِ حدیث کی فہرست نقل کی ہے۔ جس میں ابوالعمیس، عتبہ بن عبداللہ، محمد بن بشیر، عکرمہ بن عمار اور محمد بن شہاب زہری جیسے جلیل القدر اعلامِ حدیث شامل ہیں (۱۰)۔

ان کے بارے میں امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقہ" (۱۱)۔

امام احمد بن عبداللہ العجلی اور امام نسائی نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے (۱۲)۔

ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وكان ثقة، وله أحاديث كثيرة (۱۳)۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے (۱۴)۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اتفق جميعا على الحجة به من أبيه" (۱۵)۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ان کی وفات مدینہ منورہ میں سن ۱۱۹ ہجری کو ہوئی۔ ۷۷ برس کی عمر پائی (۱۶)۔

ایاس بن سلمہ تابعی تھے یا صحابی؟

ابن عبدالبر رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ صحابی تھے (۱۷)، حقیقت یہ ہے کہ یہ تابعی تھے، ان کے صحابی

---

(۱۰) تهذيب الكمال: ۳/۴۰۳، ۴۰۴

(۱۱) سير أعلام النبلاء للذهبي: ۵/۲۴۴، وتهذيب الكمال: ۳/۴۰۴

(۱۲) تهذيب الكمال للحافظ المزي: ۳/۴۰۴

(۱۳) طبقات ابن سعد: ۵/۱۸۴

(۱۴) كتاب الثقات لابن حبان: ۱/۴۳

(۱۵) إكمال تهذيب الكمال للعلامة علاء الدين مُغْلطائي: ۲/۳۰۳

(۱۶) طبقات ابن سعد: ۵/۱۸۴، وسير أعلام النبلاء للذهبي: ۵/۲۴۴، وتهذيب الكمال: ۳/۴۰۴، والكاشف للذهبي: ۱/۲۵۸ (رقم الترجمة: ۴۹۸

(۱۷) الإصابة لابن حجر: ۱/۸۹

ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں، قرائن وآثار ان کے صحابی نہ ہونے پر صریح ہیں۔

حافظ ابن حجر کا رد

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، ابن عبدالبر کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ وہی ایاس بن سلمہ ہیں، جن سے ابوالعمیس نے روایت حدیث کی ہے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی صحبت ثابت نہیں۔ کیونکہ ایاس کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، اس سے بداہتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عبدالبر نے ان کا ذکر صحابہ کرامؓ کی فہرست میں کرنے کے بعد لکھا: ''انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ اشعار بھی کہے''، مرزبانی رحمہ اللہ، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے متقدم ہیں، انہوں نے ''معجم'' میں ایاس رحمہ اللہ کے صحابی ہونے کی تصریح نہیں کی (۱۸)۔

ایاس بن سلمہ کے تابعی ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کی وفات ۱۱۹ھ میں ہوئی (۱۹)، حالانکہ مؤرخین اور جمہور محدثین کے نزدیک سن ۱۱۰ ہجری کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھانے والے صحابہ کرام کے قافلہ کا کوئی فرد اس دنیا میں باقی نہیں رہا تھا، عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات سب سے آخر میں ۱۱۰ ہجری میں ہوئی۔

چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”عـامـر بن واثلة أبو الفضل الكناني وكان من مُحبّي علي رضى الله

---

(۱۸) ”وذكره ابن عبدالبر في الصحابة وقال مدح النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بشعر، وفيه نظر، إن كان هو الذي روى عنه أبو العميس فليست له صحبة؛ لأنه ولد في زمن عثمان (رضي الله عنه) -وقال بعد أسطر- وقد سبق ابن عبدالبر إلى ذلك المرزباني في معجمه لكن لم يصرح بأن له صحبة بل قال في ترجمته: هو القائل يمدح النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم“. انظر الإصابة للحافظ ابن حجر: ۸۹/۱

(۱۹) طبقات ابن سعد: ۱۸٤/٥

عنه، وبه ختم الصحابة في الدنيا، مات سنه عشر ومأة على الصحيح"(٢٠).

أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عين من المشركين وهو في سفر

"رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دورانِ سفر ایک مشرک جاسوس آیا"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس جاسوس کا نام معلوم نہ ہوسکا (۲۱)۔

عين

اس کے معنی جاسوس کے ہیں (۲۲)، چنانچہ عربی میں لکھتے ہیں: "إعتان له: أي أتاه بالخير" (۲۳)۔ عین کا اطلاق آنکھ پر بھی ہوتا ہے۔ جاسوس کو "عین" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تمام اہم امور نظر کی توجہ اور غیر معمولی ارتکاز سے انجام پاتے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں اس کی نظر کے ارتکاز میں اس قدر انہماک اور توجہ ہوتی ہے، گویا وہ خود سراپا آنکھ بن گیا ہو۔

"وسمّي الجاسوس عينا؛ لأن جل عمله بعينه، أو لشدة اهتمامه بالرؤية واستغراقه فيها كأن جميع بدنه صار عينا"(٢٤).

وهو في سفر

صحیح مسلم میں امام مسلم رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی متذکرہ روایت عکرمہ بن عمار کے طریق سے نقل کی ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ یہ غزوۂ ہوازن کا سفر تھا (۲۵)۔

---

(٢٠) الكاشف للذهبي: ٥٢٧/١

(٢١) فتح الباري: ٢٠٧/٦

(٢٢) عمدة القاري: ٢٩٦/١٤

(٢٣) النهاية في غريب الحديث: ٣٣١/٣

(٢٤) فتح الباري: ١٦٨/٦

(٢٥) صحيح مسلم: ٨٨/٢، كتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل (رقم: ١٧٥٤)،

فجلس عند أصحابه يتحدث ثم انفتل

''پھر وہ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر ان سے گفتگو کرنے لگا، پھر واپس لوٹا''۔

انفتل

أي انفتل سريعا، یعنی سرعت سے واپس لوٹا (۲۶)۔

امام نسائی کی ''سنن کبری'' میں یہ روایت جعفر بن عون عن ابی العمیس کے طریق سے مروی ہے، اس میں ہے: "فلما طعم انسلّ" (۲۷)۔ یعنی ''کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ خفیہ طریقے سے چلا گیا''۔

جب کہ صحیح مسلم میں عکرمہ کی متذکرہ روایت میں زیادہ وضاحت موجود ہے، چنانچہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

"فقيّد الجمل، ثم تغدّى مع القوم وجعل ينظر، وفينا ضعفة ورقة في الظهر، إذ خرج يشتدّ" (۲۸).

خلاصہ یہ کہ باہر سے آنے والا یہ جاسوس صحابہ کی جماعت میں شامل ہوکر، ان کے ساتھ گھل مل گیا، کھانا تک ان کے ساتھ کھایا، اور ان کو خبر نہ ہوئی کہ یہ دشمن کا مخبر اور جاسوس ہے، پھر یہ کہ وہ خفیہ طریقہ سے اتنی مہارت کے ساتھ سرک کر نکلا کہ صحابہ کو اس کا قطعاً احساس نہیں ہوا۔

اطلبوه واقتلوه، فقتله، فنفله سلبه

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو تلاش کر کے قتل کر دو۔ چنانچہ (حضرت) سلمہ بن اکوع (رضی اللہ عنہ) نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ہتھیار و اسلحہ آپ نے انہی کو عنایت فرمائے۔

= وفيه: "قال (سلمة بن الاكوع رضي الله عنه) غزونا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هوازن ......الخ".

(۲٦) عمدة القاري: ١٤/ ٤١٠

(۲۷) السنن الكبرى للنسائي رحمه الله: ٥/ ٢٦٥، كتاب السير، باب قتل عيون المشركين، (رقم: ٨٨٠٦)،
فتح الباري: ٦/ ٢٠٧

(۲۸) صحيح مسلم: ٢/ ٨٨، كتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل، وفتح الباري: ٦/ ٢٠٧

مستخرج ابونعیم میں یحیی بن حمانی عن ابی العمیس کے طریق سے جو روایت منقول ہے، اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "أدركوهُ فإنه عين" اسے گرفتار کردو، کیونکہ یہ جاسوس ہے (۲۹)۔

فنفله سلبه

یہ راوی سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں، متکلم کا صیغہ استعمال کرنے کی بجائے انہوں نے خلافِ قیاس غائب کا صیغہ استعمال کیا۔ یہ التفات من المتكلم إلى الغائب کے قبیل سے ہے۔ قیاس کے موافق یوں کہنا چاہیے تھا: "فقتلتُه ونفلني سلبه" (۳۰)۔

نفل کی جمع انفال آتی ہے، اس کے معنی زیادت کے ہیں، فاء کو ساکن اور متحرک دونوں طرح پڑھنا درست ہے، لہٰذا "فنفله سلبه" کے معنی اس صورت میں ہوں گے: "رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو ان کے مقررہ حصہ سے زیادہ دیا"۔

نمازِ نفل پر بھی نوافل کا اطلاق اس لئے ہوتا ہے کہ وہ زائد از فرائض ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن اثیر رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"النفل بالتحريك: الغنيمة، وجمعه أنفال. والنفل بالسكون وقد يُحرّك: الزيادة، وبه سميّت النوافل في العبادات؛ لأنها زائدة على الفرائض" (۳۱).

سلب

هو فعلٌ بمعنى مفعولٍ: أي مسلوب (۳۲)۔ وہ چیز جو مقتول سے سلب کی گئی ہو، قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۲۹) فتح الباري: ۶/۱۶۸، وعمدة القاري: ۱۴/۴۱۱

(۳۰) عمدة القاري: ۱۴/۴۱۱، وفتح الباري: ۶/۱۶۹، وإرشاد الساري: ۵/۱۶، وتحفة الباري: ۳/۵۱۱

(۳۱) النهاية لابن الاثير: ۵/۹۹، وفتح القدير: ۵/۵۱۲

(۳۲) النهاية لابن الاثير: ۲/۳۸۷

"هو الشيئُ المسلوب سُمّيَ به؛ لأنه يسلب عن المقتول"(۳۳).

سلب کا مصداق

سلب کا اطلاق مقتول سے لی گئیں درج ذیل اشیاء پر ہوتا ہے:

سواری، لباس، اسلحہ، زین، نیز مقتول کے سفری بیگ میں موجود مال ومتاع (۳۴)۔

دارالاسلام میں کافر حربی کے داخل ہونے کا مسئلہ

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک کافر حربی، اگر امان طلب کئے بغیر دارالاسلام کی حدود میں داخل ہو تو امام کو اختیار ہے، چاہے اسے قتل کردے، قیدی بنالے، یا فدیہ لے کر چھوڑ دے (۳۵)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قتل کرنے، غلام بنانے اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے ساتھ امن واحسان کا اختیار بھی حاکم وقت کو حاصل ہے (۳۶)۔

اگر کافر حربی دعویٰ کرے کہ وہ اپنے ملک کے حاکم کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آیا ہے، تو احناف (۳۷) اور حنابلہ (۳۸) کے نزدیک اس کی یہ بات اس شرط پر قابل قبول ہوگی، جب اس کے پاس حاکمِ وقت کی تحریر ہو، اور یقین ہو کہ یہ تحریر فی الواقع حاکم وقت ہی کی ہے۔

اگر کافر حربی کہے کہ میں امان لے کر آیا ہوں، تو امام اوزاعی، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک اس کی یہ بات رد کردی جائے اور امام کو اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اسے کسی بھی قسم کی سزا

---

(۳۳) إرشاد الساري: ۱٦۸/٥

(۳٤) عمدة القاري: ٤۱۱/۱٤، وإرشاد الساري: ١٦/٥، وفتح القدير: ٥١٤/٥، وتحفة الباري: ٥١١/٣

(۳٥) فتح الباري: ١٦٨/٦

(۳٦) المجموع شرح المهذب للنووي: ٢٣٨/٢١، باب عقد الذمة

(۳۷) ردالمحتار على الدرالمختار: ١٦٨/٤، سعيد

(۳۸) المغني لابن قدامة: ٤٣٣/١٠ (فصل: ٧٤٩١)

دے(۳۹)۔

یہی مسلک امام مالکؒ کا بھی ہے(۴۰)۔

البتہ فقہاء احناف کے نزدیک حربی جاسوس اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے ثبوت پیش کرے، تو اس سے تعارض کرنا جائز نہیں۔ سزا دیئے بغیر اسے چھوڑ دیا جائے گا(۴۱)۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جس کے ہاتھ لگا، اس کا غلام بن جائے گا(۴۲)۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تجارت کی غرض سے دار الاسلام میں حربیوں کی آمد و رفت معمول ہو اور اس صورت میں مشتبہ جاسوس، ایک تاجر کی حیثیت سے اپنی شناخت کرائے تو اس سے تعارض نہیں کیا جائے گا(۴۳)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''ردالمحتار'' میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کافر حربی کو امان دینے کا دعویٰ کیا، تو دو مسلمان گواہوں سے اس دعویٰ کی تصدیق لی جائے، کہ واقعتاً اس نے حربی کو امان دی ہے؟ اگر گواہوں نے تصدیق کر دی، تو اُسے چھوڑ دیا جائے گا(۴۴)۔

حربی مسلم کا حکم

مذکورہ تفصیل کفار اہلِ حرب سے متعلق تھی، اگر دار الاسلام میں داخل ہونے والا حربی مسلمان ہو تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور بعض فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ امام وقت اس کو حسبِ منشأ مناسب سزا دے، اسے

---

(۳۹) المغني لابن قدامة: ۱۰/۴۳۳ (فصل: ۷۴۹۱)

(۴۰) شرح ابن بطال: ۵/۲۱۳

(۴۱) ردالمحتار على الدر المختار: ۴/۱۶۸، سعید

(۴۲) شرح ابن بطال: ۵/۲۱۳

(۴۳) المغني لابن قدامة: ۱/۴۳۳

(۴۴) ردالمحتار على الدر المختار: ۶/۲۶۶، كتاب الجهاد، فصل في استئمان الكافر، دار المعرفة بيروت

قتل کرنا جائز نہیں (۴۵)۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یجتهد فیه الإمام". لیکن امام نووی اور علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس اجتہاد کی وضاحت امام مالکؒ نے نہیں فرمائی، کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ (۴۶)۔

البتہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء مالکیہ کی رائے کے مطابق مسلمان حربی کو قتل کرنا جائز ہے۔"وقال عیاض: قال کبار أصحابه -أي أصحاب مالك- یقتل"(۴۷)۔

ترجمۃ الباب اور حدیث باب کی مناسبت پر اشکال اور اس کا جواب

ابن منیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت میں جاسوس کا ذکر ہے، جب کہ ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حربی کا ذکر کیا ہے، بظاہر دونوں میں مناسبت نہیں۔ اس لئے کہ "مطلق حربی" جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر ہے اور "مشرک جاسوس" دونوں شرعاً الگ الگ حکم رکھتے ہیں، لہذا یہاں دعوی دلیل سے اعم ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابتداء صحابہ کرام کا خیال تھا کہ یہ جاسوس حربی مستأمن ہے، اس حقیقت کا ادراک انہیں بعد میں ہوا کہ وہ حربی مستأمن نہیں تھا، بلکہ جاسوس تھا اور بغیر امان کے آیا تھا، جب وہ گھل مل جانے اور کھانا کھانے اور صحابہ کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد خفیہ طریقے سے نکل بھاگا تو ظاہر ہوا کہ مستامن نہیں، جاسوس تھا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال ابن المنیر: ترجم بالحربي إذا دخل بغیر أمان، وأورد الحدیث المتعلق بعین المشرکین وهو جاسوسهم، وحکم الجاسوس مخالف لحکم الحربي المطلق الداخل بغیر أمان، فالدعویٰ أعم من الدلیل.

---

(۴۵) عمدة القاري: ۲۹۷/۱۴

(۴۶) شرح النووي علی صحیح مسلم: ۸۹/۲، وعمدة القاري: ۲۹۷/۱۴

(۴۷) عمدة القاري: ۲۹۷/۱۴، وبذل المجهود: ۱۷۸/۱۲، والأبواب والتراجم، ص: ۲۰۳

وأجيب بأن الجاسوس المذكور أوهم أنه ممن له أمان، فلما قضىٰ حاجته من التجسيس انطلق مسرعا ففطن له، فظهر أنه حربي دخل بغير أمان"(۴۹).

۱۷۱ - باب : يُقَاتَلُ عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّونَ .

بابِ سابق کے ساتھ مناسبت

گذشتہ باب میں امان طلب کئے بغیر دارالاسلام میں داخل ہونے والے حربی یا مشرکین کے جاسوس کا حکم بیان گیا گیا تھا، چونکہ جاسوس یا حربی کو اہل اسلام کی حفاظت کی خاطر سزا دی جاتی ہے، جو حکومت وقت کا فریضہ ہے، اس لئے زیرِ نظر باب میں تبعاً اہل ذمہ کا حکم بیان کیا گیا کہ شرعی لحاظ سے جس طرح مسلمانوں کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح معاہد ذمی کی حفاظت اور ان کے اموال واملاک کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ امصارِ اسلام میں جس طرح مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ اور ان کی حمایت میں اعداء سے لڑنا حکومت وقت پر فرض ہے، اسی طرح ذمیوں کی جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے دشمن سے جنگ کرنا حکومتِ وقت اور مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس لئے کہ اہلِ ذمہ اس تحفظ کے لئے جزیہ ادا کرتے ہیں(۱)۔

"فلا يسترقون" کا مطلب یہ ہے کہ اہل ذمہ نقضِ عہد کریں، تب بھی ان کو غلام بنانا جائز نہیں (۲)۔

---

(۴۹) فتح الباري: ۱۶۹/۶

(۱) عمدة القاري: ۴۱۱/۱۴، ۴۱۲، وتحفة الباري: ۵۱۱/۳

(۲) فتح الباري: ۲۰۸/۶

۲۸۸۷ : حدّثنا مُوسى بْنُ إسْماعِيلَ : حَدَّثَنا أَبُو عَوانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ ، أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ ، وَأَنْ يُقاتَلَ مِنْ وَرائِهِمْ ، وَلَا يُكَلَّفُوا إِلَّا طاقَتَهُمْ . [ر : ۱۳۲۸]

تراجم رجال

۱-موسیٰ بن اسماعیل

یہ ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی البصری ہیں۔ان کا تذکرہ بدء الوحی کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

۲-ابوعوانہ

یہ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری ہیں،ان کا تذکرہ بھی بدء الوحی کے تحت گزر چکا ہے(۴)۔

۳-حصین

یہ ابوالہذیل حصین بن عبدالرحمٰن السّلمی الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب مواقیت الصلوة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-عمر بن میمون

یہ عمر بن میمون الأودی الکوفی ہیں،ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب إذا أُلقِيَ على ظهر المصلي قذر أو جيفة لم تفسد عليه صلاتُه کے تحت گزر چکا ہے۔

۵-عمر رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(۵)۔

---

(۳) کشف الباري: ۱/۴۳۳

(٤) کشف الباري: ۱/٤٣٤

(٥) کشف الباري: ۱/۲۳۹

وأوصيه بذمة الله وذمة رسوله، أن يوفى لهم بعهدهم، وأن يقاتل من وراء هم

یہ روایت کتاب الجنائز میں تفصیل سے آگئی ہے، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کی مناسبت سے حدیث مختصر نقل کی ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (وفات سے کچھ پہلے) فرمایا کہ "میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو عہد ہے، اسے پورا کرے، اور ان کے تحفظ کے لئے قتال کرے"۔

آگے مناقب کی ایک طویل روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملے کی مفصل روداد اور وفات سے پہلے، اپنے بعد آنے والے خلیفہ وقت کو انہوں نے جو وصیت کی اس کا تفصیلی ذکر ہے (٦)، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کی مناسبت سے ذمیوں سے متعلق وصیت کے ذکر پر اکتفا کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذمیوں سے جو معاہدہ فرمایا تھا، اور اس معاہدہ کی رو سے اسلامی حکومت میں آپ نے ان کو جو رعایت دی تھی، آنے والے خلیفہ کو چاہیے کہ وہ اس معاہدہ کو پورا کرے، اگر ذمیوں پر حملہ کیا جائے تو ان کی حفاظت کے لئے حملہ آوروں سے جنگ بھی کرے۔

ذمیوں کو غلام بنانے کا حکم

ذمیوں کی حفاظت کے لئے لڑنا اور انہیں حملہ آوروں کی گرفت سے آزاد کرانا، اسلامی حکومت پر فرض ہے۔ اگر حربیوں نے حملہ آور ہو کر ذمیوں کو گرفتار کرلیا اور دارالحرب لے جا کر قید کردیا، تو انہیں رہا کرانے اور واپس دارالاسلام لانے کے لئے حربیوں سے جنگ کرنا واجب ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ جب اہلِ ذمہ دارالحرب سے رہائی کے بعد دارالاسلام لائے جائیں، تو انہیں غلام بنایا

(٦) دیکھئے صحیح بخاري: ١/٥٢٣-٥٢٥، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، وفیه مَقتلُ عُمَر الخطاب رضي اللہ عنه (رقم: ٣٧٠٠)

جائے گا یا پھر پہلے کی طرح آزاد چھوڑ دیئے جائیں گے؟

ائمہ اربعہ، امام شعبی، لیث، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور اشہب مالکی رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ذمیوں کو کسی صورت غلام بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کی طرف سے کوئی ایسا اقدام نہیں ہوا، جو نقض عہد (عہد شکنی) پر دلالت کرے، اس لئے ان کا عقد ذمہ باقی رہے گا اور ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہوگا (۷)۔

البتہ مالکیہ میں سے ابن قاسم مالکی کی رائے ہے کہ اگر ذمیوں نے نقض عہد کا ارتکاب نہ کیا ہو تب بھی دارالاسلام لانے کے بعد ان کو غلام بنایا جائے گا (۸)۔

نقل مذاہب میں ابن قدامہ پر ابن حجرؒ کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

نقل مذاہب میں ابن قدامہ کی طرف ''إغراب'' کی نسبت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''وأغرب ابن قدامة فحكى الإجماع، وكأنه لم يطلع على خلاف ابن القاسم'' (۹)۔

یعنی دارالاسلام منتقل کئے جانے کے بعد ذمیوں کو غلام بنانا جائز نہیں، اس پر ابن قدامہ نے اجماع نقل کیا، حالانکہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ کی رائے اجماع کے خلاف ہے۔

گویا ابن قدامہ کو یہ علم نہیں ہوا کہ ابن قاسم کا قول جمہور کے خلاف ہے، ورنہ وہ اسے اجماعی مسئلہ قرار نہ دیتے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے، ابن قدامہ کی طرف سے یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ لفظ ''اجماع'' سے ابن قدامہ کے نزدیک ائمہ اربعہ کا اجماع مراد ہو۔

---

(۷) المغني لابن قدامة: ۹/۲۲۷، ۲۲۸، (رقم المسئلة: ۷۵۶۶)، وعمدة القاري: ۱۴/۱۹۷، وفتح الباري: ۶/۱۷۰، ولامع الدراري: ۷/۲۸۵

(۸) عمدة القاري: ۱۴/۴۱۲، دار الكتب العلمية بيروت

(۹) فتح الباري: ۶/۱۷۰

چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے:

"وقيل: أغرب ابن قدامة فحكى الإجماع فكأنه لم يطلع على خلاف ابن القاسم، قلت: يحتمل أنه أراد به إجماع الأئمة الأربعة" (۱۰).

باب سے حدیث کی مناسبت پر ابن التین کا اشکال اور ابن منیر کا رد

علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں ذمیوں کو غلام بنانے کی ممانعت کی تصریح نہیں، اس لئے ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء "ولا يسترقون" کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت نہیں (۱۱)۔

ابن منیر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ حدیث باب میں "وأوصيه بذمة الله" کی مناسبت سے قائم کیا ہے۔ کیونکہ اس وصیت کا تقاضا یہ ہے کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی، تلطف اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔ جب کہ غلام بنانا اس وصیت کے مقتضیٰ کے منافی ہے (۱۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کی توجیہ

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے "ولا يسترقون" سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں زیر بحث مسئلہ کے مختلف فیہا ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ ذمیوں کو دارالحرب سے دارالاسلام منتقل کرنے کے بعد، غلام بنایا جائے یا نہیں؟ ابن قاسم مالکی کی رائے اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف ہے" (۱۳)۔

واللہ اعلم۔

---

(۱۰) عمدة القاري: ۱۹۷/۱٤، ولامع الدراري. ۲۸٥/۷

(۱۱) عمدة القاري: ۱۹۷/۱٤، وفتح الباري: ۲۰۸/٦

(۱۲) چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: (فتح الباري: ۱۷۰/٦)، وقد تعقبه ابن التين بأنه ليس في الحديث ما يدل على ما ترجم به من عدم الاسترقاق، وأجاب ابن المنير بأنه أخذ من قوله: "وأوصيه بذمة الله" فإن مقتضى الحديث بالإشفاق على أن لايدخلوا في الاستراق" اه

(۱۳) عمدة القاري: ٤۱۲/۱٤، "قلت يحتمل أنه ذكره لمكان الخلاف فيه، فإن مذهب ابن القاسم: إنهم يسترقون إذا نقضوا العهد" اه

ولا يكلّفون إلا طاقتهم

''ان کی طاقت اوروسعت سے زیادہ باران پرنہ ڈالا جائے''۔

مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی مقدار، ان کی مالی حیثیت کی رعایت کر کے مقرر کی جائے۔ اس طرح کہ مالدار سے زیادہ متوسط سے کم اور غریبوں سے بہت کم لیا جائے۔ جولوگ ذرائع آمدن نہیں رکھتے، یا جن کی معیشت کا انحصار دوسروں کی بخشش پر ہے، ان پر جزیہ معاف کر دیا جائے۔ جزیہ کی تعیین میں یہ امر مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ ایسی رقم مقرر کی جائے، جس کی ادائیگی ان کے لئے آسان ہو۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

روایت میں ہے "وأن يقاتل من وراء هم". ترجمۃ الباب سے اس کی مطابقت ظاہر ہے (۱۴)۔

۱۷۲ - باب : جَوَائِزِ الْوَفْدِ.
هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ.

ابواب کی ترتیب میں نسخوں کا اختلاف

صحیح بخاری کے زیر نظر نسخہ کے مطابق "باب جوائز الوفد" کے تحت کوئی حدیث نقل کئے بغیر متصلاً دوسرا باب شروع ہوتا ہے، جس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی گئی ہے، فربریؒ کے سب نسخوں میں یہی ترتیب ہے۔ البتہ فربری ہی سے ابن علی بن شبویہ نے جونسخہ روایت کیا ہے، اس میں "باب هل يستشفع إلى أهل الذمة؟ ومعاملتهم" پہلے اور "باب جوائز الوفد" بعد میں ہے، علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ یہی ترتیب زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے۔ اس لئے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت اسی ترتیب کے پیش نظر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حدیث باب میں "وأجيز الوفد" کی مناسبت "باب جوائز الوفد" کے ساتھ بالکل ظاہر ہے۔ اس کے برعکس اول الذکر نسخوں کی جو ترتیب ہے کہ "جوائز الوفد" کا باب پہلے اور باب "هل يستشفع ......" بعد میں ہے، اس کے مطابق ترجمۃ الباب سے حدیث باب

(١٤) عمدة القاري: ١٤/٤١٢، وتحفة الباري للإمام زكريا الأنصاري: ٣/٥١١

کی مناسبت نہیں ہوسکتی (۱)۔

اب یہ سمجھ لیجئے کہ اصل میں امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب هل يستشفع......" کا ترجمہ قائم کر کے بیاض چھوڑ دی تھی، کہ باب میں اس کے مناسب حدیث نقل کردی جائے گی، تاہم امام کو اس کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن نُساخِ صحیح بخاری نے امام بخاری کی چھوڑی ہوئی بیاض کو نظر انداز کرتے ہوئے، دونوں ابواب یکجا کردیئے (۲)۔

صحیح بخاری کا جو نسخہ علامہ نسفی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس میں "باب جوائز الوفد" موجود ہی نہیں۔ اس نسخہ میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما "باب هل يستشفع" کے تحت نقل کی گئی ہے، حالانکہ اس ترجمہ کے ساتھ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مناسبت قائم کرنا تکلف سے خالی نہیں (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی توجیہات

البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ نسفی رحمہ اللہ کے نسخہ کی مذکورہ ترتیب کے پیش نظر باب هل يستشفع إلى أهل الذمة؟ ومعاملتهم" کے ساتھ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مناسبت قائم کرنے کے لئے مختلف توجیہات کی ہیں:

پہلی توجیہ

حدیث ابن عباس میں ہے: "أخرجوا المشركين" اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ذمیوں کی سفارش نہ کی

(۱) عمدة القاري: ۱۴/۴۱۲، قال العيني: هكذا وقع هذان البابان وليس بينهما شئ في جميع النسخ من طريق الفربرى إلا أن في رواية أبي علي ابن شبويه عن الفربري وقع باب جوائز الوفد بعد باب هل يستشفع وهذا أصوب؛ لأن حديث الباب مطابق لترجمة جوائز الوفد لقوله: "وأجيز والوفد" بخلاف الترجمة الأخرى"، وفتح الباري: ۶/۲۰۹

(۲) نفس المصدرين السابقين، ونص ماقاله العيني: "وكان البخاري وضع هاتين الترجمتين وأخلى بينهما بياضا ليجد حديثا يناسبهما فلم يتفق لذلك. ثم إن النساخ أبطلوا البياض وقرنوا بينهما".

(۳) عمدة القاري: ۱۴/۴۱۲

جائے۔اس جملہ کی مناسبت، ترجمۃ الباب کے جزءاول "هل يستشفع إلى أهل الذمة" کے ساتھ ممکن ہوسکتی ہے۔

اسی طرح حدیث باب میں ہے: "وأجيزوا الوفد" اس کا مقتضی یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ نرمی اور حسنِ معاملہ کیا جائے۔اس جملہ کی مناسبت ترجمۃ الباب کے دوسرے جزو، "ومعاملتهم" سے ممکن ہے۔

دوسری توجیہ

"هل يستشفع إلى أهل الذمة" میں "إلى" کولام کے معنی میں لیا جائے گا، عبارت مقدر ہوگی: هل يستشفع لهم عند الإمام وهل يعاملون؟" یعنی کیا امام وقت سے ذمیوں کے لئے سفارش ہوسکتی ہے؟ اور ان کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے؟

اس صورت میں ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی دونوں وصیتوں: "أخرجوا المشركين" اور "وأجيزوا الوفد" کی مناسبت ممکن ہے(۴)۔

حافظ ابن حجر کی توجیہات پر علامہ عینی رحمہ اللہ کا رد

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ان توجیہات کی ضرورت نہیں۔انہوں نے حافظ صاحب کی توجیہات کو بے محل اور تکلف قرار دیا ہے(۵)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

هل يستشفع إلى أهل الذمة ومعاملتهم سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام سے

---

(٤) قال ابن حجر رحمه الله (فتح الباري: ٦/٢٠٩): "ولعله من جهة أن الإخراج يقتضي رفع الاستشفاع، والحض على إجازة الوفد يقتضي حسن المعاملة، أو لعلّ "إلى" في الترجمة بمعنى اللام، أي: هل يستشفع لهم عند الإمام وهل يعاملون؟ ودلالة "أخرجوهم من جزيرة العرب" و "أجيز والوفد" لذلك ظاهرة. والله أعلم". اه

(٥) عمدة القاري: ١٤/٤١٢، قال رحمه الله: "ولقد تكلف بعضهم في توجيه المطابقة فقال .... الخ" اه

اہل ذمہ کی سفارش کرنا جائز ہے اور ان سے حسن سلوک کرنا بھی جائز ہے، لیکن اہل ذمہ نے اگر معاہدہ کی عہد شکنی کی تو پھر وہ اس سلوک کے مستحق نہیں ہوں گے (٦)۔

"باب" کو مضاف پڑھنے کی صورت میں "ومعاملتهم" مجرور ہوگا (٧)۔ لیکن اگر باب پر تنوین پڑھی جائے، تو اس صورت میں مرفوع ہوگا (٨)۔ نیز "إلى" لام کے معنی میں ہو تو اس صورت میں عبارت مقدر ہوگی: "هل يستشفع لهم عند الإمام" اور "هل" کا جواب: "لا يشفع لهم ولا يعاملون إذا نقضوا العهد" محذوف ہوگا (٩).

٢٨٨٨ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ الْأَحْوَلِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ قالَ : يَوْمُ الخَمِيسِ وَما يَوْمُ الخَمِيسِ ، ثُمَّ بَكَىٰ حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الحَصْبَاءَ ، فَقَالَ : ٱشْتَدَّ بِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ ، فَقَالَ : (ٱئْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا) . فَتَنَازَعُوا ، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ ، فَقَالُوا : هَجَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ قالَ : (دَعُونِي ، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ) . وَأَوْصَىٰ عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ : (أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ ما كُنْتُ أُجِيزُهُمْ) . وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ .

وَقالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ : سَأَلْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، فَقَالَ : مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ . وَقالَ يَعْقُوبُ : وَالْعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ . [ر : ١١٤]

علامہ نسفی اور فربری رحمہما اللہ کے تقریباً سب نسخوں میں حدیث باب کی سند "قبیصہ" کے طریق سے نقل کی گئی ہے۔ البتہ فربری سے جو نسخہ ابن السکنؒ نے روایت کیا ہے، اس میں سند کا آغاز بجائے قبیصہ کے، قتیبہ سے ہوتا ہے۔ پوری صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے قبیصہ کی یہی ایک روایت منقول ہے، ان کی بیشتر

---

(٦) تحفة الباري بشرح صحيح البخاري للإمام زكريا الأنصاري: ٥١٢/٣

(٧) تحفة الباري بشرح صحيح البخاري للإمام زكريا الأنصاري: ٥١٢/٣

(٨) تحفة الباري: ٥١٢/٣

(٩) تحفة الباري: ٥١٢/٣، قالؒ: "وإلى بمعنى اللام أي هل يشفع لهم عند الإمام، وجواب هل محذوف أي لايشفع لهم ولايعاملون إذا نقضوا العهد" اهـ

روایات سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہیں (٩☆)۔ نیز یہی روایت مغازی میں قتیبہ کے طریق سے منقول ہے۔ علامہ عینی ایک ہی روایت کے مذکورہ دونوں طرق میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ممکن ہے یہ روایت قبیصہ اور قتیبہ دونوں سے سنی ہو (١٠)۔

تراجم رجال

١-قبیصہ

یہ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ محمد بن سفیان السُّوائی الکوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے۔(١٠☆)۔

٢-ابن عیینہ

یہ مشہور امام حدیث سفیان بن عیینہ بن میمون، ابو محمد الکوفی ہیں۔ ان کے حالات کتاب العلم کے تحت گزر چکے ہیں (١١)۔

٣-سلیمان الأحول

یہ سلیمان بن أبی مسلم الأحول ہیں، ان کے حالات کتاب التہجد ، باب التہجد باللیل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (١٢)۔

٤-سعید بن جبیر

یہ مشہور تابعی سعید بن جبیر بن ہشام اسدی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب السمر فی العلم کے تحت تفصیل سے گزر چکے ہیں (١٣)۔

(٩☆) فتح الباري: ٢٠٩/٦

(١٠) عمدة القاري: ٤٣/١٤

(١٠☆) كشف الباري: ٢٧٥/٢، ٢٧٦، كتاب الإيمان .

(١١) كشف الباري

(١٢) دیکھئے كتاب التهجد، باب التهجد بالليل .

(١٣) كشف الباري: ٤١٨/٤

۵-ابن عباس رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کی حدیث رابع کے تحت تفصیل سے گزر چکے ہیں (۱۴)۔

تنبیہ

ترجمۃ الباب کی مذکورہ روایت سے متعلق بحثیں کتاب العلم کے تحت تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہیں۔ امام بخاری نے یہ حدیث آگے کتاب المغازی میں بھی روایت کی ہے، وہاں بھی اس سے متعلقہ مباحث تفصیل سے بیان ہوں گے۔ یہاں ہم حدیث باب کے بعض جملوں کی تشریح اور ترجمۃ الباب کی مناسبت سے زیر بحث موضوع سے متعلق تفصیل بیان کریں گے۔

فتنازعوا ولا ينبغي عند نبي تنازع

''صحابہ کرام اختلاف ونزاع کرنے لگے، حالانکہ کسی نبی کے سامنے اختلاف ونزاع کرنا مناسب نہیں''۔

اس جملہ کا قائل کون ہے؟

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید اس جملہ کے قائل خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں (۱۵)۔

کرمانی پر علامہ عینی کا رد

علامہ عینی رحمہ اللہ کو کرمانی رحمہ اللہ کی رائے پر تعجب ہے۔وہ کہتے ہیں کہ کرمانی نے اپنی رائے کو سیاق

(١٤) كشف الباري: ١/٤٣٥، ٤٣٦

(١٥) شرح الكرماني: ١٣/٥٠

کلام سے ثابت کرتے ہوئے کہا کہ اس کے قائل یا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، حالانکہ اس تردد کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ کتاب العلم والی روایت میں خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے: "ولا ينبغي عندي التنازع". کرمانی کا یہ کہنا اس سے زیادہ تعجب انگیز ہے: "ومرّ شرح الحديث في باب كتابة العلم" یعنی "اس حدیث کی تشریح باب کتابۃ العلم کے تحت گزر چکی ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب العلم والی روایت، خود علامہ کرمانی کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر تھی، جس میں "ولا ينبغي عندي التنازع" کے واضح الفاظ موجود ہیں، اس کے باوجود یہ کہنا بڑا تعجب انگیز ہے کہ شاید یہ جملہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہو۔ چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال الكرماني: لفظ: ولا ينبغي......، إما قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإما قول ابن عباس، والسياق يحتملها، والموافق لسائر الروايات الأولىٰ. قلتُ: لاحاجة إلى هذا الترديد؛ لأنه —عليه الصلوة والسلام— صرّح في الحديث الذي سبق في كتاب العلم بقوله: "ولا ينبغي عندي التنازع"، والعجب منه ذلك مع أنه قال: ومرّ شرح الحديث في باب كتابة العلم"(١٦).

أخرِجُوا المشركينَ من جزيرة العرب

روایت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت ہے کہ مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

مرقاۃ میں ابن الملک کے حوالہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ "مشرکین" سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں (۱۷)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی یہود و نصاریٰ کا لفظ وارد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "لأُخرجن اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب، حتى لا أدع إلا

---

(١٦) عمدة القاري: ١٤/٤١٤

(١٧) مرقاة المفاتيح للملا على القاري رحمه الله: ٧/٦٥٠ (رقم: ٤٠٥٢)

مسلماً"(۱۸)۔ یعنی "میں ہر حال میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کروں گا، اور سوائے مسلمان کے کسی کو رہنے نہیں دوں گا"۔

جزیرۃ العرب سے یہود ونصاریٰ کی جلاوطنی کا مسئلہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کرنے کی وصیت اس لئے فرمائی تا کہ دین اسلام کا مرکز ہمیشہ غیروں کے اثر سے محفوظ رہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"آخر ماعاهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن قال: لايترك بجزيرة العرب دينان"(۱۹)۔ یعنی "آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ جزیرۃ العرب میں کبھی دو دین جمع نہ ہوں"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں اس وصیت کی تکمیل کا موقع نہ مل سکا، ان کے دورِ خلافت میں ہنگامی مسائل اور فتنوں نے سر اٹھایا، وہ ان کی سرکوبی اور مقابلہ کرنے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کرنے کا انہیں موقع ہی نہ مل سکا(۲۰)۔

البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس وصیت کی تکمیل کی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے چالیس ہزار افراد کو جلاوطن کر دیا تھا(۲۱)۔ ملک یمن بھی جزیرۃ العرب کی حدود میں واقع ہے، لیکن خلفائے اسلام میں سے کسی نے بھی یہاں سے یہود ونصاریٰ کو جلاوطن کئے جانے کا حکم نہیں دیا۔ انہی وجوہ کی بناء

---

(۱۸) رواه مسلم في صحيحه (۲/۹٤) في كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز (رقم: ۱۷٦۷) وعند أبي داود في سننه (۲/۷۳) في كتاب الخراج والإمارة، باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب (رقم: ۳۰۳۰) وعند الترمذي في جامعه (۱/۲۸۸)، في كتاب السير، باب ماجاء في إخراج اليهود من جزيرة العرب (رقم: ۳۰۲۹)

(۱۹) رواه أحمد في مسنده: ٦/۲۷٥

(۲۰) عمدة القاري: ۱٤/٤۱٤

(۲۱) عمدة القاري: ۱٤/٤۱٤

پر جمہور فقہاء ومحدثین کا مسلک ہے کہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کرنا سرزمینِ عرب کے حکمرانوں پر واجب ہے۔ البتہ جزیرۃ العرب میں واقع ہونے کے باوجود جمہور کے نزدیک یہود ونصاریٰ کو یمن سے جلاوطن نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ خلفاء اربعہ وغیرہم کے اثر سے یہ ثابت نہیں (۲۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کے تحت خلیفہ وقت کسی گروہ کو عارضی طور پر جزیرہ العرب آنے کی اجازت دے، تو احناف اور مالکیہ کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۲۳)۔

مسجد حرام اور عام مساجد میں مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے داخل ہونے کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ مشرکین، یہود ونصاریٰ یا اہل ذمہ کو مسجد حرام اور عام مساجد میں داخل ہونے کی شرعاً اجازت ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، جس کا اصل منشأ سورۃ توبہ کی یہ آیت ہے:

﴿إنما المشركون نجس فلايقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ (٢٤).

"مشرک لوگ نجس ہیں، سو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں"۔

سن نو ہجری میں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فریضہ حج ادا کر رہے تھے، مشرکین سے براءت کا یہ حکم اسی سال کے موسمِ حج میں نازل ہوا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ آیت سنا کر، اس حکم کا اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کسی بھی مشرک کو، مشرکانہ رسوم کے ساتھ اور ننگے ہو کر حج کرنے کی اجازت نہیں (۲۵)۔ اس روایت کے الفاظ آگے مذاہب کی تفصیل میں آ رہے ہیں۔ جمہور

---

(٢٢) فتح الباري: ٦/٢٠٠، قال الحافظ ابن حجر رحمه الله "لكن الذي يمنع المشركون من سكناهم منها الحجاز خاصة، وهو مكة، والمدينة، واليمامة، وما والاها، لافيما سوى ذلك مما يطلق عليه اسم جزيرة العرب، لاتفاق الجميع على أن اليمن لايمنعون منها مع أنها من جملة جزيرة العرب" اه

(٢٣) عمدة القاري: ١٤/٤١٥

(٢٤)

(٢٥) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٨/١٠٦، وأحكام القرآن للجصاص: ٣/٣٢، وروح المعاني للعلامة الآلوسي: ٦/٧٧

مفسرین کے نزدیک سورہ توبہ کی یہ آیت ۹ ہجری میں نازل ہوئی (۲۶)، اس لئے ﴿بعد عامهم هذا﴾ میں "هذا" کا مشارالیہ ۹ ہجری ہے اور مطلب یہ ہے کہ ۹ ہجری کے بعد دس ہجری سے اس حکم کا نفاذ واطلاق ہوگا کہ کسی بھی مشرک کو حج کے ارادہ سے مسجدِ حرام میں داخل ہونے کی اجازت آئندہ نہ ہوگی۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب اوران کا استدلال

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شرعاً مسجد حرام سمیت عام مساجد میں بھی نجس اور ناپاک آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں، چنانچہ سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت سے جب کفار ومشرکین کا نجس ہونا ثابت ہوا تو انہیں مسجد حرام سمیت عام مساجد میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی (۲۷)۔

❶ انہوں نے پہلا استدلال امراء وحکام کے نام حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اس مکتوب گرامی سے کیا ہے، جس میں اسی آیت کو ذکر کرتے ہوئے، انہوں نے کفار کو مسلمانوں کی عام مساجد میں داخل نہ ہونے کی ہدایت کی تھی (۲۸)۔

❷ ان کا دوسرا استدلال سورۂ نور کی اس آیت سے ہے: ﴿في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه﴾.

"وہ ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں، جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے"۔

مساجد کے اندر کفار ومشرکین کا داخل ہونا ادب واحترام اور رفع ذکر کے منافی ہے، اس لئے اس آیت کے مقتضی کے بموجب، انہیں کسی بھی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں (۲۹)۔

❸ ان کا تیسرا استدلال اس حدیث سے ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا

---

(۲٦) الجامع لأحكام القرآن للقرطبيؒ: ۸/۱۰٦، وأحكام القرآن للجصاصؒ: ۳/۳۲

(۲۷) تفسير قرطبي: ۸/۱۰٤، وهداية: ٤/۲۳۲، كتاب الكراهية، فصل في مسائل متفرقة، وأحكام القرآن للجصاصؒ: ۳/۱۳۱

(۲۸) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۸/۱۰٤

(۲۹) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۸/۱۰٤

أحل المسجد لحائض ولا جنب" یعنی "میں مسجد میں کسی حائضہ عورت اور جنبی مرد کو اندر آنے کی اجازت جائز نہیں دیتا"، چونکہ مشرک اور کافر بھی غسلِ جنابت اور طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، عموماً نجاست میں رہتے ہیں، اس لئے یہ حکم ہر مشرک و کافر کے لئے مسجد حرام سمیت تمام مساجد سے متعلق ہے، کہ کسی بھی مشرک و کافر کو مسجد حرام سمیت کسی بھی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی (۳۰)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک اور ان کی دلیل

امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ سورہ توبہ کی آیت میں مشرکین کو نجس کہا گیا ہے، لہذا آیت کی رو سے تمام مشرکین نجس ہیں۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ممانعت کا حکم صرف مسجد حرام سے متعلق ہے، اس لئے مسجد حرام کے علاوہ عام مساجد میں مشرکوں کا داخل ہونا ناجائز نہیں، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

وقال الشافعي: "الآية عامة في سائر المشركين، خاصة في المسجد الحرام، ولايمنعون من دخول غيره، فأباح دُخول اليهودي والنصراني في سائر المساجد" (۳۱).

مطلب یہ ہے کہ آیت میں جو مشرک کو نجس کہا گیا ہے، اس کا اطلاق تمام مشرکین پر ہے، لیکن اس میں دخول کی ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے، عام مساجد اس سے مستثنیٰ ہیں، اس لئے مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں داخل ہونے سے انہیں نہیں روکا جائے گا۔ چانچہ امام شافعی کے نزدیک اس تفصیل کے پیش نظر یہود و نصاریٰ کا مسلمانوں کی عام مساجد میں داخل ہونا مباح اور جائز ہے۔

امام شافعی کے استدلال پر رد

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال تام نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب مسجد حرام میں ممانعتِ دخول کی علت "نجاست" ٹھہری، تو پھر یہ حکم مسجد حرام کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، اس لئے

(۳۰) الجامع لاحكام القرآن للقرطبي: ۱۰۵/۸، والهداية للمرغيناني: ۲۳۲/٤، وردالمحتار لابن عابدين الشامي: ۲۷٤/٥، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، رشيديه

(۳۱) حوالة بالا

کہ نجس آدمی کے لئے، عام مساجد میں بھی داخل ہونا جائز نہیں۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق استدلال کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے لئے عام مساجد میں داخل ہونا بھی ناجائز ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا یہ استدلال صرف امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق تام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"أقول: لايذهب عليك أن هذا الدليل لوتم لدلّ على أن لايدخل شيئا من المساجد، ومذهب الشافعي أنه لايجوز دخول الكافر المسجد الحرام دون سائر المساجد، فلم يكن هذا الدليل ملائما لمذهبه، وإنما كان مناسبا لمذهب مالكؒ" (۳۲)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اور ان کے دلائل

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ﴿إنما المشركون نجسٌ﴾ میں نجاست سے نجاست اعتقادی مراد ہے (۳۳)، اور ﴿فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ۹/ہجری کے بعد مشرکین کو مشرکانہ رسوم کے ساتھ ادائیگی حج کے ارادہ سے مسجد حرام میں داخلہ کی اجازت نہیں۔ احناف کے نزدیک اس میں مشرکین کے لئے مسجد حرام اور عام مساجد میں داخلہ کی ممانعت نہیں کی گئی، بلکہ ممانعت کا حکم اس صورت پر محمول ہے جب اہل شرک یا یہود ونصاریٰ مشرکانہ طرز پر، ننگے ہوکر حج وغیرہ کرنے یا استیطان اور تسلّط واستیلاء کے مقصد سے حرم میں داخل ہوں۔ ورنہ مسافرانہ حیثیت سے عام حالات میں مصلحتاً حاکم وقت کی اجازت کے تحت حدودِ حرم اور عام مساجد میں ان کے داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لہٰذا سورہ توبہ کی مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مشرکین آئندہ سال سے حج کے ارادہ سے مسجد حرام میں نہیں آئیں گے (۳۴)۔

---

(۳۲) فتح القدير: ۶۳/۱۰، كتاب الكراهية، وردالمحتار على الدرالمختار: ۲۷۴/۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع

(۳۳) أحكام القرآن للجصاصؒ: ۱۳۲،۲۱/۳، وقالؒ: "قوله تعالىٰ: ﴿إنما المشركون نجس......﴾ إطلاق اسم النجس على المشرك من جهة أن الشرك الذي يعتقده يجب اجتنابه كما يجب اجتناب النجاسات والأقذار".

(۳۴) الهداية: ۲۳۲/۴، قال العلامة المرغيناني: "ولابأس بأن يدخل أهل الذمة المسجد الحرام"، وقال =

درحقیقت آیت میں مسجد حرام میں داخلہ کی ممانعت صرف حج کی غرض سے آنے والے مشرکین کے لئے ہے، اس پر خود قرآن مجید کی آیات کا سیاق وسباق بھی دلالت کر رہا ہے اور صحیح احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

❶ احناف کا پہلا استدلال وفد ثقیف کا واقعہ ہے، چنانچہ روایت میں ہے:

"عن حماد بن سلمة عن سلمة عن الحسن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنهم: أن وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضرب لهم قبة في المسجد، فقالوا قوم أنجاس! فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنه ليس على الأرض من أنجاس الناس شيءٌ إنما أنجاس الناس على أنفسهِم"(۳۵)۔

عثمان بن أبی العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب وفد ثقیف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسجد میں خیمہ لگا کر انہیں بٹھایا، صحابہ اس موقع پر موجود تھے، کہنے لگے: "یہ تو نجس لوگ ہیں" ان کا مقصد تھا کہ یہ لوگ کافر اور نجس ہیں اس لئے ان کو مسجد میں بٹھانے سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد کی زمین پر ان کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ نجاست (ان کے ظاہری بدن پر نہیں بلکہ) ان کے دلوں میں ہے۔

= الشافعي: يكره ذلك، وقال مالكؒ: يكره في كل مسجد، للشافعي رحمه الله قوله تعالىٰ: ﴿إنما المشركون نجس......﴾ ولأن الكافر لايخلو عن جنابة؛ لأنه لايغتسل اغتسالا لايخرجه عنها، والجنب يجنب المسجد. وبهذا يحتج مالكؒ، والتعليل بالنجاسة عام، فينتظم المساجد كلها، ولأن ماروي: "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنزل وفد الثقيف في المسجد، وهم كفار. ولأنّ الخبث في اعتقادهم، فلا يؤدّي إلى تلويث المسجد، والآية محمولة على الحضور استيلاءً واستعلاءً، أو طائفين عراةً كما كانت عادتهم في الجاهلية". (كتاب الكراهية، فصل في مسائل متفرقة) وردالمحتار لابن عابدين الشامي. ۲۷٤/٤، وأحكام القرآن للجصاص: ۱۳۱/۳، ۱۳۲، وعمدة القاري: ۱٤/٤۱٥، ٤۱٦

(۳۵) أحكام القرآن للعلامة الجصاصؒ: ۱۳۱/۳، والهداية للعلامة المرغينانيؒ: ۲۲۳/٤، كتاب الكراهية، وردالمحتار للشاميؒ: ۲۷٤/٤

اس روایت کو امام احمدؒ نے "مسند" (۳۶)، اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے "معجم" (۳۷) میں روایت کیا ہے، مراسیل ابوداود میں بھی یہ روایت منقول ہے (۳۸)۔ البتہ سنن ابوداود کی روایت کے الفاظ مختلف ہیں، اس میں ہے:

"عن عثمان بن أبي العاص: أن وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنزلهم المسجد ليكون أرقَّ لقلوبهم فاشترطوا عليه أن لايحشروا أولا يعشروا ولا يُجَبّوا: فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ولكم أن لاتحشروا أولا تعشروا ولا خَيْرَ في دين ليس فيه ركوعٌ" (۳۹).

روایت میں ہے جب بنوثقیف کا وفد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا، تاکہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے اپنے اسلام لانے کی شرط یہ رکھی کہ زکوۃ، جہاد اور نماز سے ہمیں مستثنیٰ رکھا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاد اور زکوۃ کے بارے میں تو چھوٹ دی جاسکتی ہے مگر (نماز کے بارے میں نہیں) کیونکہ جس دین میں رکوع (نماز) نہ ہو، اس دین میں بھلائی نہیں"۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سورۂ توبہ کی آیت میں نجس کے جو معنی مراد لئے ہیں، اس روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اہل شرک کو نجس کہنے سے ان کی اعتقادی (کفر وشرک کی) نجاست مراد ہے (۴۰)۔

---

(٣٦) مسند أحمد بن حنبل رحمه الله: ٤/٢١٨، في مسند الشاميين (رقم: ١٨٠٨٤)

(٣٧) المعجم الكبير للطبراني: ٩/٥٤، (رقم: ٨٣٧٢)

(٣٨) نصب الراية لأحاديث الهداية للعلامة الزيلعيؒ: ٤/٢٧٠، كتاب الكراهية، فصل في مسائل متفرقة.

(٣٩) سنن أبي داود: ٢/٧٢، كتاب الخراج، باب خبر الطائف (رقم: ٣٠٢٤)

(٤٠) أحكام القرآن للجصاصؒ: ٣/١٣٠، والهداية للمرغيناني: ٤/٢٣٢، وردالمحتار لابن عابدين الشامي: ٤/٢٧٤

❷ احناف کا دوسرا استدلال صحیحین اور سنن نسائی اور جامع ترمذی (۴۱)، وغیرہ کی یہ روایت ہے، جس میں سورۂ توبہ کی آیات کے نزول کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعلانِ براءت کے صریح الفاظ یہ تھے: "لا یحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريانٌ" یعنی "اس سال کے بعد کسی بھی مشرک کو حج کرنے اور برہنہ طواف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی" چنانچہ آیت میں ﴿فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کے معنی اس اعلان کے پیش نظر یہی ہیں کہ مشرکین کو درحقیقت صرف حج وغیرہ کی ادائیگی سے منع کیا گیا، ورنہ حاکم وقت یا امیر المؤمنین کی اجازت سے حدود حرم میں ان کے داخلہ پر شرعاً کوئی قدغن نہیں۔

❸ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں "شَريك عن أشعث عن الحسن" کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لايقرب المشركون المسجد الحرام بعد عامهم هَذا إلا أن يكون عبداً أو أمة يدخله لحاجة" (۴۲)۔ یعنی مشرک کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ البتہ غلام اور باندی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، انہیں ضرورت کے تحت داخل ہونے کی اجازت ہے۔

یہ روایت بھی حنفیہ کی مؤید ہے، جس میں ممانعت کی علت واضح کردی گئی، اس لئے کہ غلام اور باندی کسی بھی مشرک کی طرح نجاست اعتقادی میں ملوث تھے، اگر حدود حرم میں داخلہ کی ممانعت مشرک سے وابستہ ہوتی تو اس ممانعت کے تحت قیاساً غلام اور باندی بھی شامل ہوتی۔ احناف کی اس رائے کی تائید کہ مشرک اور ذمی وغیرہ حدود حرم میں داخل ہوسکتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے۔

❹ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

---

(٤١) أخرجه البخاري: ٥٣/١، في الصلوة، باب مايستر من العورة، وفي الحج. ٢٢٠/١، باب لايطوف بالبيت عريان: ٤٥١/١، في الجهاد، باب كيف ينبذ إلى أهل العهد، و: ٦٢٦/٢، في المغازي، باب حج أبي بكر رضي الله عنه بالناس، و: ٦٧١/٢، في سورة البراءة، باب قولة: فسيحوا في الأرض أربعة أشهر، وأخرجه مسلم في صحيحه: ٤٢٥/١، في كتاب الحج، باب لايحج البيت مشرك، وأبوداود: ٢٦٨/١، في الحج، باب يوم الحج الأكبر، والنسائي: ٣١/٢، في الحج، باب قوله: (خذوا زينتكم عند كل مسجد)، والترمذي: ١٣٩/٢، في كتاب التفسير، باب ومن سورة البراءة.

(٤٢) أحكام القرآن للجصاص: ٣٢/٣

"أخبرنا عبدالرزاق قال: أخبرنا ابن لجريج قال: أخبرني أبو الزبير أنه سمع بن عبدالله يقول في هذه الآية: ﴿إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام﴾ قال: لا، إلا أن يكون عبداً أو أحداً من أهل الجزية"(٤٣).

روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ نے سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ غلام یا ذمی اس ممانعت سے مستثنیٰ ہیں، وہ حدود حرام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

بہر حال فقہاء احناف نے امام اعظم رحمہ اللہ کی محقق رائے یہی تحریر کی ہے کہ مشرک، یہود ونصاریٰ اور ذمی (۴۴)، امیر المؤمنین کی اجازت سے مصلحتاً حدود حرم میں داخل ہو سکتے ہیں، اگر چہ وہ کفر کی نجاست میں ملوث ہوں اور سورۂ نور کی آیت میں ان کے مطلق داخلہ پر پابندی نہیں عائد کی گئی، بلکہ اس کا مطلب احادیث وآثار سے خود متعین ہوگیا کہ کفار ومشرکین وغیرہ تسلط وغلبہ اور استیلاء واستیطان کے ناپاک عزائم رکھتے ہوں تو پھر ان کے لئے حدود حرم میں داخل ہونے کی قطعاً گنجائش نہیں۔

وقال يعقوب بن محمد......

تراجم رجال

۱-یعقوب بن محمد

یہ یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبدالمالک بن حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری المدنی ہیں (۴۵)،

---

(٤٣) المصنف للحافظ أبي بكر عبدالرزاق بن همامؒ: ٥٣/٦، كتاب أهل الكتاب، باب لايدخل الحرم مشرك، وأخرجه أيضاً في كتاب أهل الكتابين، باب هل يدخل المشرك الحرم: ٣٥٦/١٠، (رقم: ١٩٣٥٧)؛ وأحكام القرآن للجصاصؒ: ٣٢/٣

(٤٤) الأشباه والنظائر للعلامة ابن نجيمؒ، ص: ٣٨٦، في أحكام الذمي، قالؒ: "ولايمنع -الذمي- من دخول المسجد جنبا بخلاف المسلم، ولايتوقف جواز دخوله على إذن مسلم عندنا، ولو كان المسجد الحرام". دمشق

(٤٥) تهذيب الكمال للحافظ يوسف المزيؒ: ٣٦٧/٣٢، تقريب التهذيب، ص: ٢٠٨، (رقم الترجمة: ٧٨٣٤)

ابو یوسف ان کی کنیت ہے(۴۶)۔

انہوں نے ابراہیم بن جعفر بن مسلمہ الانصاری، رفاعہ بن ہریر بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج، سفیان بن حمزہ الأسلمی، صالح بن قدامہ، عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ بن زبیر، عبداللہ بن وہب المصری، محمد بن طلحہ التیمی اور یعقوب بن اسحاق الانصاری سے روایت حدیث کی ہے(۴۷)۔

جب کہ ان سے روایت کرنے والے احمد بن سنان القطان، احمد بن یوسف السُّلمی، حجاج بن الشاعر، حسین بن منصور النیشاپوری، محمد بن سنان البصری، محمد بن عبداللہ المخرمی، ابو یوسف یعقوب بن اسحاق القُلُوسی اور یوسف بن موسیٰ القطان وغیرہ ہیں(۴۸)۔

ان کے بارے میں یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ماحدثکم عن الثقات فاکتبوه، ومالا یعرف من الشیوخ فدعوه"(٤٩)۔

یعنی یعقوب بن محمد سے وہ روایات لینے میں کوئی حرج نہیں، جو انہوں نے "ثقات" سے روایت کی ہیں، البتہ ان کے مجہول و مستور شیوخِ حدیث کی مرویات کو چھوڑ دینا چاہیے۔

ابوحاتم محمد بن ادریس فرماتے ہیں:"هو علی یَدَي عَدْلٍ، أدركته فلم أكتب عنه"(٥٠)۔ "وہ عدل کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے، (اس لئے) میں نے انہیں پایا لیکن کوئی حدیث ان سے نہیں لکھی"۔

یہ عربی ضرب المثل ہے اور تضعیف کے سخت الفاظ ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عدل ملک یمن میں قبیلۂ حمیر کے بادشاہ "تُبَّع" کا پولیس تھا(۵۱)۔ تبع کسی کے قتل کے درپے ہوتا تو اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے عدل کے حوالہ کردیتا۔ اس کردار سے عدل کی شہرت ہوئی۔ جب کوئی شخص کام کے قابل نہ رہتا اور اس

---

(٤٦) تهذيب الكمال: ٣٢/٣٦٧، وتهذيب التهذيب للحافظ ابن حجرؒ: ١١/٣٩٦، (رقم الترجمة: ٧٦٤)

(٤٧) تهذيب الكمال للحافظ يوسف المزي: ٣٢/٣٦٧

(٤٨) تهذيب الكمال للحافظ يوسف المزي: ٣٢/٣٦٧

(٤٩) الجرح والتعديل للإمام أبي حاتمؒ: ٩/٢٦٤، (رقم الترجمة: ١٦٥٥١)، وتهذيب الكمال: ٣٢/٣٧٠، وتهذيب التهذيب: ١١/٣٩٦

(٥٠) الجرح والتعديل لأبي حاتمؒ: ٩/٢٦٤، وتهذيب الكمال: ٣٢/٣٧٠، وتهذيب التهذيب: ١١/٣٩٧

(٥١) الأعلام للزركلي: ٢/٨٣

سے کامیابی کی امید باقی نہ رہتی تو کہا جاتا "هو علی يَدَي عدلٍ" یعنی "وہ عدل کے ہاتھوں ہلاک ہوا" (۵۲)۔

پس منظر ذہن میں نہ ہو تو بظاہر یہ توثیق کے الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کو بھی یہی مغالطہ ہوا۔ انہوں نے "یدی" کو دال کے کسرے اور "عدل" کو لام کے دو پیش کے ساتھ "علی يَدِي عدلٌ" پڑھ لیا۔ اس لئے "الکاشف" میں انہوں نے فرمایا: "وقوّاه أبو حاتم" (۵۳) "ابوحاتم نے ان (یعقوب بن محمد) کو قوی قرار دیا ہے"، حالانکہ ابوحاتم نے "وهو علی يَدَيْ عدلٍ" کہہ کر ان کی تضعیف کی ہے۔

حافظ ابوزرعہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "واهي الحديث"، "منكر الحديث" (٥٤)۔

حجاج بن الشاعر ان کے بارے میں کہتے ہیں: "ثقه" (٥٥)۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو "ثقات" میں ذکر کیا ہے (٥٦)۔

امام احمد بن حنبلؒ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "يعقوب ليس بشيء، ليس يسوّي شيئاً" (٥٧)۔

حقیقت یہ ہے کہ یعقوب بن محمد کا شمار ضعیف راویوں میں ہوتا ہے، اکثر ائمہ جرح وتعدیل نے روایت حدیث میں بے جا تساہل کی وجہ سے ان پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ علی بن حسین بن حبان کہتے ہیں کہ یعقوب بن محمد نے ہشام بن عروۃ، عن أبیہ، عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں رسول اکرم

---

(٥٢) "وعدلٌ: كان من رجال الشُّرَط عند تُبَّع، فكان تبع إذا أراد قتل رجلٍ دفعه إلى عَدلٍ، فكانوا يقولون لمن يُئِس منه: هو على يَدَي عدل". انظر تعليقات محمد عوّامة على هامش الكاشف للذهبيؒ: ٢/٣٩٦، وأيضا عند الشيخ عبدالفتاح أبي غدة في تعليقاته على هامش الرفع والتكميل في الجرح والتعديل للإمام للكنوي (١٧٦، ١٧٧)

(٥٣) الكاشف الذهبي: ٢/٣٩٦

(٥٤) تهذيب الكمال: ٣٢/٣٧٠، وتعليق الدكتور بشار عواد معروف على هامش تهذيب الكمال: ٣٢/٣٧٠، والجرح والتعديل لابى حاتمؒ: ٩/٢٦٤، وتهذيب التهذيب لابن حجرؒ: ١١/٣٩٧

(٥٥) نفس المصادر السابقة

(٥٦) الثقات لابن حبانؒ: ٩/٢٨٤

(٥٧) الضعفاء للعقيليؒ: ٤/٤٤٥، (رقم الترجمة: ٢٠٧٢)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں:

﴿من لم يكن عنده صدقة فليلعن اليهود﴾ (۵۸)۔

''جو صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ یہود پر لعنت بھیجے''۔

حافظ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ موضوع حدیث ہے کوئی عقل مند شخص اس کو قطعاً روایت نہیں کرسکتا (۵۹)۔

البتہ شواہد ومتابعات میں ان کی روایات نقل کرنے میں کوئی کلام نہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب کے تحت خود امام بخاری رحمہ اللہ کی صنیع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (۶۰)۔

واللہ اعلم بالصواب۔

۲- مغیرہ بن عبدالرحمٰن

یہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن عوف بن حبیب الأسدی ہیں، ان کے حالات کتاب الاستسقاء، باب دعاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اجعلنها سنين كسني يوسف" کے تحت گزر چکے ہیں۔

والعَرْجُ أوّلُ تهامة

عرج عین پر فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ مکہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ تہامہ تاء کے زیر کے ساتھ ہے، اس کا اطلاق نجد اور بلادِ حجاز پر ہوتا ہے (۶۱)۔

لفظ تہامہ مختلف روایات واخبار میں وارد ہوا ہے جس سے پورا ''حجاز'' مراد ہوتا ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

یعقوب بن محمد کی مذکورہ تعلیق کو قاضی اسماعیل نے عن أحمد بن المعدل، عن يعقوب بن

---

(۵۸) تاريخ بغداد للخطيب: ۱۴/۲۷۰، (رقم الترجمة: ۷۵۶۳)

(۵۹) تاريخ بغداد للخطيب: ۱۴/۲۷۰، (رقم الترجمة: ۷۵۶۳) قال: "هذا كذب باطل لايحدث بهذا أحد يعقل" اهـ

(۶۰) تحرير تقريب التهذيب: ۴/۲۸؛

(۶۱) شرح الكرماني: ۱۳/۵۱

محمد بن عیسیٰ الزهري عن المغيرة بن عبدالرحمن کے طریق سے "أحكام القرآن" میں موصولاً نقل کیا ہے(۶۲)۔ یعقوب بن ابی شیبہ نے بھی اپنی "مسند" میں عن أحمد بن المعدل، عن يعقوب بن محمد عن مالك بن أنس" کے طریق سے اس تعلیق کو موصولاً روایت کیا ہے(۶۳)۔

اس تعلیق کا مقصد

حدیث باب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وصیت کا ذکر تھا کہ جزیرۃ العرب سے مشرکین کو نکال دیا جائے، لیکن اس میں جزیرۃ العرب کی جغرافیائی حدود کی وضاحت نہیں تھی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے یہ تعلیق نقل فرمائی، کہ جزیرۃ العرب کی حدود کیا ہیں، اور اس کا اطلاق کہاں سے کہاں تک ہوتا ہے؟ (واللہ اعلم)

جزیرۃ العرب کا محل وقوع

یعقوب بن محمد کی مذکورہ تعلیق میں ہے کہ جزیرۃ العرب سے مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن مراد ہے، یہی قول امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے(۶۴)، امام اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جزیرۃ العرب طول میں عدن سے عراق کی ترائی تک اور عرض میں جدہ سے شام تک پھیلا ہوا ہے(۶۵)۔

جزیرۃ العرب کی وجہ تسمیہ

عرب کو "جزیرہ" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تین طرف سمندر اور ایک طرف دریا کے پانی کا حصار قائم ہے، تین طرف بحر ہند، بحر قلزم، بحر فارس اور بحر حبشہ ہیں، ایک طرف دریائے دجلہ وفرات۔

چنانچہ فتح الباری میں ہے: "قال الخليل سميت جزيرة العرب؛ لأن بحر فارس وبحر حبشة

---

(٦٢) عمدة القاري: ١٤/٤١٦، وفتح الباري: ٦/٢١٠، وتعليق التعلبق: ٣/٤٥٨

(٦٣) تغليق التعليق لابن حجر رحمه الله: ٣/٤٥٨

(٦٤) فتح الباري: ٦/٢١٠، وعمدة القاري: ١٤/٤١٤

(٦٥) فتح الباري: ٦/٢١٠، وعمدة القاري: ١٤/٤١٤

والفرات والدجلة أحاطت بها" اورامام اصمعی کہتے ہیں:"لإحاطة البحار بها، يعني بحر الهند والقلزم وبحر فارس وبحر الحبشة"(٦٦)۔

مفصل جغرافیہ یاقوت حموی نے "معجم البلدان" میں ذکر کیا ہے، چنانچہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

"وإنما سميت بلاد العرب جزيرة لإحاطة البحار والأنهار بها من جميع أقطارها وأطرافها فصاروا منها في مثل الجزيرة من جزائر البحر، وذلك أن الفرات أقبل من بلاد الروم فظهر بناحية قنسرين ثم انحط على أطراف الجزيرة وسواد العراق حتى وقع في البحر في ناحية البصرة والأُبُلَّة وامتد إلى عبادان، وأخذ البحر في ذلك الموضع مغربا مطيفا ببلاد العرب منعطفا عليها .... الخ(٦٧).

یعنی بلادِ عرب کو جزیرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سمندروں اور دریاؤں سے گھرا ہوا ہے، مثلاً اس طرح کہ دریائے فرات بلادروم سے شروع ہوا اور قنسرین کے نواح میں عرب کی سرحد پر ظاہر ہوا، پھر عراق میں ہوتا ہوا بصرہ کے پاس سمندر میں جاملا، وہاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا اور قطیف وہجر کے کناروں سے ہوتا ہوا عمان اور شحر سے گزر گیا، پھر حضر موت اور عدن سے ہوتا ہوا پچھم کی جانب سے یمن کے ساحلوں سے جاٹکرایا، حتی کہ جدہ نمودار ہوا جو مکہ حجاز کا ساحل ہے، پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جا کر سمندر کی شاخ ختم ہوگئی۔ پھر سرزمین مصر شروع ہوتی ہے، قلزم نمودار ہوتا ہے اور اس کا سلسلہ بلادِ فسلطین سے سواحل عسقلان سے ہوتا ہوا سرزمین صور وساحل اردن نیز بیروت تک جا پہنچتا ہے۔ آخر میں پھر قنسرین تک پہنچ کر وہ جگہ آتی ہے، جہاں سے فرات نے بلادِ عرب کا احاطہ شروع کیا ہے۔ اس طرح چاروں اطراف پانی کا سلسلہ قائم ہے، یہی جزیرۃ العرب ہے۔

١٧٣ - باب : التَّجَمُّلِ لِلْوُفُودِ .

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ وفود کی آمد پر حاکم وقت یا دوسرے استقبال کرنے والوں کو زیب وزینت اختیار کرنی چاہیے اور صاف ستھرا لباس پہننا چاہیے، چنانچہ حدیث باب کے تحت علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا سنت ہے اور اس پر عمل کے نتیجہ میں یہ فائدہ ہوگا کہ باہر سے آنے

---

(٦٦) فتح الباري: ٦/ ٢١٠

(٦٧) معجم البلدان: ٢/ ١٣٧؛

والے وفد پر اسلام اور اہل اسلام کا اچھا اور خوشگوار اثر پڑے گا۔ دشمن کے دل میں مسلمانوں کی عظمت پیدا ہوگی (٦٨)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کا اصل مقصد یہ ہے کہ زیب وزینت اختیار کرنا تو جائز ہے لیکن مردوں کے لئے جس لباس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اسے پہننا حرام ہے، چنانچہ حدیث باب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینت اختیار کرنے کی اجازت تو دی ہے، لیکن منہی عنہ لباس کی ممانعت بھی فرمائی ہے (٦٩)۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کی ہے (٧٠)۔

٢٨٨٩ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ ، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ ، فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَلِلْوُفُودِ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ ، أَوْ : إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ) . فَلَبِثَ ما شَاءَ ٱللهُ ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتَّى أَتَى بِهَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قُلْتَ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ ، أَوْ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ ، ثُمَّ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ ؟ فَقَالَ : (تَبِيعُهَا ، أَوْ تُصِيبُ بِهَا بَعْضَ حاجَتِكَ) .
[ر : ٨٤٦]

تراجم رجال

١- یحیی بن بکیر

یہ ابوزکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر القرشی المخزومی المصری ہیں۔ ان کے حالات بدء الوحی کی تیسری

(٦٨) قال ابن بطال رحمه الله: "فيه من السنة المعروفة التجمّل للوفود بحسن الثياب؛ لأن في ذلك جمالا للإسلام وأهله، وإرهابا على العدو، وتعظيما للمسلمين". شرح ابن بطال: ٥/١٦٢

(٦٩) إرشاد الساري: ٥/١٧، قال القسطلاني رحمه الله: "ولم ينكر عليه طلبه التجمل وإنما أنكر عليه التجمّل بهذا الشئ لمنهي عنه"

(٧٠) الأبواب والتراجم للمحدث الكاندهلوي، ص: ٢٠٣

(٢٨٨٩) مرّ تخرج الحديث في كتاب الجمعة، باب: يلبس أحسن مايجد (رقم ٨٨٦)

حدیث کے تحت گزر چکے ہیں (۷۱)۔

۲-لیث

یہ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی ہیں، ان کے حالات بھی بدء الوحی کی تیسری حدیث کے تحت گزر چکے ہیں (۷۲)۔

۳-عقیل

یہ عُقیل (بالتصغیر) بن خالد بن عَقیل (بالتکبیر) ہیں۔ان کے حالات بھی بدء الوحی کی تیسری حدیث کے تحت گزر چکے ہیں (۷۳)۔

۴-ابن شہاب

یہ مشہور امام حدیث ابن شہاب زہری ہیں۔ان کے حالات بھی بدء الوحی کی تیسری حدیث کے تحت گزر چکے ہیں (۷۴)۔

۵-سالم بن عبداللہ

یہ ابوعمر یا ابوعبداللہ سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب الحیاء من الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں (۷۵)۔

---

(۷۱) کشف الباري: ۱/۳۲۳

(۷۲) کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۷۳) کشف الباري: ۱/۳۲٥

(۷٤) کشف الباري: ۱/۳۲٦

(۷٥) کشف الباري: ۲/۱۲۸

٦-ابن عمر رضی اللہ عنہما

جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے تفصیلی حالات کتاب الایمان میں گزر چکے ہیں(٧٦)۔

وجد عمرُ حُلّة استبرق تباع في السوق

اس روایت سے متعلق بحثیں کتاب الجمعہ کے تحت گزر چکی ہیں(٧٧)۔اور آگے کتاب اللباس میں بھی آرہی ہیں(٧٨)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مطابقت

روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا:"ابتع هذه الحلة فتجمّل بها للعيد وللوفود" "یہ حُلّہ آپ خرید لیں،اس سے عید اور باہر سے آنے والے وفود کے استقبال کے لئے زیب و زینت اختیار کریں"۔یہ جملہ ترجمہ کے مناسبت ہے(٧٩)۔

١٧٤ – باب : كَيْفَ يُعْرَضُ الْإِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

کتاب الجنائز میں امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب أهل يعرض الإسلام على الصبي" کا ترجمہ منعقد کیا ہے،وہاں استفہام ہے کہ کیا بچے کو اسلام کی دعوت دی جائے گی؟ لیکن کتاب الجہاد کے اس ترجمة

---

(٧٦) كشف الباري: ١/٦٣٧

(٧٧) أنظر كتاب الجمعة، بابٌ: يلبس أحسن مايجد .

(٧٨) كشف الباري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال، ص: ١٨٩-١٩٤

(٧٩) عمدة القاري: ١٤/٤١٦

الباب میں جزم ہے۔ چونکہ کتاب الجنائز کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے اسلامِ صبی کی صحت پر دلیل پیش کی، اس لئے یہاں صحت کی صراحت کو انہوں نے ضروری نہیں سمجھا، صرف کیفیت کا ذکر فرمایا۔ گویا ترجمہ میں جزم ہے کہ صبی کو اسلام کی دعوت دینا تو ثابت ہے ہی، مگر یہ دعوت کس طرح دی جائے، اس کی کیفیت کیا ہو؟ ترجمہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کے ذکر پر اکتفا کیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قوله: "وهل يعرض الإسلام على الصبي" ذكره هنا بلفظ الاستفهام، وترجم في كتاب الجهاد بصيغة تدل على الجزم بذلك فقال: "وكيف يُعرض الإسلام على الصبي؟" وكأنه لما أقام الأدلة هنا على صحة إسلامه استغنى بذلك وأفاد هناك ذكر الكيفية"(٨٠).

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں بالغ کو اسلام کی دعوت اسلام دینے کے حوالے سے مستقل باب قائم کیا ہے، اس سے امام یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جوان اور ادھیڑ عمر مردوں، عورتوں کو دعوت اسلام دینا تو ثابت ہے اور ایک معلوم بات ہے، لیکن جہاد کے دوران، ان کے ہمراہ، جو نابالغ بچے قیدیوں میں شامل ہوتے ہیں، ان کو بھی اسلام کی دعوت دینا ثابت ہے۔

٢٨٩١/٢٨٩٠ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ ، حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ ، عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ ، وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ ﷺ) . فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ ، فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ ؟ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَاذَا تَرَى) . قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ : يَأْتِينِي صَادِقٌ

(٨٠) فتح الباري: ٣/٢٠٩، والأبواب والتراجم للشيخ الكاندهلويؒ، ص: ٢٠٣

(٢٨٩١/٢٨٩٠) قد مرّ تخريجه في كتاب الجنائز، باب: إذا أسلم الصبي فمات، هل يصلّى عليه؟ ... (رقم: ١٣٥٤)

وَكاذِبٌ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ) . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا) . قالَ ابْنُ صَيَّادٍ : هُوَ الدُّخُّ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اخْسَأْ ، فَلَنْ تَعْدُو قَدْرَكَ) . قالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، ائْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ) .

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان بن اخنس جعفی بخاری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان ، باب أمور الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۸۳)۔

۲-ہشام

یہ قاضی ابوعبدالرحمٰن ہشام بن یوسف الصنعانی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب من سمی النساس حیضاً کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۳-معمر

یہ معمر بن راشد ازدی ابوعروہ بصری ہیں، ان کا تذکرہ بدء الوحی کی حدیث خامس کے تحت گزر چکا ہے(۸۴)۔

باقی تین راویوں کا حوالہ گزشتہ باب کے تحت حدیث کی سند میں گزر چکا ہے۔

أتشهد أني رسول الله؟

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

---

(۸۳) كشف الباري: ۱/۶۵۷

(۸٤) كشف الباري: ۱/٤٦٥

کیاتم یہ گواہی دو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

کیا صبی عاقل غیر بالغ کا اسلام معتبر ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب سے اپنے رجحان کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک صبی عاقل کا اسلام معتبر ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے: "وإسلامه إسلامٌ باتفاق الأئمة الثلاثة" (۸۵)۔

البتہ امام زفر اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک نابالغ کا اسلام معتبر نہیں (۸۶)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی توجیہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے مسلک کے بارے میں مجھے تعجب تھا کہ جب ان کے نزدیک نابالغ کا اسلام معتبر نہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق ان کی رائے کیا ہوگی؟ کیونکہ قبول اسلام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نابالغ تھے اور سن بلوغ تک نہیں پہنچے تھے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھے امام بیہقی کی معرفۃ السنن میں ایک روایت ملی، اس نے میری پریشانی رفع کردی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کی معرفۃ السنن میں ہے کہ غزوۂ خندق کے بعد شرائع واحکام کا دارومدار بلوغ پر رکھا گیا ہے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ غزوۂ خندق سے پہلے کا ہے۔

چنانچہ "فیض الباری" میں ہے:

"وأما عند الشافعي فإسلامه غير معتبر، وكنت أتعجب منه، وأقول:

---

(۸۵) فتح القدير للعلامة ابن الهمامؒ: ۳۲۸/۵، في أحكام المرتد، وردالمحتار: ۳۹۳/۶، والفتاوى التتارخانية، للعلامة ابن العلاء الأنصاري الدهلويؒ: ۲۷۶/۵، في كتاب أحكام المرتدين

(۸٦) فتح القدير: ۳۲۸/۵، وردالمحتار ۳۹۳/۶، والفتاوى التتارخانية: ۳۷٦/۵

إنهم ماذا يصنعون بإسلام علي رضي الله عنه فإنه أسلم في صباه، ثم رأيت في "معرفة السنن" للبيهقي أن الأحكام نيطت عليه بالبلوغ بعد غزوة الخندق، وإسلام علي –رضي الله عنه– كان قبلها، فلا بأس بعبرته وحينئذ زال القلق"(٨٧).

جمہور فقہاء کا استدلال

ان حضرات کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعہ سے ہے کہ انہوں نے بلوغت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا صرف اعتبار ہی نہیں کیا بلکہ اظہار فخر و مسرت بھی فرمایا(٨[illegible]

[illegible] للہ نے ''موطأ'' میں عن ابن شہاب عن علی بن حسین عن علی بن أبی طالب'' کے طریق [illegible] کی ہے:"إنما ورث أباطالب عقيلٌ ولم يرثه علي"(٨٩)۔ مطلب یہ کہ ابوطالب کی میراث (جیسا کہ اگلے باب میں اس کی تفصیل آرہی ہے) صرف طالب اور عقیل نے پائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنا حصہ نہیں ملا(٩٠)۔ اس سے بھی ان کے اسلام کی صحت و اعتبار پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے حصہ کا نہ ملنا ان کے اسلام کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری قوی دلیل ان کی حدیث باب ہے، جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو

---

(٨٧) فيض الباري: ٣/٤٥٤

(٨٨) ردالمحتار على الدر المختار: ٦/٤٩٤، والبحر الرائق للعلامة ابن نجيمؒ: ٥/١٣٢، في كتاب السير، باب أحكام المرتدين

(٨٩) موطأ الإمام مالك رحمه الله، ص: ٦٦٦، كتاب الفرائض، ميراث أهل الملل، نور محمد

(٩٠) انظر "كشف المغطا عن وجه الموطأ" للعلامة إشفاق الرحمن الكاندهلويؒ على هامش "الموطأ" لمالكؒ، ص: ٦٦٦، وأوجز المسالك إلى موطأ الإمام مالكؒ للمحدث محمد زكريا الكاندهلوي: ١٢/٤٤٣، كتاب الفرائض، ميراث أهل الملل

دعوت اسلام دی، اور وہ بالغ نہیں تھا۔ یہ دلیل زیادہ قوی اس لئے ہے کہ ابن صیاد کا یہ واقعہ غزوہ خندق کے بعد پیش آیا (۹۱)۔

امام زفر اور امام شافعی کا استدلال اور اس کا رد

❶ ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ نابالغ، اسلام کے معاملہ میں والدین کے تابع ہے، لہٰذا اس کا اسلام اصلی نہیں ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تابع بھی ہو اور اصلی بھی (۹۲)۔

❷ دوسری دلیل یہ ہے کہ نابالغ کے اسلام کا اعتبار کیا جائے تو اس کے نتیجہ میں اس سے ایسے احکام وابستہ ہو جائیں گے، جن سے نقصان لازم آئے گا اور وہ احکام اس کے حق میں باعثِ ضرر ہوں گے۔ مثال کے طور پر یہ کہ اپنے کافر والدین کی میراث سے وہ محروم ہوگا، اس بناء پر نابالغ صبی میں اسلام کی اہلیت کا ان حضرات کے نزدیک اعتبار نہیں (۹۳)۔

علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں اور علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں ان حضرات کی مذکورہ دونوں دلیلوں کا یہ جواب دیا ہے کہ نابالغ صبی کا اسلام اس لئے معتبر قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ صدق دل سے اسلام قبول کرے تو ظاہر ہے کہ یہ اسلام کے ساتھ اس کے اعتقاد اور شیفتگی کی دلیل ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو یقیناً رد نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے یہ کہ دائمی سعادت اور آخرت میں نجات وفلاح کا ضامن بھی اسلام ہے، اور یہ اتنا عظیم الشان فائدہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیاوی مفادات یعنی میراث وغیرہ کی کوئی وقعت نہیں، بس یہی اسلام کا اصلی حکم ہے کہ آخرت میں نجات وفلاح حاصل ہو، لہٰذا اگر میراث وغیرہ کا نقصان ہو تو اس کی کوئی پروا نہیں۔

چنانچہ بحر الرائق اور ہدایہ وغیرہ میں ہے:

---

(۹۱) أنظر فتح القدير للعلامة ابن همام رحمه الله: ۳۲۹/۵، أحكام المرتد

(۹۲) البحر الرائق: ۲۳۲/۵، كتاب السير، باب أحكام المرتدين

(۹۳) فتح القدير: ۳۲۹/۵، والبحر الرائق: ۲۳۲/۵

"وارتداد الصبي العاقل صحيح كإسلامه" بيان للإسلام الصبي وردته. أما الأول، ففيه خلاف زفر، والشافعي -رحمهما الله- نظرا إلى أنه في الإسلام تبع لأبويه فيه، فلا يجعل أصلاً، ولا نلزمه أحكاماً يشوبها المضرة، فلا يؤهل له".

ولنا أن عليا -رضي الله عنه- أسلم في صباه وصحّح النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إسلامه، وافتخاره بذلك مشهور، ولأنه أتى بحقيقة الإسلام، وهو التصديق والإقرار معه؛ لأن الإقرار عن طوعٍ دليلٌ على الاعتقاد على ماعرف والحقائق لاترد، ومايتعلق به سعادة أبدية ونجاة عقباوية، وهو من أجَلّ المنافع، وهو الحكم الأصلي، ثم يبتنى عليه غيرها فلا يبالىٰ بما يشوبه"(۹۴)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

روایت میں ہے: "أتشهد أني رسول الله"؟ اس میں نابالغ (ابن صیاد) کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے، ترجمۃ الباب سے اس جملہ کی مناسبت ہے(۹۵)۔

(۲۸۹۱) : قَالَ ابْنُ عُمَرَ : انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِي فِيهِ ابْنُ صَيَّادٍ ، حَتَّى إِذَا دَخَلَ النَّخْلَ ، طَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، وَهُوَ يَخْتِلُ ابْنَ صَيَّادٍ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ : أَيْ صَافِ ، وَهُوَ اسْمُهُ ، فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ) .

[ر : ۱۲۸۹]

(۹۴) الهداية للعلامة المرغيناني: ۳۴۹/۴، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، إدارة القرآن كراچى، والبحر الرائق: ۲۳۲/۵؛ كتاب السير، أحكام المرتدين

(۹۵) عمدة القاري: ۴۰۷/۱۴

یہ تعلیق پہلی حدیث کی سند کے ساتھ موصول ہے، اس میں قصۂ ابن صیاد کے دوسرے حصہ کا بیان ہے۔

۲۸۹۲ : وَقَالَ سَالِمٌ : قَالَ ابْنُ عُمَرَ : ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي النَّاسِ ، فَأَثْنَى عَلَى ٱللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ ذَكَرَ ٱلدَّجَّالَ ، فَقَالَ : (إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ ، وَلٰكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلاً لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ : تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ ، وَأَنَّ ٱللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ) . [ر : ۳۱۵۹]

یہ تعلیق بھی سند اول کے ساتھ موصول ہے، اس میں قصۂ ابن صیاد کے تیسرے حصہ کا تذکرہ ہے۔

مذکورہ تعلیقات کی تخریج

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورہ تینوں تعلیقات مسند احمد بن حنبل میں "عن معمر عن الزهري عن سالم" کے طریق سے موصولاً منقول ہیں (۹۶)۔

۱۷۵ – باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْيَهُودِ : (أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا) .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہود کو اسلام کی دعوت دینا سنت سے ثابت ہے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودِ عرب کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: "أسلموا تسلموا" اگر تم اسلام لاؤ گے، تو اس کی برکت سے دنیا میں قتل اور جزیہ کی ذلت سے اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہو گے (۱)۔

---

(۹۶) مسند أحمد بن حنبل رحمه الله: ۱۴۹/۲، وتغليق التعليق لابن الحجر رحمه الله: ۴۵۹/۳

(۱) عمدة القاري: ۴۲۰/۱۴، قال العيني رحمه الله: "أي هذا باب في ماذكر من قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لليهود: أسلموا، بفتح الهمزة من الإسلام، قوله: "تسلموا". بفتح التاء من السلامة أي تسلموا في الدنيا من القتل والجزية، وفي الآخرة من العقاب والخلود في النار".

باب سابق سے مناسبت

گزشتہ باب کے تحت بتایا جاچکا ہے کہ دورانِ جہاد بڑوں کے ساتھ نابالغ بچے بھی قیدیوں میں شامل ہوتے ہیں۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ کیا نابالغ بچے کو اسلام کی دعوت دینا ثابت ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب قائم کرکے، حدیث سے ثابت کیا کہ نابالغ کو بھی دعوت اسلام دینا منصوص ہے۔ ظاہر ہے قیدیوں میں نابالغ مشرکین کی طرح یہود بھی شامل ہوسکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "بـاب هل يعرض الإسلام على الصبي؟" کی مناسبت سے، یہود سے متعلق بھی ایک مستقل باب قائم کرکے یہ وضاحت فرمائی کہ انہیں بھی اسلام کی دعوت دینا سنت سے ثابت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . [ر : ٢٩٩٦]

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث نقل نہیں فرمائی، آگے "کتاب الجزیه" میں "باب إخراج اليهود من جزيرة العرب" کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تعلیق کو "عن الليث، عن سعيد المقبري عن ابيه، عن أبي هريرة رضي الله عنه" کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے(۲)، اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ وہیں ہوگی۔

اس کے علاوہ "كتاب الإكراه" اور "كتاب الإعتصام"(٤) کے تحت بھی اسی سند کے ساتھ یہ تعلیق موصولاً نقل کی گئی ہے(۵)۔

---

(٢) كتاب الجزية، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، (رقم: ٣١٦٧)، وعمدة القاري: ١٤/ ٢٠٠، وفتح الباري: ٦/٢٠٦، والأبواب والتراجم، ص٢٠٣

(٣) صحيح البخاري، كتاب الإكراه، باب: في بيع المكره ونحوه في الحق وغيره (رقم: ٦٩٤٤)

(٤) صحيح البخاري، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب: "وكان الإنسان أكثر شيئ جدلا" (رقم: ٧٣٤٨)

(٥) تغليق التعليق للحافظ ابن حجر رحمه الله: ٣/٤٥٩

١٧٦ – باب : إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الحَرْبِ ، وَلَهُمْ مالٌ وَأَرَضُونَ ، فَهِيَ لَهُمْ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دار الحرب پر غلبہ واستیلاء کے باوجود اسلام لانے والے حربیوں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد، انہی کی ملکیت اور قبضہ میں رہے گی، حملہ آور مسلمان ان املاک کو مال غنیمت سمجھ کر قطعاً اپنے تصرف میں نہیں لاسکتے۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں احناف پر رد کیا ہے (٦)، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

٢٨٩٣ : حدّثنا مَحْمُودٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا ؟ فِي حَجَّتِهِ ، قالَ : (وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلاً) . ثُمَّ قالَ : (نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ ، حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ) . وَذٰلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ : أَنْ لَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يُؤْوُوهُمْ . قالَ الزُّهْرِيُّ : وَالْخَيْفُ : الْوَادِي .

[ر : ١٥١١]

تراجم رجال

١-محمود

یہ محمود بن غیلان العدوی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب مواقیت الصلوۃ، باب النوم قبل العشاء کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

٢-عبد الرزاق

یہ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام یمانی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان (٨) باب حسن إسلام المرء

(٦) فتح الباري: ٦/٢٠٦، والأبواب والتراجم للكاندهلويؒ، ص: ٢٠٣

(٢٨٩٣) قد سبق تخريج الحديث في كتاب الحج، باب توريث دُوَرِ مكة وبيعها وشرائها، (رقم: ١٥٨٨)

(٨) كشف الباري: ٢/٤٢١

کے تحت گزر چکا ہے۔

۳- معمر

یہ ابو عروہ معمر بن راشد ازدی بصری ہیں، ان کا تذکرہ بدء الوحی کی حدیث خامس کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۹)۔

۴- الزهری

یہ مشہور امام حدیث ابوبکر، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہري المدنی ہیں۔ ان کے حالات بدء الوحی کی حدیث ثالث کے تحت گزر چکے ہیں (۱۰)۔

۵- علی بن حسین

یہ مشہور عابد وفقیہ زین العابدین علی بن حسین بن علی بن أبي طالب الہاشمی ہیں، ان کے حالات کتاب التہجد، باب تحریض النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم علی قیام اللیل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

٦- عمرو بن عثمان بن عفان

یہ عمرو بن عثمان بن عفان اموی، مدنی قرشی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحج، باب توریث دُور مکة وبیعتها وشرائها کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۷- اُسامہ بن زید

یہ اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی مدنی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الوضو، باب إسباغ الوضو کے تحت گزر چکا ہے۔

---

(۹) کشف الباري: ۱/٤٦٥

(۱۰) کشف الباري: ۱/۳۲٦

قلت يا رسول الله، أين تنزل غدا؟ في حجته

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کل آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟

قال: وهل ترك لنا عقيل منزلا؟ ثم قال: نحن نازلون غداً بخيف بني كنانة المحصب حيث قاسمت قريش على الكفر

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے؟ پھر فرمایا: کل ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے مقام "محصب" میں ہوگا۔ جہاں قریش نے کفر پر عہد کیا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ اس مقام پر بنو کنانہ اور قریش نے بنو ہاشم کے خلاف اس بات پر عہد کیا تھا کہ ان کے ساتھ خرید وفروخت کے معاملات ہوں گے، نہ ہی ان کو پناہ دی جائے گی۔ تاکہ بنو ہاشم پر دین اسلام کی اشاعت اور ترویج کی تمام راہیں بند کردی جائیں۔

المحصب: یہ مصدر تحصیب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اور ماقبل کے جملہ "بخيف بني كنانة" سے عطف بیان یا بدل ہے (۱۱)۔

قاسمت: بمعنی حالفت، قاف کے فتحہ کے ساتھ اس کا مصدر "قسامة" ہے۔ یمین اور قسم کے معنی میں ہے (۱۲)۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد ان کی جائیداد کے وارث ان کے لڑکے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بنے تھے، ابو طالب کے چار بیٹے تھے، طالب، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ آخری دونوں حضرات تو سابقین اولین میں سے تھے۔ عقیل رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور طالب بعد میں کفر کی حالت میں مارا گیا۔

چونکہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوتا، اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں ابو طالب کے انتقال کے وقت مسلمان ہو چکے تھے، اس بناء پر یہ ابو طالب کے وارث نہ بن سکے، طالب اور عقیل رضی اللہ عنہ

---

(۱۱) عمدة القاري: ٤٢١/١٤

(۱۲) عمدة القاري: ٤٢١/١٤

ان کی میراث کے مالک بنے تھے، پھر بعد میں عقیل رضی اللہ عنہ نے وہ تمام مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کردیئے (۱۳)، "وهل ترك لنا عقيل منزلا" سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اوراسی سے امام بخاری رحمہ اللہ اپنا مدعیٰ ثابت کررہے ہیں۔

مسلمان حربی کے منقولہ اور غیر منقولہ اموال کا حکم

فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے غلبہ واستیلاء کے باوجود، اسلام لانے سے قبل جو جائیداد عقیل رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں رہی، اس پر ان کی ملکیت، اسلام لانے کے بعد بھی برقرار رہی۔ اسی بناء پر ان کے تصرف کا اعتبار کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "وهل ترك لنا عقيل شيء؟" آپ کے اس ارشاد کا منشأ یہ تھا کہ اگر عقیل کی جائیداد ہوتی، جسے انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، تو آپ خود اس کے وارث ہوتے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے ثابت ہوا کہ دارالحرب پر مسلمانوں کے غلبہ واستیلاء کے بعد مسلمان حربی کی املاک محفوظ ہوں گی اوراسی کے تصرف میں رہیں گی، غانمین کو یہ املاک اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے ممکن ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر جب وہ اسلام نہیں لائے تھے احسان کرکے، ان کے اموال اور گھروں پر ان کا قبضہ باقی رکھا، تو مسلمان ہونے والوں کا قبضہ اِن کے املاک وغیرہ پر بطریقِ اولیٰ برقرار رہنا چاہیے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

"يحتمل أن يكون مراد البخاري أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مَنَّ على أهل مكة بأموالهم ودورهم من قبل أن يسلموا فتقرير من أسلم يكون بطريقِ الأولى(١٤).

---

(١٣) كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٥١١

(١٤) فتح الباري: ٦/٢١٦

امام شافعیؒ، اشہبؒ اور سحنونؒ کا مسلک

ان حضرات کی رائے بھی یہی ہے کہ دارالحرب پر مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کے باوجود، منقولہ اور غیر منقولہ املاک پر مسلمان حربی کی ملکیت بدستور برقرار رہے گی، اور ان کے نابالغ بچوں کو غلام بنانا جائز نہیں، اس لئے کہ وہ اسلام میں اپنے باپ کے تابع ہیں۔

چنانچہ شرح ابن بطالؒ میں ہے: قال الشافعي وأشهب وسحنون: "أنه قد أحرز ماله وعقاره حيث كان وولده الصغار؛ لأنهم تبع لأبيهم في الإسلام"(١٥).

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ املاک دار کے تابع ہو کر مالِ غنیمت بن جائیں گی۔ قال مالك: "أهله وماله وولده فيها فيئٌ على حكم البلاد"(١٦).

طرفین رحمہما اللہ کا مسلک

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اشیاء منقولہ اور نابالغ اولاد پر مسلمان حربی کا تصرف برقرار رہے گا، لیکن غیر منقولہ املاک مالِ غنیمت ہوجائیں گی۔ چنانچہ البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عند أبي حنيفة ومحمد يصير ماله فيئا وإنما يحرز نفسه وماله(١٧).

دارالحرب میں مقیم اسلام لانے والے کا نفس، قبولیتِ اسلام کی وجہ سے محترم ہوتا ہے، اس لئے اس کا مالِ منقول بھی محترم ہے، اس احترام کے سبب مال منقول کو غنیمت بنانا جائز نہیں۔ جب کہ نابالغ اولاد حکماً باپ کے تابع ہے، اس لئے انہیں غلام بنانا جائز نہیں۔ چنانچہ امام سرخسیؒ کی "المبسوط" میں ہے:

(١٥) شرح ابن بطال: ٢١٩/٥، وعمدة القاري: ٤٢٠/١٤، وفتح الباري: ٢١٦/٦، وفيض الباري للعلامة الكشميريؒ: ٤٥٦/٣

(١٦) شرح ابن بطال: ٢١٩/٥، وعمدة القاري: ٤٢٠/١٤

(١٧) البحر الرائق، ١٤٧/٥، والمبسوط للسرخسي: ٥٤/١٠، وإعلاء السنن: ١٤٠/١٢

"وإذا أسلم الحربي في دارالحرب ثم ظهر المسلمون على تلك الدار ترك له ما في يده ومن ماله، ورقيقه وولده الصغار؛ لأن أولاده الصغار صار وامسلمين بإسلامه تبعا، فلا يسترقون والمنقولات في يده حقيقة وهي يد محترمة لإسلام صاحبها فلا يتملك ذلك عليه بالاستيلاء"(۱۸).

البتہ ان حضرات کے نزدیک کافر بیوی اور بالغ اولاد کو غلام بنادیا جائے گا۔"مبسوط سرخسی" اور علامہ ابن نجیم کی "بحرالرائق" میں ہے کہ حاملہ بیوی کا حمل بھی مالِ منقول کے تابع ہوکر شرعاً غلام کے حکم میں ہے(۱۹)۔

تاہم مسلمان حربی کا جو مال منقول مسلمان یا ذمی کے پاس بطورِ امانت موجود ہو، اس پر اس کی ملکیت برقرار رہے گی، اس لئے کہ یہ مال ایسے ہاتھ میں ہے، جس کا قبضہ شرعاً درست اور معتبر ہے اور یہ قبضہ دارالحرب پر مسلمانوں کے حملہ آور اور غالب آنے سے زائل نہیں ہوگا۔

چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:"وإن كان أودع شيئاً من ماله مسلما أو ذميا فذلك المال لايكون فيئا؛ لأن يد المسلم والذمي يد صحيحة على هذا المال فتكون مانعة إحراز المسلمين إياها"(۲۰).

البتہ کافر حربی کے پاس رکھی ہوئی امانت مالِ غنیمت بن جائے گی۔ اس لئے کہ اس امانت پر اس کا قبضہ معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کے نتیجہ میں اس کی ذاتی ملکیت کی اشیاء بھی غنیمت بن جاتی ہیں۔ چنانچہ اگر مجاہدینِ اسلام اس کے مال کو غنیمت بنانا چاہیں تو کافر حربی کا قبضہ شرعاً مانع نہیں ہوسکتا۔ اسی بناء پر اس کے پاس رکھے ہوئے مالِ ودیعت کی بھی یہی حیثیت ہے، جس کو مجاہدین اسلام غنیمت بنانا چاہیں تو اس کا قبضہ ان کے لئے مانع نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جب مجاہدین حملہ آور ہوں گے تو جس طرح اس کا ذاتی مال غنیمت بن جائے گا، اسی طرح اس کے پاس موجود امانت کا مال بھی غنائم میں شامل ہوگا۔

---

(۱۸) المبسوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱/۵٤، الجزء العاشر، كتاب السير، والبحر الرائق لعلامة ابن نجيم: ۱٤۷/۵

(۱۹) المبسوط للسرخسي: ۱۰/۵٤، كتاب السير، والبحر الرائق لابن نجيم: ۱٤۷/۵

(۲۰) المبسوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱۰/۵٤، ۵۵

چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ ''المبسوط'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"وإن كان أودع شيئا من ماله حربيا فذلك المال فيْ في ظاهر الرواية. وجه ظاهر الرواية أن يد المودَع في هذا المال ليست بيد صحيحة، ألا ترى أنها لاتكون دافعة لاغتنام المسلمين عن سائر أمواله. فكذلك عن هذه الوديعة وإذا لم تكن يده معتبرة كان هذا، والمال الذي لم يودعه أحدا سواء"(۲۱).

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مال منقول اور غیر منقول دونوں کا حکم ایک ہے۔لہٰذا ان کے نزدیک ان اموال پر مسلمان حربی کی ملکیت برقرار ہوگی (۲۲)۔

امام ابو یوسفؒ کا استدلال اور اس کا جواب

ان کا استدلال محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ہے، کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان میں سے بعض افراد نے اسلام قبول کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول اسلام کی وجہ سے محصور (حربی) مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ و مامون قرار دینے کا حکم فرمایا۔

روایت کے الفاظ ہیں:

"عن محمد بن اسحاق رحمه الله أن نفراً من بني قريظة أسلموا حين كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم محاصِرا لبني قريظة فأحرزوا بذلك أموالهم وأنفسهم......"(۲۳).

---

(۲۱) المبسوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱۰/۵٤، ۵۵، كتاب السير

(۲۲) إعلاء السنن: ۱۲/۱۳۹، شرح السير للإمام محمد رحمه الله: ۱۰/٦٦، ٦۷، والمبسوط للسرخسي: ۱۰/٥٤

(۲۳) إعلاء السنن: ۱۲/۱۳۹، والمبسوط للسرخسي: ۱۰/٥٤

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وعامة أموالهم الدور والأراضي" (٢٤). مطلب یہ ہے کہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت میں لفظ اموال سے مکانات اور زمینیں وغیرہ مراد ہیں، کیونکہ عموماً ان کے اموال یہی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ غیر منقول مال، یعنی مکانات، باغات اور زمینوں پر ملکیت حکماً ثابت ہوتی ہے، جب کہ دار الحرب دار الاسلام نہیں، جہاں احکام جاری ہوں، اس لئے غیر منقول مال پر مسلمان حربی کی ملکیت کا اعتبار مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے بھی نہیں ہوسکتا، لہٰذا مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کے نتیجہ میں دار الحرب کی غیر منقولہ املاک پر حربیوں کی ملکیت باقی نہیں رہے گی، وہ مال غنیمت بن جائے گی (۲۵)۔

طرفین کا استدلال

ان حضرات کی دلیل ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی یہ مرسل روایت ہے:

"حدثنا حفص بن غياث عن ابن أبي ذئب عن الزهري قال: "قضىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيمن أسلم من البحرين أنه قد أحرز دمه وماله إلا أرضه فإنها فيئ للمسلمين؛ لأنهم لم يسلموا وهم ممتنعون" (٢٦).

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحرین کے اسلام لانے والوں کے بارے میں فیصلہ کیا کہ انہوں نے اپنی جان و مال کی حفاظت تو کرلی البتہ زمینیں مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں شمار ہوں گی اس لئے کہ وہ لوگ حالتِ عصمت میں اسلام نہیں لائے۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی اس مرسل روایت کی تائید حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اس اثر سے ہوتی ہے: جو یحییٰ بن آدم کی "کتاب الخراج" میں ہے:

---

(٢٤) إعلاء السنن: ١٣٩/١٢، والمبسوط للسرخسي: ٥٤/١٠

(٢٥) إعلاء السنن: ١٣٩/١٢، والمبسوط للسرخسي: ٥٤/١٠

(٢٦) أخرجه يحيىٰ بن آدم في "كتاب الخراج" انظر إعلاء السنن: ١٤٦/١٢

"حدثنا إسماعيل بن عياش الشامي عن عبدالله البهراني عن عمر بن عبدالعزيز أنه كتب: "من أسلم من أهل البحرين فله ما أسلم عليه من أهل ومال، وأما داره وأرضه، فإنها كائنة في فيئ الله على المسلمين"(۲۷).

مطلب یہ ہے کہ اہل بحرین میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے، تو سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے اہل وعیال اور مال کے ساتھ مسلمان ہوئے اور محفوظ ہو گئے۔ البتہ ان کے مکانات اور زمینیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے مالِ فی ہیں۔

اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ اگر مرسل کی تائید میں ایسے صحابی یا تابعی کا اثر منقول ہو، جو شرعی احکام میں گہری بصریت رکھتے ہوں تو ایسے صحابی یا تابعی کا اثر بالاتفاق قابل احتجاج ہوتا ہے(۲۸)۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تقویٰ، تدین اور ان کی فقہی بصیرت پر فقہاء کا اتفاق ہے، چونکہ مرسلِ زہری کی تائید میں ان کا فتویٰ اور اثر موجود ہے، اس لئے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا استدلال زیادہ قوی ہے(۲۹)۔

امام شافعی، اشہب اور سحنون کے دلائل اور ان کا رد

ان حضرات کی رائے تھی کہ حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عقیل کے تصرف کو برقرار رکھا، اس لئے مسلمان حربی کے تصرف اور ملکیت کو برقرار رکھا جائے گا، دار الحرب پر اہل اسلام کے غالب آنے سے اس کی ملکیت ختم نہیں ہوگی، اس استدلال کے مختلف جوابات ہیں:

❶ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسن اخلاق کی وجہ سے چچازاد بھائی کے تصرف میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا(۳۰)۔

---

(۲۷) دیکھئے إعلاء السنن: ۱۲/۱۳۹

(۲۸) دیکھئے:"الوجيز في أصول الفقه": ۱/۴۷۴، وإعلاء السنن: ۱۲/۱۴۶

(۲۹) خود امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جو مذکورہ مسئلہ میں طرفین کے خلاف ہیں، امام زہری کی مرسل روایات مقبول اور قابل احتجاج ہیں۔ دیکھئے:الوجيز في أصول الفقه: ۱/۴۷۵

(۳۰) فتح الباري: ۸/۱۵، كتاب المغازي، وفتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني رحمه الله: ۳/۳۸۲،=

❷ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے تالیف قلب مقصود تھی (۳۱)۔

❸ اس سے یہ باور کرانا مقصد تھا، کہ جس طرح زمانہ جاہلیت کا نکاح برقرار رہتا ہے، اسی طرح اس وقت کے تصرفات بھی معتبر اور برقرار ہیں (۳۲)۔

❹ صلح کے نتیجہ میں فتح ہونے والے علاقہ کے باشندوں کی زمینیں، باغات اور مکانات بالاجماع مال غنیمت نہیں بن سکتے، بلکہ ان پر اہل صلح کی ملکیت حسب سابق برقرار رہتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے قول مشہور کے مطابق مکہ عنوتاً فتح نہیں ہوا تھا، صلحاً فتح ہوا تھا (۳۳)، فتح مکہ سے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث باب خود ان کے لئے دلیل نہیں بن سکتی، اس لئے کہ صلحاً فتح ہونے والے علاقہ کی منقول اور غیر منقول املاک کے بارے میں امام شافعی سمیت ائمہ ثلاثہ کا بھی اختلاف نہیں سب کے نزدیک وہ مسلم حربی کی ملکیت میں رہتی ہیں۔ اختلاف تو عنوتاً فتح ہونے والے علاقہ کے مال غیر منقول کے بارے میں ہے۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

علامہ عینی نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ "هل ترك لنا عقيل منزلا" کی مناسبت ہے، جس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حالتِ کفر میں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے تصرف کا اعتبار فرمایا تو اسلام لانے کے بعد اس تصرف کا اعتبار بطریقِ اولی ہونا چاہیے، گویا ترجمۃ الباب کا مدّعی اسی سے ثابت کیا گیا ہے (۳۴)۔

= كتاب الحج، باب نزول الحاج بمكة وتوريث دورها.

(۳۱) فتح الباري: ۸/۱۵، كتاب المغازي، وفتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني رحمه الله: ۳/۳۸۲

(۳۲) فتح الباري: ۸/۱۵، كتاب المغازي، وفتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني رحمه الله: ۳/۳۸۲

(۳۳) فتح الباري: ۸/۱۳، كتاب المغازي

(۳٤) عمدة القاري: ١٤/٤٢١

حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کے لئے ترجمۃ الباب سے مناسب صریح حدیث ہی نقل نہیں فرمائی ہے(۳۵)۔

حافظ صاحب کی رائے بھی یہی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسند احمد بن حنبل میں صخر بن علیہ کے طریق سے جو روایت نقل کی گئی ہے، وہی ترجمۃ الباب کے مناسب ہے(۳۶)۔ مسند احمد میں ہے:

"عن صخر بن عليّة البجلي قال: "فرّ قوم من بني سليم عن أرضهم فأخذتُها، فأسلموا وخاصموني إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فردّها عليهم وقال: "إذا أسلم الرجل فهو أحق بأرضه وماله"(۳۷).

صخر بن علیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک قبیلہ اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گیا، وہ زمین میں نے لے لی۔ بعد میں قبیلہ کے لوگ اسلام لائے، تو اس کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ زمین ان کو واپس عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب آدمی مسلمان بن جائے تو اپنی زمین اور مال پر اسی کا حق ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ روایت میں إذا أسلم الرجل فهو أحق بأرضه وماله کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ہے(۳۸)۔

۲۸۹۴ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمى ، فَقَالَ : يَا هُنَيُّ اضْمُمْ

---

(۳۵) الأبواب والتراجم للمحدث الكاندهلويّ، ص: ۲۰۳

(۳۶) فتح الباري: ۲۱٦/٦

(۳۷) مسند أحمد بن حنبل، ص: ۱۳٦۹، (رقم ۱۸۹۸۵)، بيت الأفكار الدولي، الرياض

(۳۸) فتح الباري: ۲۱٦/٦

(۲۸۹٤) تفرد به البخاري. انظر تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف للمزي: ۸/۸ (رقم ۱۰۳۹۵)

جَناحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجابَةٌ ، وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ ، وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ ، وَإِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ ، فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ ماشِيَتُهُمَا يَرْجِعَا إِلَى نَخْلٍ وَزَرْعٍ ، وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ ، وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ : إِنْ تَهْلِكْ ماشِيَتُهُمَا ، يَأْتِنِي بِبَنِيهِ فَيَقُولُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ؟ أَفَتارِكُهُمْ أَنَا لَا أَبَا لَكَ ، فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ ، وَايْمُ اللهِ إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ ، إِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ فَقَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الجَاهِلِيَّةِ ، وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللهِ ، ما حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا .

تراجم رجال

۱-اسماعیل

یہ اسماعیل بن ابی اویس ابن مالک المدنی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب المساقاۃ، باب شرب الناس وسقی الدواب کے تحت گزر چکا ہے۔

۲-مالک

یہ امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۴۰)۔

۳-زید بن اسلم

یہ ابواسامہ یا ابوعبداللہ زید بن اسلم قرشی عدوی مدنی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۴۱)۔

روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "ھُنی" نام کے اپنے آزاد کردہ غلام کو (ربذہ) چراگاہ کا

(۴۰) کشف الباري: ۲/ ۸۰

(۴۱) کشف الباري: ۲/ ۲۰۳

عامل مقرر کیا، تو انہیں ہدایت کی کہ مسلمانوں کے ساتھ رِفق اور نرمی سے پیش آنا، مظلوم کی بددعا سے ڈرنا، کیونکہ مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی۔

هُنَيّ: (بضم الهاء، فتح النون، وتشديد الياء) یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضل و کمال میں ان کا پایہ بلند تھا، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جوہر شناس خلیفۂ اسلام انہیں ''ربذہ'' کی چراگاہ کا عامل کبھی نہ بناتے (۴۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''هُنی'' نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا ہے، لیکن مؤرخین میں سے کسی نے بھی انہیں صحابی نہیں کہا (۴۳)

صحیح بخاری میں هُنی کا ذکر باب کی اسی ایک روایت میں ہوا ہے۔ باقی امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، ان کی کوئی روایت نقل نہیں فرمائی (۴۴)۔

الحِمٰی: (بكسر الحاء، المهملة وفتح الميم مقصورا) چراگاہ کو کہتے ہیں، زمانۂ قدیم میں مالداروں اور بااثر لوگوں کی مخصوص چراگاہیں ہوتی تھیں، جن میں دوسروں کے مویشیوں کو چرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، حمی اسی کو کہتے ہیں (۴۵)۔

روایت میں جس چراگاہ کا ذکر ہے، اس سے ''ربذۃ'' کی چراگاہ مراد ہے (۴۶)۔

معجم البلدان میں یاقوت حموی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس چراگاہ میں رہائش کی خواہش ظاہر کی تھی، اور ''ربذہ'' کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا، ''اگر یہاں سانپوں کی کثرت نہ ہوتی تو رہنے کے لئے بہت مناسب جگہ تھی'' (۴۷)۔

---

(٤٢) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢، وفتح الباري: ٦/٢١٧

(٤٣) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢، وفتح الباري: ٦/٢١٧

(٤٤) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢، وفتح الباري: ٦/٢١٧

(٤٥) معجم البلدان: ٢/٣٠٧، (المادة: ح، م)

(٤٦) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢

(٤٧) معجم البلدان: ٢/٣٠٨، قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لنعم المنزل الحمى، لو لا كثرة حيّاته".

"وأدخل رب الصريمة ورب الغنيسة وإياي ونَعَمَ بن عوف ونعم بن عفان فإنهما إن تهلك ماشيتهما يرجعان إلى نخل و زرع، وإن رب الصريمة ورب الغنيمة، ان تهلك ماشيتهما يأتني ببنيه فيقول ياأمير المؤمنين؛ أفتاركهم أنا؟ لا أباً لكَ فالماء والكلأ أيسَر عليّ من الذهب والورق".

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "ہُنی" کو ہدایت دیتے ہوئے مزید تحریر فرمایا: "جو لوگ اونٹ اور بکریوں کے مالک ہیں' ان کے ریوڑ میں جائزہ لینے کے لئے "جاتے رہو" تاکہ صدقہ کی وصولی میں کسی کی حق تلفی نہ ہو" عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان کے مویشیوں کے بارے میں محتاط رہو، اس لئے کہ معاشی لحاظ سے یہ دونوں حضرات مستحکم اور آسودہ حال ہیں کہیں امارت کی بناء پر چراگاہ کے اندر ان کے مویشیوں کی زیادہ رعایت کرنے سے غریبوں کی حق تلفی نہ ہو، کیونکہ ان کے مویشی اگر ہلاک بھی ہوجائیں تو اپنے کھجور کے باغات اور کھیتوں سے وہ اپنی روزی اور معاش کا انتظام کرلیں گے، لیکن جو (غریب) چند اُونٹوں اور بکریوں کا مالک ہے اگر اس کے مویشی (چارہ نہ ملنے اور نظر انداز ہونے کی وجہ سے) ہلاک ہوجائیں" تو وہ اپنی اولاد کو میرے پاس لاکر کہے گا کہ "اے امیر المومنین!" (ہم تنگ دست او محتاج ہیں، آپ بیت المال سے ہمارے لئے وظیفہ جاری کردیں) (۴۸)۔"تو کیا میں انہیں نظر انداز کردوں گا؟ نہیں!" (بلکہ مجھے ان کے معاش کا انتظام کرنا ہوگا)" لہٰذا ان کے لئے چارہ اور پانی کی سہولت فراہم کرنا سونے اور چاندی کے ذریعہ ان کا انتظام کرنے سے بہتر اور آسان ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے نام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور مثال پیش کئے ہیں، کیونکہ صحابہ کرام میں یہ دونوں حضرات ہی معاشی لحاظ سے زیادہ مستحکم اور خوشحال تھے (۴۹)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منشأ یہ نہیں تھا کہ ان کے مویشیوں کو

---

(٤٨) عمدة القاري: ١٤/ ٤٢٢، ٤٢٣

(۴۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ثروت کا قصہ مشہور ہے۔ وفات کے بعد سونے کے ڈلے جب ان کی بیویوں میں

چراگاہ میں جانے سے روک دیا جائے، یعنی ان کے مویشیوں پر دوسروں کے مقابلہ میں اتنی توجہ نہ دی جائے کہ غریبوں اور حاجت مندوں کی حق تلفی ہو۔ اس لئے کہ غریبوں کے مویشی ہلاک ہوجائیں تو ان کے معاش کا انتظام کرنے کے لئے دوسری راہ نہیں ملے گی، سوائے اس کے کہ ہم بیت المال کے وظائف سے ان کی اشک شوئی کریں۔ جب کہ ابن عوف اور ابن عفان رضی اللہ عنہما کے مویشی اگر ہلاک بھی ہوجائیں تو وہ اپنے کھیت اور کھجور کے باغات سے اپنی معاشی ضروریات پورا کرسکتے ہیں (۵۰)۔

الصُّرَيمة: (صاد پر ضمہ اور راء پر فتحہ کے ساتھ) الصُّرمة کی تصغیر ہے۔ چھوٹے ریوڑ کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق بیس سے تیس یا چالیس تک اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ پر ہوتا ہے (۵۱)۔

الغُنَيمة: یہ غنم کی تصغیر ہے۔ اس لفظ سے بھی تقلیلِ عدد مراد ہے، یعنی بکریوں کا چھوٹا ریوڑ (۵۲)۔

إيّاي: یہ لفظِ تحذیر ہے، قیاساً إيّاك کہنا چاہیے تھا، اس لئے کہ نحوی قاعدہ کے مطابق تحذیر مخاطب کی کی جاتی ہے، إياي کہنا شاذ اور قلیل الاستعمال ہے۔

لیکن علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تحذیر کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد مخاطب ہی کو متنبہ کرنا تھا، زیادہ بلیغ پیرایہ بھی یہی ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے:

"وكان القياس أن يقول: "وإياك"؛ لأن هذه اللفظ للتحذير، وتحذير المتكلم نفسه شاذٌ عندالنحاة، ولكنه بالغ فيه من حيث أنه حذر نفسه، ومراده تحذير المخاطب، وهو أبلغ" (۵۳).

= تقسیم ہونے لگے، تو کاٹنے والوں کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے۔ چار بیویوں میں سے ہر ہر بیوی کو اسی اسی ہزار اشرفیاں ملیں۔ دیکھئے "ہزار سال پہلے"، ص: ۱۷۷، مؤلف، مولانا مناظر احسن گیلانی

(۵۰) فتح الباري: ٦/٢١٧، وعمدة القاري: ١٤/٤٢٢

(٥١) النهاية لابن الأثير: ٣/٢٧، (المادة: ص ر م)، والكرماني: ١٣/٥٥

(٥٢) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢

(٥٣) عمدة القاري: ١٤/٤٢٢، وفتح الباري: ٦/٢١٧

وأيم الله إنهم ليرون أني قد ظلمتهم إنها لبلادهم فقاتلوا عليها في الجاهلية

''بخدا وہ باور کرتے ہوں گے کہ میں نے ان کے ساتھ ظلم کیا ہے، کیونکہ یہ زمینیں انہی کے علاقے ہیں، زمانہ جاہلیت میں انہوں نے ان کے لئے جنگیں لڑیں''۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نہیں، بلکہ عام اہل مدینہ مراد ہیں (۵۴)۔

وأسلموا عليها في الإسلام

''اور اسلام لانے کے بعد ان کی زمینوں پر ان کی ملکیت کو برقرار رکھا گیا''۔

والذي نفسي بيده لولا المال الذي أحمل عليه في سبيل الله ماحييت عليهم من بلادهم شِبراً

''اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر وہ مال نہ ہوتا جو جہاد میں سواری کے کام آتا ہے تو میں ان کے علاقوں کی ایک بالشت زمین پر بھی چراگاہ نہ بناتا''۔

اس مال سے وہ اونٹ اور گھوڑے مراد ہیں جو جہاد میں سواری کے کام آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں، مختلف سبزہ زاروں اور چراگاہوں میں چالیس ہزار اونٹ اور گھوڑے چرتے تھے (۵۵)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ اثرِ عمرؓ کی مناسبت پر اشکال

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر میں "إنها لبلادهم فقاتلوا عليها في الجاهلية، وأسلموا عليها في الإسلام" سے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ اس اثر کی کوئی مناسبت نہیں، نہ ہی یہ اثر احناف کے خلاف مستدل بن سکتا ہے، اس لئے کہ اہل مدینہ اہل صلح تھے، اثر میں ''ربذہ'' کی چراگاہ کا ذکر ہوا ہے، یہ مدینہ کی

(٥٤) عمدة القاري: ١٤/٤٢٣، وفتح الباري: ٦/٢١٨

(٥٥) عمدة القاري: ١٤/٤٢٣

حدود میں شامل تھی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اہل صلح کی منقولہ اور غیر منقولہ املاک بالاتفاق غنیمت نہیں بن سکتیں۔ اس لئے "إنها لبلادهم فقاتلوا عليها في الجاهلية وأسلموا عليها في الإسلام" سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ کے باشندوں نے اہل اسلام کے ساتھ صلح کی تھی، اور اسلام لانے کے بعد ان کی زمینوں پر ان کی ملکیت برقرار رکھی گئی تھی، لہٰذا اب بھی یہ ملکیت برقرار رہے گی۔

دوسرے یہ کہ اہل مدینہ کے جس قطعۂ زمین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چراگاہ بنالیا تھا، وہ بنجر اور از کار رفتہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کارآمد بناتے ہوئے، مویشیوں کے چرنے کے لئے خاص کر دیا تھا، اسی بناء پر وہ مسلمانوں کے عام مفاد کے پیشِ نظر حکومت کے زیرِ تصرف لایا گیا۔ شرعاً حاکم وقت کو اس کا اختیار حاصل ہے۔

بفرض المحال یہ بات اگر یہ تسلیم بھی کر لی جائے کہ مدینہ عنوتاً فتح ہوا تھا، تب بھی اس اثر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فتح سے پہلے مدینہ کے اسلام لانے والوں کی جائیداد پر ان کی ملکیت اور تصرف کو برقرار رکھا گیا تھا۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ولا حجة فيه أصلا -أي في أثر عمرؓ- فإن الربذه من عمل المدينة كما قاله "المجد"، وأهل المدينة قد أسلموا عفوا وطوعاً وكانت أموالهم. وهذا معنى قول عمر: "وأسلموا عليها في الإسلام" ولانزاع في أهل الصلح...... وإن سلّمنا أنها فتحت عنوةً فلا دليل أن بعض أهلها قد أسلموا قبل الفتح وأُقِرُّ واعلى أرضهم وديارهم، ومن ادّعى فليأت على ذلك ببرهان"(٥٦).

حضرت انور شاہ رحمہ اللہ کا اشکال

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ نے عجیب نکتہ بیان فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے مذکورہ ترجمہ پر اشکال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کی اس ترجمۃ الباب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں، ترجمۃ الباب کے تحت جو مسئلہ زیرِ بحث ہے، وہ دارالکفر کے بعض مسلمان بننے والوں سے متعلق

---

(٥٦) إعلاء السنن: ١٢/١٤٣

ہے، جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر اس دارالکفر سے متعلق ہے جہاں رہنے والے سب باشندے اسلام لا چکے ہوں (۵۷)۔ ظاہر ہے جس دارالکفر کے رہنے والے اجتماعی طور پر سب مسلمان ہو چکے ہوں، تو مجاہدین اسلام کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ان کی املاک کو غنیمت بنانے کی بالاتفاق اجازت ہی نہیں، اس میں کسی امام کا اختلاف نہیں۔

چنانچہ فیض الباری میں ہے:

"قاتلوا عليها في الجاهلية وأسلموا عليها في الإسلام" فيه دليل على كون تلك الأراضي مملوكة لهم، وذالا يرد علينا؛ لأن المتبادر منه أنهم أسلموا كلهم، ومسألتنا فيما إذا أسلم قوم، وبقي الكفر من حولهم"(٥٨)۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی یہی بات فرمائی ہے (۵۹)۔

مذکورہ اثر کی تخریج

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ اثر امام مالک نے بھی ''موطأ'' میں روایت کیا ہے (۶۰)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اثر موطأ امام مالک میں مروی نہیں۔ "وهذا الحديث ليس في الموطأ"(٦١)۔

اس پر رد کرتے ہوئے، حافظ زرقانی رحمہ اللہ نے "إن هذا لشيئ عجاب" تحریر فرما کر اظہار تعجب کیا ہے کہ اس اثر کو امام مالک رحمہ اللہ نے ''موطا'' میں روایت کیا ہے، اس کے باوجود حافظ ابن حجر کیسے انکار کر رہے ہیں (۶۲)۔

---

(٥٧) الأبواب والتراجم، ص: ٢٠٣

(٥٨) فيض الباري: ٤٥٦/٣

(٥٩) الأبواب والتراجم، ص: ٢٠٣

(٦٠) موطأ الإمام مالك رحمه الله: ١٠٠٣/٢، في دعوة المظلوم، باب ماينقى من دعوة المظلوم

(٦١) فتح الباري: ٢١٨/٦

(٦٢) أوجز المسالك للمحدث محمد زكريا الكاندهلويؒ: ٣٧١/١٥

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا دفاع کرتے ہوئے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ويمكن الاعتذار عن الحافظ أنه يمكن أن لايكون في نُسخته من "الموطأ"(٦٣)۔

یعنی حافظ صاحب کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کے زیرِ نظر "موطأ" کا جو نسخہ تھا، ممکن ہے، اس میں یہ اثر نہ ہو۔

روایت باب سے مستنبط فوائد

علامہ مہلب رحمہ اللہ نے روایت باب سے درج ذیل فوائد مستنبط کئے ہیں:

❶ حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ ازکاررفتہ اور بنجر زمین مفادِ عامہ کے لئے کارآمد بنائے (۶۴)۔

❷ اگر غریبوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو، تو ان کے مفاد کی خاطر اصحابِ ثروت کو معمولی نقصان پہنچانے میں کوئی مضائقہ نہیں (٦٥)، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ اثر میں ہنیؒ کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ غریبوں کے مویشیوں پر زیادہ توجہ مرکوز رکھنا، عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما جیسے اصحاب ثروت کے مویشیوں کو اگر نقصان پہنچا بھی تو ان کے حق میں یہ بڑا نقصان نہیں، ان کے پاس اور ذرائع معاش بھی موجود ہیں، لیکن غریبوں کا ذریعۂ معاش یہی مویشی ہیں، اس لئے ان کا خیال رکھنا۔

۳- جو جگہ مویشیوں اور جانوروں کو چرانے کے لئے خاص ہو، اس پر وہاں کے باشندوں کا حق ہے، اس زمین پر انہیں اپنے مویشی چرانے کی جو سہولت میسر ہے، حاکم وقت انہیں اس سہولت سے محروم نہ کرے (٦٦)۔

۱۷۷ - باب : كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ .

الناس منصوب ہے کیونکہ كتابة مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور یہ اس کا مفعول ہے۔

---

(٦٣) أوجز المسالك للمحدث محمد زكريا الكاندهلويؒ: ١٥/٣٧١

(٦٤) شرح ابن بطال: ٥/٢١٩، ٢٢٠

(٦٥) شرح ابن بطال: ٥/٢١٩، ٢٢٠

(٦٦) شرح ابن بطال: ٥/٢١٩، ٢٢٠

بنصب الناس على أنه مفعول للمصدر المضاف إلى فاعله(١)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باب قائم کرکے امام بخاری رحمہ اللہ اس عقیدہ کی تردید فرمارہے ہیں کہ مردم شماری سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی یہ سمجھنا کہ مردم شماری سے برکت اٹھ جاتی ہے، غلط ہے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر برکات اٹھائے جانے کا واقعہ ''اعجاب نفس'' کی وجہ سے ہوا تھا(۲)، ورنہ فی نفسہ مردم شماری میں دین اسلام کے لئے کئی حوالوں سے مختلف فوائد مضمر ہیں۔ مثلاً یہی کہ مستحق اور ضرورت مند افراد کے لئے وظائف کا جاری ہونا، مردم شماری کے بغیر بہت مشکل ہے۔ اگر مردم شماری نہیں کی جائے، تو بیت المال کے اخراجات میں عدم توازن اور وظائف کے اجراء میں بے قاعدگی رہے گی۔

٢٨٩٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ) . فكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةِ رَجُلٍ ، فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِينَا ، حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّي وَحْدَهُ وَهُوَ خائِفٌ .

تراجم رجال

۱- محمد بن یوسف

یہ محمد بن یوسف بن واقد ضبی فریابیؒ ہیں، ان کے حالات كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

---

(١) عمدة القاري: ١٤/٤٢٣

(٢) المتواری، ص: ١٧٩، وفتح الباري: ٦/٢٢٠، والأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

(٢٨٥٩) وأيضا الحديث عند مسلم في صحيحه (١/٨٤)، في كتاب الإيمان، باب جواز الإستسرار بالإيمان للخائف (رقم ٣٧٧)، وعندابن ماجةؒ في سننه، ص: ٢٩١، في الفتن، باب الصبر على البلاء (رقم ٤٠٢٩)

۲-سفیان

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہلالی کوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت اجمالاً (۴) اور کتاب العلم کے تحت تفصیلاً گزر چکے ہیں (۵)۔

۳-الأعمش

یہ ابو محمد، سلیمان بن مہران اسدی کوفی ہیں، اعمش کے لقب سے شہرت پائی۔ ان کے حالات کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (٦)۔

۴-ابووائل

یہ مشہور مخضرم تابعی ابووائل شقیق بن سلمہ اسدی کوفی ہیں۔ ان کے حالات کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۷)۔

۵-حذیفہ (رضی اللہ عنہ)

یہ مشہور صحابی ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم کے تحت تفصیل سے گزر چکے ہیں (۸)۔

اكتبوا لي مَن تَلفَّظ بالإسلام من الناس

روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسلمانوں کی تعداد لکھ کر دو۔

صحیح مسلم میں یہ روایت ابومعاویہ کے طریق سے مروی ہے، اس میں "اکتبوا" کے بجائے "أحصوا"

---

(٤) كشف الباري: ١/٢٣٨

(٥) كشف الباري: ٣/٨٦

(٦) كشف الباري: ٢/٢٥١

(٧) كشف الباري: ٢/٥٥٩

(٨) كشف الباري: ٣/٩٢

ہے(۹)، اس لفظ میں معنی کے لحاظ زیادہ عموم ہے۔

صحیح مسلم کی اس روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "إنكم لاتدرون لعلكم أن تبتلوا" (۱۰) یعنی تم نہیں جانتے شاید فتنوں میں مبتلا ہو جاؤ۔ صحیح بخاری کی حدیث باب میں یہ جملہ نہیں۔

فكتبنا له ألفاً وخمسأة رجل

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک ہزار پانچ سو مسلمانوں کے نام لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

فقلنا نخاف، ونحن ألف وخمسأة

فقلنا نخاف ...... یہ استفہام تعجب ہے "نخاف" سے پہلے "هل" مقدر ہے (۱۱)، مطلب یہ ہے کہ "کیا ڈیڑھ ہزار نفوس پر مشتمل ہونے کے باوجود ہم خوف محسوس کریں گے؟" یعنی اتنی غیر معمولی جمعیت کے باوجود مسلمانوں کو خوف اور دہشت کیوں دامن گیر ہوگی؟

مردم شماری کا واقعہ کب پیش آیا؟

شارحین نے اس میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں:

1. ایک قول یہ ہے کہ مردم شماری کا واقعہ ممکن ہے غزوۂ احد کے لئے جاتے ہوئے پیش آیا ہو (۱۲)۔
2. علامہ ابن التین رحمہ اللہ نے وثوق کے ساتھ فرمایا کہ یہ واقعہ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران پیش آیا (۱۳)۔

---

(۹) الصحيح لمسلم رحمه الله: ۱/۸٤، كتاب الإيمان، باب جواز الاستسرار بالإيمان للخائف كما مر آنفاً

(۱۰) الصحيح لمسلم: ۱/۸٤، وعمدة القاري: ۱٤/٤۲٤، وفتح الباري: ٦/۲۱۹

(۱۱) شرح الكرماني: ۱۳/٥٦، وعمدة القاري: ۱٤/٤۲٤، والقسطلاني: ٥/۱۷٥

(۱۲) عمدة القاري: ۱٤/٤۲٤، وفتح ابباري: ٦/۲۱۹، وإرشاد الساري للقسطلاني: ٥/۱۷٥

(۱۳) عمدة القاري: ۱٤/٤۲٤، وفتح الباري: ٦/۲۱۹، وإرشاد الساري للقسطلاني: ٥/۱۷٥

❸ علامہ داودی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ یہ حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔ اس لئے کہ اعداد وشمار کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف اسی مقام پر ہوا تھا۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ کل افراد ڈیڑھ ہزار ہیں، اور بعض کہتے تھے کہ ہزار ہیں (۱۴)۔

فلقد رأيتنا اُبتلينا حتى إن الرجل ليصلي وحده وهو خائف

رأيتنا: اس میں "تا" پر ضمہ ہے اور متکلم کا صیغہ ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ فلقد رأيت نفسنا۔ بعض روایات میں "رأينا" منقول ہے (۱۵)۔

"ہم نے اپنے آپ کو فتنوں میں مبتلا پایا، یہاں تک کہ آدمی تنہا نماز پڑھتے ہوئے بھی خوف وہراس میں مبتلا ہوتا"۔

علامہ کرمانی اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس روایت میں خوف کی جس کیفیت کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانے سے متعلق ہے (۱۶)۔

روایت میں "ابتلاء" سے کس فتنہ کی طرف اشارہ ہے؟

روایت میں خوف اور ابتلاء سے کون سے فتنہ کی طرف اشارہ ہے؟ اس سلسلے میں شارحین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں:

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں ولید بن عقبہ اور دیگر امرائے کوفہ کی بے اعتدالیوں کی طرف اشارہ ہے۔ ولید بن عقبہ نماز وقت سے مؤخر کر کے پڑھتا تھا۔ یا پھر یہ کہ نماز کے سنن وآداب کی رعایت نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ ولید بن عقبہ (اور اس جیسے دوسرے امراء) کی کج رویوں کی وجہ سے کچھ نیک لوگ ایسے تھے جو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، ایسے لوگ پہلے خفیہ طور پر تنہائی میں نماز ادا کرتے اور بعد میں عقبہ کے قہر و

---

(١٤) عمدة القاري: ١٤/٤٢٤، وفتح الباري: ٦/٢١٩، وإرشاد الساري للقسطلانيؒ: ٥/١٧٥

(١٥) شرح الكرماني رحمه الله: ١٣/٥٦

(١٦) شرح الكرمانيؒ: ١٣/٥٦، وعمدة القاري: ١٤/٢٢٤

غضب اور عتاب کا نشانہ بننے اور فتنے میں مبتلا ہونے کے خوف سے دوبارہ اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ لیتے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"فيشبه أن يكون أشار بذلك إلى ماوقع في أواخر خلافة عثمان من ولاية بعض أمراء الكوفة كالوليد بن عقبة حيث كان يؤخر الصلوة أولا يقيمها على وجهها، وكان بعض الورعين يصلي وحده سرًّا، ثم يصلي معه خشية من وقوع الفتنة"(١٧)۔

❷ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک سفر کی طرف اشارہ ہے، اس سفر میں انہوں نے قصر نماز کی بجائے اتمام کیا تھا، جب بعض شرکائے سفر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل دیکھا، تو ان کے خوف سے خفیہ طور پر قصر بھی کرتے (١٨)۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اتمام کرتے تھے، لیکن بعد میں ان سے چھپ کر قصر بھی پڑھتے۔

❸ امام نووی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد رونما ہونے والے فتنوں کی طرف اشارہ ہے۔ یہ فتنے اس قدر ہولناک تھے کہ لوگ خوف اور سراسیمگی کی وجہ سے اپنے آپ کو چھپائے پھرتے، نماز جیسی اہم عبادت تک خفیہ ادا کرتے، کہ کہیں فتنہ اور قتل وغارت گری کا شکار نہ ہو جائیں (١٩)۔

حدّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَمِائَةٍ ، قالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ : ما بَيْنَ سِتِّمِائَةٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ . (☆)

تراجم رجال

١۔عبدان

یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ ہیں، عبدان کے لقب سے شہرت پائی۔ ان کے حالات کتاب الإيمان

(١٧) فتح الباري: ٢١٩/٦

(١٨) فتح الباري: ٢١٩/٦

(١٩) شرح النووي على صحيح مسلم: ٨٤/١، وشرح الكرماني: ٥٦/١٣، وعمدة القاري: ٤٢٤/١٤

(☆) قوله: "حدثنا عبدان......" تفرّد به البخاري رحمه الله، أنظر تحفة الأشراف للحافظ المزي رحمه الله: ٣٨/٣ (رقم ٣٣٣٨)

بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں (۲۱)۔

۲-ابوحمزہ

یہ ابوحمزہ محمد بن میمون الیشکری ہیں، ان کے حالات کتاب الغسل، باب نفض الیدین من الغسل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۳-اعمش

یہ ابومحمد سلیمان بن مہران اسدی کوفی ہیں، کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم کے تحت ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے (۲۲)۔

قال ابومعاویہ

یہ ابومعاویہ محمد بن خازم التیمی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب الحیاء في العلم کے تحت گزر چکے ہیں (۲۳)۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الإیمان، باب الاستسرار بالإیمان للخائف کے تحت، امام نسائی رحمہ اللہ نے "سنن کبری" میں کتاب السیر، باب إحصاء الإمام الناس کے تحت اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء کے تحت موصولاً نقل کیا ہے (۲۴)۔

روایت باب اور مذکورہ تعلیق کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کی پہلی روایت میں جس طریق سے

---

(۲۱) کشف الباري: ۴۶۱/۱

(۲۲) کشف الباري: ۲۵۱/۲

(۲۳) کشف الباري: ۶۰۵/۴

(۲۴) السنن الکبریٰ للإمام النسائي: ۲۷۶/۵، (رقم ۸۸۷۵) صحیح مسلم: ۸۴/۱، کتاب الإیمان، باب =

سفیان بن عیینہ نے اعمش سے حدیث روایت کی ہے، اسی طریق سے ابوحمزہ اور ابومعاویہ بھی اعمش سے نقل کرتے ہیں، لیکن ان دونوں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اعداد وشمار مختلف ذکر کیے ہیں (۲۵)۔

سفیان بن عیینہ نے ایک ہزار پانچ سو، ابوحمزہ نے پانچ سو اور ابومعاویہ نے چھ سو سے سات سو تک کا عدد ذکر کیا ہے۔

دراصل سفیان بن عیینہ، ابوحمزہ اور ابومعاویہ، تینوں اعمش کے تلامذہ ہیں۔ انہوں نے حدیث باب اعمش سے ایک ہی سند سے روایت کرنے کے باوجود، اعداد وشمار مختلف ذکر کیے ہیں۔

چونکہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حفظ واتقان اور ثقاہت میں دیگر محدثین پر فوقیت رکھتے ہیں، نیز یہ کہ ثقہ راوی کی ''زیادت'' بھی معتبر ہے، اس بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کی زیادت فی العدد والی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے مقدم رکھا (۲۶)۔

علامہ اسماعیلی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اُموی اور ابوبکر بن عیاش نے ابوحمزہ کی موافقت میں پانچ سو کا عدد ذکر کیا ہے۔

اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعارض حفظ واتقان اور ''اکثریت'' کے درمیان ہے۔ یعنی ایک طرف ابوحمزہ، یحییٰ بن سعید اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ ہیں، جو پانچ سو کا عدد نقل کرنے میں متفق ہیں (لفظ ''اکثریت'' سے انہی حضرات کے اتفاق کی طرف اشارہ ہے)۔ اور ان کے مقابلہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہیں، جو ایک ہزار پانچ سو کا عدد نقل کرنے میں متفرد ہیں، لیکن مذکورہ تینوں حضرات کے مقابلہ میں احفظ ہیں۔ گویا تعارض یہاں احفظیت اور ''اکثریت'' کے درمیان ہے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی معلوم ہوجاتا ہے، یعنی تعارض کی صورت میں وہ چونکہ ''حفظ'' کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے احفظ ہونے کی وجہ سے امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت کو ترجیح دی اور ''اکثریت'' یعنی ابوحمزہ، یحییٰ بن سعید

= جواز الإستسرار بالإيمان للخائف، وسنن ابن ماجه، ص: ۲۹۱، في أبواب الفتن

(۲۵) عمدة القاري: ۱۴/ ۴۲۴، وفتح الباري: ۶/ ۲۱۹

(۲۶) عمدة القاري: ۱۴/ ۲۴۲۴، وفتح الباري: ۶/ ۲۲۰، وإرشاد الساري: ۵/ ۱۷۵

اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ کی روایات کو مرجوح قرار دیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وأما ماذكره الإسماعيلي أن يحيىٰ بن سعيد الأموي وأبا بكر بن عياش وافقا أبا حمزة في قوله: "خمسمأة" فتعارض الأكثرية والأحفظية، فلا يخفى بعد ذلك الترجيح بالزيادة، وبهذا يظهر نظر البخاري على غيره"(٢٧).

ایک اشکال کا جواب

یہاں اشکال ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگر ثقہ کی زیادت کا اعتبار کرتے ہوئے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت کو ترجیح دی، تو پھر امام مسلمؒ نے ابومعاویہ کی روایت کو کیوں ترجیح دی؟

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اعمش کے تلامذہ میں ابومعاویہ حفظ و اتقان کے لحاظ سے زیادہ ممتاز تھے، اس لئے امام مسلم رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو ترجیح دی۔ جب کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اعمش کے تلامذہ سمیت، تمام محدثین پر فائق ہیں، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو ترجیح دی (۲۸)۔

اعداد میں تعارض اور اس کا حل

اعداد و شمار مختلف بتانے والی ان تینوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے، شارحین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں:

❶ علامہ داودیؒ فرماتے ہیں: "لعلهم كتبوا في مواطن"۔

یعنی ممکن ہے، مردم شماری کا یہ واقعہ مختلف مقامات پر کئی مرتبہ پیش آیا ہو۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے افراد کے گھٹنے اور بڑھنے سے، اعداد و شمار کا مختلف ہونا بالکل ممکن ہے (۲۹)۔

---

(٢٧) فتح الباري: ٦/٢٢٠

(٢٨) عمدة القاري: ١٤/٤٢٤، وفتح الباري: ٦/٢٢٠

(٢٩) فتح الباري: ٦/٢٢٠، وعمدة القاري: ١٤/٤٢٥

❷ بعض نے یہ تطبیق دی ہے کہ جن روایات میں ایک ہزار پانچ سو کا عدد ذکر ہوا ہے، اس سے مسلمان مرد، عورت، بچے اور غلام سب ہی مراد ہیں (۳۰)۔

اور جن روایات میں پانچ سو کا عدد ذکر کیا گیا ہے، اس سے صرف مجاہدین مراد ہیں، اسی طرح جن روایات میں چھ سو سے سات سو تک کا عدد بیان کیا گیا ہے، اس سے صرف مرد مراد ہیں (۳۱)۔

دوسری تطبیق پر امام نووی رحمہ اللہ کا رد

لیکن دوسری تطبیق کو رد کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب روایات میں "ألف وخمسمأة رجل" میں "رجل" کی تصریح موجود ہے، تو اس کا اطلاق عورت، بچہ اور غلام پر درست نہیں۔

❸ امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح تطبیق یہ ہے کہ جن راویوں نے سات سو کا عدد روایت کیا ہے، اس سے خصوصاً رجالِ مدینہ مراد ہیں، اور جن راویوں نے ایک ہزار پانچ سو کا عدد روایت کیا ہے، اس سے رجالِ مدینہ سمیت، مدینہ سے ملحق بستیوں اور دیہات کے مسلمان باشندے بھی مراد ہیں۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقد يقال: وجه الجمع بين هذه الألفاظ أن يكون قولهم ألف وخمسمأة، المراد به النساء والصبيان والرجال، ويكون قولهم ست مأة إلى سبع مأة الرجال خاصة، ويكون خمسمأة المراد به المقاتلون؛ ولكن هذا الجواب باطل برواية البخاري في أواخر كتاب السير في "باب كتابة الإمام الناس" فإن فيها: "فكتب له ألفا وخمس مأة رجلٍ". والجواب الصحيح -إن شاء الله- أن يقال: لعلّهم أراد وابقولهم مابين "الستمأة إلى السبعمأة" رجال المدينة خاصة، وبقولهم: "فكتبنا له ألفا وخمسمأة" هم مع المسلمين حولهم"(۳۲)۔

---

(۳۰) فتح الباري: ٦/ ٢٢٠، وعمدة القاري: ١٤/ ٤٢٥، وإرشاد الساري: ٥/ ١٧٥

(۳۱) فتح الباري: ٦/ ٢٢٠، وعمدة القاري: ١٤/ ٤٢٥، وإرشاد الساري: ٥/ ١٧٥

(۳۲) شرح النووي على صحيح مسلم: ١/ ٨٤، كتاب الحج، باب جواز الاستسرار بالإيمان للخائف.

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امام نووی رحمہ اللہ کی مذکورہ تطبیق راجح ہے(۳۳)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے دوسری تطبیق پر رد کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حدیث باب میں چونکہ "رجل" کی تصریح موجود ہے، اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ اس سے عورت، غلام اور بچے مراد ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ رد بجائے خود محل نظر ہے، اس لئے کہ "رجل" کا اطلاق عبید اور صبیان پر بھی ہوتا ہے(۳۴)۔ واللہ اعلم۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مناسبت

روایت میں کتابت یعنی مردم شماری کا ذکر ہے، ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

۲۸۹۶ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنِّي كُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا ، وَامْرَأَتِي حَاجَّةٌ ، قَالَ : (ارْجِعْ ، فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ) .

[ر : ۱۷٦۳]

تراجم رجال

۱-ابونعیم

یہ مشہور محدث ابونعیم الفضل بن دکین الملائی الکوفی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه کے تحت گزر چکا ہے(۳٦)۔

---

(۳۳) شرح الكرماني: ۱۳/۵۷

(۳٤) عمدة القاري: ۱٤/۴۲۵، قال العلامة العينيؒ: "الحكم ببطلان الوجه المذكور لايخلو عن نظر؛ لأن العبيد والصبيان يدخلون في لفظ: "الرجل" فتأمل، والله أعلم".

(۲۸۹٦) قد سبق تخريج الحديث في كتاب جزاء الصيد، باب حجّ النسا (رقم ۱۸٦۲)

(۳٦) كشف الباري: ۲/٦٦۹

۲-سفیان

ترجمۃ الباب کی پہلی حدیث کے تحت ان کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۳-ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اُموی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۴-عمرو بن دینار

یہ ابومحمد عمرو بن دینار الجرحی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب العلم والعظة باللیل کے تحت پہلے گزر چکا ہے(۳۷)۔

۵-ابومَعبد

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ابومَعبد نافذ المکی ہیں، ان کے حالات کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۶-ابن عباس

یہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے حالات بدء الوحی (۳۷☆)، نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست ان کی مرویات کی تعداد سے متعلق بحث کتاب الإیمان، باب کفران العشیر وکفر دون کفر کے تحت گزر چکی ہے(۳۸)۔

جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال يارسول الله! إني كُتبت في غزوة كذا وكذا وامرأتي حاجّة قال: إرْجِعْ فحُجَّ مع امرء تك".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

(۳۷) كشف الباري: ٤ /٣٠٩

(۳۷☆) كشف الباري: ١/٤٣٥-٤٣٧

(۳۸) كشف الباري: ٢/٢٠٥، ٢٠٦

پاس آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے، جب کہ میری بیوی حج کرنے نکلی ہے، آپ نے فرمایا: جا، اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

اس روایت سے متعلق بحثیں "كتاب الحج، باب حج النساء" کے تحت گزر چکی ہیں۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مناسبت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متذکرہ روایت میں "إني كُتبتُ في غزوة كذا و كذا" کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا تعلق ترجمۃ الباب کی پہلی روایت میں لفظ "اکتبوا" کے ساتھ ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی یہ عادت تھی کہ وہ جہاد کے لئے نکلنے والوں کے نام لکھا کرتے تھے (۳۹)۔ حافظ صاحب کے اس استدلال کی تائید مذکورہ روایت سے ہورہی ہے، جس میں ہے کہ ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے۔

۱۷۸ - باب : إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی فاجر حاکم، اسلام کی حفاظت کا سبب بنے، تو محض فسق وفجور کی بناء پر خروج اور بغاوت کر کے، اسے معزول کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فاسق وفاجر سے بھی دین کی نصرت وتائید کا کام لے لیتا ہے۔ لہٰذا ایسے حاکم کے اقتدار پر صبر وتحمل اور شرعی امور میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہے (۱)۔

۲۸۹۷ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَحدَّثني مَحْمُودُ بْنُ

---

(۳۹) فتح الباري: ٦/ ٢٢٠

(١) المتواري، ص: ١٨٠، وفتح الباري: ٦/ ٢٢١، والأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

(٢٨٩٧) وأيضا أخرجه البخاري في صحيحه: ٢/ ٦٠٤، في كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، (رقم ٤٢٠٤)، و: ٢/ ٩٧٧، في القدر، باب العمل بالخواتيم، (رقم ٦٦٠٦)، ومسلم في صحيحه: ١/ ٧٠، في كتاب =

غَيْلَانَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ : (هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالاً شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ ، فَقِيلَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، الَّذِي قُلْتَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالاً شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِلَى النَّارِ) . قَالَ : فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ : إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ ، وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذٰلِكَ فَقَالَ : (ٱللّٰهُ أَكْبَرُ ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ ٱللّٰهِ وَرَسُولُهُ) . ثُمَّ أَمَرَ بِلَالاً فَنَادَى بِالنَّاسِ : (إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ ، وَإِنَّ ٱللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا ٱلدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ) .

[٣٩٦٧ ، ٦٢٣٢]

تراجم رجال

۱-ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع بہرانی حمصی ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(۳)۔

۲-شعیب

یہ ابوبشر شعیب بن حمزہ القرشی الاُموی ہیں۔ان کے حالات بدء الوحی کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۴)۔

۳-زہری

یہ ابوبکر محمد بن مسلم شہاب بن زہری ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(۵)۔

= الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه

(۳) كشف الباري: ١/٤٧٩-٤٨٠

(٤) كشف الباري: ١/٤٨٠

(٥) كشف الباري: ١/٣٢٦

وحدثني محمود بن غيلان...

تراجم رجال

۱-محمود بن غیلان

یہ محمود بن غیلان العدوی ہیں، ان کے حالات کتاب مواقیت الصلوة، باب النوم قبل العشاء کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۲-عبدالرزاق

یہ ابوبکر عبدالرزاق بن ھمّام بن نافع صنعانی یمانی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب حسن إسلام المرء کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (٦)۔

۳-زہری

روایت کی پہلی سند میں ان کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۴-المسیب

یہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب بن حَزن بن أبي وھب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن مُرّہ قُرشی مخزومی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من قال ان الإیمان ھو العمل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۷)۔

۵-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت ان کے حالات پر ہم تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں (۸)۔

---

(٦) كشف الباري: ٤٢١/٢

(٧) كشف الباري: ١٥٩/٢

(٨) كشف الباري: ٦٥٩/١-٦٦٣

وحدثني محمود......

یہ تحویلِ سند ہے، یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی دوسری سند ذکر کی ہے۔

شهدنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال لرجل مِمَّن يدّعي الإسلامَ: "هذا من أهل النار".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی''، اس سے غزوۂ خیبر مراد ہے، ''ایک شخص جو خود کو مسلمان باور کراتا تھا، آپ نے اس کے بارے میں فرمایا، یہ جہنمی ہے''۔

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے كتاب المغازي میں بھی نقل کی ہے، وہاں "شهدنا خيبر" کی تصریح ہے (۹)۔

آگے روایت میں ہے:

فلما حضر القتال قاتل الرجل قتالا شديدا فأصابته جراحة، فقيل يارسول الله! الذي قلتَ إنه من أهل النار، فإنه قد قاتل اليوم قتالا شديداً وقد مات، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إلى النار".

جب جنگ شروع ہوئی، تو وہ شخص بڑی بے جگری سے لڑا اور اسے زخم لگا، صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، وہ تو آج بڑی بے جگری سے لڑ کر مر بھی گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جہنم رسید ہوا''۔

درحقیقت جب اہل اسلام کی طرف سے وہ بے تکان اور بہادرانہ لڑ کر زخمی ہوا اور بظاہر اس کے مرجانے کا یقین بھی ہوا، تو صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سے متعلق تذبذب میں مبتلا ہوگئے، کیونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے دادِ شجاعت دے کر، وہ شہادت کا مرتبہ پاچکا تھا۔

(۹) صحيح البخاري: ۲/۶۰٤، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، (رقم ٤٢٠٤)

حضر القتال

قتال کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ رفع کی صورت میں "قتــال" حضر کا فاعل ہے۔ نصب کی حالت میں حضر کا فاعل ضمیر ہوگی جو اس شخص کی طرف راجع ہے اور قتال مفعول ہوگا (۱۰)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت میں مزید فرماتے ہیں:

فكاد الناس أن يرتاب............

"قریب تھا کہ لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتے کہ اس اثنا میں کسی نے کہا "وہ مرا نہیں، البتہ اس کے زخم کاری ہیں"، جب رات ہوئی تو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کرلی۔ آپ کو اس واقعہ کی اطلاع کی گئی تو فرمایا: "اللہ أكبـر إنـي عبـدالله ورسـولـه". پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ "مسلمان کے سوا کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا"۔

أن يرتاب

"يـرتـاب" کاد کی خبر ہے، افعالِ مقاربہ کی خبر پر "أن" ناصبہ کا داخل ہونا قلیل الاستعمال ہے، لیکن بہر حال جائز ہے (۱۱)۔

فقتل نفسه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ اس نے خودکشی کی، لیکن یہ وضاحت نہیں کہ کس آلہ سے خودکشی کی ہے، ان کی یہ روایت کتاب المغازی میں بھی مذکور ہے جس میں تصریح ہے کہ اس نے تیر سے اپنا کام تمام کر دیا تھا۔ کتاب المغازی ہی میں حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بھی خودکشی کا ذکر ہے، لیکن اس میں ہے کہ اس آدمی نے تلوار سے خودکشی کی تھی۔ بظاہر دونوں میں تضاد ہے، کتاب المغازی

(۱۰) شرح الكرماني رحمه الله: ۱۳/۵۸، وعمدة القاري: ۱۴/۴۲۶، وفتح الباري: ۷/۶۰۱

(۱۱) فتح الباري: ۷/۶۰۱، وعمدة القاري: ۱۴/۴۲۶

میں اس موضوع پر آگے تفصیلی بحث آرہی ہے (۱۲)۔

ثم أمر بلالا

یہاں روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کا حکم دیا۔ جب کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: "قم یا ابن خطاب" (۱۳)، اسی طرح بیہقی کی روایت میں ہے کہ اعلان عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کیا تھا (۱۴)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تینوں روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ممکن ہے ایک ہی اعلان، مختلف مقامات پر ان سب نے کیا ہو (۱۵)۔

وإن الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر

"اللہ تعالیٰ اس دین کی تقویت اور تائید کا کام فاجر آدمی سے بھی لے لیتا ہے"۔

یہ حدیث بظاہر صحیح مسلم کی اس روایت کے معارض ہے، جس میں ہے: "فلن أستعين بمشرك" (۱٦)، آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔

لیکن دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لانستعين بمشرك" جس موقع پر ارشاد فرمایا تھا، اسی موقع کے ساتھ خاص تھا (۱۷)۔

دوسرے یہ کہ صحیح مسلم کی روایت میں "مشرک" کی تصریح ہے، اس سے مسلمان فاجر مراد نہیں، جب کہ صحیح بخاری کی روایتِ باب میں فاجر مسلم کا ذکر ہے، لہٰذا دونوں میں روایات کوئی تعارض نہیں (۱۸)۔

---

(۱۲) كشف الباري، ص: ٤٢٢، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر

(۱۳) صحيح مسلم: ۱/۷٤، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون (رقم ۱۸۲)

(١٤) فتح الباري: ٦٠٣/٧، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر

(١٥) فتح الباري: ٦٠٣/٧

(١٦) صحيح مسلم: ١١٨/٢، كتاب الجهاد، باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر إلا لحاجة أو كونه حسن الرأي (رقم ٤٧٠٠)

(١٧) شرح ابن بطال: ٢٢٢/٥

(١٨) شرح ابن بطال: ٢٢٢/٥

جہاد میں کفار ومشرکین سے مدد لینے کا حکم

امام مالک، علامہ بن منذر اور علامہ جوزجانی رحمہم اللہ کے نزدیک مشرک سے مدد لینا جائز نہیں (۱۹)۔

ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے (۲۰)۔

ان حضرات کا استدلال صحیح مسلم کی روایت "لن أستعين بمشرك" سے ہے، اس میں مشرک سے مدد لینے کی ممانعت ہے (۲۱)۔

امام اعظم اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک ضرورت وحاجت کے تحت مشرک سے مدد لینا جائز ہے (۲۲)۔

علامہ خرقی رحمہ اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے (۲۳)۔

امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے دلائل

❶ ان حضرات کی پہلی دلیل حدیثِ باب ہے۔

---

(۱۹) المغني لابن قدامة: ۱۰/٤٤٧، (رقم الفصل: ۷۵۰۸) علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے "إنا لا نستعين بمشرك" سے استدلال کر کے صحیح مسلم کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ ہیں، صحیح مسلم کے الفاظ وہی ہیں، جو متن میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی تقریر میں منقول ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت کے لئے دیکھئے: سنن ابن ماجه، ص: ۲۰۳، كتاب الجهاد، باب الإستعانة بالمشركين

(۲۰) المغني لابن قدامة: ۱۰/٤٤٧

(۲۱) المغني لابن قدامة: ۱۰/٤٤٧

(۲۲) شرح السير الكبير للإمام السرخسي رحمه الله: ٤/١٩١، والمجموع شرح المهذب للنوويؒ: ۲۱/۳۸

(۲۳) المغني لابن القدامة: ۱/٤٤٧

❷ ان کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے خلاف یہود بنو قینقاع سے مدد لی تھی (۲۴)۔

❸ ان کا تیسرا استدلال یہ ہے کہ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے، جنگِ حنین میں، مسلمانوں کی حمایت میں لڑنے کی درخواست بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منظور کرلی تھی۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ جنگِ حنین وطائف میں مسلمانوں کی حمایت میں لڑے تھے، حالانکہ اس وقت وہ اسلام نہیں لائے تھے (۲۵)۔ آپ نے حنین میں صفوان بن امیہ سے اسلحۂ جنگ مستعار مانگے، انہوں نے سو زرہیں اور دیگر لوازمات پیش کئے (۲۶)۔

اسی طرح سنن سعید بن منصور میں امام زہریؒ کی ایک مرسل روایت میں بھی تصریح ہے کہ آپ نے یہود سے مدد لی تھی (۲۷)۔

اہل شرک سے مدد لینے کی شرائط

البتہ ان حضرات کے نزدیک مشرکین سے مدد لینا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

❶ مشرک اہلِ اسلام کے بارے میں مثبت اور دوستانہ رائے رکھتے ہوں، ان کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف بغاوت یا دھوکہ وفریب کا اندیشہ نہ ہو (۲۸)۔

❷ مسلمانوں کو حقیقتاً اہل شرک کے تعاون کی ضرورت ہو، استغناء اور ضرورت نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلم سے تعاون حاصل کرنا جائز نہیں (۲۹)۔

---

(۲۴) شرح السير الكبير للإمام السرخسيؒ: ٤/١٩١، والمجموع شرح المهذب: ٢١/٣٧، والأم للإمام شافعيؒ: ٤/٢٦١

(۲۵) شرح السير الكبير للإمام السرخسيؒ: ١٤/١٩١، والمجموع شرح المهذب للإمام النووي: ٢١/٣٦

(۲٦) عمدة القاري: ١٤/٢٦٦، والمجموع شرح المذهب للنووي: ٢١/٣٧

(۲۷) المغني لابن القدامة: ١٠/٤٤٦، (رقم المسئلة: ٧٥٠٧)

(۲۸) المجموع شرح المهذب للنووي: ١/٣٨

(۲۹) المجموع شرح المهذب: ١٠/٣٨، كتاب السير، فصل: الاستعانة بالمشركين.

۳ مشرکین کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہو، تاکہ ان کی حمایت میں لڑنے والے مشرک، اگر سازش کے تحت، بغاوت کر کے ہم مذہب جماعت سے جاملیں، تو ایسی صورت حال میں اہل اسلام کے لئے ان کے خلاف خروج کرنا ناممکن نہ رہے (۳۰)۔

امام مالکؒ اور علامہ ابن منذر وغیرہ کے استدلال کا جواب

ان حضرات کا استدلال صحیح مسلم کی روایت "لن أستعين بمشرك" سے تھا۔ شارحین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں:

۱ امام شافعیؒ نے اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ صحیح مسلم کی یہ روایت بعد کی روایات سے منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے "بدر" کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ بعد میں غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ نے یہود بنو قینقاع سے اور غزوۂ حنین میں صفوان ابن امیہؓ سے مدد لی تھی، ان واقعات سے غزوۂ بدر والی صحیح مسلم کی مذکورہ روایت منسوخ ہوگئی (۳۱)۔

۲ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس موقع پر "لن أستعين بمشرك" فرمایا تھا، اسی موقع کے ساتھ خاص تھا (۳۲)۔

۳ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ احادیث سے چونکہ جواز اور عدم جواز دونوں ثابت ہیں، اس لئے امام کو اختیار ہے، مصلحت کا جو مقتضیٰ ہو، اسی پر عمل کرے (۳۳)۔

۴ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ایک مشرک سے متعلق تھا، جو مسلمانوں کی حمایت میں لڑنے کے لئے مسلسل اصرار کر رہا تھا، چونکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فراستِ نبوت کے ذریعہ اس کے دل میں اسلام کی طرف رغبت کا ادراک ہوگیا تھا، اس لئے آپ

---

(۳۰) المجموع شرح المهذب: ۳۸/۱۰، كتاب السير، فصل: الاستعانة بالمشركين

(۳۱) "الأم" للإمام الشافعي رحمه الله: ۲۶۱/٤، في الاستعانة بأهل الذمة على قتال العدوّ

(۳۲) شرح ابن بطالؒ: ۲۲۲/٥، وعمدة القاري: ٤۲٦/۱٤

(۳۳) "الأم" للإمام الشافعيؒ: ۲٦۱/٤

نے مصلحتاً "لن أستعين بمشرك" فرما کر اس کی طرف سے تعاون کی پیش کش اس امید پر مسترد کر دی کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ اسلام لا کر ہی لڑے، اور ایسا ہی ہوا (۳۴)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مناسبت

حدیث باب میں ہے "إن الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر" ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

١٧٩ - باب : مَنْ تَأَمَّرَ فِي الحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ .

ترجمۃ الباب میں "من تأمّر" کا جواب محذوف "جاز ذلك" ہے۔ عبارت مقدر ہے: "من تأمّر من غير إمرة إذا خاف العدوّ، جاز ذلك" (١)۔

من غير إمرة

یعنی دورانِ جنگ حاکم یا امیر کی طرف سے امارت کی سپردگی کے بغیر ازخود امیر بننا۔ "أي جعل نفسه أميرا على قوم في الحرب من غير تأمير الإمام" (٢)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر امیرِ لشکر شہید ہو جائے، موقع پر موجود نہ رہے، یا کسی حادثہ کے نتیجے میں کمان سنبھالنے کے قابل نہ رہے اور دشمن کی طرف سے حملہ کا اندیشہ ہو، تو ایسے حالات میں اگر ایک فرد آگے بڑھ کر، دار الخلافہ کی طرف سے دوسرے سپہ سالار کی تقرری کا حکم نامہ صادر ہونے سے پہلے، ازخود لشکر کی کمان سنبھال کر سپہ سالار بن جائے تو شرعاً اس کی اطاعت واجب ہوگی۔ بشرطیکہ

---

(٣٤) فتح الباري: ٦/٢٢١

(١) عمدة القاري: ١٤/٤٢٧

(٢) عمدة القاري: ١٤/٤٢٧

اس کی امارت پر سب متفق ہوں (۴)۔

٢٨٩٨ : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : خَطَبَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ ، وَما يَسُرُّنِي ، أَوْ قالَ : ما يَسُرُّهُمْ ، أَنَّهُمْ عِنْدَنَا) . وَقالَ : وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفانِ . [ر : ١١٨٩]

تراجم رجال

ا-یعقوب بن ابراہیم

یہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن کثیر بن زید بن افلح عبدی دورقی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من الإیمان کے تحت پہلے گزر چکا ہے (۵)۔

۲-ابن علیہ

یہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی بصری ہیں۔ان کا تذکرہ مذکورہ کتاب و باب کے تحت گزر چکا ہے (۶)۔

۳-ایوب

یہ ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی بصری ہیں،ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان کے تحت پہلے گزر چکا ہے (۷)۔

---

(۴) فتح الباري: ٦/٢٢٢، والأبواب والتراجم للمحدث الكاندهلوي، ص: ٢٠٤

(٢٨٩٨) مرّ تخريج الحديث في كتاب الجنائز، بابُ الرجلِ يَنْعَى إلى أهل الميت بنفسه (رقم ١٢٤٦)

(٥) كشف الباري: ١١/٢

(٦) كشف الباري: ١٢/٢

(٧) كشف الباري: ٢٦/٢

۴-حمید بن ہلال

یہ ابونصر حمید بن ہلال البصری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الصلوة، باب یَرُدّ المصلي من مَرَّ بین یدیه کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۵-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات کتاب الایمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۸)۔

خطب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "أخذ الرّاية زيدٌ فأصيب، ثم أخذها جعفر فأصيب، ثم أخذها عبدالله بن رواحة فأصيب، ثم أخذها خالد بن الوليد عن غير إمرة ففُتح عليه

جب موتہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برسرِ پیکار تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مدینہ میں منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا: ''زید نے علم لیا اور شہادت پائی، پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، پھر خالد بن ولید نے، کسی کے حکم کے بغیر جھنڈا اٹھایا اور اسے فتح حاصل ہوئی۔

من غير إمرة: یعنی خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) مرکز سے امارت کی تفویض کے بغیر اپنی صوابدید پر امیر جیش مقرر ہوئے۔ "أي صار أميرا من غير أن يُفوّض إليه الإمام"(۹)۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میدانِ جنگ کی اس صورتحال کی اطلاع کسی نے نہیں کی تھی، اس پر آپ کشفِ نبوت کے ذریعہ مطلّع ہوئے تھے (۱۰)۔

---

(۸) كشف الباري: ۲/ ٤

(۹) عمدة القاري: ١٤/ ٤٢٨

(۱۰) البداية والنهاية: ٤/ ٢٤٦، ٢٤٧، وعمدة القاري: ١٤/ ٤٢٨

امام واقدی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ جب موتہ میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ارضِ شام تک کے سارے علاقے اور آبادیاں آپ کے روبرو کردیں، منبر نبوی سے شام کے درمیان سب حجابات اُٹھادیئے گئے، میدانِ جنگ آپ کے مشاہدہ میں تھا، اس صورت حال کا مشاہدہ کرتے ہوئے آپ فرماتے رہے کہ زید نے علمِ اسلام ہاتھ میں لیا اور شہید ہوگئے۔ إلـــى آخر ماقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

چنانچہ البدایہ والنہایہ میں ہے:

"قال الواقدي: حدثني عبدالجبار بن عمارة بن غزية عن عبدالله بن أبي بكر بن عمرو بن حزم قال: لمّا التقى الناس بموتة، جلس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على المنبر، وكشف الله له مابينه وبين الشام، فهو ينظر إلى معركتهم، فقال: أخذ الراية زيد بن حارثة.......... الخ(١١).

وما يسرّني أو قال ما يسرّ هم أنهم عندنا

"اور میرے لئے یہ امر باعثِ مسرت نہیں یا (راوی کو شک ہے) آپ نے فرمایا، ان شہداء کے لئے یہ بات باعث مسرت نہیں تھی کہ وہ ہمارے پاس موجود ہوتے"۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقی خوشی اسی میں تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرکے، اس کی رضا حاصل کرتے۔ اس قدر خوشی اور مسرت انہیں ہمارے پاس موجود رہنے سے نہ ہوتی، کیونکہ رتبۂ شہادت اس سے زیادہ بلندتر اور افضل ہے (۱۲)۔

حدیث باب سے متعلق دیگر بحثیں آگے "کتاب المغازی" میں آرہی ہیں (۱۳)۔

وعيناه تذرفان

"اور اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار تھیں"۔

---

(١١) البداية والنهاية: ٤/٢٤٦، ٢٤٧، وعمدة القاري: ١٤/٤٢٨

(١٢) عمدة القاري: ١٤/٤٢٨

(١٣) عمدة القاري: ١٤/٤٢٨، وفتح الباري: ٧/٦٥٣

مطلب یہ ہے جب آپ نے منبر پر صحابہ کرام کے سانحۂ شہادت کا اعلان کیا، تو غم واندوہ سے آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

تذر فان

بکسر الراء، أي تدفعان الدموع، أو تدمعان دمعا، اس کے معنی ہیں: آنکھوں سے آنسو نکلنا، بہنا (۱۳☆)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیثِ باب کی مناسبت

غزوۂ موتہ کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو لشکر روانہ کیا تھا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس کا امیر مقرر کیا تھا اور فرمایا، اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے، اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے، جسے چاہیں اپنا امیر منتخب کرلیں (۱۴)۔

موتہ میں جنگ کا آغاز ہوا تو آپ کے منتخب کئے ہوئے تینوں امراءِ لشکر یکے بعد دیگرے دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے، آخر میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر علمِ جہاد ہاتھ میں لیا اور فوج کی کمان سنبھالی، چونکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آپ نے امیر مقرر نہیں فرمایا تھا، بلکہ انہوں نے خود سے علم جہاد ہاتھ میں لے کر لشکر کی کمان سنبھالی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ثم أخذها خالد بن الوليد من غير إمرة". امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے (۱۵)۔

۱۸۰ - باب : الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ.

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب لشکرِ اسلام کو مجاہدین کی قلت اور

(۱۳☆) عمدة القاري: ۱۴/۴۲۸، وفتح الباري: ۷/۶۵۳

(۱۴) طبقات ابن سعد: ۲/۶۶

(۱۵) عمدة القاري: ۱۴/۴۲۸، وفتح الباري: ۷/۶۵۳

کمی محسوس ہوتو خلیفۂ وقت کو چاہیے کہ وہ اس کی مدد کے لئے مزید اعوان وانصار روانہ کرے (۱۶)۔

المدد

عربی زبان میں "مــدد" کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے، جس سے کثرت اور اضافے کا فائدہ حاصل ہوتا ہو، چنانچہ جب لشکر کے لئے مزید افراد کا دستہ بھیجا جائے تو عربی میں کہتے ہیں، "أمدّ الجيش بمدد"، یعنی لشکر کے لئے مزید اضافہ کا انتظام کیا گیا، اس کی جمع امداد آتی ہے (۱۷)۔

۲۸۹۹ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُو لَحْيَانَ ، فَزَعَمُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا ، وَٱسْتَمَدُّوهُ عَلَى قَوْمِهِمْ ، فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ ، قالَ أَنَسٌ : كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ ، يَحْطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ ، فَانْطَلَقُوا بِهِمْ ، حَتَّى بَلَغُوا بِئْرَ مَعُونَةَ غَدَرُوا بِهِمْ وَقَتَلُوهُمْ ، فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لَحْيَانَ .
قالَ قَتَادَةُ : وَحَدَّثَنَا أَنَسٌ : أَنَّهُمْ قَرَؤُوا بِهِمْ قُرْآنًا : أَلَا بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا ، بِأَنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا ، فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا . ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ بَعْدُ . [ر : ٢٦٤٧]

تراجم رجال

۱- محمد بن بشار

یہ مشہور محدث محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصریؒ ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لاينفروا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۱۹)۔

---

(١٦) الأبواب والتراجم للمحدث محمد زكريا الكاندهلويؒ ، ص: ٢٠٤

(١٧) عمدة القاري: ١٤/٤٢٨

(٢٨٩٩) قد سبق تخريج الحديث في كتاب الوتر، باب القنوت قبل الركوع وبعده (رقم ١٠٠١).

(١٩) كشف الباري: ٣/٢٢١

۲-ابن ابی عدي

یہ ابوعمر محمد بن ابراہیم ابن اَبی عدی السلمی البصریؒ ہیں، ان کے حالات کتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۳-سہل بن یوسف

یہ مشہور محدث سہل بن یوسف الأنماطی البصری ہیں، ان کے حالات کتاب الجهاد، باب من أفاد دابة غيره في الحرب کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۴-سعید

یہ مشہور محدث سعید بن ابی عروبہ مہران الیشکری ہیں، ان کے حالات کتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد کے تحت گزر چکے ہیں۔

۵-قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز سدوسی بصری ہیں، ان کے حالات کتاب الإيمان، من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲۱)۔

۶-انس رضی اللہ عنہ

یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک خزرجی انصاری رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲۲)۔

أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتاه رَعْلٌ وذكوان وعُصية وبنو لِحيان، فزعموا أنهم قد أسلموا، واستمدوه على قوم

(۲۱) كشف الباري: ۲/۳، ٤

(۲۲) كشف الباري: ۲/٤، ٥

واستمدوه

یہ بابِ استفعال سے ہے۔ مدد طلب کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رَعل، ذکوان عُصَیّہ اور بنولحیان کے قبیلہ والوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام کا اظہار کیا، یہ تأثر دیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں، اور انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (دشمن) قوم کے خلاف مدد طلب کی"۔

چونکہ کتاب المغازی کی روایت میں "قوم" کی بجائے "عدوّ" کی تصریح ہے اس لئے ترجمہ میں ہم نے "قوم" کی تعبیر "دشمن" سے کی ہے۔

فأمدهم النبيُ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بسبعين من الأنصار

"چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر انصار ان کی مدد کے لئے عنایت فرمائے"۔

بنولحيانِ

یہ روایت "بئر معونہ" کے واقعہ سے متعلق ہے اور اس میں بنولحیان کا ذکر آیا ہے، حافظ دمیاطی رحمہ اللہ نے اسے وہم قرار دیا ہے، کیونکہ بنولحیان کا تعلق غزوہ رجیع سے ہے۔ بئر معونہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں (۲۳)۔

مذکورہ روایت کتاب المغازی میں غزوہ بئر معونہ کے تحت آگے آرہی ہے، اس سے متعلق بحثیں وہیں تفصیل سے آئیں گی (۲۴)۔ انشاء اللہ

ترجمة الباب سے حدیث کی مناسبت

روایت میں ہے، "واستمدوه على قوم فأمدهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" یعنی رعل

(٢٣) فتح الباري: ٦/٢٢٢، وعمدة القاري: ١٤/٤٢٩، وتحفة الباري: ٣/٥١٨

(٢٤) كشف الباري، ص: ٢٦١، كتاب المغازي، باب غزوة بئر معونة

اور ذکوان وغیرہ کے قبیلہ کے لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجئے، تو آپ نے ان کی مدد کے لئے ستر صحابہ ان کے ساتھ روانہ کر دیئے، امام بخاریؒ نے اس سے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے۔

۱۸۱ - باب : مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَأَقَامَ عَلَى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غلبہ پانے کے بعد دشمن کے علاقہ یا میدانِ جنگ میں تین دن ٹھہرنا سنت سے ثابت ہے۔

لیکن ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے علاقے یا میدان جنگ میں تین دن قیام کرنا ضابطہ نہیں، بلکہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔

۲۹۰۰ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ .

تراجم رجال

۱-محمد بن عبدالرحیم

یہ ابویحییٰ محمد بن عبدالرحیم بن اَبی زہیر بغدادی ہیں، صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں، ان کے حالات کتاب الوضوء، باب غسل الوجه کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

(۲۹۰۰) رواه أيضاً (۲/۵٦٦)، في كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل (رقم ۳۹۷٦)، وعند أبي داود في سننه : ۲/۱۱، في كتاب الجهاد، باب في الإمام يقيم عند الظهور على العدو بعرصتهم (رقم ۲٦۹۵)، وعند الترمذي في جامعه (۱/۲۸۳)، في أبواب السير، بابٌ في البيات والغارات (رقم ۱۵۵۱)

۲-روح بن عبادة

یہ ابومحمد رَوْح بن عُبادہ بن العلاء بن حسان بن عمرو بن مَرْثد قیسی بصری ہیں۔ان کے حالات کتاب الإیمان، باب اتباع الجنائز من الإیمان کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۲۶)۔

۳-سعید

ان کا حوالہ باب العون بالمدر کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز سدوسی بصری ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۲۷)۔

۵-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کا حوالہ بھی اس سے پہلے باب کے تحت گزر چکا ہے۔

۶-ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد حضرت زید بن سہل بن الاسود بن حرام البخاری المدنی ہیں، ابوطلحہ سے مشہور ہیں۔ان کے حالات کتاب الوضوء، باب الماء الذي یغسل به شَعر الإنسان میں گزر چکے ہیں۔

ذکرلنا أنس عن أبي طلحة رضی اللہ عنهما

امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت ہمیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

---

(۲٦) كشف الباري: ۲/۵۱۸

(۲۷) كشف الباري: ۲/۳

"ورواه ثابت عن أنس بغير ذكر أبي طلحة"

یعنی یہ روایت ثابت عن انس کے طریق سے بھی مروی ہے۔ لیکن اس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ بیچ میں نہیں (۲۸)۔

أنه كان إذا ظهر على قوم أقام بالعرصة ثلاث ليال

"رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی دشمن قوم پر غالب آجاتے، تو میدانِ جنگ میں تین دن اقامت فرماتے"۔

العَرْصَة: عین اور صاد پر فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ، اس کی جمع عَرصَات آتی ہے۔

عرصہ کشادہ اور وسیع جگہ کو کہتے ہیں، جس کے چاروں طرف درودیوار اور مکان نہ ہوں۔

قال ابن الأثير: هي كل موضع واسع لابناء فيه(۲۹)۔

وقال الثعالبي: كل بقعة لابناء فيها فهي عرصة(۳۰)، وقال العيني وابن حجر رحمهما الله هي البقعة الواسعة بغير بناء من دار وغيرها". (۳۱)۔

تین دن قیام کی حکمت

شارحین نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں:

❶ علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قیام استراحت اور کمر سیدھی کرنے کے لئے ہوتا تھا۔ مسافر تین دن ہی میں بھرپور آرام اور راحت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمن پر غلبہ پانے کے بعد، معرکہ آرائی سے پیدا ہونے والی جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں تین دن مقیم رہتے۔ البتہ اس سنت پر عمل کرنا اس وقت درست ہے جب دشمن کی طرف سے

---

(۲۸) فتح الباري: ٦/٢٢٣

(۲۹) النهاية لابن الأثير: ٣/٢٠٨

(۳۰) فقه اللغة للثعالبي

(۳۱) عمدة القارى: ١٤/٤٣٠، وفتح الباري: ٦/٢٢٣

حملے اور یلغار کا خطرہ نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"كان هذا منه –والله أعلم– ليريح الظهر والأنفس، هذا إذا كان في أمن عدوّ وطارق، وإنما قصد إلى ثلاث –والله أعلم– لأنه أكثر مايريح المسافر"(۳۲)۔

❷ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إنما كان يقيم ليظهر تأثير الغلبة وتنفيذ الأحكام"(۳۳)۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غرض اس قیام سے قوتِ غلبہ کا اظہار اور احکام اسلام کا نفاذ مقصود تھا۔

❸ علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ نے ایک عجیب توجیہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے ذکر اللہ اور شعائر اسلام کی ترویج واشاعت کے ذریعے، معصیت آلودہ زمین کی ضیافت مقصد تھا، گویا آپ کا قیام ضیافت کے حکم میں تھا، چونکہ ضیافت تین دن ہوتی ہے، اس مناسبت سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام بھی دشمن کے علاقہ میں تین دن رہتا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال ابن المنير: يحتمل أن يكون المراد أن تقع ضيافة الأرض التي وقعت فيها المعاصي بإيقاع الطاعة بذكر الله وشعائر المسلمين، وإذا كان ذلك في حكم الضيافة ناسب أن يقيم عليها ثلاثاً؛ لأن الضيافة ثلاثاً"(۳٤).

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث باب میں ہے "أنه كان إذا ظهر على قوم أقام بالعرصة ثلاث ليالٍ". ترجمۃ الباب

(۳۲) شرح ابن بطال: ٥/٢٢٦، وفتح الباري: ٦/٢٢٣، والأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

(۳۳) عمدة القاري: ١٤/٤٣٠، وفتح الباري: ٦/٢٢٣، والأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

(۳٤) فتح الباري: ٦/٢٢٣، والأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

سے اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

تَابَعَهُ مُعَاذٌ ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [٣٧٥٧]

امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ قتادۃ سے معاذ اور عبدالاعلیٰ نے بھی روایت باب کی متابعت کی ہے۔

معاذ عنبری کی متابعت اصحابِ سنن ثلاثہ نے موصولاً ذکر کی ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أحبُّ أن يقيم بالعرصة ثلاثاً"(۳۵)۔

عبدالأعلی السامیؒ کی متابعت، أبوبکر بن أبی شیبہؒ نے موصولاً نقل کی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں متابعات کی تخریج یوسف بن حماد کے طریق سے کی ہے، نیز اسماعیلی نے "مستخرج" میں ان دونوں متابعات کو "عن أبي يعلى عن أبي بكر بن أبى شيبه" کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے (۳۶)۔

۱۸۲ – باب : مَنْ قَسَمَ الْغَنِيمَةَ فِي غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

مسئلہ یہ ہے کہ کیا دار الحرب کے اندر مالِ غنیمت کی تقسیم جائز ہے یا نہیں؟

جمہور کے نزدیک جائز ہے، احناف کہتے ہیں، جائز نہیں۔

(۳۵) سنن الدارمي رحمه الله: ۲/۲۱، كتاب السير، باب ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا ظهر على قوم أقام على عرصتهم ثلاثا (رقم ۲٤٥۹)، وسنن أبي داود: ۲/۱۱، كتاب الجهاد، باب في الإمام يقيم عند الظهور على العدو بعرصتهم؟ (رقم ۲٦۹٥)، وسنن الترمذي: ۱/۲۸۲، كتاب السير، باب في البيات والغارات (رقم: ۱٥٥۱)

(۳٦) تغليق التعليق: ۳/٤٦٠

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہورِ فقہاء کی تائید کرتے ہوئے احناف پر رَد کیا ہے(۱)۔

لیکن علامہ عینی حافظ ابن حجرؒ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احادیث باب تو خود احناف کے لئے حجت ہیں اوران سے جمہور کا مذہب ثابت ہی نہیں ہوتا، اس لئے یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ یہاں امام بخاریؒ نے جمہور فقہاء کی تائید کرتے ہوئے احناف پر رد کیا ہے(۲)۔

وَقالَ رَافِعٌ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الحُلَيْفَةِ ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلاً ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ .[ر : ۲۳۵٦]

تراجم رواة

۱-رافع

یہ رافع بن خدیج بن عدی الأوسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات کتاب مواقیت الصلوة، باب وقت المغرب کے تحت گزر چکے ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذوالحلیفہ میں ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، غنیمت کے مال میں ہمیں بکریاں اوراونٹ ملے، مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس بکریوں کوایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

تعلیق کی تخریج

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الشركة، باب قسمة الغنيمة(۳) اورباب من عدل عشرة

---

(۱) فتح الباري للحافظ: ٦/٢٢٣

(۲) عمدة القاري: ١٤/٤٣٠

(۳) صحيح البخاري: ١/٣٣٨، (رقم ٢٤٨٨)

من الغنم بجزور في القسم(٤) کے تحت یہ تعلیق تفصیل سے موصولاً نقل کی ہے، یہاں باب کی مناسبت سے امام بخاریؒ نے اس کا ایک جزء نقل کیا ہے(۵)۔

اسی طرح کتاب الجہاد میں باب مایکرہ من ذبح الإبل والغنم في المغانم کے تحت، کتاب الذبائح والصید میں باب التسمية على الذبيحة ومن ترك متعمدا اور بابٌ إذا أصاب قومٌ غنيمة کے تحت بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ تعلیق موصولاً نقل کی ہے(٦)۔

اس تعلیق کا مقصد

اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس رائے کا اعتبار کیا جائے کہ ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہور کی تائید کرتے ہوئے احناف پر رد کیا ہے، تو پھر اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ذو الحلیفہ، جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا، دار الحرب تھا۔ چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دار الحرب میں رہتے ہوئے مال غنیمت تقسیم فرمایا، اس لئے یہ تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک دار الحرب کے اندر تقسیم غنائم کے جواز پر صریح دلیل اور جمہور کی مؤید ہوگی، اور امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہی ثابت کرنا ہوگا۔

اگر علامہ عینی رحمہ اللہ کی رائے کا اعتبار کیا جائے، تو پھر ظاہر ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد احناف کے مذہب کو ثابت کرنا ہوگا، کہ ذو الحلیفہ میں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا، دار الاسلام تھا، دار الحرب نہیں، جیسا کہ فقہاء احناف کی رائے ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

تعلیق میں ہے: "كنا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بذي الحليفة فأصبنا غنما وإبلا

---

(٤) صحيح بخاري: ١/٣٤١، (رقم ٢٥٠٧)

(٥) عمدة القاري: ١٤/٤٣٠، ٤٣١

(٦) صحيح البخاري، كتاب الجهاد: ١/٣٣٢، (رقم ٣٠٧٥)، وفي الذبائح: ٢/٨٢٦، (رقم ٥٤٩٨)، وأيضاً: ٢/٨٣١، (رقم ٥٥٤٣)، وتغليق التعليق للحافظ ابن حجر رحمه الله: ٣/٤٦١

فعدل عشرة من الغنم ببعير" ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ترجمۃ الباب کا جو مقصد بیان کیا ہے، اس کا اعتبار کیا جائے تب بھی ترجمہ سے تعلیق کی مناسبت ظاہر ہے، اگر علامہ عینی رحمہ اللہ کی رائے کا اعتبار کیا جائے تب بھی ترجمہ سے مناسبت بے غبار ہے۔

٢٩٠١ : حدَّثنا هُدْبَةُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ . أَنَّ أَنسًا أَخْبَرَهُ قَالَ : اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجِعْرَانَةِ ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ . [ر : ١٦٨٧]

تراجم رجال

۱-ھدبہ بن خالد

یہ ابو خالد ھدبہ بن خالد بصری ہیں، ان کے حالات [illegible] الصلوۃ، باب فضل صلوۃ الفجر کے تحت گزر چکے ہیں۔

۲-ہمام

یہ ہمام بن یحییٰ بن دینار العَوْذی [illegible] ہیں۔ ان کے حالات کتاب الوضوء، باب ترک النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم والناسِ [illegible] حتی فرغ من بوله في المسجد کے تحت گزر چکے ہیں۔

۳-قتادہ

گزشتہ باب کے تحت ان کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۴-انس رضی اللہ عنہ

ان کا حوالہ بھی گزشتہ باب کے تحت گزر چکا ہے۔

قال اعتمر النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم من الجعرانة حيث قسم غنائم حنين

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احرام جعرانہ میں

(٢٩٠١) قد سبق تخريج الحديث في كتاب العمرة، باب النزول بذي طُوى قبل أن يدخل مكة (رقم ١٧٧٨)

باندھا، جہاں آپ نے غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا۔

یہ روایت اسی سند کے ساتھ کتاب العمرة، باب النزول بذي طوی قبل أن يدخل مكة کے تحت تفصیلاً گزر چکی ہے (۸) امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ترجمۃ الباب کی مناسبت سے اس کا ایک جزء نقل کیا ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ مذکورہ روایت کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ باب کی تعلیق کے تحت حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ کی رائے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجمۃ الباب کے ساتھ مذکورہ تعلیق کی مناسبت سے متعلق جو تفصیل پیچھے گزری ہے، اسے یہاں بھی پیش نظر رکھیں۔

دارالحرب میں مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ

دارالحرب کے اندر مجاہدین کے لئے مالِ غنیمت کی تقسیم جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں جمہور فقہاء اور احناف میں اختلاف ہے۔

جمہور فقہاء کا مسلک

امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، ابن منذر اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دارالحرب میں مال غنیمت کی تقسیم جائز ہے (۹)۔

احناف کا مسلک

فقہائے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک دارالحرب میں تقسیم غنائم کسی صورت جائز نہیں۔

---

(۸) حوالۂ بالا

(۹) المجموع شرح المهذب للإمام النووي رحمه الله: ۱٤۸/۲۱، والمغني لابن قدامة رحمه الله: ۱۰/٤۵۸

چنانچہ صاحب بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تقسیم کی دو قسمیں ہیں: تقسیم حمل ونقل اور تقسیم مِلک۔

❶ تقسیم حمل ونقل کا مطلب یہ ہے کہ اگر مال غنیمت دارالاسلام منتقل کرنے کے لئے مجاہدین اسلام کے پاس سواری کا انتظام نہ ہو تو امیر جیش مالک بنائے بغیر، لشکر کے تمام غانمین کو ان کے مقررہ حصے دیدے، دارالاسلام پہنچنے کے بعد یہ حصے ان سے دوبارہ لے کر، بطورِ ملکیت تقسیم کرے۔ یہ صورت فقہاء احناف کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں دارالحرب کے اندر جو تقسیم ہوئی، وہ تقسیمِ ملکیت نہیں تھی، بلکہ تقسیم نقل وحمل تھی (۱۰)۔

❷ تقسیم ملکیت کا مفہوم بالکل واضح ہے، کہ دارالحرب کے اندر ہی مال غنیمت کو غانمین کی ملکیت قرار دے کر تقسیم کیا جائے، اسے تقسیم ملکیت کہتے ہیں۔ اور یہ صورت فقہاء احناف کے نزدیک جائز نہیں (۱۱)۔

جمہور فقہاء کے دلائل اور ان کا رد

❶ جمہور کی پہلی دلیل یہ ہے کہ دارالحرب میں اہل اسلام کے غلبہ واستیلاء سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، اس لئے دارالحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم جائز ہے، اور اس تقسیم کی حیثیت بعینہ وہی ہوگی جو حیثیت تقسیم غنائم کی دارالاسلام میں ہوتی ہے (۱۲)۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ دارالحرب کی طرف سے دوبارہ غلبہ اور یلغار کا امکان بہرحال موجود رہتا ہے، اس لئے اہل اسلام وہاں من وجہٍ غالب بھی ہوں گے اور مغلوب بھی، لہٰذا غنائم پر اہل اسلام کی ملکیت دارالحرب کے اندر تام نہیں ہوگی، کیونکہ محض غلبہ واستیلاء سے ملکیت تام نہیں ہو جاتی، اتمامِ ملکیت کے لئے دارالحرب کو دارالاسلام بنا کر غلبہ واستیلاء کا مکمل استحکام

---

(۱۰) بدائع الصنائع: ۴۸۸/۹، ۴۸۹، وردالمحتار مع الدر المختار: ۲۲۴/۶، ۲۲۵

(۱۱) بدائع الصنائع: ۴۸۸/۹، ۴۸۹، وردالمحتار مع الدر المختار: ۲۲۴/۶، ۲۲۵

(۱۲) المغني لابن قدامة: ۴۵۸/۱۰، ۴۵۹، والمجموع شرح المهذب: ۱۴۸/۲۱

ضروری ہے (۱۳)۔

❷ جمہور کا دوسرا استدلال ترجمۃ الباب کی پہلی معلق روایت سے ہے، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا۔ جمہور کے نزدیک ذوالحلیفہ دارالحرب ہے، لہٰذا اس تعلیق سے استدلال کرتے ہوئے جمہور کہتے ہیں کہ دارالحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم جائز ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت خود جمہور کے خلاف احناف کے لئے مستدل ہے۔ چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس معلق روایت میں تو دارالحرب کے اندر مال غنیمت کی تقسیم کا قطعی طور پر ذکر ہی نہیں۔ اس لئے کہ ذوالحلیفہ اس وقت دارالاسلام میں شامل تھا، اس کی حیثیت دارالحرب کی نہیں تھی (۱۴)۔

❸ جمہور فقہاء کا تیسرا استدلال ترجمۃ الباب کی دوسری اور آخری روایت سے ہے:

"أن أنسا رضي الله عنه قال: اعتمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الجعرانة حيث قسم غنائم حنين".

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام جعرانہ میں باندھا تھا، جہاں آپ نے غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے جمہور کہتے ہیں کہ جعرانہ دارالحرب تھا، جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مالِ غنیمت تقسیم کرنا، دارالحرب میں مال غنیمت کی تقسیم کے جواز پر صریح دلیل ہے۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جعرانہ دارالاسلام تھا، اسے دارالحرب کہنا درست نہیں۔ اس لئے یہ روایت بھی درحقیقت احناف ہی کی دلیل ہے (۱۵)۔

---

(١٣) إعلاء السنن: ١٢/١٤

(١٤) عمدة القاري: ٤٣١/١٤

(١٥) عمدة القاري: ٤٣١/١٤

اس استدال کا ایک جواب امام سرخسی رحمہ اللہ نے ''مبسوط'' میں یہ دیا ہے کہ محمد بن اسحاق اور کلبی کی روایت میں ہے:

''أن رسولَ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قَسَم غنائم حنين بعد منصرفه من الطائف بالجعرانة''.

یعنی طائف سے واپس لوٹنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت جعرانہ میں تقسیم فرمایا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت کو (جیسا کہ ترجمہ باب کی مذکورہ روایت میں تصریح ہے) مؤخر کر کے جعرانہ آکر تقسیم کیا۔ جعرانہ اس وقت دارالاسلام یعنی مکہ مکرمہ میں شامل تھا، غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد پیش آیا، اس لئے مکہ مکرمہ کا دارالاسلام ہونا بالکل بدیہی ہے۔ چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت درحقیقت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دارالحرب کے اندر مال غنیمت کی تقسیم جائز نہیں۔ غزوۂ حنین سے ملنے والے مالِ غنیمت کی تقسیم کو مؤخر کر کے جعرانہ آکر تقسیم کرنا اس کی واضح دلیل ہے (۱۶)۔

۲ جمہور فقہاء کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو مصطلق، غزوۂ ہوازن اور غزوۂ خیبر میں، جب ان مقامات کی حیثیت دارالحرب کی تھی، مال غنیمت تقسیم کیا تھا۔

جہاں تک غزوۂ بنو مصطلق اور غزوۂ خیبر کا تعلق ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ بنو مصطلق اور خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کر کے دارالاسلام بنایا تھا اور وہاں احکام اسلام کا پورا نفاذ عمل میں آیا تھا، اس لئے بنو مصطلق اور خیبر میں تقسیم غنائم کی حیثیت بعینہ ایسی ہوگی جو ایک اسلامی ریاست میں مالِ غنیمت کی تقسیم کی ہوتی ہے (۱۷)۔

جہاں تک ہوازن کا تعلق ہے، سو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تلخيص الحبير'' میں تصریح کی ہے،

---

(۱۶) المبسوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱۶/۵

(۱۷) إعلاء السنن للعلامة ظفر أحمد العثماني: ۱۱۳/۱۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہوازن کا مال غنیمت جعرانہ آنے کے بعد تقسیم فرمایا تھا۔ لہٰذا اس سے جمہور کا استدلال کرنا صحیح نہیں، بلکہ یہ خود احناف کا مستدل ہے کہ جعرانہ دارالاسلام کی حدود کے اندر واقع تھا (۱۸)۔ جیسا کہ پہلے بھی اس کی تفصیل ہم بتا چکے ہیں۔

۵ جمہور فقہاء میں سے امام شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کا مال غنیمت ''سیر'' نامی مقام پر تقسیم فرمایا تھا، بدر اس وقت دارالحرب تھا اور ''سیر'' یہیں واقع تھا۔

امام سرخسیؒ اور صاحب ''بدائع الصنائع'' علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ ایک تو ''سیر'' کو حدودِ بدر میں شامل کرنا درست نہیں۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنائم بدر ''سیر'' میں تقسیم نہیں فرمائے تھے، بلکہ صحیح اور مشہور قول کے مطابق مدینہ منورہ میں تقسیم فرمائے تھے، ظاہر ہے کہ مدینہ دارالاسلام تھا (۱۹)۔

حقیقت یہ ہے کہ جن روایات سے جمہور نے استدلال کیا ہے، وہ خود ان کے خلاف، احناف کے لئے حجت ہیں، ان میں سے کوئی بھی روایت دارالحرب کے اندر مال غنیمت کی تقسیم کے جائز ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے:

"ما قسم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الغنائم إلا في دار الإسلام" (۲۰).

یعنی: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ دارالاسلام میں غنائم تقسیم فرمائے''۔

ایک روایت انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کی ہے، جس میں ہے:

"أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قسم غنائم بدر بعد ماقَدِم المدينة" (۲۱).

---

(۱۸) إعلاء السنن للعلامة ظفر أحمد العثماني: ۱۲/۱۱۳

(۱۹) المسبوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱۵/۵، وبدائع الصنائع للعلامة الكاساني: ۹/۴۹۱

(۲۰) المسبوط للإمام السرخسي رحمه الله: ۱۵/۵، وبدائع الصنائع للعلامة الكاساني: ۹/۴۹۱

(۲۱) المبسوط للسرخسي رحمه الله: ۱۵/۵

"بدر کے غنائم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تقسیم فرمائے تھے"۔

امام سرخسی رحمہ اللہ "مبسوط" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منشأ ہی درحقیقت اس روایت سے یہ ثابت کرنا ہے کہ امیر جیش کے لئے جائز نہیں کہ دارالحرب کے اندر مال غنیمت تقسیم کرے (۲۲)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ غنائم بدر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ میں آکر تقسیم فرمائے تھے، اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کی تردید ہو رہی ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ غنائم بدر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "سیر" میں تقسیم فرمائے تھے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت

حدیث باب ہے: "اعتمر النبيّ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الجعرانة حیث قسم غنائم حنین" ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے، حافظ صاحب اور علامہ عینی رحمہما اللہ دونوں حضرات کی رائے کی تشریح پہلے گزر چکی ہے، اگر ان کی مختلف آراء آپ کے ذہن نشین ہیں، تو دونوں رایوں کے پیش نظر ترجمۃ الباب کے ساتھ مذکورہ حدیث کی مناسبت بالکل واضح ہے۔

۱۸۳ – باب : إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر حربیوں نے دارالاسلام پر حملہ کر کے مسلمانوں کا مال، غنیمت سمجھ کر اپنے تصرف میں لے لیا پھر مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے وہ مال دوبارہ حاصل کرلیا، تو ہر شخص حسب سابق اپنے متعین مال کا مالک ہوگا، یا وہ مال، مالِ غنیمت کے

(۲۲) المبسوط للسرخسي رحمه الله: ۵/۱۱۵

حکم میں ہوگا اور عام اموالِ غنیمت کی طرح تقسیم ہوگا؟

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "إذا" کا جواب ذکر نہیں کیا، گویا اس سے زیر بحث مسئلہ میں اختلافِ مذاہب کی طرف اشارہ ہے(۱)۔

۲۹۰۴/۲۹۰۲ : قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ . وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّومِ ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمِ الْمُسْلِمُونَ ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ .

تراجم رجال

۱-ابن نمیر

یہ عبداللہ بن نمیر الہمدانی الکوفی ہیں، ان کے حالات کتاب التیمم، باب إذا لم یجد ماء ولا ترابا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۲-عبید اللہ

یہ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی ہیں۔ ان کے حالات کتاب الوتر، باب لیجعل آخر صلاته وترا کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۳-نافع

یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوعبداللہ نافع المدنی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب من أجاب السائل بأكثر مما سأل کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۵/ ۳

۴- ابن عمر رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب بُني الإسلام علی خمس کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۲)۔

ذهب فرسٌ له فأخذه العدوّ

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ گیا، تو اسے دشمن نے پکڑلیا"۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ کشمیہنی کی روایت میں لفظ "ذهب" بجائے مذکر کے "ذهبت" صیغۂ مونث کے ساتھ اور لفظ "فأخذه" میں "ہ" ضمیر مذکر کے بجائے "ها" ضمیر مؤنث ضبط ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ "فرس" اسم جنس ہے، مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (۳)۔ دونوں نسخوں میں کوئی تعارض نہیں، ایک روایت میں تذکیر کا اعتبار کیا گیا اور دوسری میں تانیث کا۔

فظهر عليه المسلمون فرد عليه في زمن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

مطلب یہ ہے کہ مسلمان دشمن پر غالب آئے تو وہ گھوڑا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا گیا۔

وأبق عبدٌ له فلحق بالروم، فظهر عليهم المسلمون، فرده عليه خالد بن وليد بعد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

یعنی اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام بھاگ کر "روم" میں پناہ گزیں ہوا، جب مسلمانوں نے روم پر حملہ کیا، تو حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے غلام کو ان کے حوالہ کر دیا، یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد کا واقعہ ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے کتاب الجهاد، باب في المال يصيبهُ العدوُّ من المسلمين

(۲) كشف الباري: ۱/۶۳۷، ۶۳۸

(۳) فتح الباري: ۶/۲۲۴، وعمدة القاري ۱۵/۳

ثم يدركه صاحبه في الغنيمة کے تحت، اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کتاب الجهاد، باب ما أحرز العدوّ ثم ظهر عليه المسلمون کے تحت موصولاً روایت کیا ہے (۴)۔

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے بھی "المستخرج علی البخاري" میں اس تعلیق کو عن محمد بن علی بن حُبیش عن القاسم بن زکریا بن زہیر بن سلام النسائی عن ابن نمیر کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے (۵)۔

(۲۹۰۳) : حدثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ : أَنَّ عَبْدًا لِأَبْنِ عُمَرَ أَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّومِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَرَدَّهُ عَلَى عَبْدِ ٱللهِ ، وَأَنَّ فَرَسًا لِأَبْنِ عُمَرَ عارَ فَلَحِقَ بِالرُّومِ ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدُّوهُ عَلَى عَبْدِ ٱللهِ .

تراجم رجال

۱-محمد بن بشار

یہ مشہور محدث محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصری ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كئى لاينفرو کے تحت تفصیل سے گزر چکے ہیں (٦)۔

۲-یحییٰ

یہ مشہور امام حدیث یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان تمیمی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الإيمان أن يحبّ لأخيه مايحبّ لنفسه کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۷)۔

عبیداللہ اور نافع کا حوالہ روایت کی پہلی سند کے تحت گزر چکا ہے۔

---

(٤) سنن أبي داود: ۱۲/۲، (رقم ۲٦۹۹)، وسنن ابن ماجه، ص: ۲۰٤، كتاب الجهاد، باب ما أحرز العدو ثم ظهر عليه المسلمون.

(٥) تغليق التعليق للحافظ ابن حجر: ٤٦۲/۳

(٦) كشف الباري: ۲٥۸/۳-۲٦۱

(٧) كشف الباري: ۳۰۲/۲

أن عبداً لابن عمر أبق ....

یہ ترجمۃ الباب کی پہلی روایت کا دوسرا طریق ہے، اس میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام بھاگ کر روم چلا گیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا، اور (اسی طرح) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا بدک گیا اور روم میں داخل ہوا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا تو اہل اسلام نے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا۔

فردّوه على عبدالله

صحیح بخاری کے دوسرے نسخہ میں صیغہ جمع کے بجائے "فردہ" مفرد وارد ہوا ہے (۸)، اگر جمع کا صیغہ ہو جیسا کہ مذکورہ روایت میں ہے تو اس کا ترجمہ ہوگا "مسلمانوں نے وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کردیا"۔ اگر مفرد کا صیغہ ہو تو پھر ظاہر ہے "فـــردّہ" میں ضمیر فاعل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے گی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : عارَ مُشْتَقٌّ مِنَ العَيْرِ ، وَهُوَ حِمَارُ وَحْشٍ ، أَيْ هَرَبَ .

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کنیت ہے، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ "عار" کی تفسیر کی ہے کہ یہ "عَیر" سے مشتق ہے، عیر حمارِ وحشی کو کہتے ہیں۔ عـارَ کے معنی امام بخاری رحمہ اللہ نے "هَـرَبَ" سے کئے ہیں، یہ لفظ "بھاگنے" اور "فرار" ہونے کے معنی میں ہے۔

صاحب "مختار الصحاح" امام محمد بن ابوبکر رازیؒ نے فرمایا: "عـار الـفـرسُ : انـفـلـت وذهب ههنا وههنا" (۹)۔ "گھوڑا بدکا اور مستی میں اِدھر اُدھر بھاگا"۔ یہی معنی امام خلیل نے بھی کئے ہیں (۱۰)۔

شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاریؒ فرماتے ہیں کہ "صحیح بخاری" کے ایک نسخہ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ

(۸) تحفة الباري بشرح صحيح البخاري لشيخ الإسلام زكريا بن محمد الأنصاري: ۵۲۰/۳

(۹) "مختار الصحاح" للإمام محمد بن أبي بكر الرازي، ص: ۵۶۲

(۱۰) فتح الباري: ۲۲۵/۶

تفسیری قول ساقط ہے(۱۱)۔

(۲۹۰۴) : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ كانَ عَلَى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُونَ ، وَأَمِيرُ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعَثَهُ أَبُو بَكْرٍ ، فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ ، فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خالِدٌ فَرَسَهُ .

تراجم رجال

۱-احمد بن یونس

یہ ابوعبداللہ احمد بن یونس بن عبداللہ بن قیس تمیمی یربوعی کوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من قال ان الإیمان هو العمل کے تحت گزر چکے ہیں(۱۳)۔

۲-زہیر

یہ زہیر بن معاویہ بن حُدیج بن الرُّحَیل بن زہیر بن خیثمہ جعفی کوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب الصلوة من الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۴)۔

۳-موسیٰ بن عقبہ

یہ صاحب المغازی موسی بن عقبہ الاسدی المدنی ہیں، ان کے حالات کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

۳،۴-عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

ترجمۃ الباب کی پہلی روایت کے تحت دونوں راویوں کا حوالہ گزر چکا ہے۔

---

(۱۱) تحفة الباري: ۳/ ۵۲۰

(۲۹۰۴) ترجمۃ الباب کی پہلی روایت کے تحت اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۱۳) کشف الباري: ۲/ ۱۵۹

(۱٤) کشف الباري: ۲/ ۳٦۷، ۳۷۰

أنـه كـان عـلـى فرس يوم لقي المسلمون، وأمير المسلمين يومئذٍ خالد بن الوليد بعثه أبوبكر، فأخذهُ العدوُّ، فلما هُزِم العدوّ رَدَّ خالد فرسَه

"جس دن مسلمان (قتال کرنے کے لئے) کفار کے مقابل ہوئے، ابن عمر رضی اللہ عنہما گھوڑے پر سوار تھے، اس دن مسلمانوں کے امیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، انہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (لشکر اسلام کا) امیر بنا کر بھیجا تھا، چنانچہ (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے) گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا، جب دشمن پسپا ہوا تو خالد (ابن ولید رضی اللہ عنہ) نے انہیں ان کا گھوڑا واپس کر دیا"۔

يوم لقي المسلمون

صحیح بخاری کی اس روایت میں مفعول محذوف ہے۔ حافظ ابونعیم اور اسماعیلی رحمہما اللہ نے اپنی سند سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں مفعول مذکور ہے، چنانچہ روایت اسماعیلی رحمہ اللہ نے "عن محمد بن عثمان بن أبي شيبة عن أحمد بن يونس" کے طریق سے اور ابونعیم نے "أحمد بن يحيىٰ الحلواني" کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے:

"يوم لقي المسلمون طيئاً وأسداً"(١٥)۔

یعنی: "جس دن مسلمان قتال کے لئے قبیلہ "طے" اور "اسد" سے ملے"۔

اسماعیلی اور ابونعیم رحمہما اللہ کے انہی طرق میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھوڑے کا دشمن کی تحویل میں آنے کی وجہ بھی مذکور ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"فاقتحم الفرس بعبد الله بن عمر جرفاً فصرعه وسقط ابن عمر فعار الفرس"(١٦)۔

مطلب یہ ہے کہ گھوڑا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو لے کر "جرف" میں کود پڑا اور انہیں پچھاڑ دیا، جس کے نتیجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما گر گئے اور گھوڑا بدک کر بھاگ نکلا۔

---

(١٥) فتح الباري: ٦/٢٢٥

(١٦) فتح الباري: ٦/٢٢٥

باب کی روایات میں تعارض اور ان کی تطبیق

روایات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھوڑے کا جو واقعہ منقول ہے، کب پیش آیا؟

اس سلسلے میں ترجمۃ الباب کی پہلی اور تیسری روایت میں تعارض ہے۔ پہلی روایت میں ہے گھوڑے کا واقعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوا، اور غلام کا واقعہ اس کے بعد۔ اسی روایت کے دوسرے طریق میں ہے کہ دونوں واقعات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کے بعد سے متعلق ہیں۔ چونکہ اس دوسرے طریق میں "فرس" اور "عبد" دونوں سے متعلق "فلحق بالروم" کے الفاظ مروی ہیں، اور جیسا کہ تیسری روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روم پر حملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا، اس لئے دوسری روایت کو تیسری روایت کے تناظر میں دیکھا جائے، تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "فرس" اور "عبد" کے واقعات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیش آئے۔ جب کہ تیسری روایت، پہلی روایت سے متعارض ہے۔ یہ روایت پہلے طریق کے برعکس ہے۔ پہلے طریق میں فرس کا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کا بیان کیا گیا ہے اور اس میں ہے کہ گھوڑے کے بدکنے کا واقعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ہوا۔

گویا تعارض دراصل ابن عمر رضی اللہ عنہما کے "فرس" والے واقعہ کی تاریخ کے تعین میں ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ باب کی پہلی روایت یعنی ابن نمیر کے طریق کو ترجیح دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اس طریق کی متابعت اسماعیل بن زکریا رحمہ اللہ نے بھی کی ہے کہ "فرس" کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آیا (۱۷)۔

یہی رائے علامہ داؤدی رحمہ اللہ کی بھی ہے کہ "فرس" کا واقعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں "غزوۂ موتہ" میں پیش آیا (۱۸)۔

پہلی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے علامہ داؤدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس روایت کی سند میں عبیداللہ

---

(۱۷) إرشاد الساري للقسطلاني: ۱۷۹/۵

(۱۸) إرشاد الساري: ۱۷۹/۵، وأوجز المسالك للمحدث زكريا الكاندهلوي: ۵۴۴/۸

راوی نافع سے حدیث روایت کرنے میں تیسرے طریق میں واقع ''موسیٰ بن عقبہ'' سے "أثبت" ہیں (۱۹)۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصویب کی ہے (۲۰)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کتاب الجهاد، باب ما أحرز العدوّ ثم ظهر عليه المسلمون" کے تحت "عن علي بن محمد عن عبدالله بن نمير عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمر" کے طریق سے جو روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے:

"قال ذهبت فرس له فأخذها العدوّ وظهر عليهم المسلمون فرد عليه في زمن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ......"(۲۱).

انہوں نے باب کے تحت یہی ایک طریق ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، دوسرے طرق کو ذکر نہیں کیا، اس صنیع سے ان کا رجحان بھی متعین ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے "فرس" کا واقعہ عہدِ نبوت میں پیش آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سے اس کا تعلق نہیں۔ واللہ أعلم۔

حكم ما أحرز العدوّ ثم ظهر عليه المسلمون

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جو فقہی مسئلہ ذکر فرمایا ہے، اب اس کی تفصیل دیکھو!

اگر اہل حرب دارالاسلام پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی املاک واموال پر قبضہ کر کے دارالحرب لے جائیں، پھر اہل اسلام دارالحرب پر حملہ کر کے وہ اموال دارالاسلام لے آئیں تو مسلمانوں میں سے ہر شخص حسبِ سابق اپنے متعین مال کا مالک ہوگا، یا وہ اموالِ غنیمت کے حکم میں آ کر لاعلی التعیین سب میں تقسیم ہوگا؟

---

(۱۹) إرشاد الساري: ۱۷۹/۵، وأوجز المسالك: ۲۸۵/۸

(۲۰) أوجز المسالك: ۲۷۵/۸

(۲۱) سنن ابن ماجه، ص: ۲۰٤، كتاب الجهاد، باب ما أحرز العدوّ ثم ظهر عليه المسلمون

امام شافعی، ابوثور اور ابن منذر کا مسلک

ان حضرات کے نزدیک دارالاسلام پر غلبہ واستیلاء سے اہل اسلام کی املاک پر حربیوں کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب اہل اسلام دارالحرب پر حملہ کر کے ان املاک واموال کو دارالاسلام منتقل کریں، تو جو مال جس کی ملکیت تھا، وہ حسبِ سابق اس کی ملکیت میں رہے گا، ان اموال کا حکم مال غنیمت کا نہیں ہوگا (۲۲)۔

امام حسن، امام زہری اور عمرو بن دینار کا مسلک

ان حضرات کے نزدیک مسلمانوں کا چھینا گیا مال دارالحرب سے دارالاسلام منتقل ہونے کے بعد غانمین میں تقسیم کردیا جائے گا، یعنی دارالحرب پر حملہ آور ہونے والے مجاہدین ہی اس کے مستحق ہوں گے، پرانے مالک کا حق اس مال پر باقی نہیں رہے گا (۲۳)۔

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ مسلمانوں کے غلبہ واستیلاء سے جس طرح اہل شرک کا مال مسلمانوں کے لئے غنیمت بن جاتا ہے، اسی طرح متذکرہ مال بھی، جس پر اہلِ حرب کا غلبہ اور استیلاء ہوجائے وہ ان کی ملک ہوجاتا ہے لہٰذا مسلمانوں کے غالب آنے پر وہ بطورِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم ہوگا (۲۴)۔

جمہور فقہاء کا مسلک

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اہل حرب، دارالاسلام پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے، مسلمانوں کے اموال کے مالک بن جائیں گے (۲۵)۔ لیکن جب دارالحرب پر حملہ کر کے اہل اسلام اپنے اموال چھین کر دارالاسلام منتقل کردیں، تو ان

---

(۲۲) الإستذكار لابن البرؒ: ٤/٥٤، فتح الباري: ٦/٢٢٤، والمغني لابن قدامةؒ: ١٠/٤٨٢

(۲۳) المحلّى بالآثار لابن حزمؒ: ٥/٣٥٥، وشرح ابن بطالؒ: ٥/٢٢٧، وفتح الباري: ٦/٢٢٤، وأوجز المسالك: ٨/٢٧١

(۲٤) حوالۂ بالا

(۲٥) المغني لابن قدامة: ١٠/٤٧٥

حضرات کے نزدیک اس میں تفصیل ہے۔

اگر پرانے مالک نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اپنا متعین مال پالیا تو وہ اس کی ملکیت ہوگی، جب کہ غنائم کی تقسیم کے بعد، اپنے مال پر پرانے مالک کی ملکیت باقی نہیں رہے گی بلکہ وہ غانمین کی ملکیت ہوگی۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک غنائم کی تقسیم کے بعد اگر پرانے مالک نے اپنا مال پالیا اور اس کی خواہش ہے کہ غانم کو قیمت کے عوض اس کا مال مل جائے تو پھر غانم کے مقابلہ میں اس کا زیادہ استحقاق ہے کہ قیمت کی ادائیگی کی صورت میں اسے وہ مال دے دیا جائے (۲۶)۔

اس صورت میں شریعت نے اصل مالک اور غانم دونوں کے مفاد کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، چونکہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد پرانے مالک کی ملکیت اس کے مال پر باقی نہیں رہتی اور اس پر غنائم کی ملکیت قائم ہو جاتی ہے، اس لئے اگر پرانا مالک اپنا مال بلاعوض لیتا تو غانم نقصان میں رہتا، اس بناء پر اپنا مال حاصل کرنے کے لئے پرانے مالک پر اس کی قیمت کی ادائیگی لازم قرار دی گئی، تاکہ اپنا مال لے کر مالکِ قدیم بھی فائدہ میں رہے اور غانم کی حق تلفی بھی نہ ہونے پائے (۲۷)۔

صحابہ کرام میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، عطاء بن ابی رباح، قاسم اور عروہ رحمہم اللہ کا مسلک بھی یہی ہے (۲۸)۔

ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مال غنیمت، کی تقسیم کے بعد اپنے مال پر پرانے مالک کی ملکیت قطعاً نہیں رہتی، غانم ہی اس کا اصل مالک بن جاتا ہے (۲۹)۔

لیکن ''المغنی'' میں ہے کہ امام احمد کے نزدیک پہلی روایت معمول بہ ہے (۳۰)۔

---

(٢٦) المدوّنة الكبرىٰ: ٢/٥٩٢، والمغني لابن قدامة: ٢١/٤٧١، وعمدة القاري: ١٥/٣، وردالمحتار على الدرالمختار: ٦/٢٥٧، وأوجز المسالك للشيخ زكريا الكاندهلويّ: ٨/٢٧٧

(٢٧) ردالمحتار على الدر المختار لابن عابدين الشاميّ: ٦/٢٥٧

(٢٨) شرح ابن بطالؒ: ٥/٢٢٧، وعمدة القاري: ١٥/٢

(٢٩) المغني لابن قدامة: ٢١/٤٧١

(٣٠) المغني لابن قدامة: ../.. ٤٧

امام شافعیؒ، ابوثورؒ اور ابن منذرؒ وغیرہ کے دلائل اور ان کا رد

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا استدلال احادیث باب سے ہے، جن میں تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کا گھوڑا اور غلام جو دارالحرب بھاگ نکلے تھے، واپس کردیئے گئے تھے (۳۱)۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی "المحلّٰی بالآثار" میں ان روایات سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل اسلام کے مال ومتاع پر مشرکین کی ملکیت ثابت ہی نہیں ہوتی، اس لئے دارالحرب سے مسلمانوں کا مال ومتاع چھین کر دارالاسلام لانے کے بعد بہر صورت پرانے مالک کے حوالہ کردیا جائے گا (۳۲)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ احادیث باب خود ان حضرات کے خلاف جمہور فقہاء کے لئے حجت ہیں، اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ترجمۃ الباب والی روایات میں اجمال ہے، چنانچہ موطا امام مالک میں اسی روایت کے آخر میں یہ تصریح بھی ہے:

"وذلك قبل أن يقاسم" (۳۳)۔

یعنی مجاہدین اسلام دارالحرب سے جو گھوڑا اور غلام چھین کر دارالاسلام لائے تھے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے واپس کردیئے گئے تھے۔

یہی روایات "عن رشدين عن يونس عن الزهري، عن سالم عن أبيه" کے طریق سے سنن دارقطنی میں بھی مروی ہے، اس میں ہے:

"من وجد ماله الفيئ قبل أن يقسم فهوله، ومن وجد بعد ماقسم فليس له شيء" (۳٤)۔

"مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے جس نے اپنا مال پالیا، وہ مال (بلاعوض) اس کی

---

(۳۱) إرشاد الساري للقسطلانيؒ: ٦/٥٤٣

(۳۲) المحلى بالآثار للعلامة لابن حزمؒ: ٥/١٦٠

(۳۳) مؤطا للإمام مالك رحمه الله (ص: ٤٩٩)، باب مايرد قبل أن يقع القسم لما أصاب العدو، وإعلاء السنن: ١٢/٣١١

(۳٤) سنن الدارقطني رحمه الله: ٤/١١٣

ملکیت ہے، لیکن غنیمت کی تقسیم کے بعد پانے کی صورت میں اسے کچھ بھی لینے کا حق نہیں"۔

مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ملکیت باقی نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عوض کی ادائیگی کے بغیر تو اپنے مال کا مالک نہیں رہے گا، لیکن عوض اور قیمت ادا کرنے کے بعد، غانم کے مقابلہ میں اپنے مال پر اس کا زیادہ حق ہوگا۔ اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو آثار سے ہوتی ہے، جو آگے جمہور کے دلائل کے تحت آرہے ہیں۔

جمہور کے دلائل

❶ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا استدلال ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہے، یہ روایت "عن حسن بن عمارة عن الملك بن ميسرة عن طاوس عن ابن عباس رضي الله عنهما" کے طریق سے منقول ہے، اس میں ہے:

"أن رجلا وجد بعيراً له كان المشركون أصابوه، فقال له النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إن أصبتَه قبل أن يُقسَم فهو لك، وإن أصبتَه بعد ماقُسِم، أخذتَه بالقيمة"(۳۵)۔

یعنی: "ایک شخص نے اپنا اونٹ پالیا، جسے مشرکین نے چھینا تھا (اور بعد میں مسلمانوں نے دارالحرب پر حملہ کر کے اسے مالِ غنیمت میں دوبارہ دارالاسلام لائے) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: اگر یہ اونٹ تم نے مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے پایا ہو تو یہ تمہارا ہی ہے، اگر مال غنیمت کی تقسیم کے بعد پایا ہو تو پھر تم

---

(۳۵) الاستذكار للحافظ ابن عبدالبر رحمه الله: ٥٦/٤، و"المغني" مع ذيله المسمىٰ بـ"الشرح الكبير على المقنع لموفق الدين وشمس الدين ابني قدامة: ٤٦٩/١٠-٤٧١، كتاب الجهاد، حكم مالو أخذه أهل الحرب من أموال المسلمين وعبيدهم فأدركه صاحبه قبل قسمه فهو أحق به.

قیمت دے کر ہی لے سکتے ہو"۔

اس روایت کو امام دار قطنیؒ اور امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے (۳۶)۔

جمہور کی دلیل پر کلام اور اس کا جواب

حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی رحمہما اللہ جمہور کی متذکرہ دلیل پر سند کے حوالہ سے کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وإسناده ضعيف"(٣٧)۔

دراصل اس روایت کی تضعیف، اس کی سند میں موجود راوی "حسن بن عمارة" کی وجہ سے کی گئی ہے۔

- چنانچہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کے بارے میں "ليس بشيء" اور ابراہیم بن یعقوب جوز جانی سے "ساقط" کے الفاظ جرح منقول ہیں (۳۸)۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے تو حسن بن عمارہ کو ضعیف باور کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے (۳۹)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی تائید بیسیوں متابعات سے ہوتی ہے، اس بناء پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت کو ضعیف قرار دینا قرین انصاف نہیں۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ حوالہ نقل فرمایا ہے کہ حسن بن عمارہ کے علاوہ مذکورہ روایت "مسعر عن عبدالملک" کے طریق سے مروی ہے، اس کی تائید یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

"سألت مسعرا عنه فقال: هو من حديث عبدالملك ولكن لا أحفظه"(٤٠).

---

(٣٦) نصب الراية للزيلعيؒ: ٣/٤٣٤، وأوجز المسالك إلى مؤطاء الإمام مالك: ٩/١٧٥، دار القلم دمشق

(٣٧) فتح الباري: ٦/٢٢٤، وارشاد الساري: ٥/١٧٩

(٣٨) عمدة القاري: ١٥/٣

(٣٩) تفصیل کے لئے دیکھئے: المحلى بالآثار لابن حزمؒ: ٥/٣٥٧

(٤٠) عمدة القاري: ١٥/٤

اسی طرح امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روی عن یحییٰ بن سعید أنه سأل عنه فقال: هو من رواية عبدالملك عن طاؤوس عن ابن عباس رضي الله عنهما"(٤١)۔

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حسن بن عمارہ، جن پر ضعف کا الزام لگایا گیا، مذکورہ روایت کو نقل کرنے میں متفرد نہیں۔ بلکہ بیسیوں متابعات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "الجوهر النقي" کے حوالہ سے ابن عدی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

"وقد روى هذا الحديث عن مسعر عن عبدالملك"(٤٢)۔

آگے علامہ عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وهذه متابعة جيدة قوية وتابعه إسماعيل بن عياش فرواه عن عبدالملك بن ميسره، كما في المحلّى"(٤٣).

نیز امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس کی متابعت "عن أبي يوسف القاضي عن الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتبة عن مقسم" کے طریق سے کی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ اس متابعت کے متعلق فرماتے ہیں:

"هكذا وجدتُه عن أبي يوسف عن الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتبة، ورواه غيره عن الحسن بن عمارة عن عبدالسلك"(٤٤).

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فقیہ اور مجتہد تھے، روایت حدیث میں ان کی ثقاہت و درایت بھی مسلم ہے۔ مذکورہ روایت سے ان کا استدلال کرنا اس روایت کی صحت کی دلیل ہے۔ پھر مسعر اور اسماعیل بن عیاش کی متابعت بجائے خود حسن بن عمارہ کی روایت کی صحت پر صریح دلیل ہے۔ چنانچہ اس اصول پر تمام محدثین متفق ہیں

(٤١) عمدة القاري: ١٥/٤

(٤٢) إعلاء السنن: ١٢/٣١٠

(٤٣) إعلاء السنن: ١٢/٣٠١، والمحلى بالآثار لابن حزم: ٥/٣٥٧

(٤٤) نصب الراية للزيلعي رحمه الله: ٣/٤٣٦، وإعلاء السنن: ١٢/٣١٠

کہ جب کسی ضعیف روایت کی متابعت دوسری ضعیف یا اس سے اقوی روایت سے ہو تو وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی "قوی" کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

احناف یا جمہور فقہاء کے استدلال کی تضعیف حسن بن عمارہ کی وجہ سے کی گئی ہے، اس کی تردید کے لئے متعدد متابعات ذکر کر دی گئیں، انہی حسن بن عمارہ کی بعض حضرات نے توثیق بھی کی ہے، مثلاً محمد بن اسحاق رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "حدثني من لا أتهم" (٤٥).

❷ جمہور فقہاء کا دوسرا استدلال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے، یہ اثر مصنف عبدالرزاق میں "عن محمد رائد عن مكحول عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه" کے طریق سے روایت کیا گیا ہے، اس میں ہے:

"أنه إن أدرك قبل القسمة ردّ إلى صاحبه بغير ثمن، وإن لم يدرك إلا بعد القسمة فصاحبه أحق به بقيمته" (٤٦)۔

اگر اس نے تقسیم (غنیمت) سے پہلے اپنا مال پایا، تو اس کے مالک کو یہ مال بلا قیمت لوٹا دیا جائے، تاہم اگر تقسیم کے بعد پایا، تو پھر اس مال پر اس کا حق، قیمت ادا کرنے کی صورت میں برقرار رہے گا۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے "المحلّی" میں اس اثر کے تین اور طرق بھی ذکر کئے ہیں (۴۷)۔

❸ جمہور کا تیسرا استدلال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے، جسے امام طحاوی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ نے "عن رجاء بن حيوة عن قبيصة بن ذويب" کے طریق سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، اس میں ہے:

"أن عمر رضي الله عنه قال: فيما أحرزه المشركون فأصابه

---

(٤٥)

(٤٦) المحلّى بالآثار لابن حزمؒ: ٣٥٤/٥، كتاب الجهاد، اختلاف الناس في مال المسلم يجده في غنيمة

(٤٧) المحلّى بالآثار لابن حزمؒ: ٣٥٤/٥

المسلمون فعرفه صاحبه قال إن أدركه قبل أن يقسم فهوله، وإن جرت فيه السهام فلا شيء له"(٤٨).

مطلب یہ ہے کہ جو مال مشرکین نے چھینا اور مسلمانوں نے اسے (جہاد میں دوبارہ) حاصل کرلیا، بعد میں اصل مالک نے اپنا مال پہچان لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تقسیم سے پہلے یہ مال پایا، تب تو یہ اس کا حق ہے ورنہ اگر مجاہدین میں حصے تقسیم ہوئے تو پھر اس کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

یہ محض ایک اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اثر میں یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اپنے مال کی قیمت ادا کرنے کے بعد غانم کے مقابلہ میں پرانا مالک ہی زیادہ حق دار ہے۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اول الذکر اثر میں اس کی تصریح آچکی ہے۔ ان کے ایک اور اثر میں بھی یہ تصریح موجود ہے، یہ اثر آگے آرہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر پر اشکال اور اس کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس دوسرے اثر کی سند میں راوی ''قبیصہ بن ذؤیب'' پر کلام کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع اور لقاء (ملاقات) ثابت نہیں (۴۹)۔ چنانچہ ابوسہیل رحمہ اللہ نے اس اثر کو مرسل قرار دیا ہے (۵۰)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اثر موصول ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ "الاستعیاب" میں لکھتے ہیں کہ قبیصہ بن ذؤیب کی پیدائش ایک روایت میں فتح مکہ کے دن اور ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کے پہلے سال ہوئی (۵۱)۔ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی (۵۲)، اس لئے

---

(٤٨) عمدة القاري: ١٥/٤، وإعلاء السنن: ١٢/٣١٢

(٤٩) عمدة القاري: ١٥/٤

(٥٠) إعلاء السنن: ١٢/٣١٢

(٥١) الاستيعاب لابن عبدالبر على هامش الإصابة لابن حجر: ٣/٢٥٥، وتهذيب التهذيب: ٨/٣٤٧

(٥٢) الاستيعاب على هامش "الإصابة": ٣/٢٥٦، وتهذيب التهذيب لابن حجر: ٨/٣٤٧

ابن شاہین نے فرمایا کہ یہ صحابی تھے (۵۳)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "تہذیب التہذیب" میں ابن قانع کا یہ قول ان کے بارے میں نقل کیا ہے: "لـه رؤية" (٥٤)۔ اس سے بھی قبیصہ بن ذویب کے صحابی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ابوبکر صدیق، ابودرداء، حضرت عائشہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ سے انہوں نے حدیث کا سماع کیا، اوران سے روایات لیں (۵۵)۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قبیصہ بن ذویب کی ملاقات ممکن ہے، محدثین کے نزدیک سند کے اتصال کے لئے راوی اور مروی عنہ کے زمانہ کا ایک ہونا بھی کافی ہے (۵۶)، امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی "صحیح مسلم" کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ اتصالِ سند کے لئے "امکانِ لقاء" کافی ہے (۵۷)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بفرض المحال ان کی ملاقات ثابت نہ بھی ہو تب بھی اصولِ حدیث کی رو سے یہ اثر موصول ہے، اس لئے کہ جب حضرت ابوبکر اور ابودرداء رضی اللہ عنہما سے قبیصہ بن ذؤیب کی ملاقات ثابت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات کا امکان اور دونوں کے زمانہ کا ایک ہونا بالکل بدیہی بات ہے۔

دوسرا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ قبیصہ بن ذؤیب کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہ ہو، تب بھی مذکورہ روایت "مرسل" قرار پاکر معمول بہ بن سکتی ہے۔ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ایک اوراثر سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے:

"عن رجاء بن حيوة أن ابن عبيدة رضي الله عنهما كتب إلى عمر بن الخطاب -رضي الله عنه- في هذا فقال: من وجد ماله بعينه فهو أحق به بالثمن الذي حسب على من أخذه، وكذلك إن بيع ثم قسم منه فهو أحق به بالثمن" (٥٨).

---

(٥٣) إعلاء السنن: ٣١٢/١٢

(٥٤) تهذيب التهذيب لابن حجرؒ: ٣٤٧/٨

(٥٥) تهذ ب الكمال في أسماء الرجال للحافظ المزي: ٤٧٧/٢٣، وتهذيب التهذيب: ٣٤٦/٨

(٥٦) تدريب الراوي في شرح تدريب النووي: ٢١٥/١

(٥٧) مقدمة صحيح مسلم: ٢١/١، ٢٢

(٥٨) عمدة القاري: ٣/١٥

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے قوی جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''تدریب الراوی'' میں علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ جب ''مرسل'' کی تائید ''مسند'' روایت سے یا دوسری ایسی ''مرسل'' روایت سے ہو جس کے راوی پہلی مرسل سے مختلف ہوں تو ایسی دونوں روایات ''صحیح'' کا درجہ پالیتی ہیں، یہاں تک کہ ان دونوں کے مقابلہ میں کوئی صحیح حدیث معارض ہو جائے، تو ان دونوں کو ترجیح حاصل ہوگی اور صحیح روایت مرجوح ہوگی۔ چنانچہ قبیصہ کی مذکورہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین واسطوں سے نقل کی ہے اور ایک ایک کر کے دو مختلف واسطوں سے عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کی ہے، یوں کل پانچ مراسیل بن جاتے ہیں۔ گویا ایک ہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچ واسطوں سے منقول ہے، اور ہر مرسل دوسرے کے لئے موید ہے (۵۹)۔

اس صورت میں اگر قبیصہ کی روایت مرسل تسلیم بھی کر لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، کہ اصول حدیث کی رو سے صحیح روایت بھی جو اس کے معارض ہو، مرجوح ہوگی۔

مکاتب، مدبرّ اور ام الولد کا حکم

یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اسی مال میں جسے اہل حرب نے چھینا اور اہل اسلام نے اسے حملہ کر کے دوبارہ حاصل کر لیا، مکاتب، مدبر اور امام الولد بھی شامل ہوں، تو ان کا کیا حکم ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔

امام مالک، امام احمد اور امام ثوری کا مسلک

امام مالک، امام احمد اور امام ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کے عام اموال کی طرح، مکاتب، مدبر اور ام الولد پر بھی غلبہ واستیلاء سے مشرکین اہل حرب کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ عام اموال کی طرح مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے تو پرانے مالک کو واپس لوٹا دیئے جائیں گے، لیکن تقسیم کے بعد صرف اس صورت میں انہیں مالک قدیم کو واپس لوٹانا جائز ہوگا، جب وہ ان کی قیمت یا عوض ادا کرے (۶۰)۔

---

(۵۹) إعلاء السنن: ۳۱۲/۱۲

(۶۰) المغني والشرح الكبير للإمامين موفق الدين وشمس الدين ابني قدامة: ۴۷۴/۱۰

ان کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے:

"عن قتادة أن مكاتبا أسره العدوّ فاشتراه رجل، فسأل بن قرواش عنه علّي بن أبي طالب -رضي الله عنه- فقال له علي رضي الله عنه: إن أفتكه سيده فهو على كتابته وإن أبى أن يفتكه فهو للذي اشتراه"(٦١)۔

"دشمن نے ایک مکاتب کو قید کر لیا تھا، جسے ایک آدمی نے خرید لیا۔ بکر بن قرواش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس معاملے کی نوعیت کا شرعی حکم پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر آقا نے اس مکاتب کو دشمن کی قید سے آزاد کرایا ہے تو وہ حسب سابق اس کا مکاتب رہے گا، اگر آقا نے ایسا نہیں کیا اور رہائی سے انکار کیا تو پھر مکاتب کو خریدنے والا ہی اس کا مالک ہوگا"۔

احناف کا مسلک

احناف کے نزدیک مکاتب، مدبر اور اُم الولد عام اموال کے حکم میں نہیں، شرعاً یہ تینوں "آزاد" کے حکم میں ہیں، جن پر عام اموال کی طرح مشرکینِ اہل حرب کی ملکیت غلبہ واستیلاء سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے عام اموال کے برعکس تینوں میں سے ہر ایک پر پرانے مالک کی ملکیت بہر صورت برقرار رہتی ہے۔ مال غنیمت کی تقسیم سے اس کی ملکیت ختم نہیں ہو جاتی، لہٰذا مالِ غنیمت چاہے تقسیم ہوا ہو یا نہیں ہوا ہو، مکاتب، مدبر اور ام الولد پرانے مالک کی ملکیت کے تحت رہیں گے (۶۲)۔

احناف کا استدلال

احناف کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے۔ چنانچہ سنن سعید بن منصور کی روایت ہے:

"حدثنا عثمان بن مطر الشيباني حدثنا أبوحريز عن الشعبي، قال:

(٦١) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه انظر المحلى بالآثار لابن حزمؒ: ٣٥٣/٥

(٦٢) أوجز المسالك: ٢٨٠/٨-٢٨٤، وردالمحتار على الدر المختار: ٢٥٩/٦، كتاب الجهاد

أغار أهل "ماه" وأهل "جلولاء" على العرب، فأصابوا سبايا من العرب، ورقيقا، ومتاعاً، ثم إن السائب بن الأقرع عامل عمر -رضي الله عنه- غزاهم ففتح "ماه" وكتب إلى عمر -رضي الله عنه- في سبايا للمسلمين ورقيقهم ومتاعهم قد اشتراه التجار من أهل "ماه". فكتب إليه: أن المسلم أخو المسلم لايخونه ولايخذله، فأيّما رجل من المسلمين أصاب رقيقه ومتاعه بعينه فهو أحق به، وإن أصابه في أيدي التجار بعد ما أقتسم فلا سبيل إليه، وأيما حُرّ اشتراه التجار فإنه يردّ عليهم رؤوس أموالهم فإن الحر لايباع ولايشترى"(٦٣)۔

روایت میں ہے کہ اہل ''ماہ'' اور ''جلولاء'' جزیرۃ العرب پر حملہ آور ہوکر عرب کے قیدی، غلام اور مال ومتاع کو لوٹ کر لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع کو امیر لشکر بنا کر، ان کے خلاف جنگ کی مہم پر روانہ فرمایا، انہیں فتح ہوئی تو مسلمانوں کے جن قیدیوں، غلاموں اور مال ومتاع کو تاجروں نے اہل ''ماہ'' سے خریدا تھا، حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں استفسار نامہ ارسال کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جو مسلمان اپنا غلام یا مال واسباب پائے، وہی ان کا اصل مستحق ہے، اگر وہ یہ اسباب واموال مال غنیمت کی تقسیم کے بعد تاجروں کے پاس پائے، تو پھر اس کے پاس ان کے حصول کی کوئی راہ نہیں۔ ہاں البتہ اگر تاجروں نے ''احرار'' کو خرید لیا ہے تو ان (تاجروں) کو ان کی رقم واپس کردی جائے (اور ''احرار'' ان سے واپس لئے جائیں) اس لئے کہ ''آزاد'' (حُر) کی خرید وفروخت جائز نہیں''۔

---

(٦٣) أخرجه سعيد بن منصور في سننه: ٢/٢٨٨، ٢٨٩، دار الكتب العلمية بيروت

وإن أصابه في أيدي التجار بعد ما اقتسم فلا سبيل له

یعنی مال غنیمت کی تقسیم کے بعد جب پرانا مالک اپنا مال ومتاع اور غلام وغیرہ تاجروں کے پاس دیکھے، تو پھر اس کے پاس ان کے حصول کا کوئی راستہ نہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مال کی قیمت ادا نہیں کرے گا تو اس صورت میں اسے کچھ نہیں دیا جائے گا، ورنہ تاجروں کو مال کی قیمت ادا کرنے کے بعد تو وہ بہر صورت زیادہ حق دار ہے۔ جیسا کہ پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ایک اثر میں اس کی تصریح موجود ہے۔

یہاں زیر بحث مسئلہ میں احناف کا استدلال دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر میں "فإن الحرّ لا يُباع ولا يُشترى" سے ہے۔ چونکہ حریت اور آزادی کی علت مدبر، مکاتب اور ام الولد میں موجود ہے اس لئے غلبہ واستیلاء سے، ان پر حربیوں کی ملکیت قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے جب اہل اسلام دار الحرب پر حملہ آور ہونے کے نتیجہ میں انہیں حربیوں سے چھین کر دوبارہ دار الاسلام لائیں گے، تو پرانے مالک ہی ان کے لینے کے مستحق ہوں گے (۶۴)۔

امام مالک، امام احمد اور ابوثور کے استدلال کا رد

ان کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے تھا کہ اگر مکاتب کے آقا نے اسے رہا کرایا تو وہ بدستور مکاتب رہے گا، ورنہ بصورت دیگر مکاتب کو خریدنے والا ہی اصل مالک ہوگا۔

اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وهو محمول عندنا على أن مولاه إن لم يفتكه، فللذي اشتراه أن يحبسه عنده حتى يستوفي ثمنه بدليل...... أن "الحر لايباع ولايشترى" والمكاتب والمدبر وأم الولد في حكم الحر، لايباع أحد منهم ولا يشترى"(٦٥).

---

(٦٤) إعلاء السنن: ١٢/٣١٩

(٦٥) إعلاء السنن: ١٢/٣١٨

یعنی: ’’ہمارے نزدیک یہ اثر اس صورت پر محمول ہے کہ جب آقا مکاتب کو رہا کرانے سے انکار کردے، تو پھر اسے خریدنے والا صرف اتنے عرصہ کے لئے اپنی خدمت کے لئے روکے رکھے جس سے وہ قیمت پوری ہوجائے جو اسے خریدتے ہوئے ادا کی تھی، اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ہے کہ آزاد کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ مکاتب، مدبر اور ام الولد بھی آزاد کے حکم میں ہیں، اس لئے ان میں سے کسی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی‘‘۔

عبد آبق کا حکم

اسی مسئلہ کے ذیل میں فقہاء نے ’’عبد آبق‘‘ کا حکم بھی بیان کیا ہے۔
عبد آبق کے حکم میں ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عبد آبق مکاتب، مدبر اور ام الولد کے حکم میں ہے۔ اس لئے دار الحرب بھاگنے کے بعد مولا کی ملکیت ختم ہونے کی وجہ سے عبد آبق آزاد غلام کی طرح کسی کا مملوک نہیں بن سکتا۔ یہی قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے (٦٦)۔

صاحبین کا مسلک

قاضی ابویوسف اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عبد آبق کا حکم عام اموال واملاک کی طرح ہے۔ اس لئے ان حضرات کے نزدیک غلبہ واستیلاء کے ذریعہ اہل حرب، عبد آبق کے مالک ہوں گے۔ چنانچہ جب اہلِ اسلام، دار الحرب پر حملہ کرکے، اسے پکڑ کر ساتھ لائیں تو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے پرانا مالک قیمت ادا کئے

(٦٦) إعلاء السنن: ١٢/٣٢٠، والمغني لابن القدامة: ١٠/٤٧٧ (رقم الفصل: ٧٥٤٧)

بغیر اسے لینے کا مجاز ہوگا۔ البتہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد اس کا استحقاق قیمت کی ادائیگی سے مشروط ہوگا(٦٧)۔

یہی قول امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے، ''المدونہ'' میں ہے کہ ان کے نزدیک عبد آبق اور غیر آبق، دونوں کا ایک حکم ہے(٦٨)۔

حنابلہ کا مسلک بھی یہی ہے، چنانچہ ''المغنی'' میں ہے:

"ولنا أنه مال لو أخذوه من دار الإسلام ملكوه، فإذا أخذوه من دار الحرب ملكوه كالبهيمة"(٦٩).

امام اعظم رحمہ اللہ کا استدلال

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال جامع ترمذی اور سنن ابوداود میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے:

"عن ربعي بن حراش عن علي رضی الله عنه قال: خرج عبدان إلى رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم -يعني يوم الحديبية قبل الصلح- فكتب إليه مواليهم فقالوا: يامحمد! والله ما خرجوا إليك رغبة دينك، وإنما خرجوا هربا من الرّق، فقال ناسٌ: صدقوا يا رسول الله، ردّهم إليهم، فغضب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبىٰ أن يردهم، وقال: هم عتقاء الله عزوجل"(٧٠).

(٦٧) أوجز المسالك للكاندهلويؒ: ٢٧٧/٨، وإعلاء السنن: ٣١٧/١٢، ٣١٨

(٦٨) المدونة الكبرىٰ: ٥٩٤/٢، كتاب الجهاد، باب في الرجل يعرف متاعه وعبيده قبل أن يقعوا في المقسم، وأوجز المسالك إلى موطأ الإمام مالك: ١٧٧/٩، دمشق دار القلم

(٦٩) المغني لابن قدامة: ٤٧٧/١٠، (رقم الفصل ٧٥٤٧)

(٧٠) أخرجه أبوداود في سننه، كتاب الجهاد، باب في عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين فيسلمون (رقم ٢٧٠٠)، والترمذي في جامعه: ٢١٣/٢، كتاب المناقب، باب مناقب علي رضى الله عنه (رقم ٣٧١٦)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے، دو غلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے، دونوں کے موالی نے آپ کے نام یہ خط لکھ بھیجا، "بخدا! یہ آپ کے پاس آپ کے دین کی طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آئے، بلکہ غلامی سے فرار ہوکر آئے ہیں"۔ لوگوں نے عرض کی، "یا رسول اللہ! یہ سچ کہتے ہیں، یہ غلام انہیں واپس کر دیجئے"۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سن کر براوختہ ہوئے اور انہیں واپس بھیجنے سے انکار کیا اور فرمایا، "انہیں اللہ عزوجل نے آزادی دی ہے"۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تائید میں اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جب دارالحرب سے دارالاسلام آنے والا غلام، مسلمانوں کے زیر ملکیت آکر غلام نہیں بنایا جاسکتا، تو دارالاسلام سے دارالحرب بھاگنے والا کسی مسلمان کا غلام بطریق اولیٰ مشرکین اہل حرب کی ملکیت کے تحت نہیں آسکتا (۷۱)۔

صاحبین کا استدلال اور اس کا رد

صاحبین کی رائے تھی کہ عبد آبق عام اموال کے حکم میں ہے، ان کا استدلال مصنف بن أبی شیبہ کی اس روایت سے ہے:

"أن أمة لرجل مسلم أبقت إلى العدوّ، فغنمها المسلمون، فعرفها أهلها، فكتب فيها أبو عبيدة بن الجراح إلى عمر، فكتب إليه عمر: إن كانت لم تخمس ولم تقسم فهي ردّ على أهلها، وإن كانت قد خمست وقسمت فامضها لسبيلها" (۷۲).

روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کی باندی دشمن کے پاس بھاگ گئی، جب وہ اہل اسلام کو مال غنیمت میں ملی، تو اسے مالک نے پہچان لیا، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ

(۷۱) إعلاء السنن: ۳۲۰/۱۲

(۷۲) المحلّی بالآثار لابن حزم رحمه الله: ۳۵٤/٥

عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط روانہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''اگر خمس اور مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا ہو تو یہ باندی اپنے آقا کے حوالہ کر دی جائے، اگر خمس اور مال غنیمت تقسیم ہوا ہو تو پھر اس کے ساتھ جو ہونا ہے، اسے اس حالت میں رہنے دو''۔ یعنی مال غنیمت کی تقسیم میں وہ جس کے حصہ میں آئے، اسی کے پاس رہنے دی جائے۔

لیکن اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں جس باندی کا واقعہ ذکر ہے، وہ اپنے آقا کے گھر سے بھاگ نکلی تو حربی اسے دارالاسلام کے اندر ہی پکڑ کر دارالحرب لے گئے تھے، چونکہ دارالاسلام میں اس کی حیثیت باندی کی تھی، آزاد نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس پر اہل حرب کی ملکیت کا اعتبار کیا گیا (۷۳)۔

روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ باندی دارالحرب چلی گئی تھی، اس صورت میں یہ اپنے آقا کی ملکیت سے نکل کر آزاد ہو جاتی اور اس پر اہل حرب کی ملکیت، حریت کی علت پائے جانے کی وجہ سے ثابت نہ ہوتی۔

١٨٤ – باب : مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن بطال، حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اہل حرب کو، انہی کی زبان میں امان دی جائے تو اس کا بھی اعتبار ہوگا۔ یعنی امان دینے کے لئے عربی زبان میں بات کرنا شرط نہیں، عجمی زبان بھی بولی جا سکتی ہے (۱)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب الجہاد کے اندر یہ ترجمہ قائم کر کے امام بخاری رحمہ اللہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اکنافِ عجم سے آنے والے سفیروں اور قاصدوں سے تبادلۂ خیال کرنے کے لئے عرب مسلمانوں کو فارسی میں گفتگو کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اس لئے انہیں فارسی زبان سیکھنی چاہیے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عجمی زبان سیکھنے کا حکم دیا (۲)۔

---

(٧٣) إعلاء السنن: ١٢/٢١٨، و ٣٢٠

(١) شرح ابن بطال: ٥/٢٣١، وعمدة القاري: ١٥/٩، وفتح الباري: ٦/٢٢٦

(٢) إرشاد الساري للقسطلاني: ٥/١٨١

بالفارسية: یعنی قوم فارس کی زبان، قوم فارس کے جداعلیٰ کا نام "فارس بن کومرس" تھا۔ اس لئے ان کی زبان کو فارسی کہا جاتا ہے (۳)۔

کومرس کون تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں:

۱- یہ سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔

۲- ایک قول یہ ہے کہ یافث بن نوح کی اولاد سے تھا۔

۳- بعض حضرات نے کہا کہ کومرس، حضرت آدم علیہ السلام کی کوکھ سے پیدا ہوا۔

۴- چوتھا اور آخری قول یہ ہے کہ کومرس درحقیقت خود حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ (واللہ اعلم) (۴)۔

کومرس کے سترہ بیٹے تھے، سب بہادر، شجاع اور بے مثل فارس (شہسوار) تھے۔ اس وجہ سے پوری قوم کا نام "فارس" پڑ گیا (۵)۔

لیکن اس توجیہ کو مخدوش قرار دیتے ہوئے حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ اشتقاق عربی زبان کی خصوصیت ہے۔ اور یہ خصوصیت عجمی زبانوں میں نہیں پائی جاتی، اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ کومرس کی قوم کا نام ان کی بے مثل فروسیت (شہسواری) کی وجہ سے "فارس" پڑ گیا، مشہور یہ ہے کہ گھوڑے کی نسل سب سے پہلے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لئے مسخر کی گئی (۶)۔ واللہ اعلم۔

الرطانة: راء پر زبر اور زیر دونوں پڑھنا درست ہے (۷)۔ اس کا اطلاق عربی کے علاوہ تمام عجمی زبانوں پر ہوتا ہے۔

چنانچہ شارح بخاری علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی عجمی زبان میں بات کرنے کو "رطانہ"

---

(۳) فتح الباري: ٦/٢٢٦

(٤) چاروں اقوال کے لئے دیکھئے: فتح الباري: ٦/٢٢٦

(٥) عمدة القاري: ١٥/٥، وفتح الباري: ٦/٢٢٦

(٦) فتح الباري: ٦/٢٢٦

(٧) عمدة القاري: ١٥/٥، وفتح الباري: ٦/٢٢٦

کہتے ہیں (۸)۔

یہی بات صاحب "الأفعال" اور علامہ ابن التینؒ نے بھی کہی ہے (☆)۔

علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"التراطن : كلام لايفهمه الجمهور، والعرب تخص بها غالبا كلام العجم" (۹)۔

رطانہ کا اطلاق ایسی گفتگو پر ہوتا ہے، جسے عام لوگ سمجھ نہ سکیں، عرب اس سے عجمی زبان مراد لیتے ہیں۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ» /الروم: ۲۲/. «وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ» /إبراهيم: ٤/.

یہ سورہ روم کی آیت ہے، پوری آیت ہے:

﴿ومن آياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم إن في ذلك لآيات للعالمين﴾ (۱۰)۔

"اور اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمینوں کا پیدا فرمانا اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ ہر قوم کی زبان، لہجہ اور طرزِ گفتگو دوسری قوم سے مختلف ہوتا ہے۔ ایسے ہی ہر انسان اپنی تخلیق یعنی ناک نقشہ اور صورت ورنگت کے اعتبار سے دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے، اور ایسا اس وجہ سے ہے تاکہ ہر شخص کی اپنی ایک امتیازی شناخت ہو، ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو، اگر سب ابنائے آدم شکل وصورت اور رنگ رنگت کے ایک ہی سانچہ میں ڈھلے ہوتے، تو نظامِ تعارف تاراج ہوجاتا اور بے شمار مصلحتیں تعطل کی بھینٹ چڑھ جاتیں (۱۱)۔

---

(۸) شرح الكرماني رحمه الله: ۶۱/۱۳

(☆) شرح ابن بطال: ۲۳۲/۵، وعمدة القاري: ۵/۱۵

(۹) النهاية لابن الأثير رحمه الله: ۲۳۳/۲ (مادة رطن)

(۱۰) سوره الروم: ۲۲

(۱۱) عمدة القاري: ۵/۱۵

﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه﴾

یہ سورہ ابراہیم کی ابتدائی آیات ہیں، پوری آیت ہے: ﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم، فيضل الله من يشاء، ويهدي من يشاء وهو العزيز الحكيم﴾(۱۲)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو رسول اور نبی جس قوم میں معبوث فرمایا، ان پر اسی قوم کی زبان میں وحی نازل کی، تا کہ ان کی قوم اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور تعلیمات کو پوری طرح سمجھ سکے، اور قیامت کے دن اسے یہ کہہ کر عذر خواہی کا موقع نہ ملے، کہ وہ تعلیمات تو ہمارے فہم وادراک سے ماوراء تھیں؟!! جن اقوام وملل میں انبیاء ورسول معبوث فرمائے، اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے ان پر انہی کی زبان میں وحی نازل فرمائی۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ زمخشری تحریر فرماتے ہیں:

"أي ليفقهوا عنه مايدعوهم إليه فلا تكون لهم حجة على الله، ولا يقولوا: لم نفهم ماخوطبنا به"(۱۳).

باب کے تحت آیات ذکر کرنے کا مقصد

علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور علامہ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان آیات کو ذکر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف زبانیں بولنے والی دنیا کی تمام قوموں کی طرف پیغمبر بنا کر معبوث کئے گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی زبانوں پر عبور حاصل تھا، تا کہ آپ کو ان کی زبان سمجھنے اور انہیں آپ کی زبان سمجھنے میں آسانی رہے(۱۴)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے

تاہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، رابطہ اور سفارتی فرائض کی انجام دہی کے لئے ہر قوم کے پاس

(۱۲) سوره ابراهيم: ٤

(۱۳) تفسير الكشاف للعلامة الزمخشري: ٣/٤٧٩، وعمدة القاري: ١٥/٦

(١٤) فتح الباري: ٦/٢٢٦، وعمدة القاري: ١٥/٦، وإرشاد الساري: ٥/ ١٨

ثقہ اور معتمد ترجمان ضرور ہوتے ہیں، یہ یقینی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر زبان میں گفتگو فرماتے تھے (۱۵)۔

۲۹۰۵ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ : أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا ، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ ، فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (يَا أَهْلَ الخَنْدَقِ ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا ، فَحَيَّ هَلاً بِكُمْ) . [۳۸۷۵ ، ۳۸۷۶]

تراجم رجال

۱-عمرو بن علی

یہ مشہور حافظ حدیث ابوحفص عمر بن علی بحر بن کنیز الباہلی الصیر فی البصری ہیں۔ کتاب الوضوء، باب الرجل یوضیٔ صاحبه کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۲-ابوعاصم

یہ ابوعاصم ضحّاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم شیبانی بصری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب طرح الإمام المسألة علی أصحابه ...... کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۳-حنظلہ بن ابی سفیان

یہ حنظلہ بن ابی سفیان بن عبدالرحمٰن بن صفوان بن امیہ بن خلف جُمَحی قرشی ہیں۔ کتاب الإیمان باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بني الإسلام علی خمس کے تحت ان کا تذکرہ

---

(۱۵) فتح الباري: ۶/۲۲۶

(۲۹۰۵) وعنده أيضاً في صحيحه: ۲/۵۸۸، ۵۸۹، في كتاب المغازي، باب غزوة الخندق (رقم ۴۱۰۱)، وعند مسلم في صحيحه (۲/۱۷۸) في كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك (رقم ۲۰۳۹) وقد تفرد به الشيخان، انظر تحفة الأشراف: ۲/۱۸۳ (رقم ۲۲۶۳)

ہو چکا ہے (۱۷)۔

۴۔سعید بن میناء

یہ ابوولید سعید بن میناء المدنی الکوفی ہیں، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنائز أربعا کے تحت ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

۵۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب صب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وضوء ہ علی المغمیٰ علیه کے تحت گزر چکا ہے۔

قلت یارسول اللّٰه، ذبحنا بُهیمة لنا، وطحنتُ صاعا من شعیر، فتعال أنت ونفرٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک چھوٹا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیسا ہے، آپ اور چند مزید افراد "ہمارے گھر" تشریف لائیں۔

بُهَیـمة: یہ بَهْـمَةٌ کی تصغیر ہے۔ بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ (۱۸)، بہمہ مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ بَهْم اور بِهام اس کی جمع آتی ہے (۱۹)۔

فصاح النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فقال: یا أهل الخندق إن جابراً قد صنع سُوراً، فحي هلابکم

"رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بآوازِ بلند ارشاد فرمایا، جابر نے دعوت کا اہتمام کیا ہے، لہٰذا جلدی آؤ"

---

(۱۷) كشف الباري: ۱/۶۳۶

(۱۸) شرح الكرماني رحمه الله: ۱۳/۶۲

(۱۹) النهاية لابن الأثير رحمه الله: ۱/۱۶۸، (ماده ب ه م) وعمدة القاري: ۱۵/۶

سؤر: دعوت کے موقع پر تیار کیے جانے والے کھانے کو "سؤر" کہتے ہیں (۲۰)۔ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا اطلاق ہر قسم کے کھانے پر ہوتا ہے (۲۱)۔ علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے (۲۲)، بعض حضرات کے نزدیک اس کا اطلاق فارسی زبان میں صرف دعوت ولیمہ پر ہوتا ہے (۲۳)۔

بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اور عام کھانے کے لئے بولا جاتا ہے، کثرتِ استعمال کی وجہ سے عربوں کی زبان پر چڑھ گیا، اور عربی میں بھی استعمال ہونے لگا (۲۴)۔

فحي هلا بكم

اس کے معنی ہیں: أقبلوا أو أسرعوا بأنفسكم" (۲۵)۔ یعنی آگے بڑھیئے، یا جلد آیئے۔

یہ لفظ "حي" اور "هل" کا مرکب ہے۔ هل کے لام کو تنوین کے ساتھ یا بغیر تنوین کے "علا" کے وزن پر اور سکون کے ساتھ (هل) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ لفظ بـا، إلی اور علی سے بھی متعدی ہوتا ہے۔ نیز دونوں حرف علیحدہ بھی مستعمل ہیں۔ چنانچہ "حيّ" أقبل کے معنی میں اور "هلا" أسكن کے معنی میں ہے (۲۶)۔

علامہ داؤدی رحمہ اللہ نے اس کے ایک اور معنی کئے ہیں: "فحيهلا بكم: أي أقبلوا أهلا بكم أتيتم أهلكم"، اس کے قول کے پیش نظر "حي هلا" کلمات ترحیب کے قبیل سے بھی ہو سکتا ہے (۲۷)۔

---

(۲۰) شرح الكرماني: ۱۳/۶۲، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۷۸، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره.

(۲۱) شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۷۸

(۲۲) فتح الباري: ٦/٢٢٦

(۲۳) عمدة القاري: ۱۵/٦

(۲٤) عمدة القاري: ۱۵/٦، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۷۸

(۲۵) عمدة القاري: ۱۵/٦

(۲٦) عمدة القاري: ۱۵/٦

(۲۷) عمدة القاري: ۱۵/٦

حدیث باب کا مقصد

بعض ایسی روایات منقول ہیں، جن میں فارسی زبان کو ناپسندیدہ کہا گیا ہے، اور فارسی میں گفتگو کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان روایات کے ضعیف اور بے اصل ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً ایک روایت ہے:

"كلامُ أهل النار بالفارسية"(۲۸)۔ یعنی "اہل جہنم کی زبان فارسی ہوگی"۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے: "من تكلم بالفارسية زادت في خبثه ونقصت من مروءته"(۲۹)۔ یعنی: "جس نے فارسی زبان میں بات کی، اس کی خباثت بڑھے گی اور مروت کم ہوگی"۔ یہ روایت مستدرک حاکم کی ہے، حافظ صاحب نے اس کے بارے میں فرمایا: "وسنده واهٍ" اس کی سند واہی اور بے اصل ہے(۳۰)۔

اسی مستدرک حاکم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک روایت منسوب ہے:

"من أحسن العربية فلا يتكلمن بالفارسية فإنه يورِثُ النفاق"(۳۱)۔

"عربی زبان اچھی طرح بولنے والا، فارسی میں ہرگز بات نہ کرے، کیونکہ یہ نفاق پیدا کرتی ہے"۔

اس روایت کو بھی بے اصل قرار دیتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "وسنده واه"(۳۱)۔

ردالمحتار على الدر المختار میں علامہ ابن عابدین شامی نے صاحب "الولوجيه" کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ عربی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اور زبان پسندیدہ نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

---

(۲۸) فتح الباري: ۲۲۷/۶

(۲۹) فتح الباري: ۲۲۷/۶

(۳۰) فتح الباري: ۲۲۷/۶

(۳۱) فتح الباري: ۲۲۷/۶

(۳۲) فتح الباري: ۲۲۷/۶

طرف ایک قول کی نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "إنه نهى عن رطانة الأعاجم" (٣٣)۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عجم کی زبان بولنے سے منع فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کرتے ہوئے فارسی میں فرمایا "اشكمت درد؟" (٣٤)۔ یعنی "أتشتكي بطنك؟" (کیا آپ کو پیٹ میں درد کی شکایت ہے؟) تو یہ روایت سند اور متن کے اعتبار سے معلول اور ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ذواد بن علیه اور ان کے شیخ ليث بن أبي سليم بن زنيم دونوں ضعیف ہیں (۳۵)۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ کے ان دونوں راویوں کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، جس میں "اشكمت درد" کے الفاظ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیث کا درجہ دیا گیا ہے (۳۶)۔

اسی طرح حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمہ اللہ نے "إنجاح الحاجة في شرح ابن ماجة" میں علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ اشكمت درد اور دیگر فارسی الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں (۳۷)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اقوال ناقابل احتجاج ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایسی روایات بھی سند و متن کے لحاظ سے مخدوش اور بے بنیاد ہیں، جن میں فارسی یا عجمی زبان کی مذمت کی گئی ہے۔ خود قرآن مجید کی اس آیت ﴿واختلاف ألسنتكم وألوانكم﴾ میں ہر زبان کا من جانب اللہ ہونا واضح

(٣٣) ردالمحتار على الدر المختار: ١/٥٢١

(٣٤) سنن ابن ماجة رحمه الله، كتاب الطب، بابٌ في الصلوة شفاءٌ (رقم ٣٤٥٨)

(٣٥) تحفة الأشراف: ١٠/٣١٧، (رقم ١٤٣٥١)

(٣٦) العلل المتناهية لابن الجوزيؒ: ١/١٢٩، وقال: هذان حديثان لايصحان"۔

(٣٧) حاشية المسماة بانجاح الماجة للشيخ عبدالغنى المجددى الدهلوي على هامش سنن ابن ماجه: ٢٤٧، كتاب الطب، باب في الصلوة شفاء، والأبواب والتراجم للمحدث الكاندهلوي، ص: ٢٠٤

اور بدیہی ہے۔ بظاہر عجمی زبانوں کو ناپسندیدہ اور اس میں گفتگو کو ممنوع قرار دیئے جانے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کی حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عجمی زبان میں گفتگو جائز ہے، اسے ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ اسی حدیث کے ذیل میں شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقد تظاهرت أحاديث صحيحة بأن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تكلم بألفاظ غير العربية فيدل على جوازه"(۳۸).

مطلب یہ ہے کہ مختلف احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عربی الفاظ میں گفتگو فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی بھی عجمی زبان میں گفتگو کے جواز پر دال ہے۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مناسبت

حدیث باب میں ہے: "إن جابرا قد صنع سورا".

ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

۲۹۰۶ : حدّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ ، عَنْ خالِدِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أُمِّ خالِدٍ بِنْتِ خالِدِ بْنِ سَعِيدٍ قالَتْ : أَتَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ مَعَ أَبِي وَعَلَيَّ قَمِيصٌ أَصْفَرُ ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (سَنَهْ سَنَهْ) . قالَ عَبْدُ ٱللهِ : وَهْيَ بِالحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ ، قالَتْ : فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ ، فَزَبَرَنِي أَبِي ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (دَعْهَا) . ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَبْلِي وَأَخْلِقِي ، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي) . قالَ عَبْدُ ٱللهِ : فَبَقِيَتْ حَتَّى ذَكَرَ .
[۳٦٦١ ، ٥٤٨٥ ، ٥٥٠٧ ، ٥٦٤٧]

(۳۸) شرح مسلم للإمام النوويؒ: ۱۷۸/۲، كتاب الأشربة، باب جواز استتابة غيره ......

(۲۹۰٦) وأيضاً رواه البخاري: ٥٤٦/١ في كتاب المناقب، باب هجرة الحبشة (رقم ۳۸۷٤) و: ۸٦٦/۲، =

تراجم رجال

١-حبان بن موسیٰ

یہ ابو محمد حبان بن موسیٰ سوّار السُّلَمی المروزی ہیں۔ کتاب الأذان، باب یسلّم حين يسلّم الإمام کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

٢-عبداللہ

یہ مشہور محدث عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی رحمہ اللہ ہیں۔ ان کا تذکرہ بدء الوحی کے تحت گزر چکا ہے(۳۹)۔

٣-خالد بن سعید

یہ مشہور تبع تابعی خالد بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص بن سعید بن عاص ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ان کی یہی ایک روایت مختلف ابواب میں نقل کی ہے۔ معتمد اور ثقہ راوی تھے۔

انہوں نے اپنے والد سعید بن عمرو بن سعید، بُدَیح مولی عبداللہ بن جعفر اور سہل بن یوسف انصاری سے روایتِ حدیث کی ہے(۴۰)۔

ان سے جلیل القدر ائمہ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ ان میں عبداللہ بن

= في كتاب اللباس، باب الخميصة السوداء (رقم ٥٨٢٣) و: ٨٦٩/٢، باب مايُدعى لمن لبس ثوبا جديداً (رقم ٥٨٤٥) و: ٨٨٦/٢، كتاب الأدب، باب من ترك صَبِيَّةَ غيره حتى تَلْعبَ به، أوقَبَّلها أو مازحها (رقم ٥٩٩٣)، وأبوداود في سننه: ٢٠٣/٢، في كتاب اللباس، باب مايدعى لمن لبس ثوبا جديداً (رقم ٤٠٢٠)، وقد تفرّدا به انظر تحفة الأشراف: ٢٦٨/١١، (رقم ١٥٧٧٩)

(٣٩) كشف الباري: ٤٦٢/١

(٤٠) الأنساب للسمعاني: ٢٠٩/١، وتهذيب الكمال للحافظ المزيّ: ٨١/٨، وتهذيب التهذيب لابن حجر: ٩٥/٣

مبارک رحمہ اللہ بھی شامل ہیں (۴۱)۔

محمد بن بشران کے بارے میں فرماتے ہیں "صدوق" (۴۲)۔

ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے (۴۳)۔

کسی روایت کی سند میں جب ان کا نام آنے کے بعد، امام بخاری کے تلامذہ نے دریافت کیا کہ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں؟ "قیل لمحمد: من ذکرت یا أبا عبداللہ؟" تو امام بخاری رحمہ اللہ نے جواب دیا: الثقة الصدوق المأمون خالد بن سعید أخو إسحاق بن سعد" (۴۴)۔

۴-عن أبیہ (سعید بن عمرو)

عن أبیه سے ان کے والد أبوعثمان سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی مراد ہیں۔ ان کے حالات کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالحجارة کے تحت گزر چکے ہیں۔

۵-أم خالد بنت خالد بن سعید

ان کا نام اَمَہ اور اُم خالد کنیت تھی، صحابیہ تھیں، صحابی کی بیٹی تھیں اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے حالات کتاب الجنائز، باب التعوّذ من عذاب القبر کے تحت پہلے گزر چکے ہیں (۴۵)۔

قالت أتیتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم مع أبي وعليَّ قمیصٌ أصفر قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم : سَنَة سَنَة

---

(٤١) تهذيب الكمال: ٨٢/٨

(٤٢) تهذيب الكمال: ٨٢/٨، وتهذيب التهذيب: ٩٥/٣

(٤٣) حوالة بالا

(٤٤) حوالة بالا

(۴۵) آگے اختصار کے ساتھ کتاب اللباس میں بھی ان کا ذکر آ گیا ہے، دیکھئے: کشف الباري، کتاب المغازي، ص: ۱۷۵

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں اپنے والد (خالد بن سعید رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے زرد رنگ کی قمیص پہنی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "سنه سنه" بہت خوبصورت۔

قال عبدالله: وهي بالحبشيّة حسنة

یہ مدرج من الراوی ہے، یہاں راوی نے "سنه سنه" کے معنی بیان کئے ہیں، کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اوراس کے معنی ''خوبصورت'' ہیں۔

عبداللہ سے کون مراد ہے؟

"قال عبدالله" سے عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ مراد ہیں۔ بعض نسخوں میں ''ابوعبداللہ'' مذکور ہے (۴۶)۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کنیت ہے، اس صورت میں ظاہر ہے قائل خود امام بخاری رحمہ اللہ ہوں گے۔

تاہم علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ''ارشاد الساری'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ راجح ''عبداللہ'' ہے، اور اس سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہی مراد ہیں (۴۷)۔

لفظِ سنه کا ضبط

یہ سین اور نون کے فتحہ اور ''ہ'' کے سکون کے ساتھ ہے۔ جب کہ کشمیہنی کی روایت میں یہ لفظ نون کے بعد الف کے ساتھ ''سناہ سناہ'' ضبط ہوا ہے (۴۸)۔ تاہم بسا اوقات کلام عرب میں الف کو حذف کرتے ہوئے ''سنہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ بعض ارباب لغت کی رائے ہے کہ ''سنہ'' میں نون مشدد ہے (۴۹)۔

---

(٤٦) شرح الكرماني: ٦٣/١٣

(٤٧) ارشاد الساري: ١٨٠/٥

(٤٨) عمدة القاري: ٧/١٥

(٤٩) حوالة بالا

بہرحال اس سے امام بخاری کا مقصد الرطانة بالعجمیه ثابت کرنا ہے۔ چونکہ ام خالد رضی اللہ عنہا حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ ابی وامّی) نے انہیں دیکھ کر ضیافت طبع کے طور پر حبشی زبان میں فرمایا: بہت خوبصورت۔

قالت فذهبت ألعبُ بخاتَم النبوة، فزبرني أبي، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : دَعْها. ثم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : أبلي وأخلقي، ثم أبلي وأخلقي.

اُم خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گئی اور آپ کی خاتَم نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی، اس پر میرے باپ نے مجھے ڈانٹا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ''اسے چھوڑ دو'' (مطلب یہ تھا کہ کھیلنے سے منع نہیں کرو) پھر فرمایا، ''تمہاری عمر اس قدر طویل ہو کہ تم اس قمیص کو پہن پہن کر پرانی کر دو''۔

أبلي وأخلقي

اِبلاء اور اِخلاق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی پرانا کرنا اور بوسیدہ کرنا۔

قال عبدالله: فبقيت حتى ذكر

اس جملہ کی تشریح میں مختلف اقوال

مذکورہ جملہ کی تشریح میں شراح حدیث سے مختلف اقوال منقول ہیں:

❶ ایک قول یہ ہے کہ ''فبقیت'' میں ضمیر فاعل ام خالد رضی اللہ عنہا کی طرف راجع ہو۔ یعنی ''فبقيت أمُّ خالد'' اور ''حتى ذُكر'' (صیغہ مجہول) میں ضمیر ''ھو'' قمیض کی طرف لوٹ رہی ہو (۵۰)۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا، ''جب تک ام خالد رضی اللہ عنہا زندہ رہی، ان کی قمیص کا چرچا رہا''

❷ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ذکر'' کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے اور عبارت مقدر ہے:

(۵۰) عمدة القاري: ۸/۱۵

"أي ذكر الراوي، ما نسِيَ طول مُدّته"(٥١).

مطلب یہ ہے کہ ام خالد کے ساتھ پیش آنے والا یہ خارقِ امر واقعہ اس قدر قابل ذکر تھا، کہ راوی اسے عمر بھر بھلا نہ سکا۔ فبقیت کی ضمیر ام خالد ہی کی طرف راجع ہے۔

❸ بعض روایات میں لفظ "ذکر" بجائے مذکر کے بصیغۂ مؤنث "ذکرت" نقل کیا گیا ہے، اس کو مجہول اور معروف دونوں طرح پڑھنا ثابت ہے۔ مجہول پڑھنے کی صورت میں عبارت مقدر ہے: "حتی صارت مذكورةً عند الناس لخروجها عن العادة(٥٣)۔ یعنی ام خالد رضی اللہ عنہا (کے ساتھ اپنی نوعیت کا جو واقعہ پیش آیا) خلافِ عادت ہونے کی وجہ سے لوگوں کے یہاں ہمیشہ ان کا تذکرہ رہتا تھا۔ معروف یعنی "ذَكَـرَتْ" پڑھنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود اس خارقِ عادت واقعہ کا تذکرہ کرنے لگی۔ (واللہ أعلم)۔

❹ ابوہیثم کی روایت میں "ذکر" کی بجائے "دَكِـنَ" ضبط ہوا ہے۔ اور ابوذر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ دكن دكنة سے مشتق ہے۔ زیادہ استعمال کی وجہ سے لباس پر میل اور گرد و غبار کی تہیں جم جاتی ہیں اور لباس کا رنگ سیاہ پڑھ جاتا ہے، اسی کو "دكنة" کہتے ہیں (٥٤)۔

اس چوتھی روایت کے پیش نظر مذکورہ جملہ کے معنی ہیں کہ ام خالد (رضی اللہ عنہا) بقیدِ حیات رہیں (اور دائمی استعمال کی وجہ سے) قمیص کا رنگ (میل اور غبار کے جمنے سے) سیاہ پڑھ گیا (٥٥)۔

❺ علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وفي بعض النسخ: فذكر دهراً، ولفظ دهرا محذوفٌ في كتاب ابن

---

(٥١) شرح الكرماني: ٦٣/١٣

(٥٢) شرح الكرماني: ٦٣/١٣

(٥٣) عمدة القاري: ٨/١٥

(٥٤) عمدة القاري: ٨/١٥

(٥٥) شرح الكرماني: ٦٢/١٣، وعمدة القاري: ٨/١٥

بطال، وذكره ابن السكن، وهو تفسير لهذه الرواية. كأنه أراد: بقي هذا القميص مدة طويلة من الزمان، فنسيها الراوي، فعبّر عنها بقوله: ذكر دهراً" (٥٦).

یعنی: "بعض نسخوں میں (حتی ذکر کی بجائے) "فذكر دهراً" وارد ہوا ہے۔ تاہم لفظ "دهراً" علامہ ابن بطال کے نسخہ میں محذوف ہے، البتہ ابن السکن نے اس لفظ کو ذکر کیا ہے جو حقیقت میں (ترجمۃ الباب کی مذکورہ) روایت کی تفسیر ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اس لفظ کی صراحت سے مذکورہ جملہ کا مفہوم واضح ہو رہا ہے) گویا راوی یہ کہنا چاہتا تھا کہ "یہ قمیص ایک طویل عرصہ سے باقی رہی" لیکن اس کو وہ مدت یاد نہ رہی تھی، اس لئے اس کو "ذكر دهرا" کے الفاظ میں ادا کیا۔

❻ علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ نے اس روایت کے ذیل میں ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عمر کے تناسب سے جیسے جیسے ام خالد رضی اللہ عنہا کا قد بڑھتا جاتا، ان کی قمیص بھی اسی تناسب سے بڑھتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک دعا "أبلي وأخلقي ......" کی برکت سے جس طرح وہ خود لمبے عرصہ تک بقیدِ حیات رہی، وہ قمیص بھی ان کے بدن پر موجود رہتے ہوئے بڑھتی رہی اور مرورِ ایام کے باوجود اس پر بوسیدگی اور شکستگی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے (٥٧)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صنعانی کے نسخہ میں ترجمۃ الباب کی مذکورہ روایت کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول بھی مذکورہ ہے۔

قال أبوعبدالله –هو المصنف–: لم تعش امرءة مثل ماعاشت هذه يعني أم

---

(٥٦) عمدة القاري: ١٥/٨

(٥٧) فيض الباري: ٤٥٨/٣، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فبقيت حتى ذكرت" أي بقيت تلك القميص لم يختلقها مضي الليالي، ومرور الأيام، ولعل تلك القميص أيضا تتوسع عليها بقدر جسدها، فانها إذا تقمصت كانت صبية، فلا بدّ من الزيادة في القميص، ومن يؤمن ببقاء تلك القميص إلى زمن لم تخلق، لم يعجز عن الإيمان بسعتها ايضاً".

خالد"(٥٨).

حافظ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ام خالد رضی اللہ عنہا سے موسیٰ بن عقبہؒ کی ملاقات بھی ان کی طویل العمری پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ ان کے علاوہ کسی اَور صحابی سے موسیٰ بن عقبہ کی ملاقات نہیں ہوئی (٥٩)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی اس روایت سے مختلف فوائد مستنبط کئے ہیں:

❶ روایت میں ہے کہ ام خالد رضی اللہ عنہا کی زرد قمیص پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کے لئے زرد رنگ کا لباس پہننا جائز ہے۔

❷ روایت میں ہے کہ ام خالد رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم نبوت کے ساتھ کھیل رہی تھیں، باپ نے ڈانٹا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے روکا کہ کھیلنے دو، اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے ہوتے ہوئے بچوں کو کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

❸ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام خالد رضی اللہ عنہا کو نئے لباس میں دیکھ کر دُعا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ لباس پہننے والے کو دیکھ کر اس کے حق میں دعاءِ خیر کرنا سنت سے ثابت ہے اور آدابِ اسلام میں سے ہے۔

❹ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عجمی الفاظ میں تکلم فرمایا، اس سے عجمی زبان میں گفتگو کا جواز ثابت ہوتا ہے (٦٠)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

روایت میں "سنه سنه" کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے۔

---

(٥٨) فتح الباري: ٦/٢٢٧

(٥٩) حوالهٔ بالا

(٦٠) عمدة القاري: ١٥/٨

۲۹۰۷ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ الحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْفَارِسِيَّةِ : (كِخْ كِخْ ، أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ) . [ر : ١٤١٤]

تراجم رجال

۱-محمد بن بشار

یہ مشہور امام حدیث محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصریؒ ہیں، ان کا تذکرہ كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لاينفروا کے تحت گزر چکا ہے(۶۱)۔

۲-غندر

یہ ابوعبداللہ محمد بن جعفر ہذلی ہیں، غندر کے لقب سے مشہور ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم کے تحت گزر چکا ہے(۶۲)۔

۳-شعبہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی الواسطی البصری ہیں، ان کے حالات كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده کے تحت گزر چکے ہیں(۶۳)۔

۴-محمد بن زیاد

یہ عبدالرحمن بن محمد بن زیاد محاربی کوفی ہیں، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله کے تحت

(۲۹۰۷) قد سبق تخريجه في كتاب الزكوة، باب أخذ صدقة التمر عند صِرامِ النخل (رقم ۱۴۸۰)

(٦١) كشف الباري: ٣/٢٢١-٢٢٤

(٦٢) كشف الباري: ٢/٢٥٠-٢٥٢

(٦٣) كشف الباري: ١/٦٧٨

ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۶۴)۔

۵-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ان کے تفصیلی حالات کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۶۵)۔

أن الحسن بن علي أخذ تمرة من تمر الصدقة فجعلها في فيه، فقال له النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بالفارسية : كخ كخ، أما تعرف أنا لا نأكل الصّدقة؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) نے صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فارسی میں فرمایا: ''کخ، کخ'' (اور کھجور نگلنے سے منع فرمایا) کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

"كخ كخ"

بفتح الكاف وكسرها وسكون الخاء المعجمة وكسرها وبالتنوين مع الكسر وبغير تنوين(٦٦).

یہ الفاظ فارسی زبان میں زجر وتوبیخ اور کسی فعل کی ممانعت کے لئے بولے جاتے ہیں، اس کے معنی ہیں، اُدر کھا، وارم: چھوڑ دو، پھینک دو(٦٧)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کا اعتراض اور اس کا رد

باب کی مذکورہ تینوں روایات میں جو عجمی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں، علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ان کے عجمی ہونے پر اشکال ہوسکتا ہے، ❶ باب کی پہلی روایت میں لفظ

---

(٦٤) كشف الباري: ٣/٥١٤

(٦٥) كشف الباري: ١/١٥٩، ١٦٣

(٦٦) شرح الكرماني: ١٣/٦٣، وعمدة القاري: ١٥/٨

(٦٧) شرح الكرماني: ١٣/٦٣، وعمدة القاري: ١٥/٨

"ســـور" وارد ہوا ہے۔ اس میں احتمال یہ ہے کہ یہ لفظ "صابون" کی طرح توافق اللغتین کے قبیل سے ہو اور عربی زبان کا لفظ ہو (٦٨)۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اشکال تو اس لئے ناقابلِ التفات ہے کہ محض احتمال کا درجہ رکھتا ہے، حالانکہ لغت کو احتمال سے ثابت نہیں کیا جاتا (٦٩)۔

❷ ترجمۃ الباب کی دوسری روایت میں لفظ "سنـــه" وارد ہوا ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ممکن ہے، اس کی اصل "حسنة" ہو اور اس کی ابتداء سے "ح" کو حذف کر دیا گیا ہو، جیسے عربی مثل "كـفـى بـالسيف شاهداً" میں "هد" کو حذف کر کے عرب "كفى بالسيف شا" کہتے ہیں (٧٠)۔

لیکن علامہ کرمانی رحمہ اللہ کی اس توجیہ کو بھی حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی لفظ کی ابتداء میں "ترخیم" جائز نہیں، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ لفظ "سنه" کی ابتداء سے "ح" کو گرا دیا گیا ہے (٧١)۔

❸ تیسری روایتِ باب میں لفظ "كخ" وارد ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ممکن ہے یہ بھی غیر عجمی لفظ ہو اور حروف صوتیہ کے قبیل سے ہو۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اعتراض بھی بے محل ہے، اس لئے کہ لفظِ "كخ" اسمائے افعال کے قبیل سے ہے، نہ کہ اسمائے اصوات کے قبیل سے، لہٰذا یہ لفظ عجمی ہی ہے (٧٢)۔

فوائد حدیث

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے روایت سے دو فوائد مستنبط کئے ہیں:

❶ بچوں کو احکام شریعت کی تعلیم دینا اور انہیں حرام یا مکروہ اشیاء سے اجتناب کی تلقین کرنا۔

---

(٦٨) شرح الكرماني: ١٣/٦٣، وعمدة القاري: ١٥/٩

(٦٩) عمدة القاري: ١٥/٩

(٧٠) شرح الكرماني: ١٣/٦٣، وفتح الباري: ٦/٢٢٧، ٢٢٨، وعمدة القاري: ١٥/٩

(٧١) فتح الباري: ٦/٢٢٨، وعمدة القاري: ١٥/٩

(٧٢) عمدة القاري: ١٥/٩

۲ بچوں میں سمجھ بوجھ کی صلاحیت ہو تو انہیں ایسی باتیں بھی سکھائی جاسکتی ہیں، جو سمجھدار اور عاقل کو سکھائی جاتی ہیں (۷۳)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث باب میں "کخ کخ" عجمی الفاظ ہیں، ترجمۃ الباب سے ان کی مناسبت ظاہر ہے۔

۱۸۵ - باب : الْغُلُولِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ مالِ غنیمت میں خیانت کی حرمت وشناعت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مال غنیمت میں خیانت کرنا، ناجائز راہ سے کوئی شئ حاصل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

"غلول" کے معنی

غلول غین اور لام پر ضمہ کے ساتھ (۱)، مال غنیمت میں خیانت کرنے اور تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت سے سرقہ کرنے کو کہتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الغلول هو الخيانة في المغنم والسرقة في الغنيمة قبل القسمة" (۲)۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غلول کے اصل معنی ہیں: خفیہ طریقہ سے سرقہ کرنا، بعد میں یہ لفظ مالِ غنیمت سے سرقہ کے لئے استعمال ہونے لگا (۳)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

---

(۷۳) شرح ابن بطال: ٥/٢٣٢

(۱) إرشاد الساري: ٥/١٨١

(۲) النهاية لابن الأثير: ٣/٣٨٠

(۳)

"أصل الغلول الخيانة مطلقا، ثم غلب اختصاصه في الإستعمال بالخيانة في الغنيمة"(٤).

یعنی: ''غلول درحقیقت مطلقاً خیانت کو کہتے ہیں، بعد میں اس کا غالب استعمال مالِ غنیمت میں خیانت کے ساتھ ہوا''۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غلول مطلقاً خیانت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن اگر اس کا اطلاق مال غنیمت میں سرقہ پر کیا جائے، تو پھر ان دونوں معنوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی (۵)۔

غلول کی وجہ تسمیہ

غلول کے معنی باندھنے اور محبوس کرنے کے ہیں۔ چنانچہ امام نفطویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے سے ہاتھ مغلول اور محبوس ہوتے ہیں، اس لئے اس میں خیانت کو ''غلول'' کا نام دیا گیا۔

"قال نفطويه: سمّي بذلك لأن الأيدي مغلولة عنه أي محبوسة"(٦)۔

غلول گناہ کبیرہ کیوں ہے؟

شرح صحیح مسلم میں امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ غلول بالاجماع گناہ کبیرہ ہے۔ مال غنیمت میں جرمِ خیانت کے اس قدر سنگین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت لشکر اسلام کا مشترکہ حق ہوتا ہے اس میں خیانت اور چوری کرنا بے شمار افراد کے حقوق کی حق تلفی کے مترادف ہے (۷)۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ» /آل عمران: ١٦١/ .

---

(٤) شرح النووي على صحيح مسلم: ١٢٢/٢، كتاب الامارة

(٥) إرشاد الساري: ١٨١/٥

(٦) شرح النووي على صحيح مسلم : ١٢٢/٢، كتاب الامارة

(٧) شرح النووي على صحيح مسلم : ١٢٢/٢، كتاب الامارة، وعمدة القاري: ٩/١٥، وفتح الباري: ٢٢٨/٦، وإرشاد الساري: ١٨١/٥

لفظ "قول" غلول پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے (۸)۔

پوری آیت ہے: ﴿وما كان لنبي أن يغلّ، ومن يغلل يأت بما غلّ يوم القيامة ثم توفّى كل نفس ما كسبت وهم لاظالمون﴾

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں مالِ غنیمت کی ایک چادر گم ہوگئی، کچھ لوگوں نے کہا "لعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أخذها". یعنی: "یہ چادر شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی ہو"، یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی، جس میں اس گھناؤنے الزام کی تردید کرتے ہوئے بتایا گیا کہ نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ایسی حرکت کرگزرے۔ یہ آیت آپ کو اس الزام سے بری الذمہ قرار دینے کے لئے نازل ہوئی (۹)۔

۲۹۰۸ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ ، قالَ : (لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ ، عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهَا حَمْحَمَةٌ ، يَقُولُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي ، فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ، قَدْ أَبْلَغْتُكَ ، وَعَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ ، يَقُولُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي ، فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ ، وَعَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي ، فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ ، أَوْ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ ، فَيَقُولُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي ، فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ) .

وَقَالَ أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ : (فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ) . [ر : ۱۳۳۷]

---

(۸) عمدة القاري: ۱۵/۹

(۹) عمدة القاري: ۱۵/۹، قال العيني: "وقال ابن أبي حاتم: حدثنا المسيب بن واضح حدثنا أبوإسحق الفزاري عن سفيان عن خصيف عن عكرمة عن ابن عباس، قال: فقدوا قطيفة يوم بدر، فقالوا: لعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أخذها، فأنزل الله ﴿وما كان لنبي أن يغلّ﴾ أى يخون، هذه تنزيه له صلى الله تعالى عليه وسلم من جميع وجوه الخيانة في أداء الأمانة وقسمة الغنيمة وغير ذلك".

(۲۹۰۸) قد سبق تخريجه في كتاب الزكوة، باب البيعة على إيتاء الزكوة (رقم ۱۴۰۲)

تراجم رجال

۱-مسدد

یہ مسدد بن مسرہد بن مسربل اسدی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه کے تحت پہلے گزر چکے ہیں(۱۱)۔

۲-یحییٰ

یہ ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان التیمی ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا کتاب وباب کے تحت گزر چکے ہیں(۱۲)۔

۳-أبوحیّان

یہ یحییٰ بن سعید بن حیّان تیمی کوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبيَّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم عن الإیمان والإسلام کے تحت گزر چکے ہیں(۱۳)۔

۴-أبوزرعہ

یہ ابوزرعہ بن عمرو بن جریر بجلی رحمہ اللہ ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب الجهاد من الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۴)۔

۵-ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

ان کے تفصیلی حالات کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں(۱۵)۔

---

(۱۱) كشف الباري: ۲/۲

(۱۲) كشف الباري: ۲/۲

(۱۳) كشف الباري: ۲/۵۸۷، ۵۸۸

(۱٤) كشف الباري: ۲/۳۰٤

(۱۵) كشف الباري: ۲/٦٥٩-٦٦٣

قام فينا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكر الغلول فعظمه وعظم أمره

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور مالِ غنیمت میں چوری کا ذکر فرما کر اسے گناہ کبیرہ قرار دیا اور (اس کے نتیجہ میں ملنے والی) سزا کی شدت بیان فرمائی۔

لا أُلفين أحدكم يوم القيامة على رقبته شاة لها ثُغاء، على رقبته فرس له حمحمةٌ، يقول: يا رسول الله أغثني، فأقول: لا أملك لك من الله شيئاً، قد أبلغتُك

لا أُلفِينَّ

ہمزہ پر ضمہ، فاء کے کسرہ اور آخر میں نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ "لا أجدنَّ" کے معنی میں ہے (۱۶)، اس کا مصدر "الفاء" آتا ہے، پانے کے معنی میں۔ چنانچہ کہتے ہیں "ألفاه" اس نے پایا (۱۷)۔ یہاں "لا" نافیہ ہے۔ البتہ بعض نسخوں میں لام قسم کے ساتھ "لألفينَّ" بھی ضبط ہوا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح لائے نفی ہے (۱۸)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هو مثل قولهم: "لا أرينك ههنا، والأصل لاتكن ههنا فأراك،
وتقديره في الحديث: لا يغل أحدكم فألفيه: أي أجده" (۱۹).

یعنی "لا أُلفِينَّ" لا أرينك ههنا کے معنی میں ہے کہ میں تمہیں یہاں ہرگز نہ دیکھوں اس کی اصل ہے: لا تكن ههنا فأراك: یعنی: "تم یہاں نہیں آنا کہ میری نظروں میں آجاؤ، یہ تو لفظی ترجمہ ہے، بامحاورہ ترجمہ ہے: تم یہاں مت آنا، کہیں میں تمہیں دیکھ نہ لوں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عذری کی روایت میں "لا ألفين" کی بجائے "لا ألقينَّ" ضبط ہوا

---

(۱۶) عمدة القاري: ۱۰/۱۵

(۱۷) المعجم الوسيط، ص: ۸۳۳

(۱۸) فتح الباري: ۲۲۸/۶

(۱۹) إرشاد الساري: ۱۸۱/۵

ہے، تاہم مشہور اول الذکر ہے (۲۰)۔ اب روایت کا ترجمہ دیکھ لو۔

''تم میں سے کوئی شخص مال غنیمت میں خیانت کا مرتکب نہ ہو، کہ میں قیامت کے دن اسے ایسی حالت میں دیکھوں کہ اس کی گردن پر بکری ہو اور چلا رہی ہو یا گھوڑا ہو اور ہنہنا رہا ہو اور وہ شخص فریاد کرتے ہوئے کہے کہ یا رسول اللہ! میری مدد (شفاعت) فرمایئے، تو میں کہوں گا، میں تمہاری مدد (شفاعت) نہیں کرسکتا، خدا کا پیغام تو میں تمہیں پہنچا چکا تھا''۔

حَمْحَمَة: (بفتح الحائين المهملتين) چارہ مانگنے کے لئے گھوڑا جو آواز نکالتا ہے اسے حَمْحَمَة کہتے ہیں۔ جب کہ "صهيل" مطلقاً ہنہنانے کو کہا جاتا ہے (۲۱)۔

ثُغاء: (بضم الثاء وتخفيف الغين) بکری کے ممنانے کو کہتے ہیں (۲۲)۔

لا أملك لك شيئاً: أي من المغفرة؛ لأن الشفاعة أمرها إلى الله (۲۳)۔ مطلب یہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری مغفرت کی درخواست کرنے میں تعاون نہیں کرسکوں گا، کیونکہ شفاعت تو اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، چنانچہ سورۂ انبیاء میں اس مضمون کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ولا يشفعون إلا لمن ارتضى﴾.

وقد أبلغتك: أي فليس لك عُذرٌ بعد الإبلاغ، اس جملہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منشأ یہ تھا کہ میں تمہیں حق کی بات بتا چکا تھا اس لئے اپنی جان بخشی کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا (۲۴)۔

---

(۲۰) شرح النووي على صحيح مسلم: ۱۲۳/۲

(۲۱) النهاية لابن الأثير: ۴۳۶/۱ (مادة: حمحم)، وشرح الكرماني: ۶۴/۱۳، وعمدة القاري: ۱۰/۱۵، وفتح الباري: ۲۲۹/۶، وإرشاد الساري: ۱۸۱/۵، ومجمع بحار الأنوار: ۵۷۶/۱

(۲۲) شرح الكرماني: ۶۴/۱۳، وعمدة القاري: ۱۰/۱۵، وفتح الباري: ۲۲۹/۶

(۲۳) شرح الكرماني: ۶۴/۱۳، وعمدة القاري: ۱۰/۱۵، وفتح الباري: ۲۲۹/۶

(۲۴) عمدة القاري: ۱۰/۱۵، وفتح الباري: ۲۲۹/۶

علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ ارشاد سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد اس جرم کی سنگینی کا احساس اجاگر کرنا تھا، ورنہ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں کے لئے قیامت کے دن ضرورت شفاعت فرمائیں گے (۲۵)۔

وَعَلى رَقَبته صامتٌ

''اور اس کی گردن میں سونا اور چاندی ہوگی''۔

صامت کا اطلاق عربی لغت میں سونے اور چاندی پر ہوتا ہے (۲۶)۔

وعلى رقبته رِقاعٌ تَخْفِقُ

''اور اس کی گردن میں کپڑے کے ٹکڑے ہوں گے جو حرکت کریں گے''۔

رقاع، رقعة کی جمع ہے، کپڑے کے ٹکڑے کو کہتے ہیں (۲۷)۔

تخفق: أي التحرك باب ضرب سے، اس کے معنی حرکت کرنے کے ہیں۔

''رِقاع'' سے کیا مراد ہے؟

اس لفظ کی تشریح میں شُرّاح حدیث سے مختلف اقوال منقول ہیں:

❶ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مطلقاً کپڑے مراد ہیں (۲۸)۔

❷ علامہ حمیدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ حقوق مراد ہیں، جو ''رقاع'' میں تحریر ہوں گے۔ ''المراد

---

(۲۵) فتح الباري: ٦/٢٢٩، وعمدة القاري: ١٥/١٠، وارشاد الساري: ٥/١٨٢، والتعليق المحمود بسنن أبي داود للعلامة فخر الحسن الكنكوهي: ٢/١٥

(۲٦) شرح ابن بطال: ٥/٢٣٠، والنهاية لابن الأثير: ٣/٥٢، وعمدة القاري: ١٥/١٠، وفتح الباري: ٦/٢٢٩

(۲۷) عمدة القاري: ١٥/١٠، وارشاد الساري: ٥/١٨٢

(۲۸) عمدة القاري: ١٥/١٠، وإرشاد الساري: ٥/١٨٢

بها ماعليه من الحقوق المكتوبة في الرقاع"۔

لیکن اس رائے کورد کرتے ہوئے ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "رقاع" کو کپڑوں پر محمول کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے، (جو حسی اور محسوس شئ ہے) اس لئے کہ حدیث میں حسّی خیانت ہی کا ذکر ہے۔"وردّ عليه ابن الجوزي: بأن الحديث سيق لذكر الغلول الحسي، فحمله على الثياب أنسب"(۲۹).

تاہم اس رائے کو بھی رد کرتے ہوئے علامہ کرمانی اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "رقاع" سے بعینہ کپڑے مراد نہیں، بلکہ اس کے عموم میں جانور، نقدی سامان اور کپڑے کی سب اجناس شامل ہیں۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے:

"وليس المقصود منه الخرقة بعينها بل تعمّ الأجناس عن الحيوان والنقود والثياب وغيرها"(۳۰).

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی مذکورہ روایت "ومن يغلل يأت بما غلّ يوم القيامة" کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمائی ہے کہ جو شخص مالِ غنیمت میں خیانت کا ارتکاب کرے، اور کوئی چیز چوری کرے، قیامت کے دن رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے، وہی مسروقہ چیز اس کی گردن پر لادی جائے گی۔ اس سے جرم کی سنگین نوعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے!!

وقال أيوب عن أبي حيان: فرسٌ له حمحمة

اس تعلیق کو ابو طاہر ذہلی رحمہ اللہ نے "فوائد" میں قاضی یوسف بن یعقوب کے طریق سے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے عن حماد، نیز عن عبدالوارث عن أبي حيان عن أبي زرعة عن أبي هريرة رضي الله عنه کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے(۳۱)۔

---

(۲۹) حوالۂ بالا، وإرشاد الساري: ۱۸۲/۵

(۳۰) عمدة القاري: ۱۰/۱۵

(۳۱) فتح الباري: ۲۳۰/۶، وتغليق التعليق للحافظ ابن حجرؒ: ۴۶۳/۳

اس تعلیق کا مقصد

ترجمۃ الباب کی مذکورہ روایت میں "وعلی رقبته فرسٌ له حمحمة" میں لفظ "فرس" کی تصریح ہے۔ کشمیہنی، نسفی اور ابوعلی بن شبویہ رحمہم اللہ کے نسخوں میں ہے: "وعلی رقبته له حمحمة"۔ اس میں لفظ "فرس" ساقط ہے (۳۲)۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ تعلیق سے اشارہ فرمایا کہ لفظ "فرس" کی تصریح دو روایات میں موجود ہے (۳۳)۔

مال غنیمت سے مسروقہ مال کا حکم

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے سارق پر مسروقہ مال واپس کرنا بالاجماع واجب ہے (۳۴)۔

تاہم یہ مال اگر لشکر اسلام کے منتشر ہو جانے کے بعد واپس کیا جائے اور مستحقین تک اس مال کا پہنچانا ممکن نہ رہے، تو پھر کیا کیا جائے؟ اس سلسلے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام ثوری، امام اوزاعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ شخص مسروقہ مال کا خمس امیر کو لوٹائے اور باقی حصہ صدقہ کر دے (۳۵)۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے پاس مال غنیمت ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

❶ مال غنیمت اس کا شرعی حق ہو، یعنی غنائم کی تقسیم کے دوران اس کا مالک بن گیا ہو، اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس پر صدقہ کرنا واجب نہیں۔

---

(۳۲) عمدة القاري: ١٠/١٥، وفتح الباري: ٢٣٠/٦، وإرشاد الساري: ١٨٢/٥

(۳۳) عمدة القاري: ١٠/١٥، وفتح الباري: ٢٣٠/٦، وإرشاد الساري: ١٨٢/٥

(۳٤) نيل الأوطار للشوكاني رحمه الله: ١٣٨/٨، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال

(۳٥) المغني لابن قدامة: ٥٢٦/١٠، كتاب الجهاد، أحكام في الغلول، (رقم الفصل ٧٦٠٧)، وعمدة القاري: ١٠/١٥، وفتح الباري: ٢٢٩/٦، وبذل المجهود: ٢٩٠/١٢

❷ حق شرعی نہ ہو، بلکہ سرقہ ہو، اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ مالِ غیر ہے، اور مالِ غیر کا صدقہ کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں، اس لئے یہ مال اموال ضائعہ کے حکم میں ہوگا، یعنی اسے حاکم وقت کے حوالہ کرنا واجب ہوگا (۳۶)۔

مذکورہ دونوں مسلکوں کا استدلال سنن ابوداود کی اس روایت سے ہے:

"عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال كان رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- إذا أصاب غنيمة أمر بلالا فنادىٰ في الناس، فيجيئون بغنائمهم، فيخمسه ويقسمه. فجاء رجلٌ بعد ذلك بزمامٍ من شعر فقال: يا رسول الله هذا فيما أصبناه من الغنيمة، فقال: أسمعت ينادي ثلاثا؟ قال نعم قال فما منعك أن تجيء به؟ فاعتذر إليه، فقال: كن أنت تجيء به يوم القيامة فلن أقبل منك" (۳۷)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمت پاتے تو بلال (رضی اللہ عنہ) کو اعلان کرنے کا حکم دیتے، چنانچہ (اس اعلان کے نتیجہ میں) لوگ اپنی غنیمت لاتے، آپ اس کا خمس نکال کر تقسیم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ تقسیم غنائم کے بعد ایک آدمی نے بالوں کی بنی ہوئی مہار لا کر کہا، یا رسول اللہ! یہ اس مالِ غنیمت سے ہے، جو ہمیں ملا تھا۔ آپ نے (تین بار مکرر) فرمایا، کیا تم نے بلال کو منادی کرتے ہوئے سنا تھا؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ آپ نے فرمایا، پھر تمہیں کس چیز نے اسے لانے سے روکے رکھا؟ اس نے عذر تراشا، تو آپ نے فرمایا، ٹھہرو، "اگر تم اسے قیامت کے دن لاؤ گے، تب بھی میں اسے قبول نہیں کروں گا"۔

---

(۳٦) نيل الأوطار للشوكاني: ١٣٨/٨، كتاب الجهاد والسير، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال، وعمدة القاري: ١١/١٥، وفتح الباري: ٢٢٩/٦، وبذل المجهود: ٢٩٠/١٢

(٣٧) سنن أبي داود: ١٥/٢، كتاب الجهاد، باب في الغلول إذا كان يسيراً يتركه الإمام ولا يحرق رحله

امام ثوری، امام اوزاعی، امام لیث اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو چاہیے تھا کہ وہ اس مال کا خمس نکال کر امیر کو لوٹا دیتا اور باقی کا صدقہ کر دیتا۔

جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جیسے کہ اس کی تفصیل پیچھے گزری ہے، کہ اگر وہ شرعی طریقہ پر مال کا مالک بنا تھا، یعنی وہ مال اس نے بطورِ غنیمت لیا تھا، تو پھر اس پر صدقہ کرنا واجب ہی نہ تھا، اگر سرقہ تھا تو ظاہر ہے کہ مال غیر ہونے کی وجہ سے اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں تھا، لہٰذا وہ مال اسے ''اموالِ ضائعہ'' کی طرح امام کے حوالہ کر دینا چاہیے تھا۔

چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ ''نیل الاوطار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الثوري والأوزاعي والليث ومالك: يدفع إلى الإمام خمسه ويتصدق بالباقي، وكان الشافعي لايرىٰ ذلك ويقول: إن كان ملكه فليس عليه أن يتصدق به، وإن كان لم يملكه فليس له التصدق بمال غيره، قال: والواجب أن يدفع إلى الإمام كالأموال الضائعة"(٣٨).

احناف کے نزدیک امام کو اختیار ہے کہ اس شخص کا مال قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ وہ خود مستحق کو اس کا حق پہنچا آئے، یا پھر اس کا خمس لے کر بیت المال میں جمع کر دے، باقی حصہ وہ شخص ''لقطہ'' کے طور پر اپنے پاس رکھے، یا مساکین کو دے دے، یا بیت المال میں جمع کر دے۔ اپنے پاس اس صورت میں رکھے کہ جب اسے امید ہو کہ مستحق تک یہ مال پہنچا سکوں گا، اگر امید نہ ہو تو پھر اسے مساکین میں تقسیم کر دے، یا بیت المال میں جمع کر دے۔

چنانچہ ''السیر الکبیر'' میں ہے:

"ولو أن رجلاً غلّ شيئاً من الغنائم، ثم ندم، فأتى به الإمام بعد القسمة وتفرق الجيش فللإمام في ذلك رأي: إن شاء كذبه فيما قال، وقال: أنا لا

(٣٨) نيل الأوطار للشوكاني رحمه الله: ١٣٨/٨، كتاب الجهاد والسير، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال، وبذل المجهود: ٢٩٠/١٢

أعرف صدقك وقد التزمتَ وبالاً بزعمك، وأنت أبصر بما التزمتَه حتى توصل الحق إلى المستحق، وإن شاء أخذ ذلك منه وجعل لمن سمى الله تعالىٰ؛ لأنه وجد المال في يده وصاحب المال مصدق شرعاً فيما يخبر به من حال في يده، وباعتبار صِدْقه خمسه لأرباب الخمس فيصرف إليهم، والباقي يكون بمنزلة اللقطة في يده إن طمع أن يقدر على أهله .... وإن لم يطمع في ذلك قسمه بين المساكين إن أحبّ، وإلا جعله موقوفا في بيت المال"(٣٩).

یعنی: ''اگر کوئی شخص مالِ غنیمت سے چوری کرے، پھر اسے ندامت ہو اور چوری کے مال کو مالِ غنیمت کی تقسیم اور لشکر کے منتشر ہونے کے بعد حاکم وقت کے پاس لائے، تو اس صورت میں حاکم کو اختیار ہے، یا تو اس کی بات کو جھٹلا کر یہ کہے کہ مجھے تمہاری صداقت پر یقین نہیں، تم نے خود اپنے اوپر وبال ڈالا ہے، اسے تمہی جانو مستحق تک اس کا حق پہنچانا تمہارے ذمہ ہے۔ یا اگر امام وقت چاہے تو چوری کا یہ مال لے کر اصحاب خمس کو دیدے۔ چونکہ حاکم نے اس مال کو اس شخص کے پاس دیکھ لیا ہے، نیز جب صاحب مال اپنے قبضہ میں موجود کسی بھی چیز کی خبر دے تو شرعاً اس کی تصدیق معتبر ہے، لہٰذا اس کے قول کا اعتبار کرنے کی صورت میں مالِ مسروقہ کا خمس نکال کر اصحاب خمس کو دے دیا جائے۔ باقی حصہ اس شخص کے پاس لقطہ کی حیثیت میں رہے گا۔ اگر مستحق تک اسے پہنچنے میں کامیابی کی امید ہو تو اس مال کو اس کے اصل مستحق تک پہنچا دے۔ امید نہ ہو تو اس کی مرضی ہے، چاہے تو مساکین میں تقسیم کردے، یا پھر بیت المال میں جمع کردے''۔

(٣٩) بذل المجهود: ١٢/ ٢٩٠

۱۸۶ - باب : القَلِيلِ مِنَ الْغُلُولِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کیا قلیل غلول کا حکم بھی وہی ہے جو غلولِ کثیر کا ہے؟ اس کا جواب روایت ہی سے معلوم ہوا کہ دونوں کا حکم ایک ہے(۱)۔

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَمْرٍو ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ ، وَهٰذَا أَصَحُّ .

چونکہ بعض فقہاء کرام تحریقِ متاع غال کے جواز کے قائل ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں بھی جو سنن ابوداود میں منقول ہے، تحریق متاع غال کی تصریح ہے، اس لئے آگے باب کے تحت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی کی جو روایت آرہی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس کے متعلق باور کرارہے ہیں کہ اس روایت میں یہ منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرکرہ نامی غلام کا مال ومتاع جلانے کا حکم صادر فرمایا تھا، صحیح یہ کہ آپ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ چنانچہ هذا أصح کا مطلب ہے کہ درست یہی ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث باب میں تحریقِ متاع غال کا ذکر نہیں ہے(۲)۔

اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے "ولم يُذكر، صیغۂ تمریض لاکر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی ذکرِ تحریقِ متاع الغال والی روایت کی تضعیف فرمائی اور عدم ذکر "تحريق الغال" والی روایت کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا(۳)۔

مذکورہ جملہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سنن ابوداود کی ان روایات کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جن میں تحریق متاعِ غال کا ذکر ہے۔

❶ چنانچہ سنن ابوداود میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"عن صالح بن محمد بن زائدة قال دخلت مع مسلمة أرض الروم

---

(۱) عمدة القاري: ۱۵/۱۱، وفتح الباري: ۶/۲۳۰

(۲) عمدة القاري: ۱۵/۱۱

(۳) عمدة القاري: ۱۵/۱۱

فـأتـى بـرجل قد غلّ فسأل سالماً عنه فقال: سمعت أبي يحدّث عن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا وجدتم الرجل قد غلّ فأحرقوا متاعه واضربوه"(٤)۔

صالح بن محمد کہتے ہیں کہ میں مسلمہ کے ساتھ روم گیا، جہاں غلول کرنے والے ایک شخص کو لایا گیا، سالم بن عبداللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ''جب تم غلول کرنے والے شخص کو دیکھ لو، تو اس کا مال جلا دو اور اسے مار ڈالو''۔

اسی روایت کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

"يحتجون بهذا الحديث في إحراق رحل الغال، وهو باطل ليس له أصل، وراويه لا يعتمد عليه"(٥).

یعنی ''بعض تحریق متاع غال کے قائلین اپنے مسلک کے اثبات کے لئے اس حدیث سے استدلال کرتے، حالانکہ یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، اور اسے روایت کرنے والا بھی معتمد نہیں''۔

اس حدیث کی سند میں ''صالح بن محمد بن زائدہ'' کو ائمہ رجال حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں صالح پر جرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"صالح منكر الحديث ولم يأمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بحرق متاع الغال"(٦).

---

(٤) سنن أبي داود (١٥/٢) كتاب الجهاد، باب في عقوبة الغال، وعمدة القاري: ١١/١٥، وفتح الباري: ٢٣٠/٦، وإرشاد الساري: ١٨٢/٥

(٥) فتح الباري: ٢٣٠/٦، وإرشاد الساري: ١٨٢/٥

(٦) جامع الترمذي: ٢٧٠/١، أبواب الحدود، باب ماجاء في الغال مايصنع به، ونيل الأوطار: ١٣٨/٨، وفتح الباري: ٢٣٠/٦، وأوجز المسالك: ٣٣٩/٨

امام منذری رحمہ اللہ کا قول ہے:

"وصالحٌ بن محمد بن زائده تكلم فيه غير واحد من الأئمة، وقد قيل انه تفرّد به"(۷)۔

امام دارقطنی بھی مذکورہ روایت کی تضعیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنكروا هذا الحديث على صالح بن محمد، وهذا حديث لم يتابع عليه، ولا أصل لهذا الحديث عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "(۸)۔

❷ سنن ابوداود کی دوسری روایت ہے:

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبابكر وعمر حرقوا متاع الغال وضربوه"(۹)۔

یہ روایت بھی سنداً ضعیف اور مضطرب ہے، اس کی سند میں زہیر بن محمد الخراسانی نام کا راوی متکلم فیہ ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: "إنه مجهول"(۱۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک تحریقِ متاع غال جائز نہیں، مذکورہ جملہ سے انہوں نے سنن ابوداود کی ان روایات کے ضعف اور بے اصل ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، جن میں تحریقِ متاع غال کی تصریح ہے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کا مسئلہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور بہت سے صحابہ وتابعین کرام کے نزدیک امیر یا حاکم کوغلول کرنے والے کے لئے جسمانی سزا وتعزیر تجویز کرنے کا اختیار ہے۔لیکن اس کا مال ومتاع جلانا

(۷) نيل الأوطار للشوكاني: ۱۸۳۹/۸، كتاب الجهاد والسير، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال

(۸) نيل الأوطار للشوكاني: ۱۸۳۹/۸، كتاب الجهاد والسير، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال

(۹) سنن أبي داود: ۱۵/۲، كتاب الجهاد، باب في عقوبة الغال.

(۱۰) نيل الأوطار للشوكاني رحمه الله: ۱۳۹/۸، كتاب الجهاد والسير، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال.

جائز نہیں (۱۱)۔

مخالفین کا مسلک اور ان کے دلائل کا رد

حسن بصری، احمد بن حنبل، اسحاق، مکحول اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک اس کا سارا مال ومتاع جلانا جائز ہے (۱۲)۔

البتہ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تحریق کے حکم سے غلول کرنے والے کا اسلحہ اور لباس مستثنی ہیں، انہیں جلانا جائز نہیں (۱۳)۔

جب کہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیوان اور مصحف کے علاوہ اس کا سارا مال ومتاع جلا دیا جائے (۱۴)۔

ان حضرات نے سنن ابوداود کی روایات سے استدلال کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہور کی تائید کرتے ہوئے ان کی تضعیف فرمائی ہے۔ پیچھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جمہور کے نزدیک سنن ابوداود کی روایات تغلیظ پر محمول ہیں، اور ان کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے متاعِ غال کی تحریق کا حکم کہیں منقول نہیں ہے (۱۵)۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایات سنداً صحیح تسلیم بھی کر لی جائیں، تب بھی قابل استدلال نہیں

(۱۱) المغني لابن قدامة: ۱۰/۵۲٤، كتاب الجهاد، أحكام في الغلول، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۲۳، كتاب الإمارة، باب غلظ تحريم الغلول، وعمدة القاري: ۱۵/۱۱، وشرح ابن بطال: ۵/۲۳۵

(۱۲) المغني لابن قدامة: ۱۰/۵۲٤، كتاب الجهاد، أحكام في الغلول (رقم المسئلة: ۷٦۰۳)، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۲۳، كتاب الامارة، باب غلظ تحريم الغلول، وشرح ابن بطال: ۵/۲۳۵، وفتح الباري: ٦/۲۳۰، ۱۳۱، وأوجز المسالك للمحدث الكاندهلوي: ۸/۳۳۸

(۱۳) المغني: ۱۰/۵۲٤، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۲۳

(۱٤) المغني: ۱۰/۵۲٤، وشرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۱۲۳

(۱۵) التعليق المحمود على سنن أبي داود للعلامة المحدث فخر الحسن الكنكوهي: ۲/۵، كتاب الجهاد، باب في عقوبة الغال.

بن سکتیں، اس لئے کہ یہ اس وقت پر محمول ہیں، جب مالی سزا کا حکم نافذ العمل تھا، بعد میں یہ حکم چونکہ منسوخ ہوگیا، لہٰذا اب ہر قسم کی مالی سزا منسوخ ہے۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لوصحّ الحديث لاحتمل أن يكون حين كانت العقوبة بالمال"(١٦)۔

٢٩٠٩ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرٍو قالَ : كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (هُوَ في النَّارِ) . فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا .

تراجم رجال

۱-علی بن عبداللہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث علی بن عبداللہ بن جعفر نجیح بصری ہیں، ابن المدینی سے مشہور ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت گزر چکا ہے(۱۸)۔

۲-سفیان

یہ مشہور محدث ابومحمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہلالی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا أو أخبره .... کے تحت گزر چکا ہے(۱۹)۔

۳-عمرو

یہ أبو محمد الأثرم عمرو بن دینار المکی ہیں، کتاب العلم، باب العلم والعظه بالليل کے تحت ان کا

---

(١٦) شرح النووي على صحيح مسلم: ١٣٢/٢، وشرح ابن بطال: ٢٣٥/٥، وعمدة القاري: ١١/١٥، وفتح الباري: ٢٣١/٦، ونيل الأوطار للشوكاني: ١٣٩/٨

(٢٩٠٩) وأخرجه ابن ماجه ايضاً في سننه، ص: ٢٠٤، في الجهاد، باب الغلول (رقم ٢٨٤٩)

(١٨) كشف الباري: ٢٥٦/٣

(١٩) كشف الباري: ٨٦/٣-٩٠

تذکرہ گزر چکا ہے۔

۴-سالم بن ابی جعد

یہ رافع الغطفانی الأشجعی کے آزاد کردہ غلام، سالم بن أبی الجعد الکوفی ہیں، کتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۵-عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سُعید السہمی ہیں، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۲۰)۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل و عیال پر ایک آدمی مقرر تھا، جسے "کِرکِرہ" کہا جاتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "هو في النار" لوگ اسے دیکھنے گئے، تو انہوں نے لوٹ کے مال میں ایک کمبلی پائی، جو اس نے چرائی تھی۔

ثَـقَـل: ثاء اور قاف کے فتحہ کے ساتھ، اہل وعیال کو کہتے ہیں (۲۱)، چنانچہ "وأخرجت الأرض أثقالها" میں مفسرین نے اثقال کو اجسادِ بنی آدم کے معنی میں لیا ہے (۲۲)۔

ثقل کے دوسرے معنی ہیں: متاع السفر، مسافر کا زادِ سفر (۲۳)۔

کر کرة: علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب میں "کر کرة" کافِ اوّل اور ثانی دونوں کے کسرہ کے ساتھ ہے (۲۴)۔ لیکن یہ رائے خود امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے کے خلاف ہے، آگے تعلیقاً ان کے

---

(٢٠) كشف الباري: ١/٦٧٩

(٢١) عمدة القاري: ١٢/١٥، وفتح الباري: ٦/٢٣١

(٢٢) مختار الصحاح، ص: ١١٧، مادة ثقل

(٢٣) النهاية لابن الأثير: ١/٢١٧، وعمدة القاري: ١٢/١٥، وفتح الباري: ٦/٢٣١، ومختار الصحاح، ص: ١١٧

(٢٤) إرشاد الساري: ٥/١٨٢

شیخ کا قول آرہا ہے، کہ دونوں کاف پر فتحہ ہے۔

یہ کالا حبشی تھا، یمامہ کے ہوذہ بن علی الحنفی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا، دورانِ جہاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کا لگام پکڑے رہتا، بعد میں آپ نے آزاد کر دیا تھا، علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ اس نے غلامی کی حالت میں وفات پائی (۲۵)۔

شراح حدیث نے اس کے بارے میں لکھا ہے، "وكان نوبيا"۔ سوڈان کا ایک نام تاریخ کی کتابوں میں "نوبیہ" بھی لکھا گیا ہے، اس لئے سوڈان سے تعلق رکھنے والے کو نوبی کہا جاتا ہے (۲۶)۔

"هو في النار" کا مطلب

❶ علامہ داودی، حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب ہے "هو في النار إن لم يعف الله عنه" یعنی "اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت نہیں کی، تو جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا" (۲۷)۔

❷ علامہ عینی رحمہ اللہ نے مذکورہ قول کی تین توجیہات فرمائی ہیں کہ ممکن ہے اپنے جرم کی سزا وہ آدمی قبر میں پائے، بعد میں جہنم کے عذاب سے اسے نجات میسر ہو۔ تو گویا عذاب قبر مراد ہے۔

❸ ممکن ہے اس نے دل میں نفاق چھپائے رکھا ہو، اور وہی جہنم کی آگ کا موجب بنا ہو۔

❹ یا مالِ غنیمت میں چوری اور خیانت کے ارتکاب کرنے سے وہ عذاب نار کا مستحق ٹھہرا ہو اور اس عذاب کے بعد اس کی بخشش ہوگئی ہو۔ ایک روایت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "يخرج من النار من في قلبه مثقال ذرة من إيمان" یعنی "جہنم کی آگ سے ہر وہ شخص نجات پائے گا، جس کے دل میں رتی برابر ایمان ہو"، اگر وہ حالتِ ایمان میں مرا ہو، تو اس حدیث کی روشنی میں مقررہ سزا کے بعد اس کا

(۲۵) فتح الباري: ۲۳۱/۶، وإرشاد الساري: ۱۸۲/۵، ومعجم البلدان للحموي: ۵۸/۳، ۵۹

(۲۶) الأنساب للسمعاني رحمه الله: ۵۳۰/۵

(۲۷) فتح الباري: ۲۳۱/۶، وإرشاد الساري: ۱۸۲/۵

نجات یافتہ ہونا یقینی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: "هو في النار"، قال ابن التين عن الداودي: يحتمل أن يكون هذا جزاءه إلا أن يعفو الله، ويحتمل أن يصيبه في القبر، ثم ينجو من جهنم، ويحتمل أن يكون وجبت له النار من نفاق كان يسره أو بذنب مات عليه مع غلوله أو بما غلّ، فان مات مسلماً فقد قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يخرج من النار من في قلبه مثقال ذرة من إيمان"(٢٨).

قالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قالَ ابْنُ سَلَامٍ: كَرْكَرَةُ، يَعْنِي بِفَتْحِ الْكافِ، وَهُوَ مَضْبُوطٌ كَذَا.

ابوعبداللہ سے خود امام بخاری رحمہ اللہ مراد ہیں، اور ابن سلام سے ان کے شیخ محمد بن سلام (بتخفیف اللام) مراد ہیں(۲۹)۔ البتہ ابوذر کی روایت میں "قال أبو عبدالله" ساقط ہے(۳۰)۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے کرکرۃ کے ضبط میں اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اپنے شیخ محمد بن سلام سے ابن عیینہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے "کرکرہ" کے پہلے اور دوسرے کاف پر فتحہ دے کر تلفظ کیا ہے کہ یہ اسی طرح منقول ہے، علامہ اصیلی نے بھی اس کی تصریح کی ہے(۳۱)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کاف اوّل وثانی دونوں کو فتحہ اور کسرہ کے ساتھ پڑھنا درست ہے(۳۲)۔

---

(٢٨) عمدة القاري: ١٢/١٥

(٢٩) عمدة القاري: ١٢/١٥

(٣٠) إرشاد الساري: ١٨٢/٥

(٣١) فتح الباري: ٢٣١/٦، وعمدة القاري: ١٢/١٥، ونيل الأوطار للشوكاني: ١٣٧/٨، كتاب الجهاد، باب في تشديد الغلول وتحريق رحل الغال.

(٣٢) فتح الباري: ٢٣١/٦، وإرشاد الساري: ١٨٢/٥، ونيل الأوطار للشوكاني: ١٣٧/٨

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافِ اول کے تلفظ میں تو اختلاف ہے، لیکن کافِ ثانی بالاتفاق مکسور ہے (۳۳)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی رائے پیچھے گزر چکی ہے کہ لفظِ ''کرکرہ'' میں کافِ اوّل وثانی دونوں بالکسر ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے شیخ محمد بن سلام سے ابن عیینہ رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کاف اوّل وثانی کو فتحہ کے ساتھ پڑھنا راجح ہے۔

کرکرہ کے تلفظ میں کسی بھی قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اس میں توسع ہے۔

ترجمة الباب سے حدیث کی مناسبت

باب القلیل من الغلول کا ترجمہ قائم کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ عقوبت اور سزا کے لحاظ سے غلولِ کثیر وقلیل میں فرق نہیں۔

حدیث باب میں ہے "فوجدوا عباءۃ قد غلّها" ترجمة الباب کے ساتھ اس کی مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ مال ومتاع کی دیگر اصناف کے مقابلہ میں غنیمت سے ایک معمولی چادر کی چوری بھی جہنم کے ہولناک عذاب کا موجب بنی (۳۴)۔

چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' میں فرمایا ہے کہ عبداللہ بن عمرو کی یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عقوبت اور سزا کے اعتبار سے غلولِ کثیر وقلیل دونوں برابر ہیں (۳۵)۔

---

(۳۳) فتح الباري: ۶/۲۳۱، وإرشاد الساري: ۵/۱۸۲، ونيل الأوطار للشوكاني: ۸/۱۳۷

(۳٤) عمدة القاري: ۱۵/۱۲، وإرشاد الساري: ۵/۱۸۲

(۳۵) نيل الأوطار للشوكانيؒ: ۸/۱۳۹، ۱٤۰، كتاب الجهاد، باب التشديد في الغلول وتحريق رحل الغال.

۱۸۷ – باب : ما يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے امام کی اجازت کے بغیر، کسی بھی جانور کو ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ انہوں نے حدیثِ باب سے استدلال کیا ہے:

۲۹۱۰ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ ، وَأَصَبْنَا إِبِلاً وَغَنَمًا ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ ، فَعَجِلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ ، فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ ، وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرٌ ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ ، فَقَالَ : (هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا أَوَابِدُ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ ، فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا) . فَقَالَ جَدِّي : إِنَّا نَرْجُو ، أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا ، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى ، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ ؟ فَقَالَ : (مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلْ ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ) . [ر : ۲۳۵٦]

تراجم رجال

۱- موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی المنقری البصری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب کیف کان بدء الوحي کے تحت گزر چکا ہے(۲)۔

۲- ابوعوانہ

یہ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری ہیں، ان کا تذکرہ مذکورہ کتاب و باب کے تحت گزر چکا ہے(۳)۔

(۲۹۱۰) مر تخريجه في كتاب الشركة، باب قسمة الغنم (رقم ٢٤٨٨)

(۲) كشف الباري: ١/٤٣٣، ٤٣٤

(۳) كشف الباري: ٤٣٤

۳-سعید

جلیل القدر محدث سفیان ثوری رحمہ اللہ کے والد، سعید بن مسروق الثوری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الأذان، باب من شکی إمامه إذا طوّل کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-عبایہ بن رِفاعہ

یہ عبایہ بن رفاعہ بن رافع الانصاری المدنی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الجمعة، باب المشي إلی الجمعة کے تحت گزر چکا ہے۔

۵-رافع

مشہور صحابی رافع بن خدیج بن رافع بن عدی الحارثی الأوسی الأنصاری ہیں، کتاب مواقیت الصلوة، باب وقت المغرب کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

قال كنا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بذي الحليفة فأصاب الناس جوع وأصبنا إبلا وغنما وكان النبي صلى الله في أخريات الناس

"حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ذوالحلیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کو بھوک لگی تو ہم نے غنیمت سے اونٹ اور بکریاں لیں (مطلب یہ ہے کہ کھانے کے لئے جانور ذبح کئے)، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر کے پچھلے حصے میں تھے"۔

فَعَجِلوا فنصبوا القُدور

"لوگوں نے (بھوک کی شدت سے) عجلت سے کام لیا، اور (جانور ذبح کرکے) ہانڈیاں چولہے پر چڑھادیں"۔

فَأَمَرَ بالقُدور فَأُكْفِئَتْ

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے "تو آپ نے ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا،

چنانچہ ہانڈیاں الٹ دی گئیں''۔

فأكفئت

کفأ کفاءً (فتح) کے معنی پھرنے کے ہیں، یہاں باب افعال سے استعمال ہوا ہے، چنانچہ "أكفأ الإناء" کے معنی ہیں: برتن کو الٹ دیا۔

غنیمت کی اشیائے خورد ونوش کے استعمال کا حکم

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دارالحرب میں مجاہدین اسلام کے لئے غنیمت سے ملنے والی اشیائے خورد ونوش کو بقدرِ ضرورت اپنے تصرف میں لانا بالاتفاق جائز ہے اور اس میں امام سے اجازت بھی ضروری نہیں (۴)۔ چنانچہ جمہور فقہاء کے نزدیک جانور کو کھانے کے لئے ذبح کرنا بھی جائز ہے (۵)۔

البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے حاجت اور ضرورت کی قید نقل کی ہے (۶)، تاہم "تحفة المحتاج" میں جمہور فقہاء کے ساتھ شوافع کی موافقت کی تصریح موجود ہے (۷)۔

علامہ خرقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تک اضطراری حالت نہ ہو، غنیمت سے کھانے کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں (۸)۔

اس مسئلہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی جمہور فقہاء کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اکل وشرب کے معاملہ میں ان کا خیال ہے کہ جانور کی حیثیت بھی وہی ہے، جو عام اشیائے خورد ونوش کی

---

(٤) شرح النووي على صحيح مسلم: ٩٧/١، باب جواز الأكل في طعام الغنيمة في دارالحرب.

(٥) لامع الدراري: ٢٨٩/٧، وأوجز المسالك: ٢٦٧/٨

(٦) فتح الباري: ٣١٤/٦، وأوجز المسالك: ٢٦٦/٨

(٧) لامع الدراري: ٢٨٩/٧، وأوجز المسالك: ٢٦٧/٨

(٨) المغني لابن قدامة: ٤٩٩/١٠، كتاب الجهاد، أحكام في الغلول، وأوجز المسالك: ٢٦٧/٨

ہے(۹)۔

البتہ جمہور فقہاء کے برخلاف امام زہری رحمہ اللہ کے نزدیک جانور کے ذبح کرنے کا جواز امیر جیش کی اجازت پر منحصر ہے، اگر امیر کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں (۱۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک مجاہدین اسلام کے لئے غنیمت سے کھانے کی تمام اشیاء استعمال کرنے کی اجازت ہے، اوراس میں امیر کی اجازت ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الخمس کے آخر میں "باب ما یصیب من طعام في أرض العدو" کا ترجمہ قائم کیا ہے، اس مسئلہ سے متعلق مزید تفصیل وہیں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ غالباً ترجمۃ الباب سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دارالحرب میں کھانے کی جو چیزیں میسر ہوں، مثلاً، سالن، روٹی اور پھل وغیرہ، ان کا استعمال تو بلا اذنِ امیر کسی کراہت کے بغیر جائز ہے، جیسا کہ "کتاب الخمس" کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب مایصیب من طعام في أرض العدو" کا ترجمہ قائم کر کے جمہور کی موافقت کرتے ہوئے جواز کی تصریح کی ہے، لیکن مجاہدین اگر جانور ذبح کرتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1. پہلی صورت یہ ہے کہ جانور کو دارالحرب میں ذبح کیا جائے۔
2. دوسری یہ کہ دارالحرب سے لوٹتے ہوئے دارالاسلام میں ذبح کیا جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ممکن ہے ترجمۃ الباب میں اس دوسری صورت کو کراہت پر محمول کیا ہو، چنانچہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت باب میں اسی دوسری صورت کا ذکر ہے، جیسا کہ علامہ مہلب رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ یہ واقعہ دارالاسلام یعنی ذوالحلیفہ کے مقام پر پیش آیا (۱۱) کہ صحابہ نے اجازت کے بغیر اور تقسیمِ غنائم

(۹) المغني لابن قدامة: ۴۹۹/۱۰

(۱۰) شرح النووي على صحيح مسلم: ۹۷/۱، باب جواز الأكل من طعام الغنيمة في دارالحرب، وفتح الباري: ۲۳۱/۶

(۱۱) شرح ابن بطال: ۲۳۶/۵، وفتح الباري: ۲۳۲/۶، وعمدة القاري: ۱۲/۱۵، ولا مع الدراري: ۲۸۹/۷.

سے پہلے جانور کو ذبح کر کے، گوشت پکانے کے لئے ہانڈی چولہے پر چڑھا دی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو انہیں اُلٹ دینے کا حکم فرمایا۔

تاہم حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان مطلقاً کراہت کی طرف ہے۔ اگر ذبح دار الحرب میں ہو، تب بھی امام بخاری کا میلان کراہت کی طرف ہے (۱۲)۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

ہانڈیاں الٹنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

حدیث باب میں گوشت سے بھری ہانڈیاں الٹنے کا جو حکم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ گوشت مال غنیمت اور مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ضائع اور تلف کرنے کا حکم کیوں دیا؟

شُراح حدیث نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں:

❶ علامہ مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ دار الاسلام یعنی ذوالحلیفہ میں پیش آیا، ذوالحلیفہ کی تصریح حدیث باب میں موجود ہے، چونکہ تقسیمِ غنائم سے پیشتر، غنیمت کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت ضائع کرنے کا حکم دیا اور مقصد صحابہ کو یہ باور کرانا تھا کہ دار الاسلام میں، تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں (۱۳)۔

❷ علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قول کے مطابق جب امام کی اجازت کے بغیر علی وجہ التعدی جانور ذبح کیا جائے، تو وہ مذبوحہ "میتہ" بن جاتا ہے، یہ ایک مذہب ہے، گویا امام بخاری نے حدیث باب کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے اس مذہب کی تائید فرمائی ہے کہ صحابہ کرام کے مذکورہ طرزِ عمل سے ان کا مذبوح جانور "میتہ" بن گیا، ظاہر ہے حدیث کی رو سے میتہ نجس کے حکم میں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ضائع کرنے کا حکم دیا۔

---

(۱۲) لامع الدراري: ۲۸۹/۷

(۱۳) شرح ابن بطال: ۲۳۷/۵، وعمدة القاري: ۱۳/۱۵، وإرشاد الساري: ۱۸۳/۵، قال المهلب: إنما أكفأ القدور ليعلم أن الغنيمة إنما يستحقونها بعد قسمة لها وذلك أن القصة وقعت في دار الإسلام لقوله فيها "بذي الحليفة"

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے احتمال کے درجہ میں امام بخاری کا ایک رجحان یہ بھی بتایا کہ ممکن ہے انہوں نے "إکفاء بالقدور" کو عقوبتِ مالی (تعزیر مالی) پر حمل کیا ہو، اگرچہ وہ مال (جانور) ذبح کے واقعہ میں ملوث مجاہدین کی انفرادی ملکیت نہیں تھا، لیکن ان کی طمع اس سے ضرور وابستہ تھی، اس لئے گوشت کے ضیاع سے انہیں مالی سزا دی گئی (۱۴)۔

❸ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف شوربہ الٹنے کا حکم فرمایا تھا، گوشت ضائع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ممکن ہے اس گوشت کو بعد میں مالِ غنیمت میں شامل کرلیا گیا ہو، اس لئے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت میں ضیاع مال کی ممانعت منقول ہے۔ پھر جرم کا اقبال بھی یہاں چند افراد نے انفرادی سطح پر کیا تھا، کچھ اصحابِ خمس اور بعض غانمین ایسے تھے جو شریکِ جُرم نہ تھے، اور اس گوشت میں ان کا بھی حق تھا، چونکہ کسی روایت میں صراحت کے ساتھ ثابت نہیں کہ آپ نے گوشت ضائع کرنے کا حکم فرمایا ہو، اس لئے شرعی قواعد کی رو سے اس کا حکم خود معلوم اور متعین ہو جاتا ہے، چنانچہ لحومِ حُمر اہلیہ کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "إنها رجس" فرما کر تلف کرنے کا حکم دیا تھا، اگر اس گوشت کا یہی حکم ہوتا تو روایت باب کے واقعہ میں بھی ایسا ہی حکم دیا جاتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ واقعہ میں جانور کا گوشت لحوم حمر اہلیہ کی طرح نجس قرار دے کر ضائع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

چنانچہ فتح الباری، عمدۃ القاری و ارشاد الساری میں ہے:

"وقال القرطبي: المأمور بإكفائه إنما هو المرق عقوبة للذين تعجلوا، وأما نفس اللحم فلم يتلف، بل يحتمل على أنه جمع وردّ إلى المغنم لأن النهي عن إضاعة المال تقدم، والجناية بطبخه لم تقع من الجميع إذ جملتهم أصحاب الخمس ومن الغانمين من لم يباشر ذلك، وإذا لم ينقل أنهم

(١٤) فتح الباري: ٦/١٣٢، ولفظهُ: "وأجاب ابن المنير بأنه قد قيل ان الذبح إذا كان على طريق التعدي كان المذبوح ميتة. فكأن البخاري انتصر لهذا المذهب، أو حمل الإكفاء على العقوبة بالمال، وإن ذلك المال لايختص بأولئك الذين ذبحوا، لكن لما تعلق به طمعهم، كانت النكاية حاصلة لهم. قال وإذا جوّزنا هذا النوع من العقوبة فعقوبة صاحب المال أولى في ماله".

حرقوه أو أتلفوه تعين تأويله على وفق القواعد الشرعية، ولهذا قال في الحمر الأهلية لما أمر بإراقتها: "إنها رجس"، ولم يقل ذلك في هذه القصة، فدلّ على أن لحومها لم تترك بخلاف تلك"(١٥).

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہانڈیوں کو اُلٹ دینے کا حکم دیا، یہ مضمون "فأمر بالقدور" کے الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، اس حکم کا مقتضی ظاہر ہے کہ کراہت ہے، اس لئے ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت بھی ظاہر ہے(١٦)۔

١٨٨ – باب : الْبِشَارَةِ في الْفُتُوحِ .

البشارة: بکسر الباء خوشخبری کے معنی میں ہے۔ البِشارة، الإبشار، والتبشير تین مختلف لغات ہیں اوران کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی دل میں مسرت اور خوشی پیدا کرنا(١)۔

علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ "البُشارة" باء کے ضمہ کے ساتھ، خوشخبری دینے والے کے انعام کو کہا جاتا ہے، جیسے مزدور کو اس کی مزدوری (اُجرت) دی جاتی ہے(٢)۔

علامہ محمد بن ابوبکر رازی رحمہ اللہ کی "مختار الصحاح" میں ہے کہ اگر لفظ "بشارة" کسی قید کے بغیر، مطلق استعمال ہو، تو اس سے خیر کے معنی ہی لئے جائیں گے، البتہ جب مقید استعمال ہو، تو یہ لفظ شر کے معنی میں ہوگا۔ جیسا کہ آیت ﴿فبشرهم بعذاب أليم﴾ میں لفظ بشارت، مقید ہوکر، شر کے معنی میں استعمال ہوا ہے(٣)۔

---

(١٥) فتح الباري: ٢٣٢/٦، وعمدة القاري: ١٣/١٥، وإرشاد الساري: ١٨٣/٥

(١٦) عمدة القاري: ١٣/١٥

(١) عمدة القاري: ١٣/١٥

(٢) النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير رحمه الله: ١٢٩/١

(٣) مختار الصحاح لمحمد بن أبي بكر الرازي رحمه الله، ص: ٨١

الفتوح: فتح کی جمع ہے۔ دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں اہل اسلام کی سرخروئی وکامیابی کو فتح و ظفر کہتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اہل اسلام فتح وکامرانی سے شادکام ہوں، تو اس فتح کی بشارت وہ دوسروں کو دے سکتے ہیں، اور اس کی مشروعیت حدیث سے ثابت ہے(۴)۔

۲۹۱۱ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي قَيْسٌ قالَ : قالَ لِي جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الخَلَصَةِ). وَكانَ بَيْتًا فِيهِ خَثْعَمُ ، يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ ، فَانْطَلَقْتُ في خَمْسِينَ وَمِائَةٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا). فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ، فَأَرْسَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَشِّرُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، ما جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ . فَبَارَكَ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ . قالَ مُسَدَّدٌ : بَيْتٌ فِي خَثْعَمَ . [ر : ۲۸۵۷]

تراجم رجال

۱-محمد بن المثنیٰ

یہ ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰ بن عبید عنزی بصری ہیں۔ ان کا تذکرہ كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان کے تحت گزر چکا ہے(٦)۔

(٤) عمدة القاري: ١٥/١٣، ١٤، إرشاد السارى: ١٨٣/٥.

(٢٩١١) مر تخريج الحديث في كتاب الجهاد، باب حرق الدُّور والنخيل (رقم ٣٠٢٠)

(٦) كشف الباري: ٢٥/٢

۲-یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید فروخ القطان تمیمی ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه کے تحت گزر چکے ہیں(۷)۔

۳-اسماعیل

یہ اسماعیل بن أبی خالد اَحمسی بَجَلی کوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے تحت گزر چکا ہے(۸)۔

۴-قیس

یہ مشہور مخضرم تابعی قیس بن ابی حازم اَحمسی بَجَلی کوفی ہیں، کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : الدین النصیحة...... کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۹)۔

۵-جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بَجَلی کوفی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے(۱۰)۔

قال لي رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ألا تریحني من ذي الخلصة، وکان بیتا فیه خثعم یُسمّی الکعبة الیمانیة

الخلصة: خا، لام اور صاد کے فتحہ کے ساتھ(۱۱)۔

---

(۷) کشف الباري: ۲/۲

(۸) کشف الباري: ۶۷۹/۱

(۹) کشف الباري: ۷۶۱/۲

(۱۰) کشف الباري: ۷۶٤/۲

(۱۱) إرشاد الساري: ۱۸۳/۵

خثعم: خاء، عین کے فتحہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ، یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے (۱۲)۔

كعبة اليمانية

یہ اضافۃ الموصوف إلی الصفۃ کے قبیل سے ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نُحاۃ بصرہ کے نزدیک اس میں لفظ "الجهة" محذوف ہے اور عبارت مقدر ہے: "كعبة الجهة اليمانية" (۱۳)۔

روایت میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، کیا تم ذوالخلصہ کو مسمار کر کے مجھے راحت نہیں پہنچا سکتے؟ راوی کہتے ہیں کہ اس گھر کو خثعم قبیلہ نے تعمیر کیا تھا، جسے یمن کا کعبہ کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کے اس کعبہ کو مسمار کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اس میں "خلصہ" نام کا ایک بُت تھا، یہ لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس خودساختہ "کعبہ" کو انہوں نے کعبۃ اللہ کے مقابلہ میں تعمیر کیا تھا (۱۴)۔

فانطلقت في خمسين ومأة منّ أحمس، وكانوا أصحاب خيل

حضرت جریر کہتے ہیں کہ میں قبیلہ اَحمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا اور وہ سب بہترین سوار تھے۔

فأخبرت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أني لا أثبت على الخيل، فضرب في صدري، حتى رأيت أثر أصابعه في صدري

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ نے میرے سینے پر دست مبارک سے ایک ضرب لگائی، یہاں تک کہ اپنے سینہ پر میں نے آپ کی انگلیوں کا اثر محسوس کیا"۔

---

(١٢) شرح الكرماني: ٦٦/١٣، وإرشاد الساري: ١٨٣/٥

(١٣) إرشاد الساري: ١٨٣/٥

(١٤) إرشاد الساري: ١٨٣/٥

فقال: أللهم ثَبِّتْهُ واجعله هاديا مهديا

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسے گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کی توفیق دے، اسے ہادی اور مہدی بنادے''۔

فانطلق إليها فكسرها وحرّقها

''چنانچہ جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) گئے اور ذوالخلصہ کوتوڑ کر جلاڈالا''۔

فأرسل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يُبَشِّرُهُ

''یعنی جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی بشارت کا پیغام کہلا بھیجا''۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بشارت دینے کے لئے جریر بن عبداللہ نے آپ کے پاس حصین بن ربیعہ الأحمسی کو بھیجا تھا۔

فقال رسول جرير: يارسول الله، والذي بعثك بالحق، ماجئتك حتى تركتها كأنها جَمَلٌ أجرب

''جریر (رضی اللہ عنہ) کے پیغام رساں نے کہا، یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق پیغمبر بنا کر بھیجا، میں آپ کی خدمت میں آنے کے لئے اس وقت روانہ ہوا، جب ذوالخلصہ کو میں نے خارشی اونٹ کی طرح بنا ہوا چھوڑا''۔

یعنی بال جھڑنے کی وجہ سے خارشی اونٹ دُبلا پتلا ہوجاتا ہے، اور خارش کے علاج کے لئے اس کو سیاہ رنگ کا تیل ملتے ہیں، تو سیاہ دھبے اس پر ہوتے ہیں اسی طرح ذوالخلصہ کے در و دیوار اور چھت کا کچھ حصہ گر گیا تھا، جلنے کی وجہ سے جگہ جگہ اس پر سیاہ رنگ کے نشانات پڑ گئے تھے۔

أجرب: یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجهاد، باب حرق الدور والنخيل کے

---

(١٥) إرشاد الساري: ١٨٤/٥.

تحت عن مسدد عن يحيیٰ کے طریق سے نقل کی ہے، اس روایت میں "أجرب" کے بجائے "أجوف" منقول ہے(١٦)۔

فبارك على خيل أحمس ورِجالها خمسَ مَرّاتٍ

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احمس اور وہاں کے سواروں کے لئے پانچ بار دعاء برکت فرمائی''۔

قال مسدد: بيت فيه خثعم

مذکورہ تعلیق کا مقصد اور اس کی تخریج

اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کی مذکورہ روایت مسدد بن مسرہد نے اسی سند کے ساتھ، عن یحییٰ القطان کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں "كان بيتا فيه خثعم" کے بجائے "بيت في خثعم" کے الفاظ منقول ہیں اور یہی أصح ہے(١٧)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حفاظ محققین نے بھی اس کی تصویب کی ہے(١٨)۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں "بيتا لخثعم" کے الفاظ مروی ہیں(١٩)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

علامہ ابن بطال اور ان کے اتباع میں علامہ عینی نے فرمایا کہ روایت باب سے یہ معلوم ہوا کہ دشمن کے خلاف مسلمان فتح یاب ہوں، یا اس کے مثل ایسا مسرت بخش واقعہ پیش آئے جو اسلام کی سربلندی اور سرخروئی کا باعث ہو، تو دوسروں کو اس کی خوشخبری دینی چاہیے، تاکہ انہیں بھی إعلاء كلمة الله پر اظہارِ مسرت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان پر اظہارِ شکر کا موقع ملے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو قوم اس کی بخشی ہوئی نعمتوں،

---

(١٦) عمدة القاري: ١٤/١٥، وصحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب حرق الدور والمنبل (رقم ٣٠٢٠)

(١٧) عمدة القاري: ١٤/١٥، وفتح الباري: ٢٣٣/٦، وإرشاد الساري: ١٨٤/٥

(١٨) إرشاد الساري: ١٨٤/٥

(١٩) مسند أحمد بن حنبل رحمه الله: ٣٦٢/٤، وتغليق التعليق: ٤٦٦/٣

فتحمندیوں اور کامرانیوں پر شکر بجالاتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ کشادگی عطا فرماتے ہیں۔ سورہ ابراہیم کی آیت ﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ کا یہی مطلب ہے۔

چنانچہ شرح ابن بطال اور عمدۃ القاری میں ہے:

"فيه البشارة في الفتوح وما كان في معناه من كل ما فيه ظهور الإسلام وأهله، ليبشر المسلمون بإعلاء الدين، ويبتهلوا إلى الله في الشكر على ما وهبهم من إحسانه، فقد أمر الله عباده ووعدهم المزيد فقال: "لئن شكرتم لأ زيدنكم"(۲۰)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث باب میں ہے "فأرسل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يبشره" جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حصین بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لئے کہلا بھیجا کہ وہ کعبہ یمانیہ کو منہدم کر کے فتح یاب ہو چکے ہیں۔ ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

۱۸۹ - باب : ما يُعْطَى الْبَشِيرُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد اور باب سابق سے مناسبت

گذشتہ باب میں بشارت کی مشروعیت ثابت کی گئی تھی، اب یہ کہ عموماً جیسا کہ معاشرے میں بشارت دینے والے کو فورِ مسرت سے مغلوب ہوکر، انعام یا تحفہ کے طور پر کچھ صلہ بھی دیا جاتا ہے، کیا یہ طرزِ عمل بھی مشروع ہے اور شریعت میں اس کی اجازت ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ اس مناسبت سے "باب مایعطی البشیر" کا ترجمہ قائم کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ بشارت دینے والے کو عطیہ اور انعام دینا بھی جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے تحت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ایک معلق اثر نقل کیا ہے۔ اسی اثر سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔

(۲۰) عمدة القاري: ۱۵/۱۴

وَأَعْطَى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِينَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ. [ر : ٤١٥٦]

تعلیق کا مقصد

اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس میں انہوں نے غزوۂ تبوک میں شرکت سے محرومی، اور اس کے نتیجہ میں ان پر اور دوسرے ساتھی صحابہ پر نازل ہونے والے عتاب اور پھر بارگاہِ خداوندی سے نزولِ عفو کی درد انگیز روداد بیان کی ہے۔"كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك رضي الله عنه" کے تحت یہ روایت تفصیل کے ساتھ آرہی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کی مناسبت سے اس طویل روایت کا مخصوص مضمون تعلیقاً نقل کیا ہے:

''جب کعب بن مالک کو قبول توبہ کی بشارت دی گئی تو انہوں نے دو کپڑے ہدیہ کر دیئے''۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ جہاد فرمایا، تو منافقین کی ایک بڑی جماعت نے بہانوں کا سہارا لے کر، عذر تراشی سے کام لیا اور جہاد میں شریک ہونے سے انکار کیا۔

جہاد میں ان کے علاوہ جو تین مخلص صحابہ کرام شریک نہ ہو سکے، ان میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس کی تفصیل انشاء اللہ کتاب المغازی میں اپنے موقع پر آئے گی، یہاں مختصراً عرض ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرماتے، اس وقت تک ان سے بات چیت اور تعلق بالکل قطع کر دیا جائے، قطع تعلقی کا یہ عرصہ پچاس دن پر مشتمل تھا، اس پورے عرصہ کی روداد حضرت کعب بن مالک نے نہایت درد انگیز لفظوں میں بیان کی ہے۔ اس عرصہ کا ایک ایک لحہ ان کے لئے نہایت تکلیف دہ اور صبر آزما تھا، اس صورت حال کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے "فضاقت عليهم الأرض بما رحبت" کا بالکل صحیح مصداق بتایا اور فرمایا ''مجھ پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی، پھر معافی کا اعلان ہوا، تو جو شخص انہیں معافی کی خوشخبری دینے آئے تھے، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بشارت کی خوشی میں اپنے دونوں کپڑے اتار کر ان کو عطیہ کر دیئے۔

چنانچہ "فأعطى كعب بن مالك ثوبين حين بشّر بالتوبة" سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے استدلال کیا ہے کہ بشارت دینے والے کو خوشی میں کوئی چیز عطیہ کرنی چاہیے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک عام طریقہ ہے کہ جب کوئی آدمی بشارت لے کر آتا ہے تو اس کو کچھ دے دیا جاتا ہے، اس وجہ سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بدن کے دو کپڑے خوشخبری سنانے والے کو دے دیئے (۱)۔

کعب بن مالکؓ کو بشارت دینے والا کون تھا؟

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ کی رائے ہے کہ بشارت دینے والے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے (۲)۔

لیکن علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ان پر رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، بشارت دینے والے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ مغازی میں، مقدمہ میں اور اسی طرح مصابیح میں بھی اسی نام کی تصریح موجود ہے (۳)۔

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے (۴)۔

حدیث سے مستنبط فوائد

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بشارت دینے والے کو کپڑا اور لباس دینا مستحب ہے۔ کپڑا نہ ہو تو کوئی اور چیز بھی ہدیہ کر سکتے ہیں، لیکن کپڑا زیادہ بہتر ہے۔

چنانچہ امام نوویؒ کی شرح مسلم میں ہے:

"فيه استحبابُ إجازة البشير بخِلْعَةٍ وإلا فبغيرها، الخلْعَةُ أحسن وهي المعتادة" (٥).

---

(١) فيض الباري: ٤/١٢٧

(٢) فتح الباري: ٦/٢٣٣، وعمدة القاري: ١٥/١٤

(٣) إرشاد الساري للقسطلاني رحمه الله: ٥/١٨٤

(٤) الأبواب والتراجم للكاندهلويؒ، ص: ٢٠٥

(٥) شرح النوويؒ على صحيح مسلمؒ: ٢/٣٦٢، كتاب التوبة، حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه

۱۹۰ - باب : لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

"باب ما یُکره من ذبح الإبل والغنم في المغانم" تک جہاد سے متعلق اہم اہم احکام مختلف ابواب کے تحت بیان کئے جاتے رہے، "باب البشارة في الفتوح" سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جہاد سے متعلق فروعی احکام اور مناسبات کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ باب البشارة في الفتوح کا ترجمہ قائم کرکے بتایا کہ جب جہاد کے نتیجہ میں فتح ہو، تو فتح کی بشارت دینا بھی جائز اور مشروع ہے، اس کی مناسبت سے دوسرا ترجمہ قائم کرکے بتایا کہ بشارت دینے والے کو صحابی کے اثر سے تحفہ اور ہدیہ دینا بھی ثابت ہے اور مستحب ہے۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب دارالحرب فتح ہوکر دارالاسلام بن جائے، تو وہاں سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہوجائے گی، اس لئے کہ ہجرت دارالحرب سے کی جاتی ہے، جب دارالحرب، دارالاسلام بن جائے تو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، اس لئے اس کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے۔

گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد" کا اعتبار کیا ہے، کہ لفظ عام ہے، جس کا مورد خاص (فتح مکہ) تھا، ایک عام حکم ثابت کیا ہے۔

۲۹۱۲ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ : (لَا هِجْرَةَ ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا) . [ر : ١٥١٠]

تراجم رجال

۱- آدم بن ابی ایاس

یہ ابوالحسن آدم بن ابی ایاس عبدالرحمن القسطلانی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب من سلم

(۲۹۱۲) مر تخريجه في كتاب الجنائز، باب الإذخر والحشيش في القبر (رقم ۱۳۴۹)

المسلمون من لسانه ويده کے تحت گزر چکا ہے(۷)۔

۲-شیبان

یہ ابومعاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن بصری ہیں، کتاب العلم، باب كتابة العلم کے تحت ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے(۷☆)۔

۳-منصور

یہ مشہور محدث ابوعتاب منصور بن المعتمر الاسلمی الکوفی ہیں، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أيا ما معلومة کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۸)۔

۴-مجاہد

یہ شیخ القراء والمفسرین، أبوالحجاج مجاہد بن جبر مکی قرشی مخزومی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت گزر چکا ہے(۹)۔

۵-طاؤس

یہ طاؤس بن کیسان الیمانی، الجندی الحمیری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب من لم يرى الوضوء إلا من المخرجين ...... کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

۶-ابن عباس

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(۱۰)۔

---

(۷) كشف الباري: ۱/۶۷۸

(۷☆) كشف الباري: ٤/٢٦٣

(۸) كشف الباري: ۳/۲۷۰-۲۷۲

(۹) كشف الباري: ۳/۳۰۷-۳۱۰

(۱۰) كشف الباري: ۱/٤٣٥، ٤٣٧

قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم فتح مكة لاهجرة

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا، اب ہجرت ختم ہوگئی۔

کتاب الجہاد کی ابتداء میں باب وجوب النفیر کے تحت یہ روایت گزر چکی ہے، وہیں اس پر تفصیلی بحث بھی ہوچکی ہے۔

دارالحرب سے ہجرت کا حکم

مختصراً یہاں اتنا سمجھ لیجیے کہ اگر اہل اسلام دارالحرب یا دارالکفر میں ہوں، تو وہاں سے ان پر ہجرت واجب ہوگی یا نہیں؟ اس کی تین صورتیں ہیں:

❶ اگر دارالحرب کے حالات ناسوافق ہوں، وہاں اہل اسلام کے لئے احکام وشعائر اسلام پر عمل ممکن نہ ہو اور انہیں ہجرت پر قدرت ہو، تو ایسی صورت میں ہجرت واجب ہوگی (۱۱)۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ احکام وشعائر اسلام پر عمل کرنے کے لئے فضا ہموار ہو، کسی نوعیت کی رکاوٹ اور خوف وفتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں ہجرت بوجوہ مستحب ہے۔

اس لئے کہ دارالاسلام کی طرف ان کی ہجرت کے نتیجہ میں دارالاسلام میں پہلے سے مقیم مسلمانوں کی جمعیت اور قوت وحشمت میں اضافہ ہوگا، یہ اُن کی مدد واعانت کریں گے، یوں کفار کے خلاف جہاد کے لئے مسلمانوں کی منتشر قوت ایک مرکز پر جمع ہوجائے گی۔ جب کہ دارالحرب میں رہتے ہوئے اس کا امکان نہیں، بلکہ دارالحرب میں کفار کی طرف سے ان کے لئے خطرات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، ہجرت سے یہ اندیشہ ختم ہوکر وہ مامون ہوجائیں گے۔ نیز منکرات وفواحش کے مظاہر دیکھنے سے خلاصی پاکر انہیں راحت نصیب ہوگی (۱۲)۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان بیمار ہو یا کسی اور عذر کی بناء پر ہجرت پر قادر نہ ہو، تو دارالحرب میں قیام جائز ہے، تاہم اگر مشقت اور تکلیف برداشت کرتے ہوئے دارالاسلام کی طرف ہجرت اختیار کی جائے، تو

---

(۱۱) فتح الباري: ۶/۲۳۴، والأبواب والتراجم، ص: ۲۰۵

(۱۲) فتح الباري: ۶/۲۳۴

اس پر اجر وثواب ملے گا (۱۳)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں:

❶ ایک ہجرت دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہے، چنانچہ ابتداء میں اہل اسلام کو دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا، تاکہ احکام اسلام پر آزادی سے عمل میسر ہو، اور وہ فتنوں اور مشرکین کی ایذارسانیوں سے محفوظ ہوں (۱۴)۔

❷ دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف تھی، مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مشرکین کے مقابلہ میں وہ کمزور تھے، اس بناء پر اہل اسلام کو حکم دیا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اعانت، تبلیغ دین اور شرائع واحکام اسلام میں تفقہ حاصل کرنے کے لئے مدینہ ہجرت کریں، پھر جب اللہ تعالی نے فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کی قوت وشوکت میں اضافہ فرمایا، تو وہ عام اسباب جو مدینہ میں قیام اختیار کرنے کے تھے، ختم ہوگئے، ایک بڑا سبب اہل مکہ سے خوف وفتنہ کا تھا، وہ بھی نہ رہا۔ اس وقت ہجرت کی فرضیت ختم ہوگئی (۱۵)۔

ولكن جهاد ونية کا مطلب

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ولكن جهاد ونية کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہونے کی وجہ سے، ہجرت کے ذریعہ حصول خیر کا سلسلہ تو ختم ہوگیا، لیکن اس خیر کو جہاد اور نیت صالحہ کے ذریعہ اب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

قال النووي: "معناه أن تحصيل الخير بسبب الهجرة قد انقطع بفتح مكة لكن حصلوه بالجهاد والنية الصالحة"(١٦)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد تو ہجرت کا حکم منسوخ ہوگیا، لیکن جہاد کے لئے یا نیت خالصہ کی بناء پر طلب علم کے لئے، یا دارالکفر اور ایسے شہر سے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن

(١٣) فتح الباري: ٦/٢٣٤

(١٤) شرح الطيبيؒ على مشكاة المصابيح: ٦/١٩، كتاب الجهاد

(١٥) شرح الطيبيؒ على مشكاة المصابيح: ٦/١٩، كتاب الجهاد

(١٦) إرشاد الساري: ٥/٣٣، باب فضل الجهاد والسير

المنکر پر عمل درآمد ممکن نہ ہو، یا بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے ترکِ وطن کرتے ہوئے ہجرت کا حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

"قال الطيبي رحمه الله: "فالمعنى أن مفارقة الأوطان لله ورسوله .... انقطعت، لكن المفارقة من الأوطان بسبب نية خالصة لله تعالىٰ، كطلب العلم، والفرار من دار الكفر، أو مما لا يقام فيها الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وزيارة بيت الله وحرم رسوله والمسجد الأقصى وغيرها، أو بسببْ الجهاد في سبيل الله باقية مدى الدهر"(١٧)۔

دونوں اقوال میں ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ جو بات علامہ نووی رحمہ اللہ کی عبارت میں اختصار کے ساتھ آگئی، علامہ طیبی رحمہ اللہ کی عبارت میں وہ وضاحت سے بیان کی گئی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

روایت میں ہے "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم فتح مكة لا هجرة" ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت بے غبار ہے۔

٢٩١٣ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ قالَ : جاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيهِ مُجَالِد بْنِ مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : هٰذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ : (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ ، وَلٰكِنْ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ) . [ر : ٢٨٠٢]

تراجم رجال

١- ابراہیم بن موسیٰ

یہ ابواسحٰق ابراہیم بن موسیٰ بن یزید تمیمی رازی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل

(١٧) شرح الطيبيؒ على المشكوة: ٢٨٧/٧

(٢٩١٣) مرّ تخريجه فى كتاب الجهاد، باب البيعة في الحرب على أن لايفروا (رقم ٢٩٦٢)

الحائض رأس زوجها وترجيله کے تحت گزر چکا ہے۔

۲-یزید بن زریع

یہ ابومعاویہ یزید بن زریع العیشی البصری ہیں، ان کا تذکرہ كتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه کے تحت گزر چکا ہے۔

۳-خالد

یہ حافظِ حدیث ابوالمنازل خالد بن مہران الحذاء بصری ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-ابوعثمان النہدی

یہ عبدالرحمٰن بن مَلّ ابن عمرو النہدی ہیں، ان کا تذکرہ كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلوة كفارة کے تحت گزر چکا ہے۔

۵-مجاشع بن مسعود

یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ السُّلمی رضی اللہ عنہ ہیں، كتاب الجهاد، باب البيعة في الحرب على أن لايفرّوا کے تحت گزر چکے ہیں۔

روایت میں ہے کہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مجالد بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی، مجالد آپ سے ہجرت پر بیعت کرنا چاہتا ہے۔آپ نے فرمایا،"فتح مکہ کے بعد تو ہجرت نہیں رہی، البتہ اسلام پر اسے بیعت کر لیتا ہوں"۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت پیچھے كتاب الجهاد، باب البيعه في الحرب کے تحت عن عاصم عن أبي عثمان کے طریق سے نقل کی ہے، وہاں روایت کے الفاظ حدیثِ باب سے مختلف ہیں:

"أتيتُ النبيَّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنا وأخي فقلتُ: بايِعْنا على الهجرة، فقال: مضت الهجرة لأهلها فقلتُ: عَلَامَ تبايِعُنا؟ قال: "على

الإسلام والجهاد"(١٩)۔

اس روایت میں اسلام کے ساتھ بیعت میں جہاد کی تصریح بھی موجود ہے، ترجمۃ الباب کی روایت میں لفظ جہاد کی تصریح نہیں ہے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ آپ نے ان سے اسلام اور جہاد دونوں پر بیعت لی۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

روایت باب میں ہے "لا هجرة بعد الفتح" امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سے ترجمۃ الباب کا مدعیٰ ثابت کیا ہے۔

٢٩١٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو وَٱبْنُ جُرَيْجٍ : سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ : ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا وَهْيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ ، فَقَالَتْ لَنَا : ٱنْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ ٱللهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ مَكَّةَ . [٣٦٨٧ ، ٤٠٥٨]

تراجم رجال

۱-علی بن عبداللہ

یہ علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح سعدی بصری ہیں، ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں، ان کے حالات کتاب العلم، باب الفهم في العلم کے تحت گزر چکے ہیں (۲۱)۔

۲-سفیان

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہلالی کوفی ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات کتاب العلم، باب

---

(١٩) صحيح البخاري: ١/٤١٥، ٤١٦، (رقم ٢٩٦٢، ٢٩٦٣)

(٢٩١٤) وعند البخاري أيضا في صحيحه (٢/٦١٥)، في المغازي، باب مقام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمكة زمن الفتح، و(١/٥٥١)، في فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب هجرة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة (رقم ٢٩٠٠)، وعند مسلم في صحيحه (٢/١٣١)، في كتاب الامارة، باب المبايعة بعد فتح مكة على الإسلام والجهاد والخير، وبيان معنى "لاهجرة بعد الفتح" (رقم ١٨٦٤)

(٢١) كشف الباري: ٣/٢٥٦

قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبانا کے تحت گزر چکے ہیں (۲۲)۔

۳-عمروؔ

یہ مشہور محدث عمرو بن دینار الجرحی ہیں، کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۴-ابن جُریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اُموی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله کے تحت گزر چکا ہے۔

۵-عطاء

یہ اُبومحمد عطاء بن ابی رباح قرشی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن کے تحت گزر چکا ہے (۲۲☆)۔

سمعت عطاء يقول ذهبتُ مع عبيد بن عمير إلى عائشة رضي الله عنها وهي مجاورة بثَبِير، فقالت لنا انقطعت الهجرة منذ فتح الله على نبيه مكة

یہ روایت عمرو بن دینار اور ابن جریج دونوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنی ہے۔ دونوں نے عطاء کو یہ کہتے سنا کہ "میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، وہ (مزدلفہ میں) ثبیر نامی پہاڑ پر ٹھہری ہوئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر فرمایا "جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مکہ فتح فرمایا، تب سے ہجرت ختم ہوئی ہے"۔

یہاں روایت میں اختصار ہے، امام بخاری نے یہی روایت کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة کے تحت عن الأوزاعي عن عطاء بن أبي رباح کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں تفصیل ہے:

---

(۲۲) كشف الباري: ۸٦/۳-۹۰

(۲۲☆) كشف الباري: ٤/۳۷

"قالت: لاهجرة اليوم كان المؤمنون يفرّ أحدهم بدينه إلى الله تعالىٰ وإلى رسوله مخافة أن يفتن عليه، وأما اليوم فقد أظهر الله الإسلام، واليوم يعبد الله حيث يشاء، ولكن جهاد ونية"(۲۳)۔

كان المؤمنون يفرّ أحدهم بدينه

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی مشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ہجرت کا اصل سبب خوف اور فتنہ ہے، گویا ہجرت کا حکم علت کے ساتھ مشروط ہے، اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جہاں علت (خوف وفتنہ) مفقود ہو، وہاں سے ہجرت کرنا ضروری اور واجب نہیں، اگر چہ وہ جگہ دارالکفر کیوں نہ ہو(۲۴)۔

چنانچہ امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو، دارالکفر کے اندر احکام اسلام پر عمل درآمد کی آزادی حاصل ہو، تو یہ جگہ اس کے لئے دارالاسلام کے حکم میں ہوگی، جہاں ہجرت کے مقابلہ میں اس کے لئے اقامت زیادہ بہتر ہے، ممکن ہے، دارالکفر میں، اس کے قیام کے نتیجہ میں کوئی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو(۲۵)۔

وأما اليوم فقد أظهر الله الإسلام

مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء کیا، مکہ دارالاسلام بن گیا، اور سارے قبائل دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، اس بناء پر واجب ہجرت کا دروازہ بند ہوگیا اور مستحب ہجرت باقی رہی(۲۶)۔

---

(۲۳) صحيح البخاري: ۱/۵۵۱، (رقم ۳۹۰۰)

(۲٤) فتح الباري في كتاب مناقب الأنصار

(۲۵) فتح الباري، ايضاً

(۲٦) عمدة القاري: ۱۷/۵۰، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وأصحابه إلى المدينة.

۱۹۱ - باب : إِذَا اَضْطَرَّ الرَّجُلُ إِلَى النَّظَرِ فِي شُعُورِ أَهْلِ اَلذِّمَّةِ ، وَالْمُؤْمِنَاتِ إِذَا عَصَيْنَ اَللّٰهَ ، وَتَجْرِيدِهِنَّ .

ترجمۃ الباب کی عبارت میں مقدرات ہیں، پہلے ان مقدرات کی وضاحت کرتے ہیں، بعد میں ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کریں گے۔

إذا اضطر: (بضم الطاء) إذا کا جواب محذوف ہے، عبارت مقدر ہے: يجوز للضرورة(۱)۔

والمؤمنات: ماقبل پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے، اور عبارت مقدر ہے: "وإذا اضطر الرجل إلى النظر في المومنات إذا عصين الله"(۲)۔

وتجريد هن: یہ بھی ماقبل پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے، عبارت مقدر ہے: "وإذا اضطر الرجل إلى تجريد هنَّ من الثياب"(۳)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کے وقت ذمی یا مسلمان عورت کے بالوں کی تلاشی لینا اور انہیں بے لباس کرنا جائز ہے، استدلال میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خفیہ خط لے جانے والی عورت کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ضرورت کے تحت عورت کو بے لباس کرنے کی وجہ

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کو ضرورت کے تحت بے لباس کرنا اس لئے جائز ہے کہ معصیت،

---

(۱) إرشاد الساري: ۱۸۵/۵، وعمدة القاري: ۱۵/۱۵

(۲) عمدة القاري: ۱۵/۱۵، وإرشاد الساري: ۱۸۵/۵

(۳) عمدة القاري: ۱۵/۱۵، وإرشاد الساري: ۱۸۵/۵

کے ارتکاب سے اس کی حرمت پامال ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط لے جانے والی عورت کو بے لباس کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ اس پر اجماع ہے کہ زنا مسلمہ وکافرہ دونوں کے ساتھ حرام ہے، یہاں تک کہ ان کو دیکھنا بھی ممنوع ہے۔ لیکن الضرورات تبیح المحظورات کے اصول کے تحت جب ان میں سے کوئی بھی معصیت کا ارتکاب کرے گی، تو ان کی حرمت باقی نہیں رہے گی، ضرورت اور حاجت کے تحت اس کو دیکھنا جائز ہوگا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میری معلومات کے مطابق مذکورہ ترجمۃ الباب کی تشریح کسی نے نہیں کی۔

چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے:

"قوله: "تجريد هن" أي: وإذا اضطر أيضا إلى تجريد هنَّ من الثياب؛ لأن المعصية تبيح حرمتها، ألا ترى أن علياً والزبير -رضى الله تعالىٰ عنهما- أرادا كشف المرأة في قضية كتاب حاطب، وقد أجمعوا أن المؤمنات والكافرات في تحريم الزنا بهن سواء، وكذلك تحريم النظر إليهن، ولكن الضرورات تبيح المحظورات، ولم أر أحدا تعرّض لشرح هذه الترجمة"(٤)۔

٢٩١٥ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، وَكَانَ عُثْمَانِيًّا ، فَقَالَ لِٱبْنِ عَطِيَّةَ ، وَكَانَ عَلَوِيًّا : إِنِّي لَأَعْلَمُ ما ٱلَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى ٱلدِّمَاءِ ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَالزُّبَيْرَ ، فَقَالَ : (ٱئْتُوا رَوْضَةَ كَذَا ، وَتَجِدُونَ بِهَا ٱمْرَأَةً ، أَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا) . فَأَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا : الْكِتَابَ ، قَالَتْ : لَمْ يُعْطِنِي ، فَقُلْنَا : لَتُخْرِجِنَّ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ ، فَأَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا ، فَأَرْسَلَ إِلَى حَاطِبٍ ، فَقَالَ : لَا تَعْجَلْ ، وَٱللهِ ما كَفَرْتُ وَلَا ٱزْدَدْتُ لِلْإِسْلَامِ إِلَّا حُبًّا ، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ

(٤) عمدة القاري: ١٥/١٥، ١٦

(٢٩١٥) مرّ تخريجه في كتاب الجهاد (٤٢٢/١)، باب الجاسوس والتجسّس (رقم ٣٠٠٧)

مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ ٱللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ ، وَلَمْ يَكُنْ لِي أَحَدٌ ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا ، فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ عُمَرُ : دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَإِنَّهُ قَدْ نَافَقَ ، فَقَالَ : (مَا يُدْرِيكَ ، لَعَلَّ ٱللهَ ٱطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : ٱعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ) . فَهٰذَا الَّذِي جَرَّأَهُ .

[ر : ٢٨٤٥]

تراجم رجال

١-محمد بن عبداللہ

ان کا تذکرہ کتاب الأذان، باب احتساب الآثار کے تحت گزر چکا ہے۔

٢-هشیم

یہ ابومعاویہ ھشیم بن بشر الواسطی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب التیمم، باب بلاترجمہ کے تحت گزر چکا ہے۔

٣-حصین

یہ ابوھذیل حصین بن عبدالرحمٰن السُّلَمی الکوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب مواقیف الصلوة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت کے تحت گزر چکا ہے۔

٤-سعد بن عبیدہ

یہ ابوحمزہ سعد بن عبیدہ السُّلَمی الکوفی ہیں، کتاب الوضوء، باب فضل من باتَ علی الوضوء کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

٥-أبوعبدالرحمٰن

یہ عبداللہ بن حبیب بن رُبَیعہ (بالتصغیر) ابوعبدالرحمٰن السلمی الکوفی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الغسل، باب غسل المذي والوضوء کے تحت گزر چکا ہے۔

وكان عثمانيا

مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، ابوعبدالرحمن، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل تھے(٦)۔

یہ ابتداء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی تھے، چنانچہ جنگِ صفین میں ان کے حامیوں کی جماعت میں شامل تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں معرکہ صفین میں شرکت بھی کی۔ تاہم بعد میں عثمانی بنے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہوئے(٧)۔ زہد وتقویٰ میں بے مثل تھے اور ثقہ راوی تھے۔ وفات کے بعد جب ان کا جنازہ ابوجُحَیفہ کے قریب سے گزرا تو فرمایا، مستریح ومستراح منه(٨)۔

فقال لابن عطية وكان علوياً

"وكان علويا" قول اور مقولہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابوعبدالرحمن نے حبان بن عطیہ السُّلمی سے کہا (آگے آرہا ہے کہ کیا کہا) "اور وہ علَوی تھے"، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل تھے۔ کوفہ کے اہل سنت کا بھی یہی مسلک تھا(٩)۔

حافظ یوسف مزیؒ پر حافظ ابن حجرؒ کا رد

تہذیب الکمال میں حافظ یوسف مزی رحمہ اللہ، حدیث کی سند میں موجود راویوں کے حالات اور ان سے متعلق جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں، سند سے قطع نظر، نفس حدیث میں وارد رجال کے حالات سے، اپنے وضع کردہ اصول کے پیش نظر انہوں قطعاً تعرض نہیں کیا ہے، ابتداء سے آخر تک حافظ مزی اسی اصول پر قائم رہے ہیں۔ یہاں روایت باب میں جیسا کہ ظاہر ہے ابن عطیہ کا ذکر نفس روایت میں تو ہے۔ لیکن حدیث کے راوی نہیں یعنی سندِ حدیث میں اس کا نام نہیں، حافظ مزی رحمہ اللہ نے اپنے اصول کے خلاف تہذیب الکمال

(٦) عمدة القاري: ١٥/١٦، وإرشاد الساري: ٥/١٨٥

(٧) تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله: ٥/١٨٤

(٨) الطبقات الكبرى لابن سعد: ٦/١٧٥

(٩) عمدة القاري: ١٥/١٦

میں ان کا نام بھی اسماء رجال کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حافظ مزی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن ذكر هذا الرجل في رجال البخاري عجيب ليست له رواية، فلو كان المزي يذكر كل من له ذكر لا رواية له ويلتزم ذلك لا ستدركنا عليه طائفة كبيرة منهم لم يذكرهم، ولكن موضع الكتاب للرواة فقط. ثم إن حِبان بن عطية هذا لم يعرف من حاله بشيء، ولا عرفتُ فيه إلى الآن جرحا ولا تعديلا، والله أعلم" (١٠).

حافظ صاحب کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صحیح بخاری کے رجال میں ابن عطیہ کا تذکرہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ان سے کوئی روایت منقول نہیں، چنانچہ حدیث میں ایک شخص کا محض ذکر تو ہو اور کوئی روایت اس سے منقول نہ ہو، اگر حافظ مزیؒ ہر ایسے شخص کے ذکر کا التزام کرتے ہیں تو ہم انہیں ایسے افراد پر مشتمل ایک بڑی جماعت کی فہرست پیش کر سکتے ہیں، جن کا ذکر انہوں نے نہیں کیا، حالانکہ ان کی تہذیب الکمال صرف راویوں کے حالات کے لئے خاص ہے۔ پھر یہ کہ ابن عطیہ ایک مجہول الحال شخص ہیں، اب تک خود مجھے بھی ان کے بارے میں جرح وتعدیل (کا قول) معلوم نہ ہو سکا۔

خلاصہ یہ کہ تہذیب الکمال سند کے راویوں کے لئے خاص ہے، اپنے اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حافظ مزی رحمہ اللہ کو ابن عطیہ کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا کہ ان کا نام سند کے راویوں میں نہیں، نفس روایت میں وارد ہے، پھر یہ مستور الحال بھی ہیں، ائمہ جرح وتعدیل سے ان کے بارے میں کوئی قول مروی نہیں۔

حافظ مزی پر یہی اعتراض علامہ علاء الدین مغلطائی حنفی نے بھی کیا ہے (١١)۔

إني لأعلم ما الذي جرّ أصاحِبَك على الدِماء

یہ قال کا مقولہ ہے، درمیان میں "وكان علويا" جملہ معترضہ تھا۔ ابو عبد الرحمٰن نے ابن عطیہ سے کہا

---

(١٠) تهذيب التهذيب للحافظ ابن حجر رحمه الله: ١٧٢/٢-١٧٣ (رقم الترجمة: ٣١٣)

(١١) إكمال تهذيب الكمال للعلامة علاء الدين المغلطائي: ٣٤٥/٢

کہ مجھے معلوم ہے کہ کس وجہ سے تمہارے صاحب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خونریزی کرنے کا حوصلہ اور جرأت ہوئی۔

جَرَّأ: راء کی تشدید کے ساتھ، اس کے معنی ہیں: جرأت دی، دلیر بنایا۔(۱۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اشکال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کے پیش نظر، ان کی طرف قتل وغارت اور خونریزی کی نسبت کیونکر درست ہوسکتی ہے؟(۱۳)۔

علامہ کرمانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس جملہ سے ابوعبدالرحمٰن کا مطلب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنتی ہونے کا یقین تھا (حضرت علی رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اس لئے انہیں معلوم تھا کہ اگر (جنگ صفین کی خونریزی) کے نتیجہ میں مجھ سے اجتہادی خطاء ہوئی ہو تو قیامت کے دن ضرور بخش دیا جاؤں گا(۱۴)۔

لیکن علامہ ابن بطال اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ابوعبدالرحمٰن کا اپنا خیال ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ تو علم وفضل کے بہت بلند مقام ومرتبہ پر فائز تھے، اور ان سے قطعاً یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بلا وجوب شرعی کسی کو قتل کرتے، اگرچہ جنگ بدر میں شریک ہونے کی وجہ سے انہیں جنت کی بشارت بھی دی گئی(۱۵)۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حق کا دفاع کرتے ہوئے مخالفین سے قتال کیا تھا، اس وجہ سے نہیں کہ انہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی، بلکہ وہ اپنے اجتہاد کی بناء پر یہ قتال ضروری سمجھ رہے تھے، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ انہوں نے محض جنت کی بشارت ملنے کی وجہ سے قتل وقتال کیا۔

چنانچہ اسی بناء پر علامہ داودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱۲) عمدة القاري: ۱۵/۱۷

(۱۳) شرح الكرماني: ۱۳/۶۹، وعمدة القاري: ۱۵/۱۷

(۱٤) شرح الكرماني: ۱۳/۶۹، وعمدة القاري: ۱۵/۱۷

(۱٥) شرح ابن بطال: ٥/۲٤۰، وعمدة القاري: ۱٥/۱۷

"بئس ماقال أبو عبدالرحمن"(۱۶)۔

''ابوعبدالرحمٰن نے ناپسندیدہ اور بری بات کہی ہے''۔

اسی طرح علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذه العبارة فيها سوء أدب"(۱۷)۔

یعنی ابوعبدالرحمٰن کا مذکورہ جملہ سوءادب اور گستاخی پر مشتمل ہے۔

وسمعته يقول بعثني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والزُّبير، فقال: ائتوا روضة كذا، وتجدون بها امرء ة أعطاها حاطبٌ كتابا

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر کو حکم دیا کہ تم دونوں ''روضہ خاخ'' روانہ ہوجاؤ، روضۂ خاخ میں تمہیں ایک عورت ملے گی، جسے حاطب (بن ابی بلتعہ) نے خط دیا ہے۔

سمعتہ میں ''ہ'' ضمیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ رہی ہے(۱۸)۔

روضة كذا

کتاب الجہاد، باب الجاسوس کے تحت بھی یہ روایت منقول ہے، اس میں تصریح ہے: "روضة خاخ"(۱۹)۔ روایت باب میں روضہ کے نام کی تصریح نہیں۔

امرأة: اس عورت کا نام سارہ تھا(۲۰)۔

---

(۱٦) عمدة القاري: ١٥/١٧

(۱۷) إرشاد الساري: ٥/١٨٥

(۱۸) عمدة القاري: ١٥/١٧

(۱۹) صحيح البخاري: ١/٤٢١ (رقم ٣٠٠٧)، وشرح الكرماني: ١٣/٦٨، وعمدة القاري: ١٥/١٧، وإرشاد الساري: ٥/١٨٥

(۲۰) شرح الكرماني: ١٣/٦٨، وعمدة القاري: ١٥/١٧، وإرشاد الساري: ٥/١٨٥

فقلنا الكتاب

''ہم نے (اس عورت سے کہا) خط دو''۔

"الكتاب" لفظ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے، عبارت مقدر ہے: "فقلنا هاتِ الكتاب (٢١)۔

قالت لم يُعطني

''اس نے کہا حاطب نے مجھے کوئی خط نہیں دیا''۔

فقلنا لتُخرِجنَّ أو لأجرّ دنك

ہم نے کہا تمہیں بہرصورت وہ خط نکال کر دینا ہے، ورنہ ہم تمہیں عریاں کر دیں گے''۔

یہاں "لتخرجن" کا مفعول "الکتاب" محذوف ہے، اور "أو" حرفِ عطف ہے جو مانعۃ الخلو کے لئے ہے، مطلب یہ ہے کہ خط نکال کر دو اگر خط نکال کر نہیں دوگی تو ہم تمہیں عریاں کر دیں گے۔

یہاں علامہ عینی رحمہ اللہ علیہ نے اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے جو کچھ کہا ہے، اس کا حاصل ہے کہ یہاں "أو" حرف استثناء "إلا" کے معنی میں ہے۔اور "لأجردنك" ان مقدرہ کی بناء پر منصوب ہے اور عبارت مقدر ہے: "لتخرجنك الكتاب إلا أن تجردي" جس طرح "لأقتلنك أو تسلم"، "إلا أن تسلم" کے معنی میں ہے (۲۲)۔

اگر "أو" "إلى" کے معنی میں لیا جائے، تو بھی اس کے قریب معنی ہوں گے، جیسے "لألزمنك أو تُعطيني حقي" إلى أن تعطني حقّي کے معنی میں ہے (۲۳)۔

اس پورے کلام میں تأمل ہے، اور تکلف سے خالی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ارشاد الساری کے مصحح نے اس پر اپنے تأمل کا اظہار کیا ہے، بالکل سیدھا مفہوم وہی ہے جو ہم نے شروع میں لکھ دیا ہے۔ واللہ أعلم۔

فأخرَجتْ من حجزتها

''اس نے اپنے نیفہ سے وہ خط نکال کر دیا''۔

---

(٢١) شرح الكرماني: ١٣/٦٨، وعمدة القاري: ١٥/١٧، وإرشاد الساري: ٥/١٨٥

(٢٢) عمدة القاري: ١٥/١٧، وإرشاد الساري: ٥/١٨٥

(٢٣) عمدة القاري: ١٥/١٧

روایات میں تعارض اور اس کا حل

کتاب الجہاد، باب الجاسوس کے تحت روایت میں ہے:

"فأخرجته من عقاصها" "وہ خط اس نے بالوں کے جوڑے سے نکال کر دیا"۔ جب کہ حدیث باب میں ہے کہ نیفہ سے نکال کر دیا۔ دونوں روایات میں تعارض ہے، شراح حدیث نے ان دونوں روایات میں مختلف تطبیقیں دی ہیں:

❶ ایک تطبیق یہ دی گئی ہے کہ پہلے تو بالوں کی چوٹی میں چھپایا ہو، پھر وہاں سے نکال کر نیفہ میں چھپا دیا ہو۔ یا پھر یہ کہ پہلے نیفہ میں چھپا دیا ہو، اور وہاں سے نکال کر بالوں کی چوٹیوں میں رکھ دیا ہو (۲۴)۔

❷ بعض شراح حدیث نے تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے اس کے پاس دو مختلف جماعتوں کے نام خطوط ہوں۔ ایک خط کو عقاص (چوٹیوں) میں چھپا دیا ہو، اور دوسرے کو حجزہ (نیفہ) میں (۲۵)۔

❸ بعض حضرات نے یہ احتمال بیان کیا ہے کہ ممکن ہے، روایت میں "حجزہ" سے مطلقاً (گرہ) مراد ہو، معقد ازار مراد نہ ہو، خواہ وہ معقد بالوں کا ہو یا ازار کا (۲۶)۔

❹ ممکن ہے حجزہ سے "رسی" مراد ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اونٹ کو ایک خاص طریقہ سے، جس رسی سے باندھا جاتا ہے، اسے بھی حجز کہتے ہیں (۲۷)۔

❺ بعض شُراح حدیث نے دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ خط تو بالوں کی چوٹی میں تھا، لیکن اس عورت کے بال زیادہ لمبے ہونے کی وجہ سے نیفہ تک پہنچتے تھے، اس لئے اس نے بالوں کا معقد (گرہ) خط سمیت نیفہ کے اندر کر دیا۔ اس طرح دونوں جگہوں سے برآمد ہونا ثابت ہوا۔ بالوں کی چوٹی سے بھی اور نیفہ سے بھی۔ سب سے نفیس اور بہتر یہی تطبیق ہے (۲۸)۔

---

(٢٤) شرح الكرماني: ٦٩/١٣، وعمدة القاري: ١٧/١٥، وفتح الباري: ٢٣٥/٦، وإرشاد الساري: ١٨٥/٥

(٢٥) شرح الكرماني: ٦٩/١٣، وفتح الباري: ٢٣٥/٦، وعمدة القاري: ٧١/١٥

(٢٦) شرح الكرماني: ٦٩/١٣، وفتح الباري: ٢٣٥/٦، وعمدة القاري: ٧١/١٥

(٢٧) شرح الكرماني: ٦٩/١٣، وفتح الباري: ٢٣٥/٦، وعمدة القاري: ٧١/١٥

(٢٨) إرشاد الساري: ١٨٥/٥، وفتح الباري: ٢٣٥/٦، وعمدة القاري: ٧١/١٥

فأرسل إلى حاطب فقال لا تعجل والله ما كفرتُ ولا ازددت للإسلام إلا حُباً ولم يكن أحدٌ بين أصحابك إلا وله بمكة من يدفع الله به عن أهله وماله......

حدیث باب کے مذکورہ حصہ سے متعلق بحث کتاب الجہاد، باب الجاسوس کے تحت گزر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں اور دونوں اجزاء کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت ہے۔

چنانچہ حدیث باب میں ہے "فأخرجت من حجزها" اس کی مناسبت، ترجمۃ الباب کے پہلے جز "إذا اضطُر الرجل إلى النظر في شعور أهل الذمة والمؤمنات" کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے تلاشی کے دوران خط نکالنے کے لئے بالوں کو دیکھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ صحابہ کے ڈرانے دھمکانے کے نتیجہ میں عورت نے بالوں کی چوٹی سے وہ خط نکال کر دیا، جسے روایت باب میں "فأخرجت من حجزها" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے (۲۹)۔

اسی طرح روایت میں ہے:

"لأجر دنك" اس کی مناسبت ترجمۃ الباب کے آخری جزء "وتجريدهن" کے ساتھ ہے۔ مناسبت بالکل ظاہر ہے (۳۰)۔

مناسبت پر اشکال اور اس کے جوابات

یہاں اشکال ہوسکتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے پہلے جزء "في شعور أهل الذمة والمؤمنات" میں ذمی اور مسلمان عورت کی تصریح ہے، حالانکہ ترجمۃ الباب کے تحت منقول روایت میں تصریح نہیں کہ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پہنچانے والی عورت ذمیہ تھی یا مسلمان؟ اس لئے بظاہر ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت نہیں بن سکتی۔

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ روایت باب سے اگرچہ یہ بات معلوم نہیں

---

(۲۹) إرشاد الساري: ۱۸۵/۵

(۳۰) عمدة القاري: ۱۶/۱۵

ہوئی کہ وہ ذمیہ تھی یا مسلمان۔ لیکن بلا ضرورت نامحرم عورت کو دیکھنا چونکہ حرام ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمیہ دونوں برابر ہیں، اس لئے حدیث باب سے ترجمۃ الباب ثابت ہو جاتا ہے (۳۱)۔

علامہ ابن التینؒ کا اشکال اور اس کا جواب

ابن التین رحمہ اللہ نے اشکال کیا ہے کہ اگر وہ عورت مشرک تھی، تو پھر ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیثِ باب کی مناسبت نہیں ہوگی۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ معاہد اہل ذمہ کے حکم میں ہوتے ہیں، وہ عورت بھی معاہد تھی اور اہل ذمہ کے حکم میں تھی (۳۲)۔

۱۹۲ - باب : اَسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ .

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مجاہدین جہاد سے لوٹ کر آئیں تو ان کا استقبال کرنا مستحب ہے، حدیث میں اس کی اصل موجود ہے۔

لیکن ظاہر ہے یہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں، اس لئے استقبال نہ کیا جائے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

۲۹۱۶ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : قَالَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ لِٱبْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمْ : أَتَذْكُرُ إِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ أَنَا وَأَنْتَ وَٱبْنُ عَبَّاسٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ .

تراجم رجال

۱-عبداللہ بن ابی الأسود

کشمیہنی کی روایت میں ''ابـن أبـي الأسـود'' ضبط ہوا ہے اور ''عبـد اللّٰه'' کی تصریح

(۳۱) عمدة القاري: ۱۵/۱٦، وفتح الباري: ٦/۲۳۵

(۳۲) عمدة القاري: ۱۵/۱٦، وفتح الباري: ٦/۲۳۵

(۲۹۱٦) والحديث عند مسلم في صحيحه : ۲/۲۸۳، في الفضائل، باب من فضائل عبدالله بن جعفرؓ، وعند أبي داود في سننه: ۱/۳۵٤، في الجهاد، باب في ركوب ثلاثة على دابة.

نہیں (۲)۔

یہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن حمید بن ابی الأسود ہیں، ان کے حالات، کتاب الأذان، باب بلاترجمہ کے تحت گزر چکے ہیں۔ آگے روایت کی سند میں "حمید بن الأسود" کے الفاظ ہیں، یہ ان کے دادا ہیں (۳)۔

۲-یزید بن زریع

یہ ابومعاویہ یزید بن زریع التیمی العیشی ہیں، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی في الأسواق وغیرہ کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۳-حمید بن الأسود

یہ أبوالأسود حمید بن الأشقر البصری الکرابیسی ہیں، ہم ابتدا میں بتا چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن ابی الأسود کے دادا ہیں۔

انہوں نے مختلف شیوخ حدیث سے روایات لی ہیں، ان میں نمایاں اور ممتاز شیوخ کے نام یہ ہیں:

اسماعیل بن أمیہ، حبیب بن الشہید، عبداللہ بن عون، عبدالعزیز بن صہیب، مالک بن انس، محمد بن عمرو بن علقمہ، مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر، ہشام بن عروہ بن زبیر (۴)۔

ان سے روایت لینے والوں میں، اسماعیل بن مَسْلَمہ بن قَعْنَب قعنبی، ابوبشر بن خلف، سعید بن عامر ضُبَعی، عبداللہ بن مبارک، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن أبی الأسود، عبدالرحمن بن مہدی، عبیداللہ بن عمر القواریری، علی ابن المدینی، مسدد بن مسرهد شامل ہیں (۵)۔

ثقہ اور معتمد راوی ہیں۔

---

(۲) عمدة القاري: ۱۵/۱۸

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ۷/۳۵۰

(٤) تهذيب الكمال: ۷/۳۵۰، ۳۵۱، وتهذيب التهذيب: ۳/۳۵

(٥) تهذيب الكمال: ۷/۳۵۱، وتهذيب التهذيب: ۳/۳۵

علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے "الضعفاء الکبیر" میں ان کا تذکرہ ضعیف راویوں میں کیا ہے، اور اس تضعیف کی بنیاد انہوں نے اس جرح پر استوار کی: "كان عفان يحمل عليه؛ لأنه روى حديثا منكراً"(٦)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ عقیلی کی یہ جرح معتبر نہیں، دیگر ائمہ جرح وتعدیل نے "حمید بن الاسود" کی توثیق کی ہے۔

مثلاً ابن حبان نے ان کا تذکرہ "ثقات" میں کیا ہے(٧)۔

قواریری نے فرمایا: "کان صدوقا"(٨)۔

ابوحاتم نے ان کے بارے میں کہا: "ثقه"(٩)۔

امام دارقطنی کا قول ان کے بارے میں حاکم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: "لیس به بأس"(١٠)۔

خلاصہ یہ ہے کہ حمید بن اسود ثقہ اور معتبر راوی ہیں، اگر سب ائمہ جرح وتعدیل ایک راوی کی ثقاہت پر متفق ہوں، تو ان کی مخالفت میں منقول، محض ایک قول کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اس لئے حمید بن اسود کے بارے میں علامہ عقیلی کی جرح معتبر نہیں۔

نوٹ

روایت کی سند میں پہلے راوی "عبداللہ بن ابی الاسود" امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے فرمایا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں دو جگہ ان کی روایات نقل کی ہیں (١١)۔

---

(٦) الضعفاء الكبير للعقيلي: ١/٢٦٨، وتهذيب التهذيب: ٣/٣٦

(٧) تهذيب التهذيب: ٣/٣٥

(٨) الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٣/٢٣٦، (رقم الترجمة: ٩٦٠)، تهذيب الكمال للمزي: ٦/٣٥١، وتهذيب التهذيب: ٣/٣٦

(٩) حوالهٔ بالا

(١٠) تهذيب التهذيب: ٣/٣٧

(١١) فتح الباري: ٦/٢٣٥، وعمدة القاري: ١٥/١٨

عبداللہ بن ابی الاسود نے مذکورہ روایت، یزید بن زریع اور حمید بن ابی اسود دونوں سے سنی ہے، اس لئے روایت کی سند میں انہوں نے حمید بن اسود کے ساتھ، یزید بن زریع کو بھی متصلاً ذکر کیا ہے۔ آگے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بھی روایت کی سند میں دونوں راوی ''مقرون'' ہیں (۱۲)۔

البتہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان سے جو روایت نقل کی ہے، وہ غیر مقرون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں حمید بن اسود کے ساتھ یزید کا نام ساقط ہے۔

۴۔حبیب بن الشہید

یہ ابو محمد حبیب بن الشہید ازدی ہیں، تابعی ہیں اور ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔

انہوں نے حسن بن ثابت، ابن ابی مُلیکہ، عمرو بن دینار، ابن المنکدر، میمون بن مہران اور ابواسحاق السبیعی سے روایت حدیث کی۔ البتہ حضرت زبیر بن عوام، سعید بن مسیّب اور عبید بن عمیر سے مرسلا حدیث روایت کی ہے (۱۳)۔

ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمی، یزید بن زریع، ابن علیہ، بشر بن مفضل، ان کے بیٹے ابراہیم بن حبیب، ابواُسامہ، روح بن عبادہ، ابن ابی عدی، قریش بن انس اور محمد بن عبداللہ انصاری شامل ہیں (۱۴)۔

ائمہ جرح وتعدیل، روایتِ حدیث میں ان کی ثقاہت پر متفق ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''كان ثبتا ثقة'' (۱۵)۔

یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور امام نسائی نے فرمایا: ''ثقة'' (۱۶)۔

---

(۱۲) تهذيب الكمال: ۳۵۲/۷

(۱۳) تهذيب الكمال: ۳۷۹/۵، وتهذيب التهذيب: ۱۵۸/۲

(۱٤) تهذيب الكمال: ۳۷۹/۵، وتهذيب التهذيب: ۱۵۸/۲

(۱۵) تهذيب الكمال: ۳۸۰/۵، وتهذيب التهذيب: ۱۸٦/۲

(۱٦) تهذيب الكمال: ۳۸۰/۵، وتهذيب التهذيب: ۱۸٦/۲

ان کے بارے میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے یہ قول بھی نقل کیا ہے: "ثقة، مامونٌ، وهو أثبت من حميد الطويل" (١٧)۔

ابواسامہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "كان من رُفعاء الناس، وإنما روى مأة حديث" (١٨)۔
یعنی "بڑے بلند پایہ لوگوں میں سے تھے، صرف سو احادیث روایت کیں"۔

۵-ابن ابی مُلیکہ

یہ ابوبکر عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں، ان کے حالات کتاب الإیمان کے تحت گزر چکے ہیں (۱۹)۔

قال ابن الزبير لابن جعفر رضي الله عنهم: أتذكر إذا تلقينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنا وأنت وابن عباس؟

"ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تمہیں یاد ہے؟ میں، تم اور ابن عباس تینوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے گئے"۔
اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد سے واپس لوٹ رہے تھے۔
ابن زبیر سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن جعفر سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

قال: نعم، فَحَمَلنا وتركَكَ

"عبداللہ بن جعفر نے کہا، ہاں یاد ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اور ابن عباس کو سواری پر بٹھایا اور تمہیں چھوڑ دیا"۔

---

(١٧) تهذيب الكمال: ٣٨٠/٥، وتهذيب التهذيب: ١٨٦/٢

(١٨) تهذيب الكمال: ٣٨٠/٥، وتهذيب التهذيب: ١٨٦/٢

(١٩) كشف الباري: ٥٤٨/٢

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں تعارض کا حل

مذکورہ روایت میں "فحملنا وتركك" کا قائل کون ہے؟ ترجمۃ الباب کی روایت میں تصریح ہے کہ قائل، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

لیکن یہ روایت اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں نقل کی ہے، صحیح بخاری کی روایت کے برعکس اس میں ہے: "قال عبدالله بن جعفر لابن الزبير" (۲۰)۔

ظاہر ہے اس روایت کے پیشِ لفظ "فحملنا وتركك" کے قائل عبداللہ بن زبیر ہوں گے اور اس کا مفہوم صحیح بخاری کی روایت باب کے بالکل برعکس یوں ہوگا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن زبیر اور ابن عباس کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور عبداللہ بن جعفر کو چھوڑ دیا۔

یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں تعارض ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایتِ باب راجح ہے، دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تائید صحیح بخاری کی کتاب الحج والی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے:

"لما قدم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مكة استقبلته أُغَيْلِمَةٌ من بني عبدالمطلب فحمل واحداً من بين يديه وآخر خلفه" (۲۱)۔

ظاہر ہے عبداللہ بن جعفر ہی عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھے، اس سے صحیح بخاری کی روایتِ باب کی تائید ہوتی ہے کہ عبداللہ بن جعفر ہی کو سواری پر بٹھایا گیا تھا اور "فحملنا وتركك" انہی کا قول ہے (۲۲)۔

اسی طرح مسند احمد بن حنبل اور سنن نسائی میں، خالد بن سارة عن عبدالله بن جعفر کے طریق

(۲۰) صحيح مسلم: ۲/۲۸۳، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن جعفر رضي الله عنهما

(۲۱) صحيح البخاري: ۱/۲۴۲، كتاب العمرة، باب استقبال الحاج القادمين والثلاثة على الدابة (رقم ۱۷۹۸)

(۲۲) فتح الباري: ۶/۲۳۶

سے جو روایت منقول ہے، اس میں تصریح ہے:

"أن النبيّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حمله خلفه وحمل قثم بن عباس بين يديه"(٢٣)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جعفر کو اپنے پیچھے بٹھایا اور قثم بن عباس کو سامنے بٹھایا۔

علامہ ابن التین رحمہ اللہ کی رائے اس کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں:

"إن في الحديث نصاً بأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حمل ابن عباس وابن الزبير، ولم يحمل ابن جعفر"(٢٤)۔

یعنی نصِ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سواری پر بٹھایا اور ابن جعفر کو چھوڑ دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا، مجھے معلوم نہیں، ابن التین نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ رائے اختیار کی ہے؟ علامہ داودی رحمہ اللہ نے "فحملنا وتركك" کو عبداللہ بن جعفر کا کلام قرار دیا ہے۔ یہی رائے قاضی عیاض رحمہ اللہ کی بھی ہے، صحیح بخاری کی روایتِ باب کو انہوں نے راجح قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"والذي وقع في البخاري هو الصَّواب"(٢٥)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ابن ابی شیبہ" اور "ابن ابی خیثمہ" کی روایت بھی صحیح بخاری کی روایت کی تائید کرتی ہے(٢٦)۔

---

(٢٣) سنن النسائي: ٣٢/٢، كتاب المناسك، باب استقبال الحاج، ومسند أحمد بن حنبلؒ، ص: ٢١٥، (رقم ٢٢٥٩) مسند عبدالله بن عباس رضي الله عنهما، وفتح الباري: ٢٣٦/٦

(٢٤) فتح الباري: ٢٣٦/٦

(٢٥) فتح الباري: ٢٣٦/٦

(٢٦) فتح الباري: ٢٣٦/٦

''الابواب والتراجم'' میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی صحیح بخاری کی روایتِ باب راجح ہے (٢٧)۔

صحیح مسلم کی روایت میں راوی کا وہم

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایت میں تضاد کا سبب دراصل صحیح مسلم کی روابت میں راوی کا وہم ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت صحیح مسلم ہی کے الفاظ میں ''مسند احمد بن حنبل'' میں منقول ہے، اس میں "قال نعم" کے بعد "فحملنا وتركك" سے پہلے ایک اور "قال" کا اضافہ بھی مذکور ہے، اور عبارت اس طرح ہے:

"قال نعم، قال فحملنا وتركك" (٢٨)۔

اس صورت میں ظاہر ہے کہ "قال فحملنا وتركك" کے قائل عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہوں گے، جس سے صحیحین کی دونوں روایات میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مسند احمد کی مذکورہ روایت کے پیش نظر صحیح مسلم کی روایت میں "قال نعم" کے بعد لفظ "قال" کے ساقط ہونے کو راوی کا وہم کہا جائے، تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں کوئی تضاد نہیں۔ لیکن آگے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وحدثنا به مرة أخرى، فقال فيه: "قال نعم فحملنا" (٢٩)۔

یعنی راوی نے یہی روایت دوسری بار روایت کی تو اس میں لفظ "قال" کا ذکر نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اگر لفظ "قال" کا اعتبار کیا جائے، تو صحیح مسلم کی روایت صحیح بخاری کے موافق ہوگی۔ ورنہ ساقط ہونے کی صورت میں دونوں روایات میں تضاد ہوگا (٣٠)۔

---

(٢٧) الأبواب والتراجم، ص: ٢٠٤

(٢٨) فتح الباري: ٦/٢٣٦

(٢٩) فتح الباري: ٦/٢٣٦

(٣٠) فتح الباري: ٦/٢٣٦

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی رائے

تاہم قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر صحیح مسلم کی روایت میں تاویل کر کے "فحملنا" میں ضمیر مفعول کا مصداق عبداللہ بن جعفر بنائے جائیں، تو عبداللہ بن زبیر متروک ہوں گے۔ اس طرح صحیح مسلم کی روایت صحیح بخاری کی روایت کے موافق ہو جائے گی۔ (واللہ أعلم)۔

چنانچہ "فتح الباری" میں ہے:

"وتأويل رواية مسلم أن يجعل الضمير في "حملنا" لابن جعفر فيكون المتروك ابن الزبير" (۳۱).

حدیثِ باب سے مستنبط فوائد حدیث

شراح نے مذکورہ روایت باب سے چند آداب وفوائد مستنبط کیے ہیں:

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حدیث باب سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد، ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر یتیم رہ گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شفقت فرما کر، انہیں سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

❷ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسری بات حدیث باب سے یہ معلوم ہوئی کہ عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دونوں ہم عمر تھے (۳۲)۔

❸ روایت میں ہے، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم جہاد سے واپسی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے گئے تھے۔ علامہ ابن بطال اور علامہ عینی رحمہما اللہ فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد یا حج سے واپس آنے والے مسافروں کے استقبال کے لئے نکلنا اور اس موقع پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرنا بھی نیکی ہے (۳۳)۔

---

(۳۱) فتح الباري: ۲۳۶/۶

(۳۲) فتح الباري: ۲۳۶/۶

(۳۳) شرح ابن بطال: ۲۴۰/۵، وعمدة القاري: ۱۹۰/۸/۱۵

مختلف روایات سے ثابت ہے کہ سفر سے واپسی کے موقع پر، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ ہماری تہذیبی قدروں میں سے ایک یہ بھی ہے سفر سے کوئی عزیز لوٹ کر آتا ہے، تو ہم اس کا استقبال کرنے جاتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر اس موقع پر اتباعِ سنت وثواب کی نیت کی جائے تو شرعاً اس عمل کے پسندیدہ اور جائز ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

لیکن آج کے دور میں کسی عزیز یا بالخصوص حجاج کرام کے استقبال کے موقع پر، بے جا اصراف و تبذیر اور رسوم و بدعات کے جو مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں، ظاہر ہے یہ سب کچھ شہرت، ریا اور نام ونمود کے لئے ہوتا ہے، اس لئے استقبال کی یہ نوعیت گناہِ کبیرہ کے ضمن میں آتی ہے، اور شرعاً اسے جائز قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ترجمۃ الباب سے حدیث باب کی مناسبت

حدیث باب میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "إذ تلقينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" "جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کیا"۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

٢٩١٧ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : قالَ السَّائِبُ ٱبْنُ يَزِيدَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ . [٤١٦٤]

تراجم رجال

١- مالک بن اسماعیل

یہ ابوغسان مالک بن اسماعیل النہدی الکوفی ہیں، ان کے حالات کتاب الوضوء، باب الماء يغسل

(٢٩١٧) وعند البخاري أيضا في صحيحه في كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى كسرىٰ وقيصر (رقم ٤٤٢٦، ٤٤٢٧)، وعند أبي داود في سننه في كتاب الجهاد، باب في التلقي (رقم ٢٧٧٩)، وعند الترمذي في جامعه في الجهاد، باب ماجاء في تلقي الغائب إذا قدم.

به شعر الإنسان کے تحت گزر چکے ہیں۔

۲-ابن عیینہ

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ ہیں، کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا ...... کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں (۳۵)۔

۳-الزہري

یہ مشہور محدث ابن شہاب زہری ہیں، ان کے حالات بدء الوحی کی حدیث ثالث کے تحت گزر چکے ہیں (۳۶)۔

۴-السائب بن یزید رضی اللہ عنہ

یہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سائب بن یزید بن سعید الکندی ہیں، ان کے حالات کتاب العلم کے تحت پہلے گزر چکے ہیں۔

ذهبنا نتلقّى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الصبيان إلى ثنيّة الوَداع

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''ہم نوعمر لڑکوں کے ساتھ ثنیہ الوداع تک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے لگے''۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مراجعت فرما رہے تھے، چنانچہ سنن ترمذی کی ایک روایت میں تصریح ہے ''لما قدم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من تبوك......(۳۷).

استقبال میں جو کم سن اور نوعمر بچے آئے تھے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے (۳۸)۔

---

(۳۵) كشف الباري: ۳/۸٦-۹۰

(۳٦) كشف الباري: ۱/۳۲٦

(۳۷) سنن الترمذي: ۱/۳۰۲، كتاب الجهاد، باب في تلقي الغائب إذا قدم.

(۳۸) عمدة القاري: ۱۵/۱۹، وإرشاد الساري: ٦/٥٥٦

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث باب میں ہے "ذهبنا نتلقى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت ظاہر ہے۔

١٩٣ - باب : ما يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد اور باب سابق سے مناسبت

گزشتہ باب میں بتایا گیا ہے کہ جہاد سے وطن کی طرف مراجعت کے موقع پر مجاہدین کا استقبال کرنا جائز ہے، رہ گئی یہ بات کہ خود مجاہدین کا وظیفۂ عمل کیا ہوگا؟

اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ باب قائم کر کے باور کرا رہے ہیں، جب مجاہدین اسلام سفرِ جہاد سے صحت وعافیت کے ساتھ وطن لوٹ آئیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے اور توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے کہ احادیث میں اس کی اصل موجود ہے۔

٢٩١٨ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا ، قالَ : (آيِبُونَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَائِبُونَ ، عابِدُونَ حامِدُونَ ، لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) .

[ر : ١٧٠٣]

تراجم رجال

١- موسیٰ بن اسماعیل

یہ ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی البصری ہیں۔ ان کے حالات بدء الوحي کے تحت گزر چکے ہیں (٤٠)۔

(٢٩١٨) مر تخريجه في كتاب العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج أو العمرة أو الغزو (رقم ١٧٩٧)

(٤٠) كشف الباري: ١/٤٣٣

۲-جُوَیریہ

یہ جُوَیریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب الجنب یتوضأ ثم ینام کے تحت گزر چکا ہے۔

۳-نافع

یہ نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر القرشی العدوی ہیں۔ کتاب العلم، باب ذکر العلم والفُتیا في المسجد کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے(۴۱)۔

۴-عبداللہ

یہ مشہور صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(۴۲)۔

أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا قَفَلَ كبَّر ثلاثا، قال: آيبون إن شاء الله تائبون، عابدون حامدون، لربنا ساجدون، صَدق الله وعدَه، ونَصر عبدَه، وهَزم الأحزاب وحده

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جہاد سے لوٹتے تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر فرماتے: ''ہم لوٹنے والے ہیں انشاء اللہ، توبہ کرنے والے ہیں، حمد کرنے والے ہیں اپنے رب کیلئے، سجدہ کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے (فتح ونصرت کا) اپنا وعدہ سچا کردیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اسی نے (کافروں کے) لشکروں کو شکست دی''۔

یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے ''عن عبداللہ عن عبدالعزیز بن أبي سلمة عن صالح بن

---

(٤١) كشف الباري: ٦٥١/٤

(٤٢) كشف الباري: ٦٧٩/١

كيسان عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن يوسف عن مالك عن نافع عن عبدالله عمر رضي الله عنهما" کے طریق سے، كتاب الجهاد، باب التكبير إذا علا شرفا کے تحت بھی نقل کی ہے۔

قَفَلَ: (نصراورضرب سے) قَفَلَ قُفُولا کے معنی ہیں: سفر سے لوٹنا۔ واپس ہونا، اسی سے "قافلہ" ہے۔ بمعنی کارواں، سفر سے لوٹنے والے لوگوں کی جماعت (۴۳)۔

البتہ روایت کے تحت قفل "رجوع عن الغزوة" کے معنی میں ہے (۴۴)۔

آيبون إن شاء الله تائبون......

حدیث باب میں "آيبون تائبون حامدون اورساجدون مختلف صفات ہیں، سوال یہ ہے کہ الفاظِ مشیت (انشاءاللہ) کون سی صفت کے ساتھ متعلق ہے؟

ایک معلوم بات ہے کہ انشاءاللہ مستقبل کے امور کے لئے کہا جاتا ہے، اس لئے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفرِ جہاد سے مراجعت فرما چکے تھے، اس بناء پر صفت "إياب" کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ متعلق کرنا درست نہیں، تو بہ اور حمد وعبادت مستقبل میں پیش آنے والے امور تھے۔ لہٰذا روایت میں الفاظ مشیت "آیبون" کے بعد والی صفات سے متعلق ہوں گے۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اگر چہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد و ثنا میں منہمک رہتے تھے، لیکن ان کے یہاں ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ ہمہ وقتی عبادت اور حمد وثنا کے باوجود اپنے اعمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف کرتے اور اس کے انعامات پر شکر ادا کرتے ہوئے اپنی فقیری اور محتاجی کا اظہار کرتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ علامہ ابن بطال کے نزدیک "ان شاء الله" کا تعلق "آيبون" سے نہیں، بلکہ بعد کی صفات تائبون، حامدون اور ساجدون سے ہے۔

---

(٤٣) النهاية في غريب الحديث لابن الأثير: ٤/ ٩٢، ٩٣، وعمدة القاري: ١٥/ ٢٠

(٤٤) عمدة القاري: ١٥/ ٢٠

علامہ ابن بطالؒ پر علامہ ابن منیرؒ کا رد

لیکن علامہ ابن بطال کی رائے کو علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے رد کیا ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"تعقبه ابن المنير فقال: الظاهر أن المشيئة إنما علق عليها الإياب خاصه، وقوله: "قد وقع فلا تعلق" وهمٌ؛ لأن الإياب المقصود إنما هو الرجوع الموصل إلى نفس الوطن، وهو مستقبل بعد؛ فلا يصح أن يعلق النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقية الأفعال على المشيئة؛ لأنه قد حمد الله تعالىٰ ناجزاء وعبدَه دائماء، والعمل الناجز لاينبغي تعليقه على المشيئة، ولو صلى إنسانٌ الظهرَ فقال: صليتُ إن شاء الله لكان غلطاً منه؛ لأن الله قد أمره أن يصلي فصلّى فلا تشكيك في معلوم"(٤٥)۔

مطلب یہ ہے کہ بظاہر "إيــاب" ہی کو مشیت کے ساتھ متعلق کیا گیا ہے، ابن بطال کی یہ بات بے اصل ہے، کہ "إيـاب" کا وقوع ہو چکا، تو مشیت سے اس کا تعلق نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ "إيـاب" کا مقصد وطن کی طرف مراجعت ہے اور وہ ابھی پورا نہیں ہوا تو مشیت کو اسی کے ساتھ متعلق کیا جائے گا۔ إيــاب کے بعد والے بقیہ افعال، مشیت کے ساتھ متعلق نہیں، اس لئے کہ آپ نے ہر وقت اور ہمیشہ اللہ کی حمد وثنا اور عبادت کی، (گویا یہ طے شدہ اعمال ہیں) اور طے شدہ اعمال کو مشیت کے ساتھ متعلق کرنا مناسب نہیں۔ اگر ایک آدمی ظہر کی نماز پڑھ کر کہتا ہے "میں نے انشاء اللہ نماز پڑھ لی" تو یہ درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ سے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم کیا ہے تو اس نے نماز ادا کی، (یہ ایک معلوم اور طے شدہ حکم ہے) لہٰذا ایک معلوم معاملہ میں شک کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کے نزدیک "إيـاب" مشیت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ بقیہ افعال سے متعلق ہے، اسلئے کہ ان کے نزدیک "إيـاب" واقع ہو چکا تھا، لہٰذا ایاب کو مشیت کے ساتھ متعلق کرنا ان کے

(٤٥) إرشاد الساري: ٥/١٨٦، ١٨٧

نزدیک درست نہیں۔ جب کہ ابن منیر رحمہ اللہ کی رائے ان کے خلاف ہے، ان کے نزدیک "إیاب" متعلق بالمشیئۃ ہے، اس لئے کہ اس کا وقوع مستقبل سے وابستہ تھا، جب کہ باقی افعال طے شدہ اور ثابت تھے، لہٰذا وہ متعلق بالمشیۃ نہیں ہوسکتے۔ (واللہ اعلم)۔

روایت سے متعلق مزید تفصیل پیچھے "کتاب الجهاد، باب التكبير إذا علا وشرفا" کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۹۱۹/۲۹۲۰ : حدّثنا أبو معْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيىٰ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ ، وَرَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ ، فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا ، فَاقْتَحَمَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ جَعَلَنِي ٱللَّهُ فِدَاءَكَ ، قالَ : (عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ) . فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَتَاهَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا ، وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا ، وَاكْتَنَفْنَا رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ ، فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ ، قالَ : (آيِبُونَ تَائِبُونَ ، عابِدُونَ ، لِرَبِّنَا حامِدُونَ) . فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلِكَ ، حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ .

تراجم رجال

۱-ابومعمر

یہ ابومعمر عبداللہ بن ابی الحجاج المنقری المعقد ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "اللهم علمه الكتاب" کے تحت گزر چکا ہے (۴۷)۔

۲-عبدالوارث

یہ عبدالوارث بن سعید الذکوان التیمی ہیں، ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب وباب کے تحت گزر چکا ہے (۴۸)۔

(۲۹۱۹/۲۹۲۰) قد مرّ تخريجه في كتاب الصلوة، باب مايُذكر في الفَخِذ (رقم ۳۷۱)

(۴۷) كشف الباري: ۳/۳۰۸

(۴۸) كشف الباري: ۳/۳۰۹

۳-یحیٰ بن ابی اسحاق

یہ یحیٰ بن ابی اسحاق الحضرمی البصری النحوی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب تقصير الصلوة، باب ماجاء في التقصير کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کے حالات کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه کے تحت گزر چکے ہیں (۴۹)۔

كُنَّا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مَقْفَلَهُ من عُسْفانَ، ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على راحلته

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب آپ عسفان سے لوٹ رہے تھے، اور آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔

وقد أردف صفية بنت حُييّ

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ بن حُیَی کو بھی اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا تھا''۔

روایت میں راوی کا وہم

روایت باب میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عسفان سے لوٹ رہے تھے۔ حافظ دمیاطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ راوی کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ آپ غزوۂ خیبر سے لوٹ رہے تھے۔ اس لئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کو جنگ خیبر میں ملی تھیں، خیبر کا واقعہ سن ۷ ہجری کو پیش آیا تھا، واپس آتے ہوئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھی تھیں، جب کہ غزوۂ بنی عسفان ۶ ہجری میں واقع ہوا تھا، اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہاں سے آگئیں؟ (۵۰)۔

---

(٤٩) كشف الباري: ٢/٤، ٥

(٥٠) فتح الباري: ٦/٢٣٧، عمدة القاري: ١٥/٢٠، إرشاد الساري: ٥/٥٥٨

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ عسفان اور غزوہ خیبر چونکہ یکے بعد دیگرے پیش آئے، اس لئے راوی کو اشتباہ ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مراجعت کی نسبت غزوۂ عسفان کی طرف کردی (۵۱)۔

فعَثرت ناقتُه فصُرِعا جميعاً

''لیکن اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے''۔

فاقتحم أبو طلحة فقال: يا رسول الله جَعَلَني اللّٰهُ فداءَ ك

''یہ دیکھ کر ابوطلحہ فوراً اونٹ سے کود پڑے اور کہا، میری جان آپ پر فدا ہو''۔

اقتحم: "قَحَمَ في الأمر إذا رَمىٰ نفسه فيه من غيرِ رؤية" (۵۲)۔ اُس کے معنی ہیں، اپنے آپ کو کسی کام میں جھونک دینا، بے سوچے سمجھے ڈال دینا، کہتے ہیں أقحم الفرس راكبه ''گھوڑے نے سوار کو منہ کے بل گرادیا''۔

قال: ((عليك المرء ة)) فـقـلـبَ ثـوبا على وَجْهِه وأتاها فألقاهُ عَليها، وأصلح لهما مَر كبهما فرَكِبا

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت کی خبر لو، ابوطلحہ نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا، (تاکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر نظر نہ پڑے) اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، تو وہی کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا۔ پھر دونوں کے لئے سواری درست کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں سوار ہوگئے۔

---

(۵۱) فتح الباري: ۲۳۷/۶، فيض الباري: ۳۶۹/۳، الأبواب والتراجم، ص: ۲۰۵

(۵۲) شرح الكرماني: ۷۰/۳، وعمدة القاري: ۲۰/۱۵

فاكتفنا رسولَ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

''ہم سب آپ کے اردگرد جمع ہوگئے''۔

فاکتنفنا: أي أحطنا(٥٣)، ہم نے گھیرلیا، احاطہ کرلیا، کَنَفَ (نصر سے) احاطہ کرنے اور گھیرنے کے معنی میں آتا ہے(٥٤)۔

فلما أشرفنا على المدينة، قال: ((آيبون تائبون، عابدون، لربنا حامدون)).

فلم يَزَلْ يقول ذلك، حتى دخل المدينة.

''جب مدینہ کے بالکل قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون'' آپ مسلسل یہی کلمات فرماتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے''۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب کی پہلی روایت میں تصریح نہیں کہ مذکورہ دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے مراجعت کرتے ہوئے فرماتے تھے، یا مدینہ کے اندر داخل ہوتے وقت۔ اس دوسری روایت میں تصریح ہے کہ دعا مدینہ کے اندر داخل ہوتے وقت فرماتے تھے(٥٥)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

قال آيبون .... الخ کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے۔

فوائد حدیث

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس روایت سے مختلف آداب وفوائد مستنبط کئے ہیں:

1. سواری پر عورت مرد کے پیچھے بٹھائی جائے اور حجاب میں رہے۔
2. نامحرم مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے سے پردہ کرنا اور چہرہ کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے۔

(٥٣) عمدة القاري: ١٥/٢٠

(٥٤) مختار الصحاح، ص: ٥٨٠، دار المعارف بمصر

(٥٥) فيض الباري: ٣/٣٥٩

❸ ابوطلحہ رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت کی، اس سے معلوم ہوا کہ امام وقت اور اہل علم کی خدمت مستحب ہے۔

❹ سفر سے مراجعت کے بعد جب امام وقت اپنے ملک یا شہر میں داخل ہو تو اس کا استقبال کیا جائے، لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جائیں۔

❺ جب مسافر اپنے اہل وعیال کے پاس عافیت سے پہنچے تو اللہ تعالی کا شکر اور توبہ استغفار کرے۔

❻ روایت سے ایک فائدہ یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات اگرچہ امہات المؤمنین تھیں، لیکن نامحرم مردوں سے پردہ اور حجاب کا حکم ان کے لئے بھی تھا (۵۶)۔

(۲۹۲۰) : حدّثنا عَليٌّ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ المُفَضَّلِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰق ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ ، فَلَمَّا كانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ ، فَصُرِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَالمَرْأَةُ ، وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ - قالَ : أَحْسِبُ قالَ - اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ ؟ قالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالمَرْأَةِ) . فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا ، فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا ، فَقَامَتِ المَرْأَةُ ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا ، فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كانُوا بِظَهْرِ المَدِينَةِ ، أَوْ قالَ : أَشْرَفُوا عَلَى المَدِينَةِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (آيِبُونَ تَائِبُونَ عابِدُونَ ، لِرَبِّنَا حامِدُونَ) . فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا ، حَتَّى دَخَلَ المَدِينَةَ .

[۵۶۲۳ ، ۵۸۳۱]

تراجم رجال

۱-علی

یہ جلیل القدر محدث علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی ہیں، ان کے تفصیلی حالات کتاب العلم کے تحت

(۵۶) عمدة القاري: ۱۵/ ۲۰

(۲۹۲۰) مرّ تخريجه في كتاب الصلوة، باب مايذكر في الفخذ (رقم ۳۷۱)

پہلے گزر چکے ہیں (۵۸)۔

۲-بشر بن المفضل

یہ بشر بن المفضل ابن الاحق الرقاشی البصری ہیں، ان کے حالات كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "رب مبلغ أوعىٰ من سامع" کے تحت گزر چکے ہیں (۵۸☆)۔

۳-یحییٰ بن أبی اسحاق

ان کا تذکرہ كتاب تقصير الصلوة، باب ماجاء في التقصير کے تحت گزر چکا ہے۔

۴-انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کے حالات كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه کے تحت گزر چکے ہیں (۵۹)۔

أنه أقبل هو وأبوطلحة مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

یہ وہی ترجمۃ الباب کی دوسری روایت ہے لیکن سند بدل گئی ہے۔

فلما كانوا: ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں "کان" مفرد کا صیغہ نقل کیا گیا ہے (٦٠)۔

عَثَرت الناقَةُ: ابوذر اور اصیلی رحمہما اللہ کی روایت میں "ناقة" کے بجائے "الدابة" منقول ہے (٦١)۔

دابۃ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس میں تاء وحدت کی ہے، مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس کے معنی ہیں: زمین پر چلنے والے جانور، مویشی، چوپایا۔ اکثر استعمال اس چوپائے پر ہوتا ہے، جو سواری یا بوجھ لادنے کے کام آتا ہے۔

---

(٥٨) كشف الباري: ٢٩٧/٣

(٥٨☆) كشف الباري: ٢٢٢/٣

(٥٩) كشف الباري: ٥٠٤/٢

(٦٠) إرشاد الساري: ٥٥٩/٦

(٦١) إرشاد الساري: ٥٥٩/٦

حتى إذا كانوا بِظَهْر المدينة، أو قال: أشرفوا على المدينة

یہاں راوی کوشک ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دونوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا، کانوا بظهر المدینة کا کہا، یا أشرفوا علی المدینة کہا۔

بظهر المدينة: ظهر ظاہر کے معنی میں ہے، یعنی جب مدینہ سامنے آ گیا (۶۲)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

مناسبت بالکل واضح ہے۔

۱۹۴ - باب : الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ .

بابِ سابق سے مناسبت اور ترجمۃ الباب کا مقصد

اس سے پہلے باب میں بتایا گیا کہ جب مجاہد اور مسافر سفر سے لوٹ کر وطن پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور توبہ واستغفار کرے۔ اب یہ کہ جب منزل مقصود تک پہنچ جائے تو کیا کرے؟ اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ باب الصلوة، إذا قدم من سفر کا ترجمہ قائم کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مجاہد یا مسافر سفر سے لوٹ کر، اپنی منزل تک پہنچ جائے تو اسے شکرانے کا دوگانہ ادا کرنا چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ سفر سے مراجعت کے بعد، مسجد کے اندر تشریف لا کر دوگانہ ادا فرمایا کرتے۔

۲۹۲۱ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في سَفَرٍ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ، قالَ لِي : (ادْخُلِ المَسْجِدَ ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ) . [ر : ٤٣٢]

---

(٦٢) إرشاد الساري: ٦/٥٥٩

(٢٩٢١) مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر (رقم ٤٤٣)

تراجم رجال

١-سليمان بن حرب

یہ ابوایوب، سلیمان بن حرب بن بجیل واشحی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(٢)۔

٢-شعبہ

یہ مشہور محدث شعبہ بن الحجاج بن الورد البصری ہیں۔ان کا تذکرہ بھی کتاب الایمان کے تحت گزر چکا ہے(٣)۔

٣-محارب بن دثار

یہ قاضی ابومطرف، محارب بن دثار السدوسی الکوفی ہیں۔ان کا تذکرہ بھی كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر کے تحت گزر چکا ہے۔

٤-جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری ہیں۔ان کا تذکرہ كتاب الوضوء، باب صَبّ النبي صلى الله عليه وسلم وضوء ه على المغمىٰ عليه کے تحت گزر چکا ہے۔

"كنت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في سفرٍ فلما قدِمنا من المدينة قال لي: ﴿أدخل المسجد فصلّ ركعتين﴾.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "جابر! مسجد میں جاؤ اور دو رکعت پڑھ لو"۔

---

(٢) كشف الباري: ١/١٠٥

(٣) كشف الباري: ١/٦٧٨

اس سے تحیۃ المسجد مراد نہیں، یہ سفر سے مراجعت کی نمازِ نفل تھی (۴)۔

کتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت "عن خلاف بن یحي عن مسعر عن محارب بن دثار" کے طریق سے روایت کی ہے (۵)۔ وہیں اس سے متعلق تفصیل بھی ہو چکی ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت مختصراً وتفصیلاً بیس مقامات میں نقل کی ہے (۶)۔

ترجمۃ الباب سے حدیثِ باب کی مناسبت

"فلما قدمنا من السفر قال لي: أدخل المسجد فصل ركعتين". کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے۔

۲۹۲۲ : حدّثنا أَبو عاصِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ وَعَمِّهِ عُبَيْدِ ٱللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ ، عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ المَسْجِدَ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ . [ر : ۲۶۰۶]

تراجم رجال

۱- ابو عاصم

یہ أبو عاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک ہیں۔ کتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں (۸)۔

---

(٤) إرشاد الساري: ٥٥٩/٦

(٥) عمدة القاري: ٢١/١٥

(٦) إرشاد الساري: ٥٥٩/٦

(٢٩٢٢) مر تخريجه في كتاب الجهاد، باب إذا تصدّق أو وقف بعض ماله أو بعض رقيقه أو دوابّه فهو جائز (رقم ٢٧٥٧)

(٨) كشف الباري: ١٢٩/٣-١٣٢

۲-ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اموی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله کے تحت گزر چکا ہے۔

۳-ابن شہاب

مشہور محدث محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری ہیں۔ ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں (۹)۔

۴-عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب

یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک ہیں، کتاب الوصایا، باب إذا تصدق أو وقف بعض ماله کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۵-عبیداللہ بن کعب

یہ مشہور صحابی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ اپنے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایات لیں (۱۰)۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھتیجے، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، اور ان کے بھائی معبد بن مالک شامل ہیں (۱۱)۔

جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی، تو عبیداللہ بن کعب نے ان کا سہارا بن کر، ان کی خوب خدمت کی (۱۲)۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور امام نسائی سب نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔

---

(۹) كشف الباري: ۱/۳۲٦

(۱۰) تهذيب الكمال للحافظ المزي: ۱۹/۱٤٥

(۱۱) تهذيب الكمال: ۱۹/۱٤٥، وتهذيب التهذيب: ۷/٤٤

(۱۲) تهذيب الكمال: ۱۹/۱٤٥، وتهذيب التهذيب: ۷/٤٤

أن النبيّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا قدم من سفر ضُحىً دخل المسجد، فصلى ركعتين قبل أن يجلس

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چاشت کے وقت سفر سے لوٹ کرآتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ اگر ایک روایت مختلف احکام اور آداب، فوائد پر مشتمل ہو، تو اسے مختلف ابواب کے تحت نقل کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک طویل اور مفصل روایت کا جز ہے، جس میں انہوں نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی داستان بیان کی ہے، پیچھے کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ إذا قدم من سفر کے تحت مذکورہ روایت پر بحث ہو چکی ہے۔ اور آگے کتاب المغازی کے تحت بھی تفصیل کے ساتھ آرہی ہے (۱۳)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث سے حاصل شدہ فوائد

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کی روایت سے ایک فائدہ یہ معلوم ہوا کہ سفر سے مراجعت کے بعد نمازِ نفل پڑھنا سنت ہے، اور اس کی بڑی فضیلت ہے، یہ بہ سلامت وعافیت لوٹنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکر کا مظہر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس طرز عمل میں ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے کہ سفر سے، حضر کی حالت میں آکر ہر کام سے پہلے نفلی نماز سے تبرک حاصل کیا جائے، کہ یہ خیر کی ایک بہترین کنجی ہے (۱۴)۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سفر سے لوٹ کر آئیں تو اپنے گھر سے پہلے، اللہ تعالیٰ کے گھر (مسجد) میں

---

(١٣) كشف الباري، كتاب المغازي، ص: ٦٣٥-٦٥١

(١٤) عمدة القاري: ١٥/٢٢

حاضری دیں، یہیں سے حضر کی ابتداء کریں۔ لوگوں کے ساتھ کچھ دیر نشست رہے تو وہ سلام و دعا کریں گے(۱۵)، ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑا فائدہ ہے۔

۱۹۵ - باب : الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد اور باب سابق سے مناسبت

گزشتہ باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سفر سے لوٹ کر، پہلے مسجد جا کر نفل نماز پڑھی جائے اس کے بعد گھر کا رخ کیا جائے۔ جب مسافر اپنے گھر پہنچا، آرام وراحت کی، اس کے بعد کیا کیا جائے؟ اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ قائم کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ خوشی اور مسرت کے موقع پر اگر دعوتِ طعام کا اہتمام کیا جائے تو بڑی اچھی بات ہے، اس موقع پر اقرباء اور دوست احباب کے لئے دعوتِ طعام کا اہتمام کرنا سنت اور صحابہ کے اثر سے ثابت ہے۔

وَكَانَ ٱبْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ .

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مہمانوں اور آنے والے ملاقاتیوں کی وجہ سے روزہ نہ رکھتے تھے''۔

یغشاه: غَشِيَ يَغْشا غِشْيانا کے معنی ہیں: کسی کا آنا، وارد ہونا، چنانچہ عربی زبان میں ملاقاتیوں یا خدمت کرنے والی جماعت کو "غاشية" کہا جاتا ہے(۱)۔

ممکن ہے، روایت باب میں بھی غاشیہ سے وہ لوگ مراد ہوں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اور زیارت کرنے آتے تھے۔

یفطر: کشمیھنی کی روایت میں "یفطر" کے بجائے "یصنع" کا لفظ وارد ہے(۲)۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ معنی کے لحاظ سے یہ لفظ بھی صحیح ہے اور دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

---

(۱۵) عمدة القاري: ۱۵/۲۲

(۱) النهاية لابن الأثير: ۳/۳۷۰، (ماده غين شين)

(۲) إرشاد الساري: ۶/۵۶۰

تاہم ترجمۃ الباب کی روایت میں "یفطر" مروی ہے، یہی اُصح ہے (۳)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سفر وحضر کا معمول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ سفر میں کبھی روزہ نہ رکھتے تھے، نہ فرض نہ نفل، جب کہ حضر میں اکثر روزہ رکھنے کا اہتمام تھا، ماہِ رمضان میں دورانِ سفر رخصت پر عمل کرتے، اس کی قضا حضر میں فرماتے۔ تاہم سفر سے مراجعت فرماتے تو کچھ دن روزہ نہ رکھتے، کیونکہ لوگ زیارت اور مبارک باد دینے آتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، ان کی دعوت اور خاطر تواضع کا انتظام فرماتے، اور خود ان کے ساتھ اکل وشرب میں شریک ہوکر چند دن، اپنے معمول کے خلاف، روزہ نہ رکھتے تھے۔ جب مہمانوں کی آمد رک جاتی، تب اپنے معمول کا اہتمام کرتے، اور روزہ رکھتے (۴)۔

مذکورہ اثر قاضی اسماعیل بن اسحاق نے "الأحکام" میں "عن حماد عن نافع عن ابن عمر" کے طریق سے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس میں ہے:

"إذا كان مقيما لم يفطر، وإذا كان مسافرا لم يصم، وإذا قدم أفطر إياماً لغاشيته، ثم يصوم" (۵)۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مقیم ہوتے، تو روزہ رکھتے، مسافر ہوتے تو روزہ نہ رکھنے کا معمول تھا، جب سفر سے لوٹ آتے تو چند دن اپنے مہمانوں کی خاطر افطار فرماتے، پھر روزہ رکھتے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرنے کا مقصد

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معلق اثر نقل کر کے، امام بخاریؒ دراصل ترجمۃ الباب کا مدّعیٰ ثابت کر رہے ہیں کہ دیکھو، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا حضر میں نفل روزہ رکھنے کا معمول تھا۔ لیکن جب سفر سے لوٹ آتے، تو ملاقاتیوں کی ضیافت کرتے ہوئے، اپنے معمول کے خلاف، خود بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے،

---

(۳) إرشاد الساري: ٦/٥٦٠، وفتح الباري: ٦/٢٣١

(٤) فتح الباري: ٦/٢٣٨، وإرشاد الساري: ٦/٥٦٠

(٥) تغليق التعليق لابن حجر: ٣/٤٦٧

اور چند دن روزہ نہ رکھتے۔

اثر ابن عمرؓ سے مستنبط فوائد

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے اس اثر کے ذیل میں یہ فائدہ بتایا ہے کہ رؤسا اور ائمہ کو چاہیے کہ سفر سے لوٹ آنے کے بعد اپنے دوست احباب کی دعوت ضیافت کریں۔ یہ مستحب ہے اور اکابر واسلاف کے یہاں اس کا معمول رہا ہے(٦)۔

اس دعوت کو عربی میں "نقیعہ" کہا جاتا ہے(٧)۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ "نقیعہ" اس کھانے کو کہتے ہیں، جسے مسافر سفر سے واپس آکر تیار کرتا ہے(٨)۔

ایک قول یہ ہے کہ "نقیعہ" نقع سے ہے، نقع غبار کو کہتے ہیں چنانچہ مسافر پر بھی غبارِ سفر ہوتا ہے(٩)۔

٢٩٢٤/٢٩٢٣ : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ ، عَنْ جابرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، نَحَرَ جَزُورًا أَوْ بَقَرَةً .

تراجم رجال

١۔ محمد

یہ ابوعبداللہ محمد بن سلام بن الفرج السلمی بیکندی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : أنا أعلمکم باللہ وأن المعرفة فعل القلب کے تحت دیکھئے(١١)۔

---

(٦) شرح ابن بطال: ٥/٢٤٣

(٧) فتح الباري: ٦/٢٣٩

(٨) النهاية في غريب الحديث لابن الأثير: ٥/١٠٩

(٩) إرشاد الساري: ٦/٥٦١

(٢٩٢٤/٢٩٢٣) مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر.

(١١) كشف الباري: ٢/٩٣

حدثنا محمد......

''محمد'' کے نام سے امام بخاری رحمہ اللہ کے کئی شیوخِ حدیث کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، مثلاً محمد بن علاء، محمد بن مثنی وغیرہما۔ لیکن اپنی صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ صنیع اختیار کی ہے، کہ جہاں لقب یا کنیت وغیرہ کی تصریح کے بغیر سند میں مطلقاً ''محمد'' ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کے نزدیک محمد بن یحییٰ یا محمد ذہلی ہی میں سے کوئی ایک مراد ہوتا ہے (۱۲)۔ پھر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سندِ حدیث میں مطلق لفظِ ''محمد'' سے کیسے معلوم ہوگا کہ اس سے محمد بن یحییٰ مراد ہیں یا محمد ذہلی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کے شیوخِ حدیث الگ الگ ہیں لہٰذا مروی عنہ کی تعیین سے اس بات کی تعیین بھی ہو جاتی ہے کہ ''محمد'' سے محمد بن یحییٰ مراد ہیں یا محمد ذہلی (۱۳)۔ چنانچہ یہاں روایت کی سند میں محمد کے شیخ یعنی مروی عنہ وکیع ہیں، چونکہ وکیع بن جراح محمد ذہلی کے شیوخ میں شامل نہیں، اس لئے یہ ابہام باقی نہیں رہ سکتا کہ محمد سے یہاں محمد ذہلی مراد ہوں گے۔

۲-وکیع

یہ ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤاسی الکوفی ہیں۔ ان کا تذکرہ كتاب العلم، باب كتابة العلم کے تحت گزر چکا ہے (۱۳☆)۔

۳-شعبہ

یہ شعبہ بن الحجاج البصری ہیں۔ كتاب الإيمان کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں (۱۴)۔

۴-محارب بن دِثار

یہ قاضی ابومطرف محارب بن دثار السدوسی الکوفی ہیں۔ ان کے حالات كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر کے تحت گزر چکے ہیں۔

---

(۱۲) فتح الباري: ۱۳۹/٦

(۱۳) فتح الباري: ۱۳۹/٦

(۱۳☆) كشف الباري: ۲۱۹/٤

(١٤) كشف الباري: ٦٧٨/١

۵-جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

مشہور صحابی ہیں۔ كتاب الوضوء، باب صَبّ النبي صلى الله عليه وسلم وضوءه على المغمى عليه کے تحت ان کے حالات گزر چکے ہیں۔

أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما قدم المدينة نحر جَزوراً أو بقرةً

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم (جب ذات الرقاع سے لوٹ کر) (۱۵) مدینہ پہنچے، تو آپ نے ایک اونٹنی یا گائے ذبح کی۔

جَزورا أو بقرة:

جیم کے فتحہ اور زا کے ضمہ کے ساتھ، قربانی کے اونٹ کو کہتے ہیں۔ مذکر اور مؤنث دونوں پر جزور کا اطلاق ہوتا ہے (۱۶)۔

اس کی جمع ہے "جُزُر" (جیم اور زا کے ضمہ کے ساتھ) (۱۷)۔

راوی کو یاد نہیں کہ اونٹنی ذبح کی تھی یا گائے، اس بناء پر "أو" یہاں مفید شک ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ آپ نے گائے ذبح کی تھی، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہی روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے دو مختلف طرق سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، اور دونوں میں "بقرہ" کے لفظ کی تصریح ہے، جذور کا ذکر ہی نہیں (۱۸)، خلاصہ

---

(۱۵) إرشاد الساري: ٦/٥٦١

(١٦) عمدة القاري: ٢٢/٥، النهاية لابن الاثير: ١/٢٢٦

(١٧) النهاية لابن الاثير: ١/٢٢٦

(١٨) أخرجه مسلم في صحيحه: ٢/٢٩، في كتاب المساقاة والمزارعة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، عن عبيدالله بن معاذ العنبري، عن أبيه عن شعبة عن محارب أنه سمع جابر بن عبدالله يقول: اشترى مني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعيرا بوقتين ودرهم، أو درهمين، قال: فلما قدم صراراً أمر ببقرة فذبحت، فأكلوا منها، فلما قدم المدينة أمرني أن آتي المسجد فأصلي ركعتين، ووزن لي ثمن البعير، فأرجح لي. (رقم ٤٠٧٤) وقد أخرجه أيضاً بطريق آخر (٢/٣٠) عن يحي بن الحبيب الحارثي، عن خالد بن الحارث، عن شعبة عن محارب، عن جابر، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، بهذه القصة، غير أنه قال: فاشتراه مني بثمن قد سماه، ولم يذكر الوقيتين، والدرهم والدرهمين، وقال: أمر ببقرة، فنحرت، ثم قسم لحمهما. (رقم: ٤٠٧٥)

یہ نکلا کہ صحیح بخاری کی روایت باب میں "جزور" راوی کا شک ہے، صحیح یہ ہے کہ آپ نے گائے ذبح کی تھی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب سے روایت باب کی مناسبت بالکل ظاہر ہے، ترجمۃ الباب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے سفر سے لوٹ کر دعوتِ طعام کی سنیت اور استحباب ثابت کیا ہے۔

زَادَ مُعَاذٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مُحَارِبٍ : سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ : اشْتَرَى مِنِّي النَّبِيُّ ﷺ بَعِيرًا بِوَقِيَّتَيْنِ ، وَدِرْهَمٍ أَوْ دِرْهَمَيْنِ ، فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا ، أَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَأَكَلُوا مِنْهَا ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، أَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ ، وَوَزَنَ لِي ثَمَنَ الْبَعِيرِ .

تراجم رجال

١۔ معاذ

یہ معاذ بن معاذ العنبری البصری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الأذان، باب إذا أقیمت الصلوۃ فلا صلاۃ إلا المکتوبۃ کے تحت گزر چکا ہے۔

سند کے بقیہ راویوں کا حوالہ اس سے پہلی روایت کی سند میں گزر چکا ہے۔

اشتری مني النبيُّ صلّی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بعیراً بِوَقیتین، ودرهم أو درهمین

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ "رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ دو اوقیہ اور ایک درہم، یا دو اوقیہ اور دو درھم کے عوض خریدا"۔

راوی کو یاد نہیں کہ دو اوقیہ، ایک درہم کے بدلہ خریدا تھا یا دو اوقیہ دو درھم کے بدلہ، اس بناء پر "أو درھمین" سے راوی شک ظاہر کر رہا ہے۔

---

(١٩) قوله (زاد معاذ، عن شعبة) مر تخریجه في کتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر، (رقم ٤٤٣)

جب کہ ابوذر کی روایت میں أُوقیتین ہمزہ کے فتحہ اور واو کے سکون کے ساتھ، ضبط ہوا ہے۔

ایک روایت میں "وَقیتیــن" واو پر فتحہ کے ساتھ ضبط ہوا ہے اور ہمزہ اس میں ساقط ہے (۲۰)۔ جب کہ پیش نظر نسخے میں بھی اسی ضبط کو لیا گیا ہے۔

فلما قدم صِرارا، أمر ببقرة فذُبِحت فأكلوا منها

"جب آپ مقامِ صِرار پہنچے، تو آپ نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، چنانچہ گائے ذبح کردی گئی، سب نے اس کا گوشت کھایا"۔

صرار: صاد کے کسرہ کے ساتھ، ایک جگہ کا نام ہے۔ سمتِ مشرق مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے (۲۱)۔

حموی، مستملی اور ابن الحذاء رحمہم اللہ کی روایت میں "ضـــرار" (صاد پر نقطہ کے ساتھ) ضبط ہوا ہے، علامہ ابن قرقول اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ راوی کا وہم ہے۔ درست "صـــرار" (بغیر نقطہ کے) ہے (۲۲)۔

بأوقيتين ودرهم أو درهمين

الفاظِ روایات میں تعارض اور اس کا حل

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جملہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک روایت میں مختلف لفظوں میں منقول ہے، چنانچہ ایک روایت میں "بــأوقيتيــن" تثنیہ کے بجائے "وقية" مفرد نقل کیا گیا ہے۔ ایک راویت کے الفاظ ہیں: "أحسبه بأربع أواق". اور ایک روایت میں "بعشرين دينار" کے الفاظ منقول

---

(۲۰) إرشاد الساري: ٦/٥٦١.

(۲۱) عمدة القاري: ١٥/٢٢، ٢٣

(۲۲) عمدة القاري: ٥/٢٢، ٢٣، وفتح الباري: ٦/٢٣٩

ہیں (۲۳)۔

تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ان روایة "وقیة" أکثر (٢٤)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے روایت کے اس جملہ میں منقول اختلاف کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت میں یہ لفظی اختلاف ہے، معنی کے اعتبار سے ان مختلف لفظوں میں کوئی تعارض نہیں۔

اختلاف کا اصل منشأ روایت بالمعنی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی پر عمل کیا اور ایک ہی مفہوم مختلف لفظوں میں تعبیر کی۔ چنانچہ "أوقية" سے روایت میں "أوقية الذهب" مراد ہے اور دوسری روایت کے مطابق "أربع أواق" دراصل چار اوقیہ چاندی أوقية الذهب کی قیمت کے مساوی ہیں۔ لہذا معناً ان مختلف لفظوں میں کوئی تعارض نہیں، اس طرح بیس دینار ان اواقی کی قیمت ہوگی۔

چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وجمع القاضي عياض بين هذه الروايات بأن سبب الاختلاف: الرواية بالمعنى، وأن المراد أوقية الذهب والأربع أواق بقدر ثمن أوقية الذهب" (٢٥).

اس تعلیق کی تخریج

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ تعلیق كتاب المساقات، باب بيع البعير واستثناء ركوبه کے تحت موصولاً نقل کی ہے (٢٦)۔ نیز اسماعیل رحمہ اللہ نے بھی اس تعلیق کو "مستخرج" میں موصولاً روایت کیا ہے (۲۷)۔

اس تعلیق کا مقصد

اس تعلیق سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمة الباب کا دعویٰ ثابت کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

(٢٣) إرشاد الساري: ٥٦١/٦

(٢٤) إرشاد الساري: ٥٦١/٦

(٢٥) إرشاد الساري: ٥١٦/٦

(٢٥) صحيح مسلم: ٢٨/٢، (رقم ١١٥)

(٢٧) تغليق التعليق لابن حجرؒ: ٤٦٨/٣

علیہ وسلم جب سفر سے مراجعت کرتے ہوئے مقام "صرار" پہنچے، تو آپ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جسے سب نے مل کر کھایا۔ چنانچہ "فلما قدم صراراً أمر ببقرة" سے ترجمۃ الباب نکلتا ہے۔

(٢٩٢٤) : حدّثنا أبو الوَليدِ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَلِّ رَكْعَتَيْنِ). صِرَارٌ مَوْضِعٌ ناحِيَةً بِالْمَدِينَةِ . [ر : ٤٣٢]

تراجم رجال

١-ابوالولید

یہ أبوالولید، ہشام بن عبدالملک طیالسی بصری ہیں، کتاب الإیمان ، باب علامة حب الإیمان کے تحت ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔(٢٨)۔

٢-شعبہ

یہ شعبہ بن حجاج بن الورد بصری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الإیمان کے تحت گزر چکا ہے(٢٩)۔

٣-محارب بن دثار

یہ قاضی ابومطرف محارب بن دثار السدوسی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر کے تحت پہلے گزر چکا ہے۔

٤-جابر بن عبداللہ

مشہور صحابی جابر بن عبداللہ بن حرام انصاری ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب صب النبي صلی اللہ علیه وسلم وضوء، علی المغمی علیه کے تحت گزر چکا ہے۔

(٢٩٢٤) مر تخريجه في كتاب الصلوة، باب الصلوة إذا قدم من سفر (٤٤٣)

(٢٨) كشف الباري: ٣٨/٢

(٢٩) كشف الباري: ٦٧٨/١

قال: قدمت من سفر، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صَلِّ ركعتين"

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ میں سفر سے لوٹ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ دو رکعتیں (نفل) پڑھ لو۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت پر ایک اشکال کا جواب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں، اس کی مناسبت تو ماقبل باب (باب الصلوة إذا قدم من سفر) کے ساتھ ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ابوالولید کے طریق سے مذکورہ روایت نقل کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ روایت پوری حدیث کا ایک جزو ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شعبہ بن حجاج سے تین تلامذہ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور ہر ایک نے شعبہ بن حجاج سے حدیث کا صرف ایک جزو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ چنانچہ وکیعؒ نے شعبہؒ سے حدیث کا وہ جزء روایت کیا ہے، جس میں ذبحِ بقر کا ذکر ہے۔ ابوالولید اور سلیمان بن حرب نے شعبہ سے حدیث کا وہ جزء روایت کیا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جب کہ معاذ عنبری نے شعبہ سے پوری حدیث نقل کی ہے (۳۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ باب کی تینوں روایات ایک ہی حدیث کے کے مختلف اجزاء ہیں۔ ابوالولید کے طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت ذکر کر کے اشارہ فرمایا کہ یہ اس سے پہلی روایت ہی کا جزء ہے (۳۱)۔

صِرارٌ: موضعٌ ناحيةً بالمدينةِ

ترجمۃ الباب کی مُعلّق روایت میں "صرار" کا لفظ وارد ہوا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ "صرار" مدینہ کے مضافات میں واقع ہے۔

---

(۳۰) فتح الباري: ۶/۲۳۹، وتبعه القسطلاني أيضا أنظر إرشاد الساري: ۶/۵۶۱

(۳۱) فتح الباري: ۶/۲۳۹

صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں یہ عبارت نہیں (۳۲)۔

براعتِ اختتام

امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ ہر کتاب کے آخر میں ایسا لفظ ذکر فرماتے ہیں جس میں اختتام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کتاب کے اختتام کے ساتھ انسان کو اس کے خاتمہ پر بھی متنبہ کرتے ہیں، کہ جس طرح کتاب کی بحث اختتام کو پہنچی، تمہاری زندگی بھی ایسے ہی اپنے انجام تک پہنچ کر ختم ہوگی، لہٰذا موت سے غفلت مت برتو، اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اگلی منزل کی تیاری کرو۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک كتاب الجهاد اسی باب پر ختم ہوجاتی ہے۔ کتاب الخمس اس میں شامل نہیں۔ اس لئے حافظ صاحب کے نزدیک، اختتام پر دلالت کرنے والا جملہ "قدمت من سفر، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "صل ركعتين" ہے (۳۳)۔

لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک كتاب الجهاد، بدء الخلق پر ختم ہوتی ہے، كتاب الخمس، كتاب الجهاد ہی میں شامل ہے۔ اس بناء پر یہاں براعت اختتام کی تصریح کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ تاہم اگر حافظ صاحب کی رائے کا اعتبار کیا جائے تو بھی براعت اختتام پر دلالت کرنے والے الفاظ وہ نہیں جن کی تصریح حافظ صاحب نے کی ہے، بلکہ حدیث باب کی سند میں وارد "محارب" اور "دثار" وہ الفاظ ہیں جو براعت اختتام پر دلالت کرتے ہیں۔

محارب کے معنی ہیں: لڑنے والا، جنگ کرنے والا۔ جنگ سے موت واقع ہونا ممکن ہے، گویا لفظِ محارب سے موت کے وقوع اور زندگی کے اختتام کی طرف اشارہ ہے۔ "دثار" سے اسم فاعل "الداثر" الهالك

---

(۳۲) تحفة الباري لشيخ الإسلام زكريا بن محمد الأنصاري: ۳/۵۲۰

(۳۳) الأبواب والتراجم للمحدث زكريا الكاندهلوي ص: ۲۰۵، ومقدمة لامع الدراري للكاندهلوي: ۱/۱۷۱

کی طرف اشارہ ہے، ہلاک ہونے والا۔ اس سے بھی موت اور زندگی کی ہلاکت یعنی ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے (۳۴)۔

بایں ہمہ "دثـــار" اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملے ہوئے کپڑے کے اُوپر ہوتا ہے، اس کی ضد "شِعار" ہے۔ شعار بدن کے بالوں سے ملے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ یہ دثار کے نیچے ہوتا ہے، اسے آپ "تحتانی لباس" بھی کہہ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ دثار، شعار کی ضد ہے، اور شعار سے ذہن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف مبذول ہوتا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

"أشعِرنها إياه" (۳۵).

آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا انتقال کرگئیں، ان کے کفن دفن کا انتظام کیا جانے لگا، تو آپ نے فرمایا: "أشعرنها إياه" یعنی "اس ازار کو زینب کے لئے شعار بنادو" (۳٦)۔

مختصر یہ کہ "دثار" کو "شِعار" سے مناسبت ہے، جس سے مذکورہ روایت یاد دلا کر انسان کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ تمہاری بھی موت واقع ہوگی اور کفن دفن کا انتظام ہوگا۔ لہٰذا غافل نہ بنو اور موت کی تیاری کرو۔ (واللہ اعلم)۔

---
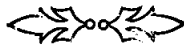
(۳٤) الأبواب والتراجم للمحدث زكريا الكاندهلوي ص: ۲۰۰، ومقدمة لامع الدراري للكاندهلوى: ۱/۱۷۱

(۳٥) والحديث عند البخاري: ۱/۱٦۷، في كتاب الجنائز، باب غسل الميت ووضوءه بالماء والسدر، وباب ما يستحب أن يغسل وترا، وعند مسلم في صحيحه (۱/۳۰٤، ۳۰٥) في كتاب الجنائز، باب غسل الميت ثلاثا أوخمسا، وعند النسائي في سننه (۱/۲٦٦)، في باب كيف يغسل الميت، وعند الترمذي في جامعه (۱/۱۹۳)، في أبواب الجنائز، باب ماجاء في غسل الميت، وعند ابن ماجة في سننه (ص ۱۰٥) في أبواب ماجاء في غسل الميت.

(۳٦) مقدمة لامع الدراري للمحدث زكريا الكاندهلويؒ: ۱/۱۷۱

المصادر والمراجع

- **الأبواب والتراجم لصحيح البخاري**/ محمد زكريا الكاندهلوي رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٤٠٢هـ/١٩٨٢ء، ايج ايم سعيد كراچى.
- **الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان**/ أبو حاتم محمد بن حبان بستي رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٥٤هـ، مؤسسة الرسالة بيروت.
- **أحكام القرآن**/ أبوبكر أحمد بن على الرازي الجصاص -رحمه الله-، متوفى ٣٧٠هـ، دارالكتب العلمية بيروت.
- **أحكام القرآن**/ أبوبكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي المتوفى ٥٤٣هـ/ دارالمعرفة بيروت.
- **إرشاد الساري شرح صحيح البخاري**/ أبو العباس شهاب الدين أحمد القسطلاني -رحمه الله-، متوفى ٩٢٣هـ، المطبعة الكبرىٰ الأميرية مصر/ دارالكتب العلمية بيروت.
- **الإستذكار**/ ابن عبدالبر -رحمه الله-، المتوفى ٦٦٣هـ، دارإحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ.
- **الإستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة**/ أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر -رحمه الله-، متوفي ٤٦٣هـ، دارالفكر بيروت.
- **أسد الغابة في معرفة الصحابة**/ عز الدين أبو الحسين علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير -رحمه الله-، المتوفي ٦٣٠هـ، دارالكتب العلمية بيروت.
- **الإصابة في تمييز الصحابة**/ شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر -رحمه الله-، متوفي ٨٥٢هـ، دارالفكر بيروت.

⇚ **أعلام الحديث**/ أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي -رحمه الله-، متوفي ۳۸۸ھ، مركز إحياء التراث الإسلامي، جامعة أم القرىٰ مكة المكرمة.

⇚ **إعلاء السنن**/ ظفر أحمد العثماني -رحمه الله-، متوفى ١٣٩٤ھ، إدارة القرآن كراچي.

⇚ **إكمال إكمال المعلم شرح صحيح مسلم**/ أبو عبدالله محمد بن خلفة الوشناني المالكي -رحمه الله-، متوفى ۸۲۷ھ، دارالكتب العلمية بيروت.

⇚ **الأنساب**/ أبو سعيد عبدالكريم بن محمد بن منصور السمعاني -رحمه الله-، متوفى ٥٦٢ھ، دارالجنان بيروت.

⇚ **أوجز المسالك إلى مؤطأ مالك**/ محمد زكريا الكاندهلوي -رحمه الله-، متوفى ١٤٠٢ھ، إدارة تاليفات أشرفيه ملتان/ دارالقلم، دمشق.

⇚ **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**/ علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني -رحمه الله-، متوفي ٥٨٧ھ، سعيد كراچي.

⇚ **بداية المجتهد** / أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبي، متوفى ٥٩٥ھ، مصر طبع خاص.

⇚ **البداية والنهاية**/ عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمر المعروف بابن كثير -رحمه الله-، متوفى ٧٧٤ھ، مكتبة المعارف بيروت.

⇚ **بذل المجهود في حل أبي داود**/ خليل أحمد السهارنفوري -رحمه الله-، متوفي ١٣٤٦ھ، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ١٣٩٣ھ/ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، مظفر فور، الهند، الطبعة الأولى ١٤٢٧ھ.

⇚ **تاج العروس من جواهر القاموس**/ أبو الفيض سيد محمد بن محمد المعروف بالمرتضى الزبيدي -رحمه الله-، متوفى ١٢٠٥ھ، دارمكتبة الحياة، بيروت

⇚ **تاريخ بغداد**/ أحمد بن علي المعروف بالخطيب البغدادي -رحمه الله-، متوفى ٤٦٣ھ،

دار الكتاب العربي بيروت.

- التاريخ الكبير/ محمد بن إسماعيل البخاري-رحمه الله-، متوفى ٢٥٦هـ، دار الكتب العلمية بيروت.
- تاليفات أشرفيه/ رشيد أحمد گنگوهي قدس سره، المتوفي ١٣٢٣هـ، إداره إسلاميات.
- تبين الحقائق شرح كنز الدقائق/ فخر الدين عثمان بن على الزيلعي، متوفى ٧٤٣هـ، دار الكتب العلمية بيروت.
- تحرير تقريب التهذيب/ بشار عواد معروف، شعيب الأرنووط، مؤسسة الرسالة، بيروت.
- تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف/ أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي-رحمه الله-، متوفى ٧٤٢، المكتب الإسلامي بيروت
- تحفة الباري بشرح صحيح البخاري/ أبو يحيى زكريا بن محمد الأنصاري، المتوفي ٩٢٦هـ، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعه الأولى ١٤٢٥هـ.
- تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي/ جلال الدين عبدالرحمن سيوطي-رحمه الله-، متوفي ٩١١هـ، المكتبة العلمية المدينة المنورة.
- تعليقات على بذل المجهود/ محمد زكريا الكاندهلوي-رحمه الله-، متوفى ١٤٠٢هـ، المكتبة التجاريه، ندوة العلماء لكهنؤ، الطبعة الثالثة، ١٣٩٢هـ/١٩٧٣م.
- تعليقات على تهذيب الكمال/ بشار عواد معروف حفظه الله تعالىٰ، مؤسسة الرسالة.
- تعليقات على الكاشف للذهبي/ محمد عوامة، أحمد محمد نمر الخطيب حفظهما الله، مؤسسة دار القبلة/مؤسسة علوم القرآن، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.
- تعليقات على الكوكب الدري/ محمد زكريا الكاندهلوي-رحمه الله-، متوفى ١٤٠٢هـ.
- تعقليات على لامع الدراري/ محمد زكريا الكاندهلوي-رحمه الله-، متوفى ١٤٠٢هـ.

« **جامع البيان/** محمد بن جرير الطبري -رحمه الله-، متوفى ٣١٠هـ، دارالمعرفة، بيروت.

« **تفسير البغوي/** أبومحمد الحسين ابن مسعود الفراء البغوي الشافعي، المتوفى ٥١٦هـ، إداره تاليفات أشرفيه ملتان.

« **تفسير عثماني/** شبير أحمد العثماني -رحمه الله-، تاج كمپنى.

« **تفسير القرآن العظيم/** أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير الدمشقي -رحمه الله-، متوفى ٧٧٤هـ، دارإحياء الكتب العربية.

« **التفسير الكبير/** فخر الرازي -رحمه الله- مركز النشر، مركز العلمية الإسلامي.

« **التفسير المظهري/** ثناء الله باني پتي -رحمه الله-، دارالكتب العلمية بيروت.

« **الجامع لأحكام القرآن/** أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي -رحمه الله-، متوفى ٦٧١هـ، دارالفكر بيروت.

« **تقريب التهذيب/** ابن حجر عسقلاني -رحمه الله-، متوفى ٨٥٢هـ، دارالرشيد حلب.

« **تكملة فتح الملهم/** محمد تقي العثماني حفظه الله، مكتبه دارالعلوم كراتشي.

« **التمهيد لما في المؤطأ من المعاني والأسانيد/** أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد عبدالبر مالكي -رحمه الله-، متوفى ٤٦٣هـ، المكتبة التجارية مكة المكرمة.

« **تهذيب الأسماء واللغات/** محي الدين ابو زكريا يحي بن شرف النووي -رحمه الله-، متوفى ٦٧٦هـ، إدارة الطباعة المنيرية.

« **تهذيب التهذيب/** ابن حجر عسقلاني -رحمه الله-، متوفى ٨٥٢هـ، دائرة المعاف النظامية، حيدر آباد دكن.

« **تهذيب الكمال/** جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبدالرحمن مزي -رحمه الله-، متوفى ٦٤٢هـ، مؤسسة الرسالة.

« **الثقات لابن حبان/** أبو حاتم محمد بن حبان البستي -رحمه الله- متوفي ٣٥٤هـ، دائرة

المعارف العثمانية حيدر آباد ١٣٩٣هـ.

- **جامع الترمذي/** أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ بن سورة الترمذي- رحمه الله-، متوفى ٢٧٩هـ، سعيد كراچى/دارإحياء التراث العربي بيروت.
- **الجرح والتعديل/** عبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي-رحمه الله-، المتوفي ٣٢٧هـ، دارالكتب العلمية بيروت.
- **جمع الجوامع/** جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي-رحمه الله-.
- **حاشية السندي على البخاري/** أبو الحسن نور الدين محمد بن عبدالهادي السندي-رحمه الله-، متوفي ١١٣٨هـ، دارالمعرفة بيروت.
- **خلاصة الخزرجي -خلاصة تذهيب تهذيب الكمال-/** صفي الدين الخزرجي-رحمه الله-، متوفى ٩٢٣هـ، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.
- **الدرالمختار/** علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي-رحمه الله-، متوفى ١٠٨٨هـ، مكتبه عارفين، كراتشي.
- **دلائل النبوة/** أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي-رحمه الله-، المتوفى ٤٥٨هـ، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ
- **ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث/** عبدالغني بن إسماعيل بن عبدالغني النابلسي- رحمه الله-، متوفى ١٢٤٣هـ، دارالمعرفة بيروت
- **ردالمحتار على الدرالمختار/** محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين الشامي-رحمه الله-، متوفى ١٢٥٢هـ، مكتبه رشيديه كوئٹه/ دارالثقافة والتراث، دمشق، سورية/ دارالمعرفة بيروت.
- **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني/** أبو الفضل شهاب الدين سيد محمود آلوسي بغدادي-رحمه الله-، متوفي ١٢٧٠هـ، مكتبه إمداديه ملتان.

﴿ **سنن ابن ماجه**/ أبو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه -رحمه الله-، متوفى ۲۷۳ھ، قديمی كراچی/ دار الكتاب المصري قاهره، دار الكتب العلمية بيروت، بتحقيق لمحمود محمد محمود حسن نصار

﴿ **سنن أبي داود**/ أبوداود سليمان بن الأشعث السجستاني -رحمه الله-، متوفى ۲۷۵ھ، سعيد كراچی/دار إحياء السنة النبوية.

﴿ **سنن الدارقطني**/ أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني -رحمه الله-، متوفى ۳۷۵ھ، دار نشر الكتب العلمية، بيروت.

﴿ **سنن الدارمي**/ أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي -رحمه الله-، متوفى ۲۵۵ھ، قديمی.

﴿ **سنن سعيد بن منصور**/ الحافظ سعيد بن منصور الخراساني -رحمه الله- متوفى، دار الكتب العلمية بيروت.

﴿ **السنن الصغرى للنسائي**/ أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي -رحمه الله-، متوفى ۳۰۳ھ، نشر السنة ملتان/ قديمی كراتشي

﴿ **السنن الكبرى للبيهقي**/ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي -رحمه الله-، متوفى ٤٥٨ھ، نشر السنة ملتان.

﴿ **سير أعلام النبلاء**/ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي -رحمه الله-، متوفى ۷٤۷ھ، مؤسسة الرسالة.

﴿ **السيرة الحلبية**/ علي بن برهان الدين الحلبي -رحمه الله-، متوفى ۱۰٤٤ھ، المكتبة الإسلامية بيروت.

﴿ **السيرة النبوية**/ أبو محمد عبدالملك بن هشام المعافري -رحمه الله-، متوفى ۲۱۳ھ، مطبعة مصطفى البابي، الحلبي.

﴾ **الأشباه والنظائر**/ ابن نجيم الحنفي –رحمه الله–، إدارة القرآن كراتشي.

﴾ **شرح ابن بطال**/ أبوالحسن علي بن خلف بن عبدالملك، المعروف بابن بطال –رحمه الله–، متوفى ۴۴۹ھ، مكتبه الرشد، الرياض.

﴾ **شرح الكرماني**/ شمس الدين محمد بن يوسف بن علي الكرماني –رحمه الله–، متوفى ۷۸۶ھ، دارإحياء التراث العربي بيروت.

﴾ **شرح مشكل الآثار**/ أبوجعفر أحمد بن محمد سَلَامة الطحاوي، المتوفى ۳۲۱ھ، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

﴾ **شرح النووي على صحيح مسلم**/ أبو زكريا يحيىٰ بن شرف النووي –رحمه الله–، المتوفى ۶۷۶ھ، قديمى كراتشي.

﴾ **صحيح البخاري**/ أبو عبدالله محمد بن إسمعيل البخاري –رحمه الله–، المتوفى ۲۵۲ھ، قديمى/دارالسلام رياض.

﴾ **الصحيح لمسلم**/ مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابوري –رحمه الله–، متوفى ۲۶۱ھ، قديمى/ دارالسلام.

﴾ **الطبقات الكبرىٰ**/ أبومحمد بن سعد –رحمه الله–، متوفى ۲۳۰ھ، دارصادر بيروت.

﴾ **عمدة القاري**/ بدرالدين أبو محمد بن محمود أحمد العيني –رحمه الله–، متوفى ۸۵۵ھ، إدارة الطباعة المنيرية/ دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱ھ.

﴾ **عون المعبود شرح سنن أبي داود**/ شمس الحق عظيم آبادي، دارالفكر بيروت.

﴾ **الفتاوىٰ التتارخانية**/ عالم بن علاء الأنصاري الأندريتي الدهلوي –رحمه الله– المتوفى ۷۸۶ھ، قديمى كتب خانه.

﴾ **فتح الباري**/ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني –رحمه الله–، متوفى ۸۵۲ھ، دارالفكر/ قديمي كراتشي/ دارالسلام.

﴾ **فتح القدير**/ كمال الدين محمد بن عبدالواحد السيواسي المعروف بابن الهمام-رحمه الله-، متوفى ٨٦١هـ، مكتبه رشيديه/ شركة ومطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي مصر.

﴾ **فيض الباري**/ أنور شاه كشميرى-رحمه الله-، متوفى ١٣٥٢هـ، رباني بك ڈپو دہلی.

﴾ **العُدة شرح العُمدة في مذهب الإمام أحمد بن حنبل-رحمه الله-**/ بهاء الدين عبدالرحمن بن إبراهيم المقدسيّ/ مكتبة الرياض الحديثه بالرياض.

﴾ **الفتاوىٰ التاتارخانية**

﴾ **القاموس الوحيد**/ وحيد الزمان بن مسيح الزمان قاسمي كيرانوي-رحمه الله-، متوفى ١٤١٥هـ، /١٩٩٥ء، إدارة إسلاميات لاهور.

﴾ **الكاشف**/ شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي-رحمه الله-، متوفى ٧٤٧هـ، شركة دار القبلة/ مؤسسة علوم القرآن.

﴾ **الكاشف عن حقائق السنن**/ شرف الدين حسين بن محمد بن عبدالله الطيبي-رحمه الله-، متوفى ٧٤٣هـ، إدارة القرآن كراچی.

﴾ **كتاب الأم**/ إمام محمد بن إدريس الشافعي-رحمه الله-، متوفى ٢٠٤هـ، دار المعرفة

﴾ **كتاب الخراج**/ الإمام أبو يوسف يعقوب القاضي-رحمه الله-، متوفى ١٨٢هـ.

﴾ **كتاب الضعفاء الكبير**/ أبو جعفر محمد بن عمر بن موسىٰ بن حماد العقيلي المكي-رحمه الله-، متوفى ٣٢٢هـ، دار الكتب.

﴾ **كتاب المبسوط**/ الإمام شمس الأئمة أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي-رحمه الله-، المتوفى ٤٨٣هـ، دار المعرفة/ مكتبة رشيديه كوئٹه/ مكتبة حبيبيه كوئٹه.

﴾ **كشف المغطأ عن وجه الموطأ على هامش المؤطا**/ إشفاق الكاندهلوي-رحمه الله-

﴾ **كنز العمال**/ علامه علاء الدين على المتقي بن حسام الدين الهندي-رحمه الله-، متوفى ٩٧٥هـ، مكتبة التراث الإسلامي، حلب.

↞ الكوكب الدري/ رشيد أحمد گنگوهي -رحمه الله-، متوفى ۱۳۲۳ھ، إدارة القرآن كراچى.

↞ لامع الدراري/ رشيد أحمد گنگوهي -رحمه الله-، متوفى ۱۳۲۳ھ، مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

↞ لسان العرب/ أبوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الافريقي المصري -رحمه الله-، متوفى ۷۱۱ھ، نشر ادب الحوزة، قم، ايران

↞ المؤطا/ مالك بن أنس -رحمه الله-، متوفى ۱۷۹ھ، دار إحياء التراث العربي بيروت.

↞ المتوازي على تراجم أبواب البخاري/ ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الاسكندراني -رحمه الله-، متوفى ٦٨٣ھ، مظهري كتب خانه كراچي.

↞ مجمع بحار الأنوار/ علامه محمد طاهر پٹني -رحمه الله-، متوفى ۹۸۲ھ، دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد.

↞ مجمع الزوائد/ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي -رحمه الله-، متوفى ۸۰۷ھ، دار الفكر.

↞ المجموع -شرح المهذب-/ محيي الدين أبو زكريا يحيىٰ بن شرف النووي، متوفى ٦٧٦ھ، شركة من علماء الأزهر/ دار الفكر بيروت.

↞ مجموعة الفتاوىٰ/ أبوالحسنات عبدالحي اللكهنوي، متوفى ۱۳۰۴ھ، ايچ ايم سعيد كراچي.

↞ المحلّى/ أبو محمد علي أحمد بن سعيد بن حزم، متوفى ٤٥٦ھ، المكتب التجاري بيروت/ دار الكتب العلمية بيروت.

↞ مختار الصحاح/ محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، متوفى ٦٦٦ھ، دار المعارف.

↞ المُدوّنة الكبرىٰ/ مالك بن أنس، متوفى ۱۷۹ھ، دار صادر، بيروت/ مكتبة نزار مصطفى

الباز، مكة المكرمة الرياض.

- **مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح**/ نور الدين علي بن سلطان القاريؒ، متوفى ١٠١٤ھ، إمداديه ملتان/ مكتبة رشيدية كوئٹه.
- **المستدرک على الصحيحين**/ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوريؒ، متوفى ٤٠٥ھ، دارالفكر.
- **مسند أحمد**/ أحمد بن حنبلؒ، متوفى ٢٤١ھ، المكتب الإسلامي، دارصادر بيروت.
- **مصباح اللغات**/ أبو الفضل عبدالحفيظ البلياويؒ، متوفى ١٣٩١ھ، مكتبه برهان، دهلي.
- **المصنف لابن أبي شيبة**/ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبةؒ، متوفى ٢٣٥ھ، دارالكتب العلمية بيروت/ دارقرطبة، بيروت.
- **المصنف لعبد الرزاق**/ عبدالرزاق بن همام صنعانيؒ، متوفى ٢١١ھ، مجلس علمي كراتشي.
- **معالم السنن**/ الإمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابيؒ، متوفى ٣٨٨ھ، مطبعة أنصار السنة المحمدية.
- **معجم البلدان**/ أبو عبدالله ياقوت الحموي الروميؒ، متوفى ٦٢٦ھ، دارإحياء التراث العربي بيروت.
- **المعجم الكبير**/ سليمان بن أحمد بن ايوب الطبرانيؒ، متوفى ٣٦٠ھ دارالفكر.
- **المغني**/ موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامةؒ، متوفى ٦٢٠ھ، دارالفكر.
- **المغرب** / أبو الفتح ناصرالدين المطرزي. إدارة دعوة الإسلام كراتشي.
- **مقدمة لامع الدراري**/ محمد زكريا كاندهلويؒ متوفى ١٤٠٢ھ، المكتبه إمداديه مكة المكرمة.
- **مختصر المعاني**/ سعد الدين التفتازاني، المتوفى ٧٩١ھ، قديمي كراتشي.

❊ مكمل إكمال الإكمال/ أبو عبدالله محمد بن محمد بن يوسف السنوسي، متوفى ۸۹۵ھ، دار الكتب العلمية بيروت.

❊ موسوعة النحو والصرف والإعراب/ الدكتور إميل بديع يعقوب، انتشارات استقلال للملايين، الطبعة الأولى ۱۹۸۸م، بيروت/ دارالعلم، ايران.

❊ ميزان الاعتدال في نقد الرجال/ شمس الدين محمد أحمد بن عثمان الذهبي، متوفى ۸٤۸ھ، دار إحياء التراث العربية، مصر.

❊ نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية/ جمال الدين أبو محمد عبدالله بن يوسف الزيلعي، المتوفى ۷٦۲ھ، مؤسسة الريّان، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۸ھ.

❊ النهاية في غريب الحديث والأثر/ مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، متوفى ٦۰٦ھ، دار إحياء التراث العربي بيروت/ دارالمعرفة بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲۲ھ.

❊ الوجيز في أصول الفقه/ الدكتور عبدالكريم زيدان، نشر احسان للنشر والتوزيع طهران، إيران.

❊ وفيات الأعيان/ شمس الدين أحمد بن محمد المعروف بإبن خلكان، متوفى ٦۸۱ھ، دار صادر بيروت.

❊ الهداية/ برهان الدين أبو الحسن علي بن أبى بكر المرغيناني، متوفى ۵۹۳ھ، مكتبه شركت علميه ملتان/ إدارة القرآن كراتشي.

❊ هدى الساري (مقدمه فتح الباري)/ ابن حجر عسقلاني، متوفى ۵۹۳ھ، دارالفكر، بيروت.

❊ ہزار سال پہلے/ مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، بیت العلم کراچی۔